الہامِ منظوم

دفترِ سوم

الہام منظوم

ترجمۂ اردو

مثنوی مولانا روم

دفتر سوم

مترجمہ

مولوی فیروز الدین مصنف و مؤلف
یادگار دربار اسلام ۔ یادگار سعدی ۔ کشف المحجوب ۔ تجرید البخاری ۔
حقوق و فرائض اسلام ۔ سلسلۂ اسلامیہ ۔ فیروز اللغات اردو عربی
و متعدد کتب نصاب تعلیم

۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۹ء

قیمت درجہ اول چکنا کاغذ مجلد [illegible] درجہ دوم [illegible]

فہرست مضامین الہام منظوم دفتر سوم

ختم شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الہام منظوم

دفتر سوم

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ بیار	این سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
ای ضیاء الحق حسام الدینؒ لا	تاکہ ہو سنت یہ تین دفتر تیسرا
برگشا گنجینۂ اسرار را	در سوم دفتر بہل اعذار را
کھول دے گنجینۂ معنی کے در	تیسرا دفتر ہے ترک عذر کر
قوتت از قوت حق میزہد	نہ ز عروقے کز حرارت میجہد
تیری قوت ہے خدا کے زور سے	نے رگوں سے ہے کہ جو گرمی سے جستہ
این چراغ شمس کو روشن بود	نہ ز فتیلہ و پنبہ و روغن بود
جس طرح روشن چراغ شمس ہے	تیل بتی کے بغیر اس کی ہے ضو
سقف گردوں کو چنیں دائم بود	نہ ز طناب و استنے قائم بود
آسماں کی چھت جو ہے قائم ہوئی	رسیوں سے اور ستونوں سے ہے بری
قوت جبریلؑ از مطبخ نبود	بود از دیدار خلاق ودود
قوت جبریلؑ کھانے سے نہ تھی	تھی یہ قوت جلوۂ اللہ کی
ہمچنین این قوت ابدال حق	ہم ز حق دان نہ ز طعام و از طبق
قوت ابدال حق بھی مہرباں	ہے خدا سے نہ کہ کھانے پینے سے ہاں
جسمشان را ہم ز نور اسرشتہ اند	تا ز روح و از ملک بگذشتہ اند
جسم اُن سب کے بنے ہیں نور سے	وہ ہیں روحوں اور فرشتوں سے بڑے

۱ یعنی جس طرح بعض افعال کا تین بار ادا کرنا سنت ہے ۱۲

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل
پرتو آتش شد گلستان چون خلیل[1]

چونکہ تو رکھتا ہے اوصافِ جلیل
آگ تجھ پر باغ ہے مثلِ خلیل[1]

گردد آتش بر تو ہم بردو سلام
ای عناصر مر مزاجت را غلام

آگ تجھ پر کیوں نہ ہو سرد اور سلام
ہیں عناصر طبع تیری کے غلام

ہر مزاجے را عناصر مایہ است
وین مزاجت برتر از ہر پایہ است

ہو بنی ہیں عنصر طبیعت کے لئے
طبع افضل تیری ہر اک پائے سے

این مزاجت در جہان منبسط
وصفِ وحدت را کنون شد ملتقط

وسعتِ عالم میں یہ تیرا مزاج
منتخب وصفِ الٰہی سے ہے آج

اے دریغا عرصۂ افہامِ خلق
سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق

تنگ ہے میدانِ فہمِ خلق کا
خلق کو بہرہ نہیں ہے حلق کا

اے ضیاء الحق بحذقِ رائے تو
حلق بخشد سنگ را حلوائے تو

ہے ضیاء الحق وہ دانائی تیری
تیرا حلوا حلق پتھر کو بھی دے

کوہِ طور اندر تجلی حلق یافت
تا کہ مے نوشید و مے را بر نتافت

طور نے جلووں میں پایا حلق تھا
مے تو پی پر تاب کب وہ لا سکا

صار دکا منہ وانشق الجبل[2]
ہل رأیتم من جبل رقص الجمل

کوہ ٹکڑے ہو کے جلوے سے پھٹا
کس نے دیکھا کوہ سے رقص اونٹ کا

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس
حلق بخشی کار یزدانست و بس

لقمہ دینا ہر کوئی ہے جانتا
حلق بخشی ہے فقط کارِ خدا

---

[1] سلامتی بخشنے والی۔

[2] جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ عزّ شانہٗ نے فلما تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکا و خرّ موسیٰ صعقا ۔ یعنی جب موسیٰ کا پروردگار پہاڑ پہ جلوہ نما ہوا۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

خلق بخشد جسم را و روح را　　خلق بخشد بہر ہر عضوے جدا

خلق بخشے جسم کو اور روح کو　　خلق کی ہر عضو میں تقسیم ہو

این گہے بخشد کہ اجلالی شوی　　از دغا و از دغل خالی شوی

ہاں مگر جس وقت اجلالی ہو تو　　ہر دغا ہر مکر سے خالی ہو تو

تا نگوئی سرّ سلطان را بکس　　تا نریزی قند را پیش مگس

تا کسی سے تو نہ بھید اسکا کہے　　قند کو محفوظ مکھی سے رکھے

گوش آنکس نوشد اسرار جلال　　کو چو سوسن دہ زبان شد و لال

سنتے ہیں کان اس کے اسرار جلال　　ہو زبان مانند سوسن جس کی لال

خلق بخشد خاک را لطف خدا　　تا خورد آب و بروید صد گیا

خاک کو بھی خلق دیتا ہے خدا　　پانی پی کر گھاس دیتی ہے اگا

باز حیوان را ببخشد خلق و لب　　تا گیاہش را خورد اندر طلب

ہے وہ حیوانوں کو دیتا حلق و لب　　تا کہ کھائیں گھاس ہنگام طلب

چون گیاہش خورد حیوان گشت زفت　　گشت حیوان لقمۂ انسان و رفت

گھاس کھا کھا کر قوی حیوان ہوا　　اور پھر وہ لقمۂ انسان ہوا

باز خاک آمد شد اکّال بشر　　چون جدا شد از بشر روح و بصر

کھا گئی پھر خاک اس انسان کو　　کر دیا فانی نظر اور جان کو

ذرّہا دیدم دہانشان جملہ باز　　گر بگویم خوردشان گردد دراز

ذرّوں کا منہ میں نے دیکھا ہے کھلا　　داستاں ہو کھولوں جو راز اسکا ذرا

برگہا را برگ از انعام او　　دایگان را دایہ لطف عام او

برگ با سامان ہیں انعام سے　　دایہ اس کا لطف ذاتی کے لئے

ساہ گنگ ۵

رزق ہا را رزق ہا او می دہد | زانکہ گندم بے غذائے کے زہد

رزق کو بھی رزق دیتا ہے وہ ہی | بے غذا بھی ہے اُگا گیہوں کبھی؟

نیست شرح این سخن را منتہی | پارہ گفتم بداں زاں پارہا

اس سخن کی شرح ہے لا انتہا | میں نے اک ٹکڑا ہے ٹکڑوں سے لیا

جملہ عالم آکل[۱] و ماکول داں | باقیاں را مقبل و مقبول داں

ساری دنیا آکل و ماکول ہے | جو ہے باقی مقبل و مقبول ہے

ایں جہان و ساکنانش منتشر | واں جہان و سالکانش مستمر[۲]

یہ جہان اور اس کے ساکن منتشر | وہ جہان اور اس کے سالک مستمر

ایں جہان و عاشقانش منقطع | اہل آں عالم مخلد مجتمع

یہ جہان اور اسکے عاشق ہیں فنا | اس جہاں والے ہیں سب اہل بقا

پس کریم آنست کو خود را دہد | آب حیوانے کہ ماند تا ابد

ہے کریم اب وہ کہ جو اپنے کو دے | آب حیواں تا کہ باقی رہ سکے

باقیات الصالحات[۳] آمد کریم | رستہ از صد آفت و اخطار و بیم

ہے کریم اب باقیات الصالحات | جسکو ہے خوف اور آفت سے نجات

گر ہزار اند یک تن بیش نیست | چوں خیالات عدد اندیش نیست

ہوں ہزاروں ایک سے بڑھکر ہیں کب | ہیں خیالات عدد اندیش سب

آکل و ماکول را حلق است و نائے | غالب و مغلوب را عقل است و رائے

آکل و ماکول کو ہے حلق و نائے | غالب و مغلوب کو ہے عقل و رائے

۱ کھانے والا اور کھایا جانے والا ۔

۲ دائم ۔ مجتمع ۔

۳ قولہ تعالیٰ عز وجل: ۔ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثواباً وخیر مردا۔
یعنی جو نیک باتیں انسان سے باقی رہ جائیں ۔ وہ خدا کے نزدیک ازروئے ثواب اور ازروئے بازگشت بہتر ہیں ۔

خلق بخشید او عصائے عدل را / خورد او چندان عصا و حبل را
خلق یوں اپنے عصا کو دے دیا / وہ عصا اور رسیوں کو کھا گیا[1]

و اندر او افزوں نشد زاں جملہ اکل / زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
اس میں کھانے کی فراوانی نہ تھی / کیونکہ اس کی شکل حیوانی نہ تھی

مر یقیں را چوں عصا حق حلق داد / تا بخورد او ہر خیالے را کہ زاد
وہ یقیں کو حلق دے مثل عصا / تا خیالوں کو کرے اس کی غذا

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست / رازق حلق معانی ہم خداست
مثل ظاہر ہے معانی کا گلا / رازق حلق و معانی ہے خدا

پس ز ماہی تا بمہ از خلق نیست / کہ بجذب مایہ او را حلق نیست
ماہ سے تا ماہی کوئی بھی نہیں / حلق جس کو ہو نہ حاصل بالیقیں

حلق جاں از فکر تن خالی شود / آنگہے روزیش اجلالی شود
حلق جاں ہو فکر تن سے رستگار / رزق اجلالی سے پھر ہو مایہ دار

حلق عقل و دل چو خالی شد ز فکر / یافت او بے ہضم معدہ رزق بکر
حلق عقل و دل ہو خالی فکر سے / رزق اچھوتا اس کو خالق سے ملے

شرط تبدیل مزاج آمد بداں / کز مزاج بد بود مرگ بداں
شرط تبدیلی طبیعت کی ہے ہاں / بد مزاجی ہے ہلاکت بے گماں

چوں مزاج آدمی گلخوار شد / زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد
طبع جس انسان کی گل خوار ہے / زرد ہے بدرنگ ہے اور خوار ہے

چوں مزاج زشت او تبدیل یافت / رفت زشتی و رخش چوں شمع تافت
جب مزاج بد کی تبدیلی ہوئی / چمکا مثل شمع زشتی مٹ گئی

[1] یعنی جناب موسیٰ علیہ السلام کا عصا ساحروں کے عصا اور رسیوں کو کھا گیا

دایهٔ کو طفلِ شیر آموز را | تا بنعمت خوش کند پدفوز را

ڈھونڈے دایہ دودھ پیتے طفل کو | جو کرے خوش اور دے نعمت کی خو

دایهٔ کو شیر خوارہ طفل را | تا ز نعمتہا کند او را غذا

ڈھونڈے دایہ طفل کی بہر غذا | نعمتوں سے جو کرے نشو و نما

گر ببندد راہِ یک پستان او | برگشاید راہِ صد بستان برو

ایک پستاں کو جو اس سے روک لے | راہ سرباغوں کی اس پر کھول دے

زانکہ پستان شد حجابِ آن ضعیف | از ہزاران نعمت و خوان و رغیف

کیونکہ پستاں ہے حجاب اس طفل کا | نعمتوں اور روٹیوں سے بہ ملا

پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام | اندک اندک جہد کن تم الکلام

زندگی اپنی ہے ترکِ شیر پر | تھوڑی تھوڑی اس میں کوشش کریں

چون جنین بد آدمی خون بد غذا | از نجس مومن برد پاکی کذا

پیٹ میں تھی خون بچے کی غذا | مومن اس کو اب نجس سے ہے جدا

چون جنین بد آدمی خونخوار بود | بود او را بود از خون تار و پود

پیٹ میں خونخوار تھا یہ آدمی | خون ہی سے تھا مدار زندگی

از فطامِ خون غذااش شیر شد | وز فطامِ شیر لقمہ گیر شد

ترک خوں سے دودھ تھا اسکی غذا | دودھ جب چھوٹا تو پھر لقمہ ملا

وز فطامِ لقمہ لقمانی شود | طالبِ مطلوبِ پنہانی شود

لقمہ کو چھوڑے تو پھر لقمان ہو | طالبِ مطلوب ہو انسان ہو

گر جنین را کس بگفتی در رحم | ہست بیرون عالمی بس منتظم

بچے سے گر پیٹ میں کہتا کوئی | اک جہاں باہر ہے اچھا اور بھی

یک زمین خرمی با عرض و طول | اندرو بس نعمت و چندین اکول

لمبی چوڑی اک زمیں ہے خوشگوار | نعمتیں جسمیں ہیں بے حد و شمار

کوہہا و بحرہا و دشتہا	بوستانہا باغہا و کشتہا
دشت بھی دریا بھی ہیں کہسار بھی	باغ بھی ہیں کھیت بھی گلزار بھی
آسمان بس بلند و پُر ضیا	آفتاب و ماہتاب و صد سُہا
آسماں بھی ہے بلند و پُر ضیا	چاند سورج اور تاروں سے بھرا
از شمال و از جنوب و از دبور	باغہا از عروسیہا و سور
اتر اور دکن سے چل چل کر ہوا	کرتی ہے باغوں کو شاداب اور ہرا
در صفت ناید عجایبہائے آں	تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
کیا صفت ہو اس کی نادر چیزوں کی	تجھ کو کیوں بھاتی اندھیری کوٹھڑی
خوں خوری در چار میخ تنگنا	در میان حبس و انجاس و عنا
خون پیتا ہے شکنجے میں پھنسا	اور ہے حبس و نجاست میں پڑا
او بحکم حال خود منکر بُدے	زیں رسالت معرض و کافر شدے
اسکو حسب حال کب آتا یقیں	کرتا انکار ان پیاموں سے جنیں
کایں محال است و فریب است و غرور	زانکہ وہم کور ازیں معنی ہست دور
اور کہتا ہے محال اور مکر و زور	کیونکہ وہم کور ہے ان سب سے دور
جنس چیزے چوں ندید ادراک او	نشنود ادراک منکر ناک او
جنس سے ادراک کو سوجھی نہیں	کیسے منکر فہم کو آئے یقیں
ہمچنانکہ خلق عام اندر جہاں	زاں جہاں ابدال میگویند شاں
بس یونہی خلق جہاں کے سامنے	کہتے ہیں ابدال حال اس سمت کے
کایں جہاں چاہیست بس تاریک و تنگ	ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ
یعنی دنیا ہے کنواں تاریک و تنگ	عالم بالا ہے بس بے بو و رنگ
ہیچ در گوش کسے ایشاں نرفت	کایں طمع آمد حجاب ژرف و زفت
لیکن اس کو کوئی سنتا ہی نہیں	طمع ہے سخت اک حجاب اے ہمنشیں

گوش را بند و طمع از استماع | چشم را بند و غرض از اطلاع
طمع کر دے کان کو شنفے سے بند | آنکھ کو کر دے غرض جلوے سے بند

همچنانکه آن جنین را طمع خون | کان غذای اوست در اوطان دون
اس جنین کو جیسے لالچ خون کا | ہے مقام دون میں جو اسکی غذا

از حدیث این جهان محجوب کرد | خون تن را بر دلش محبوب کرد
باتیں اس دنیا کی سمجھا کب ذرا | خون ہے محبوب اس کا ہو گیا

زین همه انواع نعمت ماند فرد | غیر خون او می نداند چاشت خورد
رہ گیا محروم ان لذات سے | کھاتا کیا پایا بجز اک خون کے

پیش تو هم طمع خوشی این جهان | شد حجاب آن خوشی جاودان
تجھ پہ لالچ اس خوشی کا ایجہاں | اس خوشی کا ہے حجاب جاوداں

طمع ذوق این حیات پرغرور | از حیات راستینت کرد دور
طمع سے یہ زندگی پر غرور | کر رہی ہے زندگی تو سے دور

پس طمع کورت کند نیکو بدان | پر تو پوشاند یقین را بیگمان
طمع کر دیتی ہے اندھا جان سے | یہ چھپاتی ہے یقین کو مان لے

حق ترا باطل نماید از طمع | در تو صد کوری فزاید از طمع
حق نظر آتا ہے باطل برملا | طمع سے بڑھتا ہے اندھاپن ترا

از طمع بیزار شو چون راستان | تا نهی پا بر سر آن آستان
طمع سے جوں راستاں بیزار ہو | تا رکھے اس آستاں پہ پاؤں کو

گر تو اندر راه چون راقی وارهی | از غم و شادی قدم بیرون نهی
پائے گا اس در سے آزادی پسر | قید سے شادی و غم کی چھوٹ کے

چشم جانت روشن و حق بین شود | بی ظلام کفر نور دین شود
چشم جاں روشن ہو اور حق بیں شود | نور دیں ہو کفر کی ظلمت ہو دور

پند پیراں بپذیرا شو بجاں | تا رہی از خوف و مانی در اماں
پند پیروں کی پذیرا کر بجاں | تاکہ چھوٹے خوف سے پائے اماں

بشنو اکنوں قصۂ تمثیل آں | تا بیابی در حقیقت نورِ جاں
اب مثالاً ایک قصہ سن بیاں | تا حقیقت میں تو پائے نورِ جاں

ایک دانا اور ہاتھیوں کے شکاری

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں | دید دانائے گروہِ دوستاں
ایک دانا جبکہ ہندستاں گیا | دیکھا۔ ہاں کچھ دوست بیٹھے ایک جا

گرسنہ ماندہ شدہ بی برگ و عور | میرسیدند از سفر و ز راہ دور
بھوکے پیاسے اور بے ساماں تھے | دور سے کر کے سفر آئے ہوئے

مہرِ دانائیش جوشید و بگفت | خوش سلامے شاں چو گل بشگفت
جوش جب اس کی محبت میں اٹھا | مثلِ گل کھل کر سلام ان کو کیا

گفت دانم کز تجوع و ز خلا | جمع آمد رنجتاں زیں کربلا
اور کہا۔ شاید کہ بھوک اور پیاس سے | اس جگہ تکلیف میں تم ہو پڑے

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل | تا نباشد خوردتاں فرزندِ پیل
لیکن اللہ اللہ اے قوم جلیل | تم نہ کھانا ہاتھیوں کے فرزند پیل

پیل ہست ایں سو کہ اکنوں میروید | پندِ من از جان و از دل بشنوید
ہیں ادھر ہاتھی۔ جدھر جاتے ہو تم | یہ نصیحت سن لو کر جاتے ہو تم

پیل بچگانند اندر راہتاں | صیدِ ایشاں ہست بس دلخواہتاں
پیل کے بچے ملیں گے راہ میں | اور شکار اُن کا اُبھاریگا تمہیں

بس ضعیفند و لطیفند و سمیں | لیک مادرشاں بود اندر کمیں
وہ لطیف اور ہونگے فربہ بیگماں | پیچھے پیچھے ہوگی لیکن اُنکی ماں

از پی فرزند صد فرسنگ راه ۔ می بگردد در حنین و آہ آہ
اپنے بچوں کے لئے کوسوں وہاں ۔ دوڑتی پھرتی ہے با آہ و فغاں

دود آتش آید از خرطوم او ۔ الحذر از کودک مرحوم او
سونڈ سے اس کی نکلتا ہے دھواں ۔ بچہ مردہ سے اس کے الاماں

اولیا اطفال حقند اے پسر ۔ غائبے و حاضرے بس با خبر
اولیا اطفال حق ہیں اے پسر ۔ ہاں حضور و غیبت میں وہ با خبر

غایبی مندیش از نقصان شان ۔ کو کشد کین از برائے جان شان
حق سے تو غائب ہے ۔ ان کو مت ستا ۔ بدلہ لے گا جان کا ان کی خدا

گفت اطفال منند این اولیا ۔ در غریبی فرد از کار و کیا
قول حق ہے طفل ہیں میرے ولی ۔ ہے فزوں دولت سے انکی مفلسی

از برائے امتحان خوار و یتیم ۔ لیک اندر سر منم با او ندیم
امتحاناً ہیں وہ سب خوار و یتیم ۔ ہوں مگر پوشیدہ میں انکا ندیم

پشت دار جملہ عصمتہائے من ۔ گوئیا ہستند خود اجزائے من
ہیں مری عصمت کے وہ پشت و پناہ ۔ گویا اجزا ہیں مرے وہ خوش نگاہ

ہاں وہاں این دلق پوشان منند ۔ صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
گدڑی والے میرے بندے نیک ہیں ۔ گو وہ لاکھوں ہیں مگر سب ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوبے ہنر ۔ موسیٰ فرعون را زیر و زبر
ورنہ کرتی کس طرح چوب یہ ہنر ۔ موسیٰ کی فرعون کو زیر و زبر

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد ۔ نوح شرق و غرب را غرقاب خود
بد دعا سے ورنہ کیونکر بے حجاب ۔ نوح شرق و غرب کرتے غرق آب

بر نکندے یک دعائے لوط راد ۔ جملہ شہرستان شان را بے مراد
کھو دیتیں کیونکر دعائیں لوط کی ۔ ان کے سب شہروں کو جو تھے مدعی

گشت شہرستان چون فردوس شان
دجلۂ آب سیہ وبیں نشاں

شہر اُن کے غیرت فردوس ہوگئے
کالے پانی کے سمندر بن گئے

سوئے شام است این نشان این خبر
در رہِ قدسش پئے بینی بہ گذر

شام کی جانب ملیں گے یہ نشاں
راہ میں بیت المقدس کی وہاں

صد ہزاراں اولیائے حق پرست
خود بہر قرنے سیاستہا بدست

اولیا گذرے ہیں لاکھوں ہاں لے
تھے سیاست والے جو اپنے عہد کے

اگر بگویم این بیان افزون شود
خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود

گر کہوں تو طول پکڑے یہ بیاں
یہ جگر کیا کہ وہ خوں ہوجائے ہاں

خوں شود خارا و باز آں بفسرد
تو نبینی خوں شدن کوری و رد

کوہ خوں ہو جائے اور وہ پھر جمے
تو نہ اندھے پن سے دیکھ اسکو سکے

طرفہ کوری دوربین تیز چشم
لیک از اشتر نبیند غیر پشم

یہ عجب کوری ہے ہو کر تیز چشم
صرف اونٹوں کی نظر آتی ہے پشم

مو بمو بیند ز صرفہ حرص انس
رقص بی مقصود دارد ہمچو خرس

حرص کو انساں ہے یکسر دیکھتا
ریچھ سا بے فائدہ ہے ناچتا

مو بمو بیند ز حرص خود بشر
رقص و خالی ز خیر و چیز ز شر

دیکھتا ہے حرص خود اپنی بشر
خیر کب ہے رقص میں اسکے ہے شر

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی
پنبہ را از ریش شہوت برکنی

رقص اس جا کر جہاں ٹوٹے خودی
ریش شہوت سے نکالے تو روئی

رقص و جولاں بر سر میداں کنند
رقص اندر خون خود مرداں کنند

رقص کر ہیں ناچتے میدان میں
خون ہی میں مرد رقص اپنے کریں

چون رہند از دست خود دستے زنند
چون جہند از نقص خود رقصے کنند

وہ خودی سے چھوٹ کر تالی بجائیں
نقص سے چھوٹیں تو رقص اپنا دکھائیں

مطربان شان از درون دف می‌زنند	بحرها در شورشان کف می‌کنند
ہیں بجاتے مطرب ان میں چھپ کے دف	شور سے ان کے سمندر میں ہے کف
تو نہ بینی برگہا بر شاخہا	کف زنان رقصان بتحریک صبا
کیا نہیں شاخ اور پتے دیکھتا	جو صبا سے رقص میں ہیں برملا
تو نہ بینی لیک بہر گوش شان	برگہا بر شاخہا ہم کف زنان
دیکھ کیا ان کے کانوں کے لیے	ہیں بجاتے تالیاں پتے بڑے
تو نہ بینی برگہا را کف زدن	گوش دل باید نہ این گوش بدن
تالیاں پتوں کا نظر آتا نہیں	گوش دل سے سن تو آ جائے یقیں
گوش سر بربند از ہزل و دروغ	تا ببینی شہر جان را با فروغ
دور کر کانوں سے تو ہزل و دروغ	شہر جاں کا تا نظر آئے فروغ
ہر دہان بربند از ہزل ای عمو	جز حدیث روئے او چیزے مگو
ہزل سے اپنے دہاں کو بند کر	باتیں کر صرف اسکی تو اے مرد گر
سر کشد گوش محمد در سخن	کش بگوید در نبی حق ہو اذن
گوش احمد ہزل کو سنتے نہ تھے	جن کو اذن ۔ ان کو کہا اللہ نے
سر بسر گوش است و چشم است آن نبی	رحمت حق مرضع است و ما صبی
گوش و دیدہ ہیں نبی محترم	رحمت حق دایہ ہے بچے ہیں ہم
این سخن پایان ندارد باز ران	سوئے اہل پیل و بر آغاز ران
اس سخن کی حد نہیں کچھ اے پسر	قصہ اہل پیل کا آغاز کر

بچگان پیل کے معترضوں کا قصہ

ہر دہان را پیل بویے می‌کند	گرد معدہ ہر بشر برمی‌تند
پیل سونگھے سب کے منہ کو برملا	ہر بشر کے معدہ پہ پھر گھومتا

۱۔ خاص کان

تا کجا یابد کباب پور خویش
تا نماید انتقام و زور خویش

پائے جس جا اپنے بچّے کے کباب
لے سکے بدلہ اس سے بیہودہ کا بیاب

گوشتہائے بندگان حق خوری
غیبت ایشاں کنی کیفر بری

گوشت کھاتے بندگان حق کا تو
ان کی غیبت کر کے سن اے کینہ خو

ہیں کہ بویائے دہانشاں خالق است
کے برد جاں غیر آں کو صادق است

سونگھے گا اللہ خود اُن کا دہاں
جو ہیں صادق ان کی بچ جاوے گی جاں

وائے آں افسوسیے کش بوئے گیر
باشد اندر گور منکر یا نکیر

وائے اس پر جس کی بُو اسے خوردہ گیر
سونگھیں آکر قبر میں منکر نکیر

نے دہاں دزدیدن امکاں زاں مہاں
نے توان خوش کردن از دارو دہاں

منہ چھپانے کا وہاں موقع کہاں
اور نہ دیگی کام کچھ بخشش وہاں

آب روغن نیست مر روپوش را
راہ حیلت نیست عقل و ہوش را

آب و روغن مُنہ چھپانے کو کہاں
عقل کیونکر حیلہ جو ہو ہمہ داں

چند کوبد زخمہائے گرزشاں
بر سر ہر ژاژخا و مرزشاں

کسقدر کوٹیں گے اپنے گرز سے
سر کو اور چوتڑ کو ہر بیہودہ کے

گرز عزرائیل را بنگر اثر
گر نبینی چوب و آہن در صور

دیکھ اثر تو گرز عزرائیل کا
چوب و آہن گر نہیں نظروں سے جدا

ہم بصورت مینماید گہ گہے
زاں ہماں رنجور باشد آگہے

گو کبھی آتی ہے صورت بھی نظر
ہوتی ہے بیمار کو اس کی خبر

گوید آں رنجور کاے یار حذر
چیست این شمشیر بر فرق سرم

کہتا ہے بیمار غمخواروں سے یہ
میرے سر پہ کیا ہے یہ تلوار سی

چوں نمی بیند کس از یاران او
در جواب آیند یاراں کاین چہ گو

دوستوں کو وہ نہیں آتی نظر
وہ یہ دیتے ہیں جواب اسکو کہ خیر

ماہمی بینیم باشد ایں خیال | چہ خیالست ایں کہ ہست ایں ارتحال

کچھ نظر آتا نہیں یہ ہے خیال | یہ تخیل ہے بوقت انتقال

چہ خیالست ایں کہ ایں چرخ نگوں | از نہیب آں خیالے شد چو نوں

یہ گماں کیا ہے کہ چرخ سرنگوں | ہے خیال خوف سے مانند نوں

گرزہا و تیغہا محسوس شد | پیش بیمار و سرش منکوس شد

گرز اور تلوار محسوس اب ہوئے | جھک گیا بیمار کا سر خوف سے

او ہمی بیند کہ آں از بہر اوست | چشم دشمن بستہ زاں چشم دوست

دیکھتا ہے وہ کہ ہے اس کے لئے | دوست دشمن کس طرح دیکھیں اسے

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد | چشم او روشن کہ چوں خونریز شد

حرص دنیا رخصت اور بینائی تیز | آنکھ اس کی روشن اور ہے خونریز

مرغ بے ہنگام شد آں چشم او | از نتیجہ کبر او و خشم او

مرغ بے ہنگام آنکھ اس کی ہوئی | اس کی نخوت کا نتیجہ تھا یہی

سر بریدن واجب آمد مرغ را | کو بغیر وقت جنباند درا

کاٹنا سر مرغ کا واجب ہوا | جس نے یوں بیوقت دی ایسی صدا

ہر زماں نزعے ست جزو جانت را | بنگر اندر نزع جاں ایمانت را

جان تیری نزع میں ہے ہر گھڑی | نزع جاں میں دیکھ ایماں اے اخی

عمر تو مانند ہمیان زر ست | روز و شب مانند دینار اشمر ست

زر کی ہمیانی ہے تیری عمر یار | روز و شب ہے مثل درہم کے شمار

می شمارد و مید ہد زر بیوقوف | تا کہ خالی گردد و آید خسوف

دیتا ہے گن گن کے ناداں اپنا زر | تھیلی تا ہو جائے خالی زود تر

گر ز کہ بستانی و ننہی بجائے | اندر آید کوہ زاں دادن زپائے

کوہ سے لیکر نہ گر تو کچھ رکھے | عاجز آئے کوہ بھی اس دینے سے

لہ نون کی ... فی میہ و ہیلا

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض ۔۔۔ تا ز واسجد و اقترب یابی غرض

رکھ نفس کی ہر جگہ پہ اک عوض[۱] ۔۔۔ پائے "واسجد و اقترب[۲]" سے "تا غرض"

در تمامی کارہا چندیں مکوش ۔۔۔ جز بکارے کہ بود در دیں بکوش

اتنی سب کاموں میں تو کوشش نہ کر ۔۔۔ دین کے کاموں میں کوشش کر مگر

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام ۔۔۔ کارہایت ابتر و نانِ تو خام

تجھ کو جانا ہی پڑے گا ناتمام ۔۔۔ کام ابتر ہیں ترے ۔ توشہ ہے خام

ویں عمارت کردنِ گور و لحد ۔۔۔ نے بسنگ است و نہ چوب و نے لبد

گور کی تعمیر پہ اسے بے خبر ۔۔۔ مت لگا تو اینٹ پتھر اور [illegible]

بلکہ خود را در صفا گورے کنی ۔۔۔ در منیِ آں کنی دفن ایں منی

قبر کو اپنی صفا کر کے بنا ۔۔۔ دفن کر اپنی خودی کو اس میں جا

خاکِ او گردی و مدفونِ غمش ۔۔۔ تا دمت یابد مددہا از دمش

اسکی ہو خاک ۔ اسکے غم میں ہو فنا ۔۔۔ اس کے دم سے پائے قوت دم ترا

گورخانہ قبّہ ہا و کنگرہ ۔۔۔ نبود از اصحابِ معنی آں سرہ

گورخانے اور قبّے کنگرے ۔۔۔ کچھ نہیں اہل حقیقت کے لئے

بنگر اکنوں زندۂ اطلس پوش را ۔۔۔ ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را

غور تو کر زندۂ اطلس پوش پر ۔۔۔ کچھ بھی اطلس سے ہے خوبی ہوش پر

در عذابِ منکرست آں جانِ او ۔۔۔ کژدمِ غم در دلِ غمدانِ او

ہے فرشتوں کی سزا میں اس کی جان ۔۔۔ غم کا بچھو اس کے دل میں ہے ہر آن

از بروں ظاہر ہمی نقش و نگار ۔۔۔ وز دروں اندیشہ ہااش زار زار

ظاہری ہیں اس کے یہ نقش و نگار ۔۔۔ اور اندر سے ہیں اندیشے فگار

۱؎ یعنی جو سانس جائے ۔ اس کے بدلے کوئی نیکی ضرور ہو جائے ۔

۲؎ سجدہ کرو اور قریب آؤ ۔

وان یکے بینی درآں دلق کہن — چون نبات اندیشہ و شکر سخن

گدڑی والوں میں تو اکثر پائے گا — فکر شیریں اور سخن شکر نما

مسافروں اور فیل بچوں کی حکایت

گفت ناصح بشنوید ایں پند من — تا دل و جاناں نگردد ممتحن

بولا ناصح پند تم میری سنو — امتحاں جان و دل میں کیوں پڑو

با گیاہ و برگہا قانع شوید — در شکار پیل بچگاں کم روید

گھاس پتوں ہی پہ رکھو انحصار — فیل بچوں کا نہ کھیلو تم شکار

من بروں کردم ز گردن وام نصح — جز سعادت کے بود انجام نصح

میں نے گردن سے اتارا وام پند — ہے سعادت ہی فقط انجام پند

من بہ تبلیغ رسالت آمدم — تا رہانم مر شما را از ندم

ہے مجھے مقصود میرے اس پیغام کا — تا ندامت سے میں تم کو دوں چھڑا

ہیں مبادا کہ طمعتاں رہ زند — طمع برگ از بیخہاتاں بر کند

ہو نہ ایسا کہ گمراہی ہو طمع سے — طمع دنیا سے جڑوں کو کھود دے

ایں بگفت و خیر بادے کرد و رفت — گشت قحط و جوعشاں در راہ زفت

یہ کہا اور ان سے رخصت ہو گیا — ہو گئی بھوک ان کی رستے میں سوا

ناگہاں دیدند سوے جادہ — پور فیلے فربہ نوزادہ

ناگہاں رستے میں دیکھا ایک بار — فیل بچہ، موٹا تازہ، شیرخوار

اندر افتادند چوں گرگان مست — پاک خوردند و فرو شستند دست

بھیڑیے کی طرح سب اس پر گرے — اور اسے کھا پی کے فارغ ہو گئے

آں یکے ہمرہ نخورد و پند داد — کہ حدیث آں فقیرش بود یاد

کھانے میں صرف ایک نے شرکت نہ کی — یاد اس کو بات تھی درویش کی

از کبابش مانع آمد آں سخن
بخت نو بخشد ترا عقلِ کہن

اس کو کھانے سے ہوئی مانع وہ بات
بخشتا ہے عقل بخت نو صفات

پس بخفتند و بخفتند آں ہمہ
آں گرسنہ پاسبانِ آں رمہ

خیر سب کھا پی کے اس کو سو گئے
بھوکے نے کی پاسبانی بیٹھ کے

دید پیلے سہمناکے میرسید
اولا آمد سوئے حارس دوید

فیل دیکھا اس نے اک آتا ہوا
پہلے وہ درپے نگہباں کے ہوا

بوئے میکرد آں دہانش را سہ بار
ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار

اس کے منہ کو اس نے سونگھا تین بار
لیکن آئی کچھ نہ بوئے ناگوار

چند بارے گردِ او برگشت و رفت
مر ورا نازارد آں شہ پیل زفت

پھر کے اس کے گرد پھر آگے بڑھا
فیل نے اس کا نہ کچھ نقصاں کیا

مر لبِ ہر خفتہ را بوئے کرد
بوئے می آمد ورا زاں خفتہ مرد

سونے والوں کا جو منہ سونگھا اخی
اس کو اپنے بچے کی بُو آ گئی

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بُد
بر درانید و بکشتش پیل زود

کھائے بچے جو پیل بچے کے کباب
پھاڑ ڈالا اُن کو ہاتھی نے شتاب

در زماں او یک بیک را زاں گروہ
بر درانید و نبودش زاں شکوہ

فرد اک اک اس جماعت کا وہاں
پھاڑ ڈالا فیل نے بے خوف ہاں

بر ہوا انداخت ہر یک را گزاف
تا ہمی زد بر زمیں میشد شگاف

تھا وہ لوگوں کو ہوا پہ پھینکتا
چور ہو جاتے تھے گر کر برملا

اے خورندہ خونِ خلق از رہ بگرد
تا نیارد خونِ ایشانت نبرد

خوں خلقت کھانے والے باز آ
خون اُن کا رنگ اِک دن لائیگا

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں
زانکہ مال از زور آید در یمیں

مال کو اُنکے تو اُن کا خون جان
زور ہی سے ملتا ہے زر کر تو دھیان

مادران پیل بچہ کین کشند | پیل بچہ خوارہ را کیفر کشند

کینہ مادر پیل بچے کی رکھے | پیل بچہ خوار سے بدلہ وہ لے

پیل بچہ میخوری اے پارہ خوار | ہم برآرد خصم پیل از تو دمار

پیل بچہ کھاتا ہے اے [1] پارہ خوار | پیل دشمن ہو کے کرے کا شکار

بوئے رسوا کرد مکر اندیش را | پیل داند بوئے خصم خویش را

بو فریب اندیش کو رسوا کرے | بوئے دشمن پیل کو آنے لگے

آنکہ یابد بوئے رحمان از یمن | چون نیابد بوی باطل را ز من

جو یمن سے بوئے خوش خالق کی پائے | بوئے باطل کیوں نہ میری اسکو آئے

مصطفیٰ چوں بوئے برد از راہ دور | چون نیابد از دہان ما بخور

مصطفیٰ کو دور سے بو آ گئی | منہ سے میرے بو نہ کیونکر آئیگی

ہم بیابد لیک پوشاند ز ما | بوئے نیک و بد بر آید بر سما

آتی ہے بو، پر وہ رکھتے ہیں نہاں | بوئے نیک و بد سے مہکے آسمان

تو ہمی خسپی و بوئے آں حرام | میزند بر آسمان سبز فام

تو تو سو جاتا ہے اور بوئے حرام | کرتی ہے سیر فلک اے خستہ کام

ہمرہ انفاس زشتت می شود | تا بو گیران گردوں میرود

جاتی ہے وہ ساتھ سانسوں کے ترے | سونگھتے ہیں سونگھنے والے اسے

بوئے کبر و بوئے حرص و بوئے آز | در سخن گفتن بیاید چون پیاز

بوئے نخوت بوئے حرص اور بوئے آز | بات کرنے سے ہے آتی جوں پیاز

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام | از پیاز و سیر تقوی کردہ ام

گو تو کھائے اس کے کھانے کی قسم | پیاز لہسن چھوڑ بیٹھا ہوں بہم

آن دمت سوگند غمازی کند | بر دماغ ہمنشینان بر زند

سانس تیری کھائے لیکن چغلیاں | ہمنشینوں کے دماغوں سے وہاں

[1] رشوت خوارہ

پس دعا ہا رد شود از بوئے آں ۔ آں دل کژ می نماید از زبان

اس کی بُو سے ہوتی ہے رد ہر دعا ۔ ہے زباں دل کی کجی کا آئنا

اخسئوا آمد جواب آں دعا ۔ چوب رد باشد جزائے ہر دعا

اخسئوا[1] آئے دعاؤں کا جواب ۔ ہو جزائے ہر دعا ناکامیاب

گر حدیثت کژ بود معنیت راست ۔ آں کژی لفظ مقبول خداست

بات اگر ٹیڑھی ہو اور مطلب بجا ۔ ایسی کج باتیں ہیں مقبول خدا

ور بود معنی کژ و لفظت نکو ۔ آں چناں معنی نیرزد یک تسو

کج ہوں معنی اور لفظ اچھے اگر ۔ ہیں یہ معنی لا محالہ بے اثر

دوستوں کی خطائیں بھی محبوب ہیں

آں بلالِ صدق در بانگِ نماز ۔ حی را ہی خواند از روئے نیاز

جب اذاں دیتے بلالؓ پاکباز ۔ "حیّ" کو "ہی" کہتے از روئے نیاز

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست ۔ ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست

لوگ بولے یا نبیؐ ہے ناروا ۔ یہ خطا ہے جبکہ آغاز بنا

اے نبیؐ و اے رسول کردگار ۔ یک مؤذن کو بود افصح بیار

یا نبیؐ؛ اتنا کرم فرمایئے ۔ اک مؤذن خوش گلو بلوایئے

عیب باشد اول دین و صلاح ۔ لحن خواندن لفظِ حی علی الفلاح

عیب ہے آغاز دیں ہے اور صلاح ۔ یوں پکاریں لفظ حیّ علی الفلاح

خشم پیغمبر بجوشید و بگفت ۔ یک دو رمزے از عنایات نہفت

غصہ میں آئے جنابِ مصطفیٰؐ ۔ راز کی دو ایک باتیں دیں بتا

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل قال اخسئوا فیہا ولا تکلمون یعنی دوزخیوں سے خدائے تعالیٰ خطاب فرماتا ہے ۔ کہ تم اس میں پڑے رہو اور بات نہ کرو ۔

کاے خساں نزدِ خدا ہیّ بلالؓ | بہتر از صد حیّ وحیّ قیل وقال
بولے نزدِ کبریا ہیّ بلالؓ | حیّ سے بہتر ہے یاں ہے قیل وقال

وامشورانید تا من رازتاں | وانگویم ز آخر و آغازتاں
مت ٹٹولو ورنہ ہیں رازِ نہاں | اوّل و آخر سے کر دونگا عیاں

گر نداری تو دمِ خوش در دُعا | رو دعا میخواہ ز اخوانِ صفا
جب سلیقہ ہی دعاؤں کا نہیں | پاک لوگوں کی دُعا سے بالیقیں

حضرتِ موسیٰؑ کو حق تعالیٰ کا حکم دینا

بہرِ ایں فرمود با موسیٰؑ خدا | وقتِ حاجت خواستن اندر دُعا
اس لئے فرمانِ حق موسیٰؑ کو تھا | جب وہ کرتے مجھ سے ضرورت میں دُعا

کاے کلیم اللہ ز من میجو پناہ | با دہانے کہ نکردی تو گناہ
اے کلیم اللہ لے میری پناہ | ایسے منہ سے جو نہیں صرف گناہ

گفت موسیٰؑ من ندارم آں دہاں | گفت ما را از دہانِ غیر خواں
بولے موسیٰؑ میرا منہ ایسا کہاں | حکم آیا۔ مانگ اوروں کا دہاں

آنچناں کن کہ دہانہا مر ترا | در شب و در روزہا آرد دعا
غیروں سے اپنے لئے تو لے دُعا | ہر دہن دن رات ہی مانگے دُعا

از دہانِ غیر کے کردی گناہ | از دہانِ غیر برخواں کاے الٰہ
غیر کے منہ سے کیا ہے کب گناہ | غیر کے منہ سے تو کہلا یا الٰہ

یا دہانِ خویشتن را پاک کن | روحِ خود را چابک و چالاک کن
یا تو اپنے ہی دہن کو پاک کر | رُوح کو بھی چُست اور چالاک کر

ذکرِ حق پاکست چوں پاکی رسید | رخت بر بندد بروں آید پلید
ذکرِ حق ہے پاک، جب پاکی ملی | بس پلیدی دل سے باہر آ گئی

میگریزد ضدہا از ضدہا — شب گریزد چون برافروزد ضیا
ہاں ضدوں سے بھاگ جاتی ہیں ضدیں — روشنی سے رات بھاگے، آن میں

چوں برآید نام پاک اندر دہاں — نہ پلیدی ماند و نے آں دہاں
نام پاک آتا ہے جب منہ میں ذرا — پھر پلیدی کا پتہ لگتا ہے کیا

حاجتمند کا اللہ اور اللہ کا لبیک کہنا

آں یکے اللہ می گفتے شبے — تا کہ شیریں گردد از ذکرش لبے
رات کو "اللہ" کہتا تھا کوئی — ذکر سے تا ہونٹ پائیں چاشنی

گفت شیطانش خمش اے سخت رو — چند گوئی آخر اے بسیار گو
بولا شیطاں اُس سے چپ ہرزہ گدا — کبتک "اللہ اللہ" بولے جائیگا

ایں ہمہ اللہ گفتی اے عنود — خود یکے اللہ را لبیک کو
اللہ اللہ تو نے اسے سرکش کہا — اس سے کب لبیک کی آئی صدا!

می نیاید یک جواب از پیش تخت — چند اللہ میزنی با روے سخت
جب وہاں سے کچھ جواب آتا نہیں — اللہ اللہ کرنا پھر زیبا نہیں

او شکستہ دل شد و بنہاد سر — دید در خواب او خضر را در خضر
اسکا دل ٹوٹا۔ جھکایا اُسنے سر — خضر آئے خواب میں اُسکو نظر

گفت ہیں از ذکر چوں وا ماندہ — چوں پشیمانی ازاں کش خواندہ
بولے چھوڑا ذکر کیوں اسکے شاد کام — تو پشیماں کیوں ہے لیکر اسکا نام

گفت لبیکم نمے آید جواب — زاں ہمی ترسم کہ باشم رد باب
بولا رب لبیک کہتا ہی نہیں — مجھکو ہے ردّ دعا کا اب یقیں

گفت خضرش کہ خدا گفتا ایں بمن — کہ برو با او بگو اے ممتحن
خضر بولے مجھ سے حق نے ہے کہا — جا تو اُسکے پاس اور کہہ دے ذرا

گفت آں اللہ تو لبیک ماست	ایں نیاز و سوز و دردت پیک ماست
یہ ترا "اللہ" مری لبیک ہے	تیرا درد و سوز میرا پیک ہے
نے ترا در کار من آوردہ ام	نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
کیا نہیں تجھ سے لیا میں نے یہ کام	کر دیا مشغول ذکر اے نیک نام
حیلہا و چارہ جوئیہائے تو	جذب ما بود و کشاد آں پائے تو
تیرے حیلے اور چارہ جوئیاں	تھیں ہمارے جذب کی نیرنگیاں
ترس و عشق تو کمند لطف ماست	زیر ہر یارب تو لبیکہاست
تیرا خوف و عشق ہے رحمت کی لے	تیری ہر "یارب" میں تو لبیک ہے
جان جاہل زیں دعا جز دور نیست	زانکہ یارب گفتنش دستور نیست
اس دعا سے جان جاہل دور ہے	اسکا یارب کہنا کب دستور ہے
بر دہان و بر لبش قفلست و بند	تا ننالد با خدا وقت گزند
اس کے منہ اور لب پہ ہیں تالے لگے	تا نہ روئے وقت میں تکلیف کے
داد مر فرعون را صد ملک و مال	تا بکرد او دعوی عز و جلال
دیدیا فرعون کو جب ملک و مال	کرتا تھا وہ دعوی جاہ و جلال
در ہمہ عمرش ندید او درد سر	تا ننالد سوئے حق آں بدگہر
عمر بھر اس نے نہ پایا درد سر	تا نہ روئے سوئے حق وہ بد گہر
داد او را جملہ ملک ایں جہاں	حق ندادش درد و رنج و اندہاں
ملک دنیا اس کو سارا دیدیا	کب اسے اللہ نے رنجیدہ کیا
زانکہ درد و رنج یار آندہاں	شد نصیب دوستانش در جہاں
کیونکہ اس نے رنج کا بار گراں	دیدیا یاروں کو اپنے بیگماں
درد آمد بہتر از ملک جہاں	تا بخوانی تو خدا را در نہاں
درد بہتر ہے جہان و مال سے	تا کہ تو ذکر خدا چھپ کر کرے

خواندن بے درد از افسردگیست
خواندن با درد از دل بردگیست

ذکر بے دردوں کا ہے افسردگی
ذکر اہل درد ہے دل بردگی

آں کشیدن زیر لب آواز را
یاد کردن مبدء و آغاز را

کھینچنا وہ زیر لب آواز کا
یاد کرنا فکر سے آغاز کا

آں شدہ آواز صافی و حزیں
کاے خدا اے مستغاث اے معیں

صاف کرتا ہے باواز حزیں
اے خدا فریاد رس اور اے معیں

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست
زانکہ ہر راغب اسیر رہزنیست

نالۂ سگ میں بھی جذبہ ہے کشش
کیونکہ ہر راغب ہے رہزن کا اسیر

چوں سگ کہفے کہ از مردار رست
بر سر خوان شہنشاہاں نشست

جیسے کتا کہف کا مردار سے
چھوٹ کے پہنچا خوان پر سلطان کے

تا قیامت میخورد او پیش غار
عارفانہ آب رحمت بی‌شمار

تا قیامت پیتا ہے وہ پیش غار
عارفانہ آب رحمت بار بار

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست
لیک اندر پردہ بے آں جام نیست

سگ بہت ایسے ہیں جو گمنام ہیں
انکو پردے میں میسر جام ہیں

جاں بدہ از بہر ایں جام اے پسر
بے جہاد و صبر کے باشد ظفر

جان دے اس جام پر تو اے پسر
بے جہاد و صبر کب ہوگی ظفر

صبر کردن بہر ایں نبود حرج
صبر کن کالصبر مفتاح الفرج

صبر کرنے میں نہیں ہے کچھ حرج
صبر کر الصبر مفتاح الفرج

زیں کمیں بی صبر و حزمے کس نجست
حزم را خود صبر باشد پا و دست

ہیں نجاتیں حزم سے اور صبر سے
صبر دست و پا ہیں گویا حزم کے

حزم کن از خورد کایں زہریں گیاست
حزم کردن زور و نور اولیاست

حزم کر کھانے سے کہ وہ ہے زہر کا
حزم کرنا ہی ہے نور اولیا

کاہ باشد کو بہر بادے جہد
کوہ کے مر باد را وزنے نہد

کانپتی ہے گھاس ہر اک باد سے
کوہ لیکن کیا ہوا کی پت کرے

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا
کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا

ہر طرف سے ہے چھلاووں کی پکار
اس طرف آ جا - ادھر ہے رہگذر

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق
من قلاوزم دریں راہ دقیق

میں رہونگا راہ میں تیرا رفیق
پیشوا ہوں میں یہ رستہ ہے دقیق

نے قلاوز است نے رہ داند او
یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خو

وہ نہ رہبر ہے نہ جانے راستا
یوسف! اپنے گرگ کی جانب نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد ترا
چرب و نوش و دامہائے ایں سرا

حزم وہ شے ہے - نہ دھوکا دیں تجھے
دامہائے چرب و شیریں دہر کے

کہ نہ چربش دارد و نہ نوش او
سحر خواند میدمد در گوش او

کیونکہ وہ چرب اور شیریں کچھ نہیں
کان میں پھونکیں وہ جادو بالیقیں

کہ بیا مہمان ما اے روشنی
خانہ آں تست و تو آں منی

آ تو مہماں ہو مری اے روشنی
گھر ہے تیری ملکیت اور تو مری

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام
یا سقیمم خستہ ایں دخمہ ام

حزم یہ ہے - تو کہے ناچار ہوں
یا کہ ہے خستہ و بیمار ہوں

یا سرم درد است درد سر ببر
یا مرا خواند ہست آں خالو پسر

یا بدن دکھتا ہے اور ہے دردِ سر
یا بلاتا ہے وہ خالو کا پسر

زانکہ یک نوشت دہد با نیشہا
کہ بکارد در تو نوشش ریشہا

کیونکہ اُن کے نوش میں سو نیش ہیں
نیش سب تجھ کو وہ وجہ ریش ہیں

زر اگر پنجاہ یا شصتت دہد
ماہیا او گوشت در شستت نہد

گر پچاس اور ساٹھ درہم تجھ کو دیں
شست ہیں وہ گوشت اسے مچھلی رکھیں

گر دہد خود کے دہد آن پر حیل	جوز پوسیدہ است گفتار دغل
[illegible] وہ دیتے ہیں کہاں	ہیں گھنے اخروٹ باتیں پُر زباں
ژغژغ آن عقل و مغزت ابرد	صد ہزاران عقل را یک نشمرد
انکی ژق ژق کھاتے عقل و مغز کو	کب گنے وہ عقل کو گنتی ہی ہو
یار تو خرجین تست و کیسہ ات	گر تو رامینی بجو جز ویسہ ات
یار ہے خرجین و کیسہ کر نہ آہ	تو ہے رامین[1] ویس ہی پر رکھ نگاہ
ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست	وین برونیہا ہمہ آفات تست
ویسہ معشوقہ ہے تیری ذات ہی	جو ہیں باہر وہ ہیں سب آفات ہی
حزم آن باشد کہ چون دعوت کنند	تو نگوئی مست و خواہان منند
حزم یہ ہے جب تری دعوت کریں	تو نہ سمجھے غمگسار اپنا انہیں
دعوت ایشان صفیر مرغ دان	کہ کند صیاد در مکمن نہان
ان کی دعوت کو صفیر مرغ جان	گھات میں صیاد ہوگا بیگمان
مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ این	میکند آواز و فریاد و انین
مرغ مردہ رکھ لیا آگے عیاں	دیتا ہے آواز، کرتا ہے فغاں
مرغ پندارد کہ جنس اوست او	جمع آید بردرد شان پوست او
مرغ سمجھیں وہ ہے انکی جنس سے	جمع ہوں تو کھال سب کی کھینچ لے
جز مگر مرغی کہ حزمش داد حق	تا نگردد گیج از ان دانہ ملق
ہاں مگر وہ مرغ جس میں حزم ہے	دانے کی جانب کب اسکا عزم ہے
ہست بے حزمی پشیمانی یقین	حزم را مگذار و محکم کن تو دین
کیا یہ بے حزمی پشیمانی نہیں	حزم کو مت چھوڑ کر مضبوط دین

[1] رامین اور ویس دو عاشق و معشوق گذرے ہیں۔ ویس مطلوب اور رامین طالب تھا

زانکہ بے حزمی شقاوت بر دہد ‏ ‏ ‏ دین رود از دست و درد سر دہد
کیونکہ بے حزمی شقاوت ہے پسر ‏ ‏ ‏ دین جائے ہاتھ سے ہو درد سر

بشنو ایں افسانہ را و شرح ایں ‏ ‏ ‏ تا شوی حازم برائے حفظ دیں
سن یہ افسانہ اور اسکی شرح بھی ‏ ‏ ‏ تا ہو حازم حفظ دیں کا اے اخی

ایک دہقانی اور ایک شہری

اے برادر بود اندر ماضی ‏ ‏ ‏ شہریے با روستائے آشنا
بھائی یہ قصہ ہے اگلے وقت کا ‏ ‏ ‏ شہری اک دہقان کا تھا آشنا

روستائے چوں سوئے شہر آمدے ‏ ‏ ‏ خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے
آتا سوئے شہر دہقانی اگر ‏ ‏ ‏ تو ٹھہرتا آکے اس شہری کے گھر

دو مہ و سہ ماہ مہمانش بدے ‏ ‏ ‏ بر دکان او و بر خوانش بدے
رہتا اسکا میہماں دو تین ماہ ‏ ‏ ‏ بیٹھتا خواں و دکاں پہ خوش نگاہ

ہر حوائج را کہ بودش آں زماں ‏ ‏ ‏ راست کردے مرد شہری رائگاں
حاجتیں جو اس کی ہوتیں ہر گھڑی ‏ ‏ ‏ پوری کرتا مفت شہری واقعی

رو بشہری کرد و گفت اے خواجہ تو ‏ ‏ ‏ ہیچ می نائی سوے دہ فرجہ جو
شہری سے اکثر کہا کرتا تھا یوں ‏ ‏ ‏ گاؤں میں میرے نہیں آتے ہو کیوں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار ‏ ‏ ‏ کایں زماں گلشن است و نوبہار
اللہ اللہ بچوں کو بھی لائیے ‏ ‏ ‏ ہے بہار اور موسم گل آئیے

یا بتابستاں بیا وقت ثمر ‏ ‏ ‏ تا ببندم خدمتت را من کمر
آئیے گرمی میں یا وقت ثمر ‏ ‏ ‏ آپ کی خدمت پہ باندھونگا کمر

خیل فرزنداں و قومت را بیار ‏ ‏ ‏ در دہ ما باش خوش ماہے سہ چار
لڑکے بھی ہوں ساتھ اور سب یار غار ‏ ‏ ‏ گاؤں میں رہیئے مہینے تین چار

سلہ حزم کر شوالاش

در بہاراں خطّۂ دہ خوش بود ‌‌ ‌ کشت زار و لالہ دلکش بود

ہے بہاریں گاؤں کی بھی خوشگوار ‌ ‌ لالہ پھیلتا ہے میانِ سبزہ زار

وعدہ دادے خواجہ را او وقتِ حال ‌ ‌ تا در آمد بعد وعدہ ہشت سال

ٹالنے کو وعدہ خواجہ سے کیا ‌ ‌ آٹھ سال اس وعدے کو گذرے بجا

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے ‌ ‌ عزم خواہی کرد و آمد ماہ دے

وہ یونہی ہر سال کو کہتا رہا ‌ ‌ کیا ارادہ ہے کہ اب ماگھ آگیا

او بہانہ ساختے کامسال ما ‌ ‌ از فلاں خطّہ بیامد میہماں

وہ بہانے کرتا امسال اسے تھا ‌ ‌ ایک مہماں اس جگہ سے آیا تھا

سالِ دیگر گر توانم وا رہید ‌ ‌ از مہمات آں طرف خواہم دوید

دوسرے سال اب اگر فرصت ملی ‌ ‌ کام سے، آؤنگا بے شک اے اخی

گفت ہستند آں عیالم منتظر ‌ ‌ بہر فرزندانِ تو اے اہلِ بر

بولا ہیں سب بال بچے منتظر ‌ ‌ تیرے بچوں کے لئے اے اہلِ بر

باز ہر سالے چو لکلک آمدے ‌ ‌ تا مقیم قبۂ شہری شدے

مثلِ لک لک ہر برس آتا تھا وہ ‌ ‌ گھر میں شہری کے ٹھہر جاتا تھا وہ

خواجہ ہر سالے ز زر و مالِ خویش ‌ ‌ خرج او کردے کشودے بالِ خویش

خواجہ ہر سال اس پہ اپنا مال و زر ‌ ‌ خرچ کرتا تھا بہت دل کھول کر

آخریں کرّت سہ ماہ آں پہلواں ‌ ‌ خواں نہادش بامداداں و شباں

تیسرے ماہ اس طرح آخر لاکلام ‌ ‌ کھانا دہقانی نے کھایا صبح و شام

از خجالت باز گفت او خواجہ را ‌ ‌ چند وعدہ چند بفریبی مرا

پھر یہ خواجہ سے خجالت سے کہا ‌ ‌ تو نے وعدے کر کے دھوکے میں رکھا

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست ‌ ‌ لیک ہر تحویل اندر حکمِ ہوست

بولا خواجہ جسم و جاں ہیں وصل جو ‌ ‌ ہے مگر ہر کام زیرِ حکمِ ہو

آدمی چون کشتی است و بادبان ‖ تا کے آرد باد را آن بادران

آدمی کشتی ہے اور اک بادبان ‖ بھیجتا ہے باد لیکن بادران

باز سوگندان بدادش کاے کریم ‖ گیر فرزندان بیا بنگر نعیم

پھر اسے آنے کی اس نے دی قسم ‖ ساتھ لا بچوں کو دیکھ آ کر ارم

دست او بگرفت سہ کرت بعہد ‖ کاللہ اللہ زو بیا بنمائے جہد

ہاتھ پکڑا لے کے وعدے تین بار ‖ اور کہا جلدی سے آنا میرے یار

بعد دہ سالے بہر سالے چنیں ‖ لابہا و وعدہائے شکریں

دس برس تک ہر برس وعدے کیے ‖ چاشنی میں شکر کی ڈوبے ہوئے

کودکان خواجہ گفتند اے پدر ‖ ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر

خواجہ کے بچے بھی بولے اے پدر ‖ چاند بادل سایہ کرتے ہیں سفر

حقہا بر وے تو ثابت کردہ ‖ رنجہا در کار او بس بردہ

تم نے ثابت اس پہ حق اپنے کیے ‖ رنج اس کے کام میں تم نے سہے

او ہمے خواہد کہ بعضے حق آں ‖ وا گذارد چون شوی تو میہماں

چاہتا ہے حق کرے وہ کچھ ادا ‖ میہماں رکھ کر تجھے اے باصفا

بس وصیت کرد ما را او نہاں ‖ کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں

کر گیا ہے یہ نصیحت وہ ہمیں ‖ گاؤں لے جائیں خوشامد سے تمہیں

گفت حقست این ولے اے سیبویہ ‖ اتق من شر من احسنت الیہ

بولا یہ سچ ہے مگر سن تو سہی ‖ اسکے شر سے ڈر۔ بھلائی جس سے کی

دوستی تخم دم آخر بود ‖ ترسم از وحشت کہ او فاسد شود

دوستی ہے بیج پچھلے وقت کا ‖ ہو نہ فاسد۔ خوف ہے یہ برملا

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع ‖ ہمچو دے در بوستان و در زروع

صحبت اک تلوار ہے جو کاٹ دے ‖ ماگھ جیسے کشت و بستاں کے لئے

صحبتے باشد چو فصل نو بہار | ز و عمارتہا و دخل بیشمار

صحبت اک ہے مثل فصل نو بہار | جس سے ہے تعمیر و رونق بیشمار

خرم آں باشد کہ ظنّ بد بری | تا گریزی و شوی از بد بری

خرم اس میں ہے کہ ظنّ بد رہے | تا بدی سے بھاگ کر اس سے بچے

خرم سوء الظن گفته است آں رسول | ہر قدم را دام میداں اے فضول

خرم سوء الظن ہے کہتے ہیں رسول | ہر قدم کو جان تو دام اے فضول

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ | ہر قدم دامیست کم رو اوستاخ

ہر بیاباں ہے کشادہ اور بڑا | ہر قدم پہ جال ہے ناداں اشہ جا

آں بز کوہی دود کہ دام کو | چون بتازد دامش افتد در گلو

دوڑے کوہی بز کہ پھندا ہے کہاں | دوڑے تو پھندے میں آئے ناگہاں

آنکہ مےگفتی کہ کو اینک ببیں | دشت میدیدی نمیدیدی کمیں

تو جو کہتا تھا کہاں ہے دیکھ اب | تھا نظر میں دشت تھی یہ گھات کب

بے کمین و دام صیاد اے عیار | دنبہ کے باشد میان کشت زار

بے کمین و دام صیاد اے اخی | کھیت میں دنبہ نہیں ہوتا کبھی

آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں | استخوان و کلہ ہاشاں را ببیں

جو تھے دنیا میں بڑے گستاخ خو | ہڈیاں اور کھوپڑے انکے دیکھ تو

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ | استخواں شاں را بپرس از ماضی

جائے گورستاں کی جانب تو اگر | ہڈیوں سے پوچھ ماضی کی خبر

تا بظاہر بینی از مستانِ گور | چون فرو رفتند در چاہِ غرور

آئیں تجھ کو تا نظر مستانِ گور | کس طرح انکو ملا چاہِ غرور

چشم اگر داری تو کورانہ میا | ور نداری چشم دست آور عصا

آنکھیں رکھتا ہے تو کورانہ نہ آ | اور جو اندھا ہے تو حاصل کر عصا

سا۔ حدیث شریف ہے کہ الحزم سوء الظن

آں عصائے حزم و استدلال را | چوں نداری دیدہ میکن پیشوا

وہ عصا حزم اور استدلال کا | گر نہیں آنکھیں اُسے کر پیشوا

ور عصائے حزم و استدلال نیست | بے عصا کش بر سر ہر رہ مایست

وہ عصا بھی گر نہیں اے نیک خو | بے عصا کش مت ٹھہر رستے میں تو

گام ز انساں نہ کہ نابینا نہد | تا کہ پا از سنگ و از چہ وا رہد

رکھ تو نابیناؤں کی صورت قدم | تا بچے ٹھوکر کنوئیں سے وہ بدم

لرز لرزاں و بترس و احتیاط | می نہد پا تا نیفتد در خباط

ڈرتے ڈرتے احتیاط و خوف سے | پاؤں رکھتا ہے نہ آفت میں گرے

اے ز دودے جستہ در نارے شدہ | لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ

تو دھوئیں سے چھٹ کے آتش میں گرا | لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بنا

اہل سبا کا قصہ

تو نخواندی قصۂ اہل سبا | یا بخواندی و ندیدی جز صدا

کیا نہ دیکھا قصۂ اہل سبا | یا پڑھا لیکن نہ دیکھا جز صدا

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست | سوئے معنی ہوش کہ را راہ نیست

ہے صدا سے بے خبر خود کوہ بھی | کوہ کو معنی سے ہو کیا آگہی

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش | چوں خمش کردی تو او ہم شد خموش

وہ صدا دیتا ہے بس بے گوش و ہوش | تو جو چپ ہو وہ بھی ہو جائے خموش

داد حق اہل سبا را بس فراغ | صد ہزاراں قصر و ایوان و باغ

حق نے تھا اہل سبا کو اک فراغ | انکے تھے لاکھوں محل ، ایوان و باغ

شکر آں نگذاشتند آں بدرگاں | در وفا کمتر فتادند از سگاں

شکر نعمت کا نہ کرتے تھے بہم | تھے وفا میں گویا کتوں سے بھی کم

هر سگے را لقمهٔ نانے ز در		چوں رسد بر در همی بندد کمر
کتے کو جس در سے اک لقمہ ملے		وہ اسی در پر سدا بیٹھا رہے
پاسبان و حارس در میشود		گرچہ بروے جور و سختی می رود
ہو نگہبان اور در کا پاسبان		چاہے جتنی اُس پہ ٹوٹیں سختیاں
هم بر آں در باشدش باش و قرار		کفر داند کرد غیرے اختیار
صرف اسی در پہ وہ پاتا ہے قرار		کفر جانے غیر پر کرنا مدار
ور سگے آید غریبے روز و شب		آں سگانش می کنند آں دم ادب
آتا ہے کتا مسافر گر کوئی		اسکو دیتے ہیں سزا کتے سبھی
کہ برو آنجا کہ اول منزلست		حق آں نعمت گروگان دلست
کہتے ہیں تو اپنے پہلے گھر کو جا		رہن ہے نعمت کے حق میں دل ترا
می گزندش کہ برو بر جائے خویش		حق آں نعمت فرو مگذار بیش
کاٹتے ہیں کہتے ہیں جا اپنے گھر		حق نعمت کو نہ اُس کے ترک کر
از در دل و اہل دل آب حیات		چند نوشیدی و وا شد چشمهات
دل اور اہل دل سے آب زندگی		ہے پیا اور کھل گئیں آنکھیں تری
پس غذائے وجد و سکر بیخودی		از در اہل دلاں بر جاں زدی
پس غذا سے وجد و سکر بیخودی		لوٹے دروازے سے اہل دل کے لی
باز ایں در را رہا کردی ز حرص		گرد ہر دکاں ہمی گردی ز حرص
حرص سے پھر چھوڑ بیٹھا تو یہ در		گھومتا پھرتا ہے ہر دکان پہ
بر در آں منعماں چرب دیگ		می دوی بہر ثرید مردہ ریگ
تو امیروں کے در پہ شوربہ پہ		دوڑتا ہے گوشت روٹی کو مگر
چربش اینجا داں کہ جاں فربہ شود		کار نا امید اینجا بہ شود
چربی وہ جو جان کو فربہ کرے		کام نا امیدوں کا جس جا بن سکے

حضرت عیسیٰؑ اور دردمند لوگ

صومعہ عیسیٰ است خوانِ اہلِ دل | ہان ہاں اے مبتلا این در مہل

خانقہ عیسیٰؑ کی ہے خوانِ وفا | چھوڑ اس در کو نہ تو اے مبتلا

جمع گشتندے ز ہر اطراف خلق | از ضریر و شل و لنگ اہلِ دلق

جمع چاروں سمت سے ہوتی تھی خلق | لولے لنگڑے اور مریض و اہلِ دلق

بر درِ آں صومعہ عیسیٰؑ صباح | تا بدم ایشاں رہاند از جناح

خانقاہِ عیسوی پہ ہر سحر | آتے تھے تا ہو گناہوں سے مفر

او چو فارغ گشتے از اورادِ خویش | چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش

جب وہ فارغ ہوتے اپنے ورد سے | آتے تھے باہر کوئی نو دس بجے

جوق جوق مبتلا دیدے نزار | شستہ بر در با امید و انتظار

دیکھتے تھے سیکڑوں زار و نزار | خانقہ کے در پہ مصروفِ انتظار

گفتے اے اصحابِ آفت از خدا | حاجتِ مقصود جملہ شد روا

کہتے اے لوگو وہ ہے صرف اک خدا | حاجتیں سب کی جو کرتا ہے روا

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا | سوئے غفاری و اکرامِ خدا

ہاں رواں ہو جاؤ بے رنج و عنا | جانبِ غفران و اکرامِ خدا

جملگاں چوں اشتران بستہ پائے | کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے

اونٹ کے مانند سب تھے بستہ پا | عقل سے تو ان کے زانو کھولتا

جملہ صحت یافتہ گشتہ رواں | از دمِ جاں بخشِ عیسیٰؑ در زماں

سب نے صحت پائی اور چلتے ہوئے | اس مسیحا کے دمِ جاں بخش سے

شد روا آں حاجتِ جملہ علیل | زانکہ حق و از دمِ نیکِ جلیل

سب مریضوں کی ہوئی حاجت روا | اسکے دم سے کیونکہ تھا حکمِ خدا

خوش دل و شادمانہ سوئے خاں — از دعائے وے شدند بے پا دواں

گھر گئے اپنے وہ خوش دل شادماں — دوڑتے ان کی دعا سے بیگماں

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم — تندرست و شادمان و محترم

سب تھے بے درد و الم بے رنج و غم — تندرست و شادماں و محترم

سوئے خانہ خویش گشتند بے رواں — از دم میمون آں صاحبقراں

اپنے اپنے گھر وہ ہوتے تھے رواں — تھا مبارک وہ دم صاحبقراں

آزمودی تو بسے آفات خویش — یافتی صحت ازاں یاران کیش

آفتوں میں آزمایش تو نے کی — اولیاء اللہ سے صحت ملی

چنداں لنگی تو رہوار شد — چند جانت بے غم و آزار شد

بن گیا رہوار لنگڑا بن رہا — جان سے آزار بھی سب مٹ گیا

اے مغفل رشتہ بر پائے بند — تا ز خود ہم گم نگردی اے لوند

اے مغفل! باندھ رسّی پاؤں پر — آپ سے بھی گم نہ ہو تو بے خبر

نا سپاسی و فراموشی تو — یاد ناورد آں عسل نوشی تو

نا سپاسی اور فراموشی تری — بھول جاتی ہے عسل نوشی تری

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد — چوں دل اہل دل از تو خستہ شد

ہو گیا آخر وہ رستہ تجھ پہ بند — اہل دل کا دل ہوا جیسا دردمند

زود شاں دریاب استغفار کن — ہمچو ابرے گریہائے زار کن

ڈھونڈ ان کو جلد - استغفار کر — ابر کے مانند گریہ زار کر

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد — میوہائے پختہ بر خود وا کفد

تیری جانب تا کہ باغ انکا کھلے — پختہ میوے پھوٹ پڑیں تیرے لئے

ہم بر آں در گرد از سگ کم مباش — با سگ کہف ار شدستی خواجہ تاش

مثل سگ اس در پہ رکھ تو بود و باش — کہف کے کتے کا تا ہو خواجہ تاش

لہ پابستہ ۔

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند　　کہ دل اندر خانۂ اوّل بہ بند
جبکہ کتا پند یہ کتوں کو دے　　چاہیئے تو پہلے ہی گھر پر رہے

از در اوّل کہ خوردی استخواں　　سخت گیر و حق گذار آں را بماں
پہلے گھر سے کھائی تھیں جو ہڈیاں　　حق گزاری کر۔ پکڑ اس گھر کو ہاں

میگزندش کز ادب آنجا رود　　در مقام اولیں مفلح شود
کاٹتے ہیں تا چلا جائے وہاں　　نفع ہو پہلی جگہ سے بیگماں

میگزندش کاے سگ طاغی برو　　با ولی نعمت یاغی مشو
کاٹتے ہیں اے سگ باغی! تو جا　　کیوں ولی نعمت سے اپنے پھر گیا

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش　　پاسبان و چابک و برجستہ باش
مثل زنجیر اس کے در سے رہ بندھا　　مستعد رہ۔ کر نگہبانی سدا

صورت نقض وفاے ما مباش　　بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
توڑتا ہے کیوں ہماری تو وفا　　بیوفائی کی نہ کر تشہیر جا

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار　　رو سگاں را ننگ و بدنامی میار
جب کہ کتوں کا ہے شیوہ یہ وفا　　کر نہ بدنام ان سگوں کو برملا

بیوفائی چوں سگاں را عار بود　　بیوفائی چوں روا داری نمود
بیوفائی سے ہے جب کتوں کو عار　　بیوفائی تو نے کیوں کی اختیار

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا　　گفت من اوفیٰ بعہدٍ غیرنا[1]
حق تعالیٰ کو بھی ہے فخر وفا　　پڑھ تو مَن اوفیٰ بعہدہٖ غیرنا

بیوفائی داں وفا با ردِّ حق　　بر حقوق حق ندارد کس سبق
بیوفائی رد حق سے ہے وفا　　کون ہے حق خدا سے بڑھ گیا

---

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل:۔ ومن اوفیٰ بعہدہٖ من اللّٰہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم۔ یعنی خدا سے بڑا وعدہ وفا کرنے والا کون ہے۔
یعنی اپنی خرید و فروخت میں خوش ہو جس کا تم نے خرید و فروخت کیا ہے۔ [2] مردود

نور را ہم نور شو با نار نار | جائے گل گل باش جائے خار خار
نور سے ہو نور اور آتش سے نار | گل کی جا تو گل ہو جائے خار خار

حق مادر بعد از آں شد کاں کریم | کرد او را از چنیں تو غریم
حق مادر ہے پس حق خدا | تیری صورت سے غریم اسکو کیا

صورتے کردت درون جسم او | داد در حملش ترا آرام خو
جسم میں اس کے بنی صورت تری | حمل میں اس سے تجھے راحت ملی

ہمچو جزو متصل دید او ترا | متصل را کرد تدبیرش جدا
مثل جزو متصل جب تو پلا | متصل کو کر دیا اس نے جدا

حق ہزاراں صنعت و فن ساختست | تا کہ مادر بر تو مہر انداختست
یہ ہے صنعت رحمت اللہ کی | تیری ماں نے مہربانی تجھ پہ کی

پس حق حق سابق از مادر بود | ہر کہ آں حق را نداند خر بود
حق مادر سے ہے اول حق حق | حق نہ جانا جس نے خر ہے با قلق

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر | با پدر کردش قرین آں خود مگیر
جس نے ماں اور دودھ کو پیدا کیا | پھر کیا جفت پدر دیکھ اسے فنا

اے خداوند اے قدیم احسان تو | آنکہ دانم و آنکہ نے ہم آن تو
ہے قدیم اے کبریا احسان ترا | جو میں جانوں یا نہ جانوں ہاں ترا

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن | زانکہ حق من نمی گردد کہن
تو نے فرمایا کہ حق کو یاد کر | کیونکہ میرا حق نہ ہوگا کہنہ تر

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح | با شما از حفظ در کشتی نوح
یاد ہے وہ مہربانی کی نگاہ | نوح[1] کی کشتی میں تم کو دی پناہ

اصل اجداد شما را آں زماں | دادم از طوفان و از موجش اماں
کس طرح اجداد و آبا کو وہاں | میں نے دی طوفاں کی موجوں سے اماں

[1] ناداں زدہ

آب آتش خو زمین بگرفته بود | موج او مر اوج که را میربود

آب آتش خو نے پکڑی تھی زمیں | موج اوج کوہ پہ تھی پا لیتی

حفظ کردم من نکردم ردتان | در وجود جد جد جدتان

کی حفاظت اور کیا کب ہے نمود | ہم نے تیرے باپ دادا کا وجود

چون شدی سرپشت پایت چون کنم | کارگاه خویش ضایع چون کنم

سر بنا کر پاؤں کیونکر مارتا | کارخانہ اپنا ضائع کرتا کیا

چون فدای بیوفایان میشوی | از گمان بد بدان سو میروی

بیوفاؤں پہ تو ہوتا ہے فدا | یہ گمان بد ہے تیرا رہنما

من ز سهو و بیوفاییها بری | سوی من آن گمان بد بری

میں ہوں سہو اور بیوفائی سے بری | بدگمانی مجھ سے ، جرأت ہے تری

این گمان بد بر آنجا بر که تو | میشوی در پیش همچون خود دوتو

یہ گمان بد وہاں تو رکھ روا | تو کمر دوتا ہے خود جس جا جھکا

بس گرفتی یار و همراهان زفت | گر ترا گویم که گو گوید که رفت

لے بہت یار اور ہمراہی ترے | اب جو میں پوچھوں تو کہہ دے سب گئے

یار نیکت رفت بر چرخ برین | یار فسقت رفت در قعر زمین

دوست تیرے چرخ بالا پہ گئے | یار فاسق خاک کی تہ ہے

تو بماندی در میانه آنچنان | بی مدد چون آتش از کاروان

رہ گیا اک تو ہی باقی درمیاں | جس طرح ہو آگ بے مدد کارواں

دامن او گیر ای یار دلیر | کو منزه باشد از بالا و زیر

دامن اسکا تھام اے یار دلیر | جو نہیں آلودہ بالا و زیر

نی چو عیسی سوی گردون بر شود | نی چو قارون در زمین اندر رود

مثل عیسی جو نہ گردوں پہ چڑھے | مثل قارون جو نہ مٹی میں دھنسے

باتو باشد در مکان و لامکاں — چوں بمانی از سرا و از دکاں

ساتھ ہو تیرے مکاں تا لامکاں — کیوں اسے چھوڑے تو ۔ ہو تجھو دکاں

او بر آرد از کدورتہا صفا — مر جفاہائے ترا گیرد وفا

اخذ کرلے وہ کدورت سے صفا — وہ جفا کو بھی تری سمجھے وفا

چوں جفا آری فرستد گوشمال — تا ز نقصاں وا روی سوئے کمال

وہ جفاؤں پر تجھے دے گوشمال — چھوٹ کے تو نقصان سے پائے کمال

چوں تو وردے ترک کردی در روش — بر تو قبضے آید از رنج و تپش

تو نے ترکِ ورد کی گر اِک روش — قبض کی ہیں پائے گا رنج و تپش

آں ادب کردن بود یعنی مکن — ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن

اس سزا دینے کا یہ مطلب ہوا — پھر نہ اُس عہدِ کہن سے تُو سرکتا

پیش ازاں کایں قبض زنجیرے شود — اینکہ دلگیرست پاگیرے شود

قبض جب تک صورتِ زنجیر ہو — اب جو ہے دلگیر، وہ پاگیر ہو

رنج معقولت شود محسوس و فاش — تا نگیری ایں اشارت را بلاش

رنجِ معقولی ترا ہو آشکار — اِن اشاروں کا تو کچھ سمجھے وقار

در معاصی قبضہا دلگیر شد — قبضہا بعد از اجل زنجیر شد

جوشِ عصیاں سے ہوا دلگیر قبض — بن گیا بعدِ اجل زنجیر قبض

نعطہ من اعرض ہنا عن ذکرنا — عیشۃ ضنکا و نحشر بالعمیٰ

پھیرے جو منہ ہمارے ذکر سے — عیش ہو تنگ اور اندھوں میں اٹھے

دزد چوں مال کساں را می برد — قبض و دلتنگی دلش را می خلد

مال جب کچھ چور لیتا ہے چرا — قبض و دل تنگی سے دل ہے لوٹتا

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست — قبض آں مظلوم کز شرت گریست

وہ یہ کہتا ہے کہ ہے یہ قبض کیا — قبض ہے مظلوم سے جو رو پڑا

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند ۔ باد اصرار آتشش را دم کند

قبض پر جب التفات اسکا ہو کم ۔ بادِ اصرار آگ کو کرتی ہے دم

قبضِ دل قبضِ عوان شد لاجرم ۔ گشت محسوس آں معانی زد علم

قبض دل ہے قبض برق انداز کا ۔ اس کا معنی اور مطلب یہ کھلا

قبضہا زنداں شدست و چار میخ ۔ قبض بیخست و برآرد شاخ و بیخ

قبض ہے یہ قید خانہ چار میخ ۔ قبض ہے جڑ، جس سے نکلیں شاخ و بیخ

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار ۔ قبض و بسط اندروں بیخے شمار

بیخ پنہاں بھی ہے اور ہے آشکار ۔ بیخ قبض و بسطِ دل کو کر شمار

چونکہ بیخش بد بود زودش بکن ۔ تا نروید زشت خارے در چمن

جڑ بری ہو تو اکھاڑ اور پھینک دے ۔ تا کوئی کانٹا نہ گلشن میں اُگے

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن ۔ زانکہ سرہا جملہ می روید ز بن

قبض دیکھے قبض کی کچھ فکر کر ۔ جڑ سے سر ہوتے ہیں پیدا کر نظر

بسط دیدی بسطِ خود آب دہ ۔ چوں برآید میوہ با اصحاب دہ

بسط دیکھے بسط کو پانی بھی دے ۔ بانٹ دے اصحاب کو میوہ سے جو لے

باز گردد قصۂ اہل سبا ۔ باز گو تا باز گویم مرحبا

لوٹ سوئے قصۂ اہل سبا ۔ پھر سنا اور پھر کہوں میں مرحبا

اہل سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہل صبا بودند خام ۔ کارشاں کفرانِ نعمت با کرام

تھے سبا والے مثال طفل خام ۔ اور تھا کفرانِ نعمت اُن کا کام

باشد آں کفرانِ نعمت در مثال ۔ کہ کنی با محسن خود تو جدال

ہے یہی کفرانِ نعمت کی مثال ۔ جیسے محسن سے کرے تو خود جدال

که نمی باید مرا این نیکوئی　　من بر نجم زین چه رنجه میشوی

بس مجھے منظور یہ نیکی نہیں　　میں ہوں غمگیں تو ہے کیوں اندوہ گیں

لطف کن این نیکوئی را دور کن　　من نخواہم چشم زودم کور کن

لطف کر نیکی کو اپنی دور رکھ　　آنکھوں کی حاجت نہیں معذور رکھ

پس سبا گفتند باعد بیننا　　شیننا خیر لنا خذ زیننا

لوگ سبا کہتے تھے کہ قربت دور کر　　ناخوشی اچھی ، خوشی سے در گذر

ما نمی خواہیم این ایوان و باغ　　نے زنان خوب نے امن و فراغ

چاہئیں ہم کو نہ یہ ایوان و باغ　　وقت یہ اچھا نہ ہے امن و فراغ

شہرہا نزدیک ہمدیگر بد است　　آن بیابانست خوش کانجا دداست

یہ قریبی شہر ہیں آپس میں بد　　اچھا وہ جنگل ہو جس میں دام و دد

یطلب الانسان فی الصیف الشتا　　فاذا جاء الشتا انکر ذا

آدمی گرمی میں ہے جاڑا مانگتا　　اور جاڑوں میں ہے گرمی کی دعا

فهو لا یرضی بحال ابدا　　لا بضیق لا بعیش رغدا

خوش ہمیشہ کب ہے یہ اک حال پر　　عیش و تنگی دونوں سے چاہے مفر

قتل الانسان ما اکفره　　کلما نال الہدیٰ انکره

کافر نعمت ہے انساں کس قدر　　وہ ہدایت سے ہے منکر سربسر

نفس زینسانست زان شد کشتنی　　اقتلوا انفسکم گفت آن سنی

قتل کے لائق ہے نفس اس واسطے　　نفس کو مارو یہی فرما گئے

خار سہ سو ہست ہر سو کش نہی　　در خلد از زخم او تو کے رہی

ہے سہ پہلو خار جس پہلو رکھو　　چبھ ہی جائے گا تم اس سے کہاں بچو

آتش ترک ہوا در خار زن　　دست اندر یار نیکوکار زن

آتش ترک ہوس سے پھونک خار　　یار نیکوکار کو کر اختیار

له پ ۲۲ ع ۱۱ سبا ۵

چون ز حد بردند اصحاب سبا
که بہ پیش ما وبا بہ از صبا

حد سے بڑھ کر بولے اصحاب سبا
ہم کو طفلی زیرکی سے ہے سوا

ناصحان شان در نصیحت آمدند
از فسوق و کفر مانع مے شدند

ان کو دیتے تھے نصیحت پندگر
کہتے تھے۔ تم کفر سے رکھو حذر

قصد خون ناصحان میداشتند
تخم فسق و کافری میکاشتند

تھے وہ خواہاں ناصحوں کے خون کے
بیج کفر و فسق کے بوتے تھے

چون قضا آید شود تنگ این جہان
از قضا حلوا شود رنج دہان

تنگ ہو وقت قضا سارا جہاں
اور حلوا ہوتا ہے رنج دہاں

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا
تحجب الابصار اذا جاء القضا

تنگ ہو میدان جب آئے قضا
روشنی آنکھوں کی لے جائے قضا

چشم بستہ می شود وقت قضا
تا نہ بیند چشم کحل چشم را

بند کرتی ہے قضا آنکھیں ابھرا
آنکھ کو آتا نہیں سرمہ نظر

مکر آن فارس چو انگیزید گرد
آن غبارت ز آن سوارت دور کرد

گرد اڑائی مکر کی اسوار نے
رہ گیا تو دور چھپ کر گرد سے

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار
ورنہ بر تو کوبد آن مکر سوار

جا سوئے فارس نہ جا سوئے غبار
ورنہ تجھ پر آپڑے مکر سوار

گفت حق آن را کہ این گرگش بخورد
دید گرد گرگ چون زاری نکرد

کھا گئے جس کو گرگ، حق اس سے کہے
کیوں نہ رویا بھیڑیے کی گرد سے

او نمیدانست گرد گرگ را
با چنین دانش چرا کرد او چرا

جانتا تھا وہ نہ گرد گرگ کیا؟
عقل پائی تھی تو ایسا کیوں کیا؟

گوسفندان بوئے گرگ با گزند
مے بدانند و بہر سو میخزند

بکریاں جب گرگ کی پاتی ہیں بو
بھاگتی ہیں خوف کھا کر چار سو

مغزِ حیوانات بوئے شیر را | مے بداند ترک مے گوید چرا

پاتے ہیں حیوان جب بو شیر کی | چھوڑ دیتے ہیں چراگاہوں کو ہی

بوئے شیر خصم دیدی باز گرد | با مناجات خدا انباز گرد

شیر دشمن کی جو بو آئے تجھے | سجدے میں گر کر دعا اللہ سے

وا نگشتند آں گروہ از گرد گرگ | گرگِ محنت بعد گرگ آمد سترگ

بچ کے گرد گرگ سے آیا کوئی؟ | گرگِ محنت گرگ سے بھی تھا قوی

بر دریدہ آں گوسفنداں از خشم | کہ ز چوپان خرد بستند چشم

بکریوں کو پھاڑا غصے سے انہی | عقل کے چرواہے سے بند آنکھ کی

چند چوپانِ شفاں بخواند و نامدند | خاکِ غم در چشم چوپاں میزدند

گلہ باں نے سب کو بلایا۔ وہ نہ آئیں | گرد غم بن بن کے آنکھوں میں سمائیں

کہ برو ما خود ز تو چوپاں تریم | چوں تبع گردیم ہر یک سروریم

اور کہا تجھ سے نگہباں تر ہیں ہم | کیوں ہوں تابع جبکہ خود سرور ہیں ہم

طعمۂ گرگیم و آں یار نے | ہیزم ناریم و آں عار نے

گرگ کا لقمہ ہیں، کب ہیں ملکِ یار | آگ کی لکڑی ہیں، کب ہے ہم کو عار

حمیتے بد جاہلیت در دماغ | بانگ شومی در دہنشان کرد زاغ

جو جہالت کی حمیت سر میں تھی | منہ میں ڈالی بانگ شومی زاغ کی

بہرِ مظلوماں ہمے کندند چاہ | در چہ افتادند و میگفتند آہ

کھودتے ہیں بہرِ مظلوماں وہ چاہ | خود کنوئیں میں گر کے پھر کرتے ہیں آہ

پوستینِ یوسفاں بشگافتند | آنچہ میکردند یک یک یافتند

یوسفوں کے پوستیں تھے پھاڑتے | بدلے وہ پاتے تھے اک اک کام کے

کیست آں یوسف دلِ حق جوئے تو | چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو

کون ہے یوسف؟ دلِ حق جو ترا | قید ہے جو تیرے کوچے میں ہوا

جبرئیلے را بر استوں بستۂ ۔۔۔ پر و بالش را بصد جاں خستۂ

تو نے باندھا کم سے ہے جبرئیل کو ۔۔۔ بال و پر توڑے ہیں اسکے دیکھ تو

پیش او گوسالۂ بریاں آوری ۔۔۔ کہ کشی او را بکہداں آوری

اس کے آگے لایا ہے بچھڑا بھنا ۔۔۔ ہے چراگاہوں تک اس کو کھینچتا

کہ بخور اینست ما را لوت و پوت ۔۔۔ نیست او را جز لقاء اللہ قوت

کہتا ہے کھا یہ ہماری ہے غذا ۔۔۔ ہے غذا اس کی فقط دید خدا

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا ۔۔۔ میکند از تو شکایت با خدا

اس شکنجے میں وہ ہو کر مبتلا ۔۔۔ کرتا ہے اللہ سے تیرا گلا

کہ خدا افغاں ازیں گرگ کہن ۔۔۔ گویدش نک وقت آمد صبر کن

اے خدا فریاد ہے اس گرگ سے ۔۔۔ وہ یہ کہتا ہے کہ وقت آنے تو دے

داد تو وا خواہم از ہر بے خبر ۔۔۔ داد کہ دہد جز خدائے دادگر

داد بے خبروں سے میں لونگا تری ۔۔۔ جز خدا کے داد کیا دیگا کوئی

او ہمے گوید کہ صبرم شد فنا ۔۔۔ در فراق روئے تو یا ربنا

کہتا ہے وہ صبر رخصت ہو چکا ۔۔۔ تیرے شوق دید میں بس اے خدا

احمدم وا ماندہ در دست یہود ۔۔۔ صالحم افتادہ در حبس ثمود

میں ہوں احمد قیدی دست یہود ۔۔۔ میں ہوں صالح خستۂ قید ثمود

اے سعادت بخش جان انبیاء ۔۔۔ یا بکش یا باز خوانم یا بیا

اے سعادت بخش جان انبیاء ۔۔۔ جان لے، یا لے بلا، یا خود تو آ

با فراقت کافراں را تاب نیست ۔۔۔ ایں فراق اندر خور اصحاب نیست

کافروں کو تاب فرقت جب نہیں ۔۔۔ دوستوں کو صبر آتا ہے کہیں؟

کافراں گویند در وقت عذاب ۔۔۔ ہر یکے یا لیتنی کنت تراب

کافروں کی ہے صدا وقت عذاب ۔۔۔ بر ملا یا لیتنی[1] کنت تراب

[1] اے کاش میں مٹی ہوتا ۔

حال او نیست کو خود زانسوست ۔ چوں بود لیے تو کسے کان تو نیست

حال اس کا یہ ہے۔ جو بیگانہ ہے ۔ کیا کرے وہ جو ترا دیوانہ ہے

حق ہمے گوید کہ آرے اے نزہ ۔ لیک بشنو صبر آور صبر بہ

حق یہ کہتا ہے۔ کہ اے پاکیزہ تر ۔ صبر ہی بہتر ہے۔ کچھ دن صبر کر

صبح نزدیکست خامش کم مزن ۔ کاندر آمد وقت بیروں آمدن

صبح ہے نزدیک۔ چپ ہو تو ذرا ۔ وقت آ پہنچا ہے باہر آنے کا

یک بلا شاں ہمی رسد تو کم خروش ۔ من ہمے کوشم پئے تو تو مکوش

اُن پہ آتی ہے بلا - آہیں نہ بھر ۔ میں ہوں خود کوشش میں تو کوشش نہ کر

کوشش من بہ کہ کوششہائے تو ۔ دارو ئے تلخم بہ از حلوائے تو

میری کوشش تیری کوشش سے بڑی ۔ میری تلخی تیرے حلوے سے بھلی

ہیں تحمل کن برو خاموش شو ۔ کم ترک جنباں زباں گوش شو

ہاں تحمل کر ذرا۔ خاموش ہو ۔ باتیں کم کر اور ہمہ تن گوش ہو

حیلت و مکر و دغا بازیش اِل ۔ ہر چہ از یارت جدا اندازد آں

حیلہ و مکر و دغا جان اس کو تو ۔ یار سے کر دے جُدا جو ہو بہو

شد ز حد ایں باز گرد اے یار گرد ۔ روستائے خواجہ را سوئے خانہ برد

حد سے گذری بات۔ اب تو لوٹ آ ۔ دیکھ دہقاں خواجہ کو گھر لے چلا

قصۂ اہل سبا یک گوشہ نہ ۔ واں بگو کہ خواجہ چوں آمد بدہ

قصۂ اہل سبا رکھ در کنار ۔ خواجہ آیا گاؤں میں کر آشکار

خواجہ اور دہقانی کا قصہ

روستائے در تملق شیوہ کرد ۔ تا کہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد

کی جو دہقاں نے خوشامد بے شمار ۔ حزم خواجہ کو نہ رکھا استوار

از پیام اندر پیام او خیره شد | تا زلال حزم خواجه تیره شد

ہوئے بہ پے پیغاموں سے گھبرا گیا | یا پانی حزم خواجہ کا گدلا ہوا

ہم از ینجا کودکانش در پسند | نرتع نلعب بشادی میزدند

خواجہ کے بچے بھی تھے پیچھے پڑے | کھیل ہیں اور کود ہیں دلشاد تھے

ہمچو یوسف کش ز تقدیر عجیب | نرتع نلعب ببرد از ظل اب

جس طرح یوسفؑ کو قسمت دافعی | باپ سے لہو و لعب ہیں لے گئی

آں نہ بازی بلکہ جاں بازیست آں | حیلہ و مکر و دغا بازیست آں

بازی کیا جانبازی ہے یہ برملا | حیلہ و مکر و دغا بازی رہا

ہر چہ از یارت جدا اندازد آں | مشنو آں را کاں زیاں دارد زیاں

یار سے تجھ کو جو کر ڈالے جدا | ایک بھی اس کی نہ سن ہوگا برا

گر بود آں سود و صد در صد مگیر | بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر

لے نہ چاہے سود صد در صد بھی ہو | بہر زر مت چھوڑ اہل گنج سو

ایں شنو کہ چوں کہ یزداں زجر کرد | گفت اصحاب نبی اکرم و سرد

سن خدا نے کس قدر غصہ کیا | گرم و سرد اصحاب احمدؐ سے کہا

زانکہ بر بانگ دہل در سال تنگ | جمعہ را کردند باطل بے درنگ

قحط سالی میں ڈھول کی بانگ پر | جمعہ کو چھوڑا تھا سب نے بے خطر

تا نباید دیگراں ارزاں خرند | زاں جلب صرفہ ز ما ایشاں برند

دوسرے تا مول ارزاں تر نہ لیں | اور جلب سے پھر ہمیں نقصان دیں

ماند پیغمبر بخلوت در نماز | با دو سہ درویش ثابت پر نیاز

مصطفیؐ پڑھتے تھے خلوت میں نماز | اور تھے دو تین اصحاب نیاز

گفت طبل و لہو بازرگانیے | چونتاں ببرید از ربانیے

بولا حق، طبل تجارت جب بجا | تم ہوئے اللہ سے جلے واسطا

۵ دیکھو صفحہ ۴۲۵

قد تفضتم نحو قمح ہائماً — ثم خلیتم نبیاً قائماً

منتشر تم گیہوں کی جانب گئے — اور نمازوں میں نبی تنہا رہے

بہر گندم تخم باطل کاشتید — واں رسول حق را بگذاشتید

تخم باطل پھر گندم بو لیا — اور رسول حق کو چھوڑا برملا

صحبت او خیر من لہو است و مال — ہیں کرا بگذاشتی چشمے بمال

اس کی صحبت مال و زر سے ہے بھلی — کس کو چھوڑا ۔ غور کر تو سہی

خود نشد حرص شمارا ایں یقین — کہ منم رزاق خیر الرازقین

تھا نہ عقیدوں کو تمہاری یہ یقین — میں ہوں رزاق اور خیر الرازقین

آنکہ گندم را ز خود روزی دہد — کے توکلہات را ضائع نہد

گیہوں کو جو رزق دیتا ہے سدا — وہ توکل ضائع کر سکتا ہے کیا

کمتر از بطے نئی آخر در آب — کو دہد مر بازوئی را جواب

کم نہیں بطخ سے تو کچھ اے فتا — سنتا ہے اللہ بندے کی دعا

از پئے گندم جدا گشتی ازاں — کہ فرستادست گندم ز آسماں

پھر گندم تم ہوئے اس سے جدا — جو ہے گیہوں آسماں سے بھیجتا

باز اور بطخیں

باز گوید بط را کز آب خیز — تا ببینی دشتہا را قند ریز

چھوڑ پانی ۔ باز نے بط سے کہا — دیکھ جنگل کی بھی شیرینی ذرا

بط عاقل گویدش کاے باز دور — آب ما را حصن امنست و سرور

بط عاقل بولی ۔ ہوا سے باز دور — پانی ہے بس قلعۂ امن و سرور

لہ صحرا گذشتہ کے حیوانات کے شہر بشہر فروخت ہونے کو کہتے ہیں ؂

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب ۔۔۔ ہیں بہ بیروں کم روید از حصن آب

آیا شیطاں باز بن کر اے بطو ۔۔۔ چھوڑنا مت اس حصار آب کو

باز را گوئید رو رو باز گرد ۔۔۔ از سر ما دست دار اے پایمرد

باز سے کہ دو کہ واپس لوٹ جا ۔۔۔ کر نہ ہمت اور ہم سے ہاتھ اٹھا

ما بری از دعوتت دعوت ترا ۔۔۔ ما نخواہیم ایں دم تو کافرا

ہم تو بے پروا ہیں دعوت سے تری ۔۔۔ تیرے دم میں ہم نہ آئینگے کبھی

حصن ما را قند و قندستاں ترا ۔۔۔ من نخواہم ہدیہ ات بستاں ترا

قند ہے یہ جائے امن اپنے لئے ۔۔۔ ہم نہ مانگیں باغ اور بستاں ترے

چونکہ جاں باشد نیاید لوت کم ۔۔۔ چونکہ لشکر ہست کم ناید علم

جان ہے باقی تو کیا کم ہے غذا ۔۔۔ فوج ہے تو پھر علم کی فکر کیا

خواجہ اور دہقان

خواجہ حازم بسے عذر آورید ۔۔۔ بس بہانہ کرد با دیو مرید

خواجہ نے گو عذر دہقاں سے کیا ۔۔۔ حیلے کر کے دیو ملعوں سے کہا

گفت ایندم کارہا دارم اہم ۔۔۔ گر بیایم آں نگردد منتظم

کام ایسے ہیں ضروری آجکل ۔۔۔ ہے نکلنا گھر سے اک طول امل

شاہ کار نازکم فرمودہ است ۔۔۔ ز انتظارم شاہ شب نغنودہ است

شاہ نے نازک دیا ہے مجھکو کام ۔۔۔ ہے مری فکروں میں نیند اسکی حرام

من نیارم ترک امر شاہ کرد ۔۔۔ من نتانم شد بر شہ روئے زرد

ٹالدوں میں حکم کیونکر شاہ کا ۔۔۔ نادم اس کے سامنے ہو جاؤں کیا

ہر صباح و ہر مسا سرہنگ خاص ۔۔۔ می رسد از من ہمی جوید مناص

آتا ہے شہ کا سپاہی صبح و شام ۔۔۔ پوچھتا ہے ہو گیا پورا وہ کام؟

تو روا داری کہ آیم سوئے وہ ۔ تا بر او و افگند سلطان گرہ

چاہتا ہے تو میں آؤں گاؤں کو ۔ اور مجھ سے بادشہ ناراض ہو

بعد ازاں فرمان خشمش چوں کنم ۔ زندہ خود را زیر گل مدفون کنم

کیا کروں چارہ پھر اسکے خشم کا ۔ دفن ہو جاؤں میں زندہ بے حیا

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت ۔ حیلہا با حکم حق نفتاد جفت

اس طرح کے سو بہانے پھر کیے ۔ حکم حق سے ناموافق وہ رہے

گر شود ذرات عالم حیلہ پیچ ۔ با قضائے آسماں ہیچند ہیچ

ہوں جو ذرات جہاں مکر اور پیچ ۔ وہ قضا کے سامنے ہیں محض ہیچ

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں ۔ چوں کند او خویش را از وے نہاں

چرخ سے کس طرح بھاگے یہ زمیں ۔ اپنے کو اس سے چھپا سکتی نہیں

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں ۔ نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں

آسماں سے آئے جو سوئے زمیں ۔ کوئی چارہ اور مفر اسکو نہیں

آتش از خورشید مے بارد برو ۔ او بہ پیش آتشش بنہادہ رو

آگ برساتا ہے اس پر آفتاب ۔ سامنے سورج کے وہ ہے بے نقاب

ور ہمے طوفاں کند باراں برو ۔ شہر ہا را میکند ویراں برو

مینہ سے اس پر آتے ہیں طوفان بھی ۔ شہر اس کے ہوتے ہیں ویران بھی

او شدہ تسلیم او ایوبؑ وار ۔ کہ[1] اسیرم ہر چہ مے خواہی بیار

ہے سر تسلیم جوں ایوبؑ خم ۔ کہتی[1] ہے - جو کچھ ہو ہیں مجبور ہم

ایکہ جزو ایں زمینی سرکش ۔ چونکہ بینی حکم یزداں در مکش

تو بھی ہے جزو زمین سرکش نہ ہو ۔ ہاں نہ ٹال اپنے خدا کے حکم کو

[1] یعنی زمین کہتی ہے۔

چون خلقناکم شنیدی من تراب　　خاک باشی جست از وے رو متاب

خاک سے خلقت ہے تو یہ سن چکا　　خاک ہو گا بس نہ اس سے منہ پھرا

ہیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم　　گرد خاکی و منش افراشتم

دیکھ ڈالے بیج ہیں نے خاک میں　　دی بلندی خاک کر کے پھر انہیں

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر　　تا کنم بر جملہ میرانت امیر

خاک کا پیشہ کر اب تو اختیار　　تا امیروں سے زیادہ ہوں وقار

آب از بالا بہ پستی در شود　　زانکہ از پستی ببالا بر رود

پانی ہے بالا سے پستی کو رواں　　تا ہو پستی سے بلندی کو رواں

گندم از بالا بزیر خاک شد　　بعد از آں آں خوشۂ چالاک شد

خاک میں تھا گیہوں اوپر سے گرا　　بعد از آں وہ ایک خوشہ بن گیا

دانۂ ہر میوہ آمد در زمیں　　بعد از آں سرہا بر آورد از دفیں

دانہ ہر میوے کا مٹی میں ملا　　دفن ہو کر سرفراز اک دن ہوا

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک　　زیر آمد شد غذائے جان پاک

نعمتیں گردوں سے آکر زیر خاک　　بن گئیں آخر غذائے جان پاک

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر　　گشت جزو آدمی حی دلیر

آئیں اوپر سے جو نیچے بالیقیں　　تو بہادر آدمی کا جز بنیں

پس صفات آدمی شد آں جماد　　بر فراز عرش پراں گشت شاد

آدمی کا وصف ٹھہریں وہ جماد[1]　　عرش پر اڑنے لگیں ہو ہو کے شاد

کز جہاں زندہ ز اول آمدیم　　باز از پستی سوئے بالا شدیم

پہلے ہم زندہ جہاں سے آئے تھے　　پستی سے پھر عالم بالا چلے

[1] یعنی نعمتیں ؎

جملہ اجزا در تحرک در سکون ‌‌ ‌ ناطقاں کانا الیہ راجعون

سارے اجزا جاندار اور پرسکون[1] ‌ ‌ لیتے ہیں انا الیہ راجعون

ذکر و تسبیحات اجزائے نہاں ‌ ‌ غلغلے افگندہ اندر آسماں

ذکر اجزائے نہاں کے دیکھ لے ‌ ‌ غلغلہ ہیں چرخ میں ڈالے ہوئے

چوں قضا آہنگ نیرنجات کرد ‌ ‌ روستائے شہری را مات کرد

تھا جو نیرنگِ قضا کا التفات ‌ ‌ کر دیا دہقان نے شہری کو مات

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد ‌ ‌ زاں سفر در معرض آفات شد

باوجودِ حزم خواجہ مات تھا ‌ ‌ اس سفر میں موردِ آفات تھا

اعتمادش بر ثباتِ خویش بود ‌ ‌ گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود

اعتماد اس کو ثبات اپنے پہ تھا ‌ ‌ کوہ تھا سیلاب لیکن لے اڑا

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر ‌ ‌ عاقلاں گردند جملہ کور و کر

جب قضا باہر کرے گردوں سے سر ‌ ‌ عقلمندوں کو بنا دے کور و کر

ماہیاں افتند از دریا بروں ‌ ‌ دام گیرد مرغ پرّاں را زبوں

مچھلیاں دریا سے باہر جا پڑیں ‌ ‌ مرغ پرّاں ہو پریشاں دام میں

تا پری و دیو در شیشہ بود ‌ ‌ بلکہ ہاروتے بہ بابل در رود

شیشے میں دیو و پری ہوں مبتلا ‌ ‌ بلکہ ہو ہاروت کی بابل میں جا

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت ‌ ‌ خون او را ہیچ تربیعے[2] نریخت

خود ہی لیکن جو ہو قربانِ قضا ‌ ‌ خون اسکا کب نحوست نے کیا

غیر آنکہ در گریزی در قضا ‌ ‌ ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا

اور جو بھاگے قضا سے ناگہاں ‌ ‌ ہیچ ہے حیلوں سے کب تو بچیگاں

[1] ساکن اشیا یعنی جمادات ۔ [2] بد شگونی ۔ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔
[3] فرشتے وغیرہ ۔

اصحاب ضروان کا قصہ

قصۂ اصحاب ضرواں خواندۂ ‏— پس چرا در حیلہ جوئی ماندۂ
قصۂ اصحاب ضرواں ہے پڑھا ‏— پھر تو کیوں حیلہ گری میں ہے پڑا

حیلہ میکردند کژدم[1] نیش چند ‏— کہ برند از روزی درویش چند
حیلے کرتے تھے جو کژدم نیش تھے ‏— چند درویشوں کی روزی کے لئے

شب ہمہ شب میسگالیدند مکر ‏— روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر
رات بھر کچھ سوچتے رہتے تھے مکر ‏— مشورے کرتے تھے مل کر عمرو و بکر

خفیہ میگفتند سرہا آں بداں ‏— تا نباید کہ خدا دریابد آں
مشورے کرتے تھے وہ چوری چھپے ‏— تا نہ راز اُن کا خدا پر کھل سکے

با گل اندایندہ اسگالیدہ گل ‏— دست کارے میکند پنہاں ز دل
مٹی حال اپنا چھپائے راج سے ‏— ہاتھ دل سے کام پوشیدہ کرے

کیف لا یعلم ہواک من خلق ‏— ان فی نجواک صدق ام ملق
کیا نہ جانے تیری بابت کبریا ‏— صدق ہے یا مکر باتوں میں چھپا

کیف یغفل عن ظعین رغدا ‏— من یعاین این مثواہ غدا
کیا یہ پوشیدہ مسافر سے رہے ‏— کل کہاں آرام کرنا چاہیے

اینما قد ہبطا او صعدا ‏— قد تولاہ و احصی عددا
اپنے ڈیروں کا وہ مالک بن گیا ‏— خوب گنتی ان کی وہ ہے جانتا

خفیہ میکردند اسرار از خدا ‏— آں سگاں جاہل ز جہل و عمی
بھید اپنے حق سے رکھتے تھے نہاں ‏— اندھے اور جاہل وہ کتے بیگماں

[1] بچھو کی طرح ڈنک مارنے والا۔

گوش کن اکنوں حدیث خواجہ را ۔ کو سوی دہ چوں شد و بد او چرا

قصہ اب خواجہ کا تو سن لے ذرا ۔ گاؤں جاکر کیا اُسے بدلا بلا

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن ۔ استماع ہجراں غمناک کن

کان کو غفلت سے اپنے پاک کر ۔ غور کر اس ہجرت غمناک پہ

تا چہا دید از بلا و از عنا ۔ در رہ دہ چوں شد از شہر او جدا

راستے میں اس پہ کیا آئی بلا ۔ گاؤں کو جب شہر سے اپنے چلا

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی ۔ گوش را چوں پیش دستانش نہی

ہے زکوٰۃ اب وہ جو تو غمگیں کو دے ۔ داستاں کو اس کی کانوں سے سنے

بشنوی غمہائے رنجوران دل ۔ فاقۂ جان شریف از آب و گل

جو ہیں غمگیں انکے غم بھی سن ذرا ۔ آب و گل سے جان کو فاقہ ہوا

خانۂ پر دود دارد پر فنے ۔ مر ورا بکشا ز اصغا روزنے

گھر کو پُرفن نے دھوئیں سے بھر دیا ۔ کھول روزن اسکے سننے کا ذرا

گوش تو او را چو راہ دم شود ۔ دود تلخ از خانۂ او کم شود

کان تیرا راستہ دم کا بنے ۔ کم ہو دود تلخ اس کاشانے سے

غمگساری کن تو با ما اے روی ۔ کہ بسوئے رب اعلیٰ میروی

غمگساری ہم سے کر اے خوش گہر ۔ کیونکہ ہے سوئے خدا تیرا گذر

ایں تردد حبس و زندانے بود ۔ کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود

یہ تردد حبس و زنداں ہر بلا ۔ جان کو جانے نہیں دیتا ذرا

ایں بدانسو و آں بدینسو میکشد ۔ ہر یکے گویا منم راہ رشد

کھینچتا ہے یہ اُدھر اور وہ اِدھر ۔ ہر کوئی کہتا ہے میں ہوں راہبر

ایں تردد عقبۂ راہ حق است ۔ اے خنک آں را کہ پایش مطلق است

یہ تردد راہ حق کی گھاٹی ہے ۔ وہ مبارک ہے جسے آزادی ہے

بے تردد میرود در راہ راست	رہ نمیدانی بجو گامش کجاست
بے تردد سیدھے رستے پہ لگا	تو جو ہے بے راہ، ڈھونڈ اسکو ذرا
گام آہو را بگیر و رو معاف	تا رسی از گام آہو تا بناف
کھوج لے آہو سے اور چل راہ صاف	تاکہ نقش پا سے پہنچے تا بناف
زین روش بر اوج انور میروی	اے برادر گر بر آذر میروی
اس طرح تو اوج انور پہ چلے	آگ پہ بھی گو تو سر تا سر چلے
نے ز دریا ترس و نے از موج و کف	چون شنیدی تو خطاب لاتخف
خوف دریا سے نہ خوف موج و کف	سن چکا ہے تو خطاب لاتخف[۱]
لاتخف دان چونکہ خوفت داد حق	نان فرستد چون فرستادت طبق
لاتخف سے خوف جو دیتا ہے حق	دیگا روٹی بھی دیا جس نے طبق
خوف آنکس راست کو را خوف نیست	غصہ آنکس را کش اینجا طوف نیست
خوف اسے ہے جو نہیں حق سے ڈرا	رنج اسے، جسنے نہ طوف اس کا کیا

گاؤں کو خواجہ کی روانگی

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت	مرغ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت
خواجہ نے سامان چلنے کا کیا	گاؤں کی جانب ارادہ کر لیا
اہل و فرزندان سفر را ساختند	رخت را بر گاو عزم انداختند
بال بچے سب ہوئے گرم سفر	رکھ دیا سامان گاؤ عزم پر
شادمانان و شتابان سوئے دہ	کہ برے خوردیم از دہ مژدہ دہ
گاؤں کی جانب چلے خوش بے دغل	مژدہ دیجے واں سے کھایا ہے پھل

[۱] خوف نہ کر۔

مقصدِ ما را چراگاہ خوش است
ہیں چراگاہیں وہاں فہو المراد
یارِ ما آنجا کریم و دلکش است
ہے ہمارا دوست انس جا خوش نہاد

با ہزاراں آرزو ما را خواندہ است
سو تمنا سے بُلایا ہے ہمیں
بہرِ ما غرسِ کرم بنشاندہ است
نعمتوں میں کھینچ لایا ہے ہمیں

ما ذخیرہ دہ زمستانِ دراز
ہم ذخیرہ سردیوں کے واسطے
از برِ او سوئے شہر آرید باز
گاؤں سے لے شہر کو لوٹ آئینگے

بلکہ باغِ ایثارِ راہ ما کند
باغ دیویگا وہ بخشش میں ہمیں
درمیانِ جانِ خود ماں جا کند
رکھے گا خود ہمکو اپنی جان میں

عجلوا اصحابنا کے تربحوا
نفع پاؤ دوستو جلدی کرو
عقل می گفت از دروں لا تفرحوا
عقل کہتی تھی نہ ہرگز خوش رہو

من رباح اللہ کونوا رابحین
یعنی بس تم پاؤ گے اللہ سے
ان ربی لا یحب الفرحین
دوست کب وہ اہلِ فرحت کو رکھے

افرحوا ہوناً بما آتاکم
خوش ہو اس پہ جو تمہیں آسان ملے
کل آتٍ مشغل الہاکم
لغو ہے وہ شغل میں جو ڈالدے

شاد از وے شو مشو از غیرِ وے
شاد اس سے ہو نہ ہو تو غیر سے
کو بہار است و دگرہا ماہِ دے
سب خزاں وہ ہے بہار اسکے لیے

ہرچہ غیرِ اوست استدراجِ تست
غیر اس کا تجھ کو استدراج[1] ہے
گرچہ تخت و ملکت است و تاجِ تست
گرچہ تیرا ملک و تخت و تاج ہے

شاد از غم شو کہ غم دامِ بقاست
شاد ہو غم سے یہ ہے دامِ بقا
اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
پستی ہی اس راہ کی ہے ارتقا

[1] وہ خرقِ عادت جو کافر سے ظاہر ہو ۔

غم بپے گنجست و رنج تو چو کان
لیک کے در گیرد این در کودکان
غم خزانہ اور ہے یہ رنج کان
کب ہو بچوں میں اثر اسکا عیاں

کودکان چون نام بازی بشنوند
جملہ با خر گور ہم تگ مے شوند
نام جب سنتے ہیں بچے کھیل کا
اندھے خر کے ساتھ چلتے ہیں سدا

اے خران کور این سو دامہاست
در کمین این سوئے خون آشامہاست
اس طرف ہیں دام اے اندھے گدھو
گھات میں ہیں پینے والے خون کو

تیرہا پیدا شد و لیکن کمان
گشت پنہان از دو چشم مردمان
تیر تو سب اڑ گئے لیکن کمان
ہو گئی لوگوں کی آنکھوں سے نہاں

تیرہا پران کمان پنہان و غیب
بر جوانی میرسد صد تیر شیب
وہ کمان غائب ہوئی اور تیر اڑے
تیر پیری کے جوانی پہ گرے

گام در صحرائے دل باید نہاد
زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد
گام لے صحرائے دل سے با مراد
دشت گل میں مل نہیں سکتی کشاد

ایمن آباد ست دل اے مردمان
حصن محکم موضع امن و امان
امن کا گھر ہے یہ دل اہل جہاں
قلعہ محکم ہے اور جائے امان

گلشن خرم بہار و بوستان
چشمہا و گلستان در گلستان
باغ ہے سرسبز پر بوستاں
چشمے ہیں اور باغ ہیں اور بوستاں

عج الی القلب و سر یا ساریہ
فیہ اشجار و عین جاریہ
موڑئے دل چل بسیر دل کر اے جواں
پیڑ بھی ہیں اس میں۔ چشمے بھی رواں

دہ مرو دہ مرد را احمق کند
عقل را بے نور و بے رونق کند
گاؤں کی جانب نہ جا۔ احمق نہ بن
عقل بے رونق نہ ہو اے جان من

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد
این نمیداند کہ روزی دہ دہد
خواجہ یہ سمجھے کہ روزی گاؤں دے
یہ نہ سمجھے۔ دینے والا دے اسے

قولِ پیغمبر شنو اے مجتبیٰ کورِ عقل آمد وطن در روستا

قولِ پیغمبر ہے مانو اور سنو عقل اندھی گاؤں میں رہنے سے ہو

ہر کہ روزے باشد اندر روستا تا بماہے عقلِ او ناید بجا

ایک دن جو گاؤں میں کر لے قیام اک مہینے تک رہے عقل اسکی خام

تا بماہے احمقی با وے بود از حشیشِ دہ جز اینہا چہ درو

اک مہینہ گر وہ گاؤں میں رہے گھاس کاٹے۔ اس سے بڑھکر کیا کرے

وانکہ ماہے باشد اندر روستا روزگارے باشدش جہل و عمیٰ

اک مہینے تک رہے جو گاؤں میں جہل اور کوری میں اسکے دن کٹیں

دہ چہ باشد شیخِ واصل ناشدہ دست در تقلید و در حجت زدہ

گاؤں کیا ہے۔ شیخ ناواصل شدہ جس میں ہو تقلید و حجت بر ملا

پیشِ شہرِ عقلِ کلی ایں حواس چوں خرانِ چشم بستہ در خراس

شہرِ عقلِ کل کے آگے یہ حواس چشم بستہ جیسے خر ہائے خراس

ایں رہا کن صورتِ افسانہ گیر ہل تو دُردانہ تو گندم دانہ گیر

چھوڑ اسکو کام رکھ افسانے سے چھوڑ دُردانہ کو تو اور گیہوں لے

گر بدُر رہ نیست ہیں بر می ستاں گر بد آنسو نیست رہ اینسو برآ

موتی گر ملتے نہیں گندم ہی بھر راہ اُس جانب نہیں۔ تو آ ادھر

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود عاقبت ظاہر سوئے باطن رود

گو ہو کج، ظاہر ہی کر لے اختیار ہے یہ ظاہر سوئے باطن رہگذار

اوّلِ ہر آدمی خود صورتست بعد ازاں جاں کو جمالِ سیرتست

ہے یہ صورت اوّل ہر آدمی پھر ہے جاں، سیرت کا ہے جو حسن بھی

اوّلِ ہر میوہ جز صورت کے است بعد ازاں لذت کہ معنی ویست

میوے کی صورت ہی سے ہے ابتدا پھر ہے لذت۔ جو ہے معنی پر ملا

اوّلا خرگاہ سازند و خرند ‏ ‏ ترک را زاں پس مہماں آورند

ہوتا ہے ساماں پہلے خیموں کا ‏ ‏ ترک کو لیتے ہیں پھر مہماں بلا

صورتِ خرگاہ و آں معنیِ ترک ‏ ‏ معنیِ ملاح و آں صورت چو فلک

خیمہ صورت، ترک معنی ہے بسر ‏ ‏ کشتی صورت، معنی ملّاح صور

بہرِ حق ایں را رہا کن یک نفس ‏ ‏ تا خرِ خواجہ بجنباند جرس

چھوڑ بھی اس کو خدا کے واسطے ‏ ‏ پھر خرِ خواجہ کی تا گھنٹی ہلے

خواجہ اور اس کے خاندان کی روانگی

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند ‏ ‏ بر ستوراں جانبِ دہ تاختند

خواجہ اور بچّے ہوئے سب ہمسفر ‏ ‏ گاؤں کی جانب چلے چوپایوں پر

شادماں سوئے صحرا راندند ‏ ‏ سافروا کی تغنموا بر خواندند

جاتے تھے صحرا کی جانب شادماں ‏ ‏ سافروا لہ تغنموا۔ تھا بر زباں

کز سفرہا بندہ کیخسرو شود ‏ ‏ بے سفرہا ماہ کے خسرو شود

ہو سفر سے مثلِ کیخسرو غلام ‏ ‏ بے سفر کب ہو سکیں ماہِ تمام

از سفر بیذق شود فرزین راد ‏ ‏ وز سفرہا یافت یوسف صد مراد

چلنے سے فرزیں پیادہ بھی بنے ‏ ‏ اور سفر سے کامراں یوسف ہوئے

روز رو از آفتابے سوختند ‏ ‏ شب ز اختر راہ مے آموختند

دن کو رہتے گرم وہ خورشید سے ‏ ‏ رات کو تاروں سے رستہ سیکھتے

خوب گشتہ پیش ایشاں راہِ زشت ‏ ‏ از نشاطِ دہ شدہ رہ چوں بہشت

وہ برا رستہ بھی ان کو تھا بھلا ‏ ‏ تھا نشاطِ دہ میں جنّت کا مزا

لہ سفر کرو اور اس کی برکتوں کو غنیمت سمجھو ۔

تلخ از شیریں لباں خوش میشود — خار از گلزار دلکش میشود

تلخی ہو شیریں لبوں میں خوشگوار — خار دلکش باغ سے ہوتا ہے یار

حنظل از معشوق خرما میشود — خانہ از ہمخانہ صحرا مے شود

حنظل معشوق خرما ہے پسرا — دشت ہم خانہ سے بن جاتا ہے گھر

اے بسا از نازنیناں خارکش — بر امید گلعذارے ماہ وش

ہاں بہت سے نازنیں ہیں خارکش — خواستگار گلعذار ماہ وش

اے بسا حمال گشتہ پشت ریش — از برائے دلبر مہ روئے خویش

سیکڑوں کی پیٹھ زخمی ہو گئی — دلبر مہ رو نے وہ تکلیف دی

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ — تاکہ شب آید ببوسد روئے ماہ

کر لیا لوہار نے چہرہ سیاہ — تا کہ رات آئے تو چومے روئے ماہ

خواجہ تا شب بر دکانے چار میخ — زانکہ سروے در دلش کردست بیخ

قید شب تک خواجہ ہے دکان پر — دل میں عشق سرو قد کا ہے اثر

تاجرے دریا و خشکی میرود — آں بمہر خانہ شینے میرود

تاجر اک دریا و خشکی پر چلے — بیوی کی الفت سے وہ ایسا کرے

ہر کرا با مردہ سودائے بود — بر امید زندہ سیمائے بود

ہو کسی کو مردے کا سودا اگر — زندگی کی ہوگا وہ امید پر

آں درودگر روئے آورد بچوب — بر امید خدمت مہروئے خوب

کرے نجار کچھ لکڑی کا کام — الفت محبوب ہو گی لاکلام

بر امید زندہ کن اجتہاد — کو نگردد بعد روزے دو جماد

تو امید زندہ پہ کر اجتہاد — وہ نہ ہوگا بعد دو دن کے جماد

ہیں مکن مونس خسے از خسی — عاریت باشد دل آں مونسی

ناکسوں سے انس تو ہرگز نہ کر — عارضی ہوتا ہے انس ان میں پسر

انس تو با مادر و بابا کجاست — گر بجز حق مونسانت را وفاست

انس تجھ کو باپ ماں سے ہے کہاں — جز خدا ہے کون مونس بیگماں

انس تو با دایہ و لالہ چہ شد — گر کسے شاید بغیر حق عضد

انس تیرا دائی سے کیا ہو گیا — قوت بازو ہے حق اللہ کا

انس تو با شیر و با پستاں نماند — نفرت تو از دبیرستاں نماند

شیر و پستاں سے نہ انسیت رہی — مدرسے سے اب نہ وہ نفرت رہی

آں شعاعے بود بر دیوار شاں — جانب خورشید وا رفت آں نشاں

وہ تو تھی بس اک کرن دیوار پر — جانب خورشید پہنچی لوٹ کر

بر ہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع — تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع

گر پڑے جس چیز پر بس وہ شعاع — اس پہ تو ہو جاتے عاشق اے شجاع

عشق تو بر ہر چہ آں موجود بود — آں ز وصف حق زر اندود بود

عشق تیرا ہو گا جس موجود سے — وصف حق کے رنگ اس پر ہیں چڑھے

چوں زرے با اصل رفت و مس بماند — از زر اندودی خویشتن مفلس بماند

زر ملا جب اصل میں اور مس رہا — اپنی زرداری سے وہ مفلس رہا

طبع سیر آمد طلاق او بجواند — پشت سوئے کرد و از وے فشاند

سیر ہو کر طبع نے دے دی طلاق — پیٹھ پھیری اس سے از روئے نفاق

از زر اندود صفاتش پا بکش — از جہالت قلب را کم گوے خوش

ہاں طمع سے صفت کے رہ بچا — جہل سے کھوٹے کو تو مت کہہ کھرا

کاں خوشی در قلبہا عاریتی است — زیر زینت مایۂ بے زینتی است

اچھاپن کھوٹے کا ہے یہ عارضی — نیچے ہر زینت کے ہے بے زینتی

زر ز روئے قلب در کاں میرود — سوئے آں کاں رو تو ہم کاں میرود

کھوٹے پہ سے سمٹ کے کاں جاتا ہے زر — تو بھی چل اس جا جہاں جاتا ہے زر

نور از دیوار تا خور مے رود / تو بداں خور رو کہ در خور مے روی

نور سورج میں چلے دیوار سے / چل تو جا کر منبع خورشید سے

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں / چوں ندیدی تو وفا در ناوداں

بعد ازاں لے آسماں سے آب تو / بیوفا پرنالا نکلا ہو بہو

معدن دنبہ نباشد دام گرگ / کے شناسد معدن آں گرگ سترگ

چکنی ڈنبے کی نہیں ہے دام گرگ / چکنی کو سمجھے کہاں گرگ سترگ

زر گماں بردند بستہ در گرہ / مے شتابیدند مغروراں بدہ

یہ گماں تھا۔ زر گرہ میں ہے بندھا / گاؤں کو نازاں چلا وہ قافلہ

ہمچنیں خنداں و رقصاں مے شدند / سوئے آں دولاب چرخے مے زدند

اس طرح خنداں و رقصاں تھے رواں / صورتِ دولاب تھے چکر میں ہاں

چوں ہمے دیدند مرغے مے پرید / جانب آں صدر جامہ مے درید

دیکھا طائر جب کوئی اڑتا ہوا / جانب وہ صدر ہاتھوں سے گیا

ہر نسیمے کز سوئے دہ مے وزید / گوئیا روح رواں زاں مے پرید

جو نسیم آتی تھی چل کر گاؤں سے / روح پرور تھی وہ ان سب کے لئے

ہر کہ مے آمد زدہ او سوئے او / بوسہ مے دادند خوش بر روئے او

گاؤں سے جو آدمی آتا ادھر / بوسے دیتے تھے وہ اس کے چہرے پر

کہ تو روئے یار ما را دیدۂ / پس تو جان جان ما را دیدۂ

تو نے دیکھا ہے ہمارے دوست کو / جانِ جاں سے تو ملا ہے ہو نہ ہو

مجنوں کا سگِ لیلیٰ سے محبت کرنا

ہمچو مجنوں کو سگے را مے نواخت / بوسہ اش مے داد و پیشش مے گداخت

مثل مجنوں کے کہ جو تھا سگ نواز / بوسے دے کر اس سے پاتا تھا گداز

گرد او می‌گشت خاضع در طواف — ہمچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف
گرد اس کے پھر کے کرتا تھا طواف — جیسے حاجی گرد کعبہ بے گزاف

ہم سر و پاش ہمے بوسید و ناف — ہم جلاب شکرش میداد صاف
پاؤں سر اور ناف اس کی چوم کے — دیتا تھا جلاب شکر کے اسے

بوالفضولے گفت کاے مجنون خام — ایں چہ شید است اینکہ مے آری مدام
بولا اک گستاخ اے مجنون خام — کیا یہ مکاری تو کرتا ہے مدام

پوز سگ دائم پلیدی میخورد — مقعد خود را بلب مے استرد
سگ نیچے کی تو پلیدی ہے غذا — اپنی مقعد ہے لبوں سے چاٹتا

عیب ہائے سگ بسے او مے شمرد — عیب داں از غیب داں بوئے نبرد
عیب سگ کے گنا ڈالے کئی — عیب جو کو کیا خبر ہے غیب کی

گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن — اندر آ بنگر تو از چشمان من
بولا مجنوں تو ہے نقش و تن مگر — میری آنکھوں سے ذرا نظارہ کر

کاین طلسم بستۂ مولیست ایں — پاسبان کوچۂ لیلا ست ایں
ہے طلسم اس جا بندھا مولا کا یہ — پاسباں یہ کوچۂ لیلا کا ہے

ہمتش بین و دل و جان و شناخت — کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
دیکھ دل جاں اور ہمت پر ملا — کون سی جا اس نے مسکن ہے کیا

او سگ فرخ رخ کہف منست — بلکہ او ہمدرد و ہم لہف منست
وہ سگ فرخ ہے میرے کہف کا — بلکہ ہے ہمدرد اور مونس مرا

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم — خاک پایش بہ ز شیران عظیم
ہے وہ کتا اس کے کوچے میں مقیم — خاک پا جس کی ہے از شیر عظیم

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او — من بشیراں کے دہم یک موئے او
وہ جو کتا اس کے کوچے میں ہے — ایک بال اس کا نہ شیروں کو دے

آنکہ شیران مر سگانش را غلام	گفتن امکان نیست خامش والسلام
شیر بھی ہیں اس کے کتوں کے غلام	گفتگو مشکل ہے چپ رہ ۔ والسلام
گر ز صورت بگذرید اے دوستاں	جنت ست و گلستاں در گلستاں
تم اگر ظاہر سے گزرو مہرباں	خلد ہے اور گلستاں ہی گلستاں
صورت خود چوں شکستی سوختی	صورت کل را شکست آموختی
تو نے جب صورت کو اپنی دی شکست	پھر تو گویا ہو گئی کل کی شکست
بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی	ہمچو حیدر باب خیبر بر کنی
پھر تو ہر صورت کو تو دیگا بگاڑ	مثل حیدرؓ لے گا خیبر کو اکھاڑ
سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم	کو بدہ مے شد بگفتار سقیم
مبتلا صورت پہ وہ خواجہ ہوا	اس کی جھوٹی باتوں پہ گاؤں گیا
سوئے دام آں تملق شادماں	ہمچو مرغے سوئے دانۂ امتحاں
دام میں آیا خوشامد سے مگر	جیسے چڑیا امتحاں کے دانے پر
از کرم دانست آں مرغ حریص	دانہ را با دام لیکن شد قفص
فرق اس کی فہم میں تھا آ گیا	دام و دانہ کا مگر پھر جا پھنسا
از کرم دانست مرغ آں دانہ را	غایت حرص ست نے جود و عطا
مرغ اس دانے کو تھا سمجھا ہوا	حرص ہے بالکل نہیں جود و عطا
مرغکاں در طمع دانہ شادماں	سوئے آں تزویر پراں و دواں
مرغ طمع دانہ میں ہیں شادماں	مکر کی جانب ہیں پراں اور دواں
گر ز شادی خواجہ آگاہت کنم	ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم
حال اگر خواجہ کی خوشیوں کا کہوں	خوف ہے رستہ ترا کھوٹا کروں
مختصر کردم چو آمد دہ پدید	خود نبود آں دہ رہ دیگر گزید
مختصر ہے گاؤں اک آیا نظر	تھا نہ یہ وہ گاؤں تھا دیہہ دگر

قریہ باشد دہ بدہ سے تا خدشد　　ز آنکہ راہِ دہ نکو نشناختند
اک ہمیشہ گاؤں گاؤں وہ پھرے　　گاؤں کے رستے سے وہ واقف نہ تھے
ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا　　ریشخندے شد بشہر و روستا
کام جو کرتا ہے بے استاد کے　　شہر اور دہ میں ہنسی اسکی اڑے
ہر کہ در رہ بے قلاوزے رود　　ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
راستہ بے رہنما کے جو چلے　　راہِ دو روزہ ہو صد سالہ اُسے
ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل　　ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
آئے جو کعبہ کی جانب بے دلیل　　مثل سرگشتوں کے ہو جائے ذلیل
ز آنکہ نادر باشد اندر خافقین　　آدمی سر بر زند بے والدین
خالی شرق و غرب ہیں اس بات سے　　آدمی پیدا ہو بے ماں باپ کے
مال او یابد کہ کسبے می کند　　نادرے باشد کہ بر گنجے زند
مال وہ پائے جو کوئی فن کرے　　کم ہے ایسا جو خزانے باندھ لے
مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود　　تا کہ رحماں علم القرآں بود
مصطفیٰ ہے کون جس کا تن تھا جاں　　حق نے تھا قرآں پڑھایا بیگماں
اہلِ تن را جملہ علم بالقلم　　واسطہ افراشت در بذلِ کرم
اہل تن کا علم ہے لکھا ہوا　　اس لئے ہے واسطہ جود و عطا
ہر حریصے ہست محروم اے پسر　　چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
لالچی محروم ہوتا ہے پسر　　دوڑ مت - تو پاؤں رکھ آہستہ تر
اندریں رہ رنجہا دید و تاب　　چوں عذاب مرغِ خاکی اندر آب
رنج دیکھے اس رہ پُرتاب میں　　جیسے تڑپے مرغ خاکی آب میں
سیر گشتہ از دہ و از روستا　　وز شکر ریزی چناں نا اوستا
سیر آخر گاؤں سے وہ ہو گیا　　اور غموں سے جو تھے بے رہنما

خواجہ اور اس کے خاندان کا گاؤں پہنچنا

بعد ماہے چوں رسیدند آں طرف — بینوا ایشاں ستوراں بے علف

اک مہینے بعد وہ پہنچے وہاں — بے نوا خود، چار پائے ناتواں

روستائی بود کہ از بد نیتی — میکند بعد اللتیا و التی

دیکھ اس دہقان کی بد نیتی — اب کرے لیت و لعل ان سے وہی

روئے پنہاں میکند زایشاں بروز — تا سوئے باغش نبکشایند پوز

منہ چھپاتا پھرتا ہے وہ دن کو بھی — تا نہ لیں وہ راہ اس کے باغ کی

آنچناں رو کہ ہمہ زرق و شر است — از مسلماناں نہاں اولیٰ تر است

ایسا منہ جو مکر و شر سے ہو بھرا — ہے مسلمانوں سے پوشیدہ بھلا

روہا باشد کہ دیواں چوں مگس — بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس

ایسے منہ ہیں جن پہ شیطاں جوں مگس — بیٹھتے ہیں آکے مانند جرس

چوں ببینی روئے او در تو فتند — یا ببینی آں یا خود ہی خوش مخند

اس کا منہ دیکھے تو ہوں سب تیرے سر — یا نہ دیکھ اور دیکھے تو خندہ نہ کر

در چناں روئے خبیث عاصیہ — گفت یزداں نسفعاً بالناصیہ

وہ برا چہرہ، وہ شکل بد نما — پکڑیں گے ماتھے سے کہتا ہے خدا

چوں بپرسیدند خانہ اش یافتند — ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند

پوچھنے کے بعد پہنچے اس کے گھر — اور یگانوں کی طرح گھیرا وہ در

در فرو بستند اہل خانہ اش — خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش

بند گھر والوں نے دروازہ کیا — خواجہ حیراں بد سلوکی سے ہوا

لیک ہنگام درشتی ہم نبود — چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود

وہ مگر سختی کا موقع تھا کہاں — چاہ میں تیزی چلے کیا مہرباں

بر درش ماندند ایشاں پنج روز
شب بہ بار و روز خود خورشید سوز

پانچ دن در پر رہے اسکے پڑے
شب کو سردی، دن کو سورج میں سِکے

نے ز غفلت بود ماندن نے خری
بلکہ بود از اضطرار و بے قری

یہ ٹھہرنا تھا نہ غفلت کے سبب
بلکہ وہ بے چین اور بے زر تھے اب

با لئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار
شیر مردار میخورد از جوع زار

نیک آفت میں بدوں کو گھیر لیں
شیر بھی مردار کھاتے بھوک میں

او ہمی دیدش ہمی گفتش سلام
کہ فلانم من مرا اینست نام

خواجہ اس کو دیکھ کر کرتا سلام
میں فلاں ہوں اور یہ ہے میرا نام

گفت باشد من چہ دانم تو کئی
یا پلیدی یا قرین یا کئی

وہ یہ کہتا تھا کہ ہوگا - کیا خبر
تو نجس یا پاک ہے اسے بے ہنر!

والہم روز و شب اندر صنع ہو
ہیچ گو نہ نیستم پروائے تو

ذکرِ حق پر رات دن شیدا ہوں میں
ہاں تری جانب سے بے پروا ہوں میں

از خودی خود ندارم ہم خبر
نیست از ہستی سر مویم اثر

میں خودی سے بھی ہوں اپنی بے خبر
کچھ نہیں ہے مجھ پہ ہستی کا اثر

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست
در دل و جانم بجز اللہ نیست

ہوش میرا غیرِ حق آگہ نہیں
جان و دل میں اب بجز اللہ نہیں

گفت پندارم قیامت شد شبیہ
تا برادر شد یفر من اخیہ

خواجہ بولا - کیا قیامت آ گئی
بھاگتا ہے بھائی بھائی سے ابھی

شرح میکردش کہ من آنم کہ تو
لوت ہا خوردی ز خوان من دو تو

اس سے کہتا تھا کہ میں وہ ہوں کہ تو
خوان سے کھاتا تھا میرے دو بدو

نے فلاں روزت خریدم آں متاع
کل سر جاوز الاثنین شاع

کیا خریدا تھا نہ وہ اسباب ہاں
بھید پوشیدہ لگے ہونے عیاں

نے تو بودی سالہا مہمان من / نے رسیدت بیکراں احسان من

کیا نہ تو برسوں مرا مہماں رہا؟ / مجھ پہ کیا احساں نہ تھا میں نے کیا

سرِ مہرِ ما شنیدستند خلق / شرم دارد رو چو نعمت خورد حلق

رازِ الفت اپنا ہے مشہورِ خلق / شرم آئے منہ کو نعمت کھائے حلق

او ہمے گفتش چہ گوئی ترہات / نہ ترا دانم نہ نامِ تو نہ جات

کہتا وہ کیا بک رہا ہے بے لگام / کون ہے تو کیا نشاں ہے کیا ہے نام

پنجمیں شب ابر و باراں گرفت / کآسماں ز بارشش شد در شگفت

پانچویں شب کو غضب بارش ہوئی / جس سے حیرت آسماں تک کو بھی تھی

چوں رسید آں کارد اندر استخواں / حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں

خواجہ پر جب آئی ایسی کچھ بلا / کھٹکھٹائی کنڈی اور پھر دی صدا

چوں بصد الحاح آمد سوئے در / گفت آخر چیست اے جانِ پدر

سن کے خوشامد سے وہ آیا سوئے در / بولا آخر کیا ہے اے جانِ پدر

گفت من آں حقہا بگذاشتم / ترک کردم آنچہ من پنداشتم

بولا میں چھوڑے اپنے حق تمام / تھا جو کچھ سمجھا غلط تھا لاکلام

پنج سالہ رنج دیدم پنج روز / جانِ مسکینم دریں سرما و سوز

پنج سالہ اس غم سے دیکھے پانچ روز / جانِ مسکیں میری ہے سردی ہے سوز

یک جفا از خویش و از یار و تبار / در گرانی ہست چوں سیصد ہزار

اپنوں کی اور اپنے یاروں کی جفا / ہو گئی ہے سختی میں لاکھوں سے سوا

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش / جانش خوگر بود با مہر و وفاش

کچھ توقع ظلم کی اس سے نہ تھی / خوگرِ مہر و وفا تھا وہ اسی

ہر چہ بر مردم بلا و شدت است / ایں یقیں داں کز خلافِ عادت است

ہے جو کچھ لوگوں پہ شدت اور بلا / ہے خلافِ عادت اس کی سب بنا

گفت اے خورشید مہرت بے زوال | گر تو خواہم ریختن کردم حلال

بولا ہے تیری محبت کو زوال | اپنا خون میں نے کیا تجھ پہ حلال

امشب باران بمادہ گوشۂ | تا بیابی در قیامت توشۂ

رات ہے بارش کی۔ اک گوشہ تو دے | تا قیامت میں ملے توشہ تجھے

گفت یک گوشہ ست آن باغبان | ہست اینجا گرگ را او پاسبان

بولا۔ اک گوشہ ہے ملک باغباں | گرگ کا وہ اس جگہ ہے پاسباں

در کفش تیر و کمان از بہر گرگ | تا زند چون آید آں گرگ سترگ

ہاتھ میں تیر و کماں ہے بہر گرگ | تا کہ مارے۔ آئے جب گرگ سترگ

گر تو آن خدمت کنی جا آن تست | ورنہ جائے دیگرے فرمائے جست

گر تو وہ خدمت کرے۔ تو جا اودھر | ڈھونڈ ورنہ دوسری جا سعی کر

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ | وان کمان و تیر در کفم بنہ

بولا سو خدمت کروں۔ گوشہ تو دے | اب کمان و تیر میرے ہات دے

من نہ خسپم حارسی رز کنم | گر برآرد گرگ سر تیرش زنم

میں نہ سوؤں۔ پہرہ دوں انگور کا | تیر ماروں۔ ہو جو پیدا بھیڑیا

بہر حق مگذارم امشب در وحل | آب باران بر سر و در زیر گل

آج کی رات اب نہ مجھکو چھوڑ تو | کیچ کیچڑ۔ سر پہ بارش ہے عدد

گوشہ خالی شد و او با عیال | رفت آنجا جائے تنگ و بیمجال

گوشہ جب خالی ہوا تو با عیال | گو جگہ تھی تنگ۔ پہنچا خستہ حال

چون ملخ بر ہمدگر گشتہ سوار | از نہیب سیل اندر کنج غار

اک پہ اک تھا تہ بالا جیسے ہوں یار | خوف سے سیلاب کے محفوظ غار

شب ہمہ شب جملہ گویان کای خدا | این سزائے ما سزائے ما سزا

رات بھر کہتے رہے سب اے خدا | یہ سزا بے شک ہماری ہے سزا

این سزائے آں کہ شد یارِ خساں | یا کسی کرد از برائے ناکساں
یہ سزا ہے اُلفتِ نا اہل کی | ناکسوں کی میں نے کیوں کی دل دہی

این سزائے آنکہ اندر طمعِ خام | ترک گوید خدمتِ خاصِ کرام
ہے سزا اس کی کہ لالچ میں پھنسے | ترک خدمت خاص لوگوں کی کرے

خاکِ پاکاں لیسی و دیوارِ شاں | بہتر از عام و زر و گلزارِ شاں
خاک پاکوں کی ہے بہتر چاٹنا | باغ و زر سے عام لوگوں کے دلا

بندۂ یک مردِ روشن دل شوی | بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہاں روی
مردِ روشن دل کی بہتر بندگی | بیٹھنے سے سر پہ شاہوں کے اچھی

از ملوکِ خاک جز بانگِ دُہل | تو نخواہی یافت اے پیکِ سُبُل
ما سوا بانگِ دُہل کے اور کیا | بادشاہِ خاک سے تو پائے گا

شہریاں خود رہزناں نسبت بروح | روستائی کیست گیجِ بے فتوح
شہر والے خود ہیں رہزن بہرِ روح | اور دیہاتی ہیں گیج بے فتوح

این سزائے آنکہ بے تدبیرِ عقل | بانگِ غولے آمدش بگزید نقل
ہے سزا اس کی کہ بے تدبیرِ عقل | غول کی آواز پر کر بیٹھا نقل

چوں پشیمانی ز دل شد پا شکاف | زاں سپس سودے ندارد اعتراف
دل پشیماں جب شکستہ سے ہوا | بعد ازاں اقرار سے کیا فائدا

چوں پشیماں گشت از دل تا چہ کرد | بعد ازاں سودے ندارد آہِ سرد
دل ہے جب نادم ہے آخر کیا کیا | ٹھنڈی آہوں سے ہو پھر کیا فائدہ

آں کمان و تیر اندر دستِ او | گرگ را جویاں ہمہ شب سُو بسُو
تھا کمان و تیر اس کے ہات میں | رات بھر تھا بھیڑیئے کی گھات میں

۱؎ پہلا مشورہ ہے
۲؎ ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل جانا ہے

گرگ خود بر پشتهٔ استاده چون شیر نر | گرگ جویان و ز گرگ او بے خبر
تھا مستعد بھیڑیا مثل شیر نر | ڈھونڈتا تھا اس کو اور وہ بے خبر

هر پشه هر کیک چون گرگی شده | اندر آن ویرانه‌شان نیشے زده
مچھر اور پسو سب اس کو گرگ تھے | زخم اس جنگل میں تھے انکے لگے

فرصت آن پشه راندن هم نبود | از نهیب حملهٔ گرگ عنود
تھی نہ مچھر جھلنے کی فرصت اسے | بھیڑیے کی تھی بڑی ہیبت اسے

تا نباید گرگ آسیبی زند | روستائی ریش خواجه بر کند
بھیڑیا نقصان کوئی کر نہ جائے | ڈاڑھی دہقان خواجہ کی پھر نوچ کھائے

این چنین دندان کنان تا نیم شب | جان‌شان از ناف می‌آمد به لب
نصف شب تک دانت وہ پیسا کیا | ناف سے جان آئی لب پر بارہا

ناگهان تمثال گرگ هشته‌ای | سر بر آورد از فراز پشته‌ای
ناگہاں اک شکل گرگی آئی نظر | آکے پشتے سے نکالا اپنا سر

تیر را بگشاد آن خواجه ز شست | زد بر آن حیوان که تا افتاد پست
خواجہ نے اک تیر پھینکا شست سے | بھیڑیا نیچے گرا اس ٹیلے سے

اندر افتادن ز حیوان باد جست | روستائی های کرد و کوفت دست
اس کے گرنے سے ہوا خارج ہوئی | آہ دہقانی نے حسرت سے بھری

ناجوانمردا که خرکرهٔ منست | گفت نه این گرگ چون اهرمنست
بولا یہ بچہ تو میرے خر کا تھا | بولا خواجہ یہ غلط ۔ تھا بھیڑیا

اندر او اشکال گرگی ظاهرست | شکل او از گرگی او مخبرست
بھیڑیا پن اس سے سب ہے آشکار | بھیڑیے کی شکل سے ہے وہ نابکار

گفت نه بادی که جست از فرج وی | می‌شناسم همچنان که آب ز می
بولا جو خارج ہوئی اس سے ہوا | مثل آب و بادہ ہوں پہچانتا

کشتہ خرکرہ ام را در ریاض	کہ مبادت بسط ہرگز زانقباض[1]
باغ میں مارا ہے۔ خر بچہ مرا	ہو نہ تیرا قبض اب بسط آشنا
گفت نیکو تر تفحص کن شب است	شخصہا در شب ز ناظر محجب است
بولا وقتِ شب ہے۔ جا تفتیش کر	رات کو کب جسم آتا ہے نظر
شب غلط بنماید و مبدل بسے	دید صائب شب ندارد ہر کسے
رات چیزوں کو بدل کر کچھ دکھائے	دید صائب کب کوئی راتوں کو پائے
ہم شب و ہم ابر و ہم باران ژرف	ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
رات بھی بارش بھی ہے اور ابر بھی	تینوں اندھیرے ہیں۔ تو کیا ہو روشنی
گفت آں بر من چو روز روشن است	می شناسم باد خرکرہ من است
بولا۔ ہے جوں روز مجھ پر آشکار	تو نے خر بچہ کیا میرا شکار
در میان بیست باداں باد را	می شناسم چوں مسافر زاد را
جانوں سو گوزوں میں میں اس گوز کو	توشہ سے واقف مسافر جیسے ہو
خواجہ برجست و بیامد با شگفت	روستائی را گریبانش گرفت
خواجہ کودا اور تحیر میں ہوا	پھر گریباں پکڑا اس دہقان کا
کابلہ طرار شید آوردۂ	بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ
اور کہا۔ تو پُر دغا ہے۔ پُر ریا	بھنگ اور افیان کیا پیتا ہے کیا؟
در سہ تاریکی شناسی باد خر	چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
ان اندھیروں میں تو سمجھا بادِ خر	مجھ کو پہچانا نہیں اے خیرہ سر
آنکہ داند نیم شب گوسالہ را	چوں نداند ہمرہ دہ سالہ را
نصف شب جو واقفِ گوسالہ ہو	کیوں نہ سمجھے ہمرہِ دہ سالہ کو

[1] یعنی بد دعا دی کہ تجھے ہمیشہ انقباض رہے اور تیرے دل کو کبھی کشادگی نصیب نہ ہو۔

خویشتن را عارف و واله کنی ‌‌ ‌ خاک در چشم مروت می زنی

خود کو عارف جانتا ہے بے تپاک ‌ ‌ ڈالتا ہے دیدۂ الفت میں خاک

که مرا از خویش هم آگاه نیست ‌ ‌ در دلم گنجائے جز الله نیست

بس مجھے خود سے بھی آگاہی نہیں ‌ ‌ جز خدا دل میں مرے کوئی نہیں

آنچه دی خوردم از آنم یاد نیست ‌ ‌ این دل از غیر تحیّر شاد نیست

کل جو کھایا تھا۔ نہیں وہ مجھ کو یاد ‌ ‌ ہے تحیّر سے فقط دل میرا شاد

عاقل و مجنون حقم یاد آر ‌ ‌ در چنین بیخویشیم معذور دار

عاقل و مجنون حق ہوں اسے اخی ‌ ‌ رکھ مجھے معذور اگر ہے بیخودی

آنکه مردار می خورد یعنی نبید ‌ ‌ شرع او را سوئے معذوران کشید

کھائے جو مردار شے یعنی شراب ‌ ‌ شرع میں معذور ہے وہ ناصواب

مست و بنگی[۱] را طلاق و بیع نیست ‌ ‌ همچو طفل است او معاف و معتقیست

کب طلاق اک مست و بنگی کے لئے ‌ ‌ ہے معافی طفل کی صورت اسے

مستیے کاید ز بوئے شاہِ فرد ‌ ‌ صد خم مے در سر و مغز آن نکرد

بوئے خالق سے جو مستی ہو عیاں ‌ ‌ مے کے سو مٹکوں میں وہ خوبی کہاں

پس برو تکلیف چون باشد روا ‌ ‌ اسپ ساقط گشت و شد بی دست و پا

اس پہ ہو تکلیف پھر کیونکر روا ‌ ‌ گھوڑا ساقط ہو گیا بے دست و پا

بار برگیرند چون آمد عرج[۲] ‌ ‌ گفت حق لیس علی الاعرج حرج

بوجھ اتاریں جبکہ ہو لنگڑا اور عرج ‌ ‌ حکم حق "لیس علی الاعرج حرج"

بار که نهد در جهان خر کُرّه را ‌ ‌ درس که دهد پارسی بوهره را

خر کے بچے پر لادتے ہیں بار بھی؟ ‌ ‌ کون شیلاں کو پڑھائے فارسی

[۱] بھنگ پینے والا مطلب یہ ہے کہ بنگی اور مست تکلیفات شرعیہ سے خارج ہیں +

[۲] لنگڑے پر بار شرع نہیں +

سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر | من معافم از قلیل و از کثیر

خود سے اندھا حق سے بینا ہوا میں صاف | قلت و کثرت سے رکھ مجھ کو معاف

لاف درویشی زنی و بیخودی | ہائے و ہوئے عاشقان ایزدی

لاف درویشی ہے زعم بیخودی | ہا و ہو ہے عاشقان حق کی سی

کہ زمین امن ندانم ز آسمان | امتحانت کرد غیرت امتحان

بس میں کیا جانوں زمین و آسمان | غیرت حق کر رہی ہے امتحان

باو خر کرد چنین رسوات کرد | ہستیٔ نفی ترا اثبات کرد

پچھو خر سے یہ رسوائی ہوئی | کر دی ثابت ہستی تیری نفی کی

این چنین رسوا کند حق شید را | این چنین گیرد رمیدہ صید را

حق یونہی کرتا ہے رسوا مکر کو | یوں رمیدہ صید بند قید ہو

صد ہزاران امتحانست اے پدر | ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در

امتحاں لینے کے ہیں سو راستے | ہیں ہوں دربان اسکا جو کوئی کہے

گر نداند عامہ او را ز امتحان | پختگان راہ جویندش نشان

عام لے سکتے نہیں گر امتحان | پوچھتے ہیں پختہ کار اس کی نشان

چون کند دعوائے خیاطی خسے | افکند در پیش او شہ اطلسے

جب کوئی خیاطی کا دعوی کرے | شاہ اس کے آگے اطلس ڈالدے

کہ ببر این را بغلطاق فراخ | ز امتحان پیدا شود او را دو شاخ

کاٹ اس کپڑے سے اک چوڑی قبا | امتحانا دے اسے کھینچی مشکا

گر نبودے امتحان ہر بدے | ہر مخنث در وغا رستم بدے

ہوتا ہر بد کا نہ بدلہ گر امتحان | ہر مخنث جنگ میں تھا پہلوان

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر | چون ببیند زخم گردد او اسیر

اک مخنث پہنتا پہنے فرض کر | ڈالدے ہتھیار کی سے زخم اگر

مستِ مے ہشیار گردد از دبور | مستِ حق ناید بخود از نفخِ صور

مست مے جاگے ہوائے سرد سے | صور سے بھی مستِ حق بیخود رہے

بادۂ حق راست باشد نے دروغ | دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ

حق شرابِ حق ہے ہاں جھوٹی نہیں | تو نے کھایا ہے وہی حق الیقین

ساختی خود را جنیدؒ و بایزیدؒ | رو کہ نشناسم تبر را از کلید

اپنے کو سمجھا جنیدؒ و بایزیدؒ | جا میں کیا جانوں ہتھوڑا اور کلید

بدرگی و منبلی و حرص و آز | چوں کنی پنہاں بہ شید اے مکرساز

تو ہے بد ذات اور منکر حرص خو | مکر کو کیونکر چھپا سکتا ہے تو

خویش را منصورِ حلاجی کنی | آتشے در پنبۂ یاراں زنی

خود کو تو منصورؒ جانے مدعی | آگ میں پھونکے[۱۵] روئی احباب کی

کہ نشناسم عمرؓ از بولہب | بادِ خر کرہ شناسم نیم شب

ہوں عمرؓ سے بولہب سے بے خبر | جانتا ہوں نصف شب کو گوزِ خر

اے خرے کایں از تو خر باور کند | خویش را بہرِ تو کور و کر کند

اے گدھے! ہوگا کسی خر کو یقیں | اندھا بہرا کر لے جو اپنے تئیں

خویش را از رہرواں کمتر شمر | تو حریفِ رہزنانی گہ مخور

سالکوں سے مت سمجھ اپنے کو ہاں | گو کہ نہ کھا تو اے حریفِ رہزناں

باز پیرا زشید و سوئے عقل تاز | کے پرد بر آسماں پرِّ مجاز

مکر کے پر کھول سوئے عقل جا | آسماں پہ کب مجازی پر اڑا

خویشتن را عاشقِ حق ساختی | عشق با دیوِ سیاہے باختی

کو سمجھے ہے دعویٰ عشقِ الٰہ | ہے تو لیکن عاشقِ دیوِ سیاہ

۱۵ احباب کی روئی میں آگ دینا یعنی اُن سے مکر و فریب کرنا

عاشق و معشوق را در رستخیز — دو بدو بندند و پیش آرند تیز

عاشق و معشوق کو روزِ جزا — باندھ لے جائیں گے پیشِ خدا

تو چہ خود را از گیج و بیخود کردۂ — خونِ رز کو خونِ ما را خوردۂ

تو نے اپنے کو جو بیخود ہے کیا — کھائے کب انگور۔ خوں میرا پیا

رَو کہ نشناسم ترا از من بجہ — عاشقِ بیخویشتم و بہلول دہ

جا۔ نہیں میں کچھ تجھے پہچانتا — بیخود اک بہلول ہوں میں گاؤں کا

تو تو ہم میکنی از قربِ حق — کہ طبق گر دور نبود از طبق

قربِ حق کا وہم ہے تجھ کو ذرا — ہے کہاں مصنوع سے صانع جدا

آں نمے بینی کہ قربِ اولیا — صد کرامت دارد و کار و کیا

کیا نہ دیکھا تو نے قربِ اولیا — سو کرامت رکھے اور فضلِ خدا

آہن از داؤد موے می شود — موم در دستت چو آہن مے بود

لوہا پگھلے ہاتھ میں داؤدؑ کے — موم تیرے ہاتھ میں لوہا بنے

قربِ خلق و رزق بر جملہ است عام — قربِ وحیٔ عشق دارند ایں کرام

قربِ خلق و رزق گو سب پر ہے عام — قربِ وحیٔ عشق ہے بہرِ کرام

قرب بر انواع باشد اے پدر — می زند خورشید بر کہسار و زر

قرب کی قسمیں بہت ہیں اے پدر — قرب ہے خورشید کو باکوہ و زر

لیک قربے ہست باز رشید را — کہ ازاں آگہ نباشد بید را

قرب سونے کو جو ہے خورشید سے — بید کو کیونکہ خبر اس کی ہے

شاخِ خشک و تر قریبِ آفتاب — آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب

شاخِ خشک و تر ہو نزدِ آفتاب — ہو نہ کچھ دونوں سے سورج کو حجاب

لیک کو آں قربتِ شاخِ طری — کہ ثمارِ پختہ از وے میبری

قربِ شاخِ تر کا لیکن ہے کہاں — جس سے پختہ پھل ہوں حاصل بیگماں

شاخ خشک از قربِ آں آفتاب ۔۔۔ غیر زو تر خشک گشتن کو بیاب

خشک شاخیں ہوں جو سورج کے قریب ۔۔۔ ہو زیادہ کچھ انہیں خشکی نصیب

آں چناں مستے مباش اے بیخرد ۔۔۔ کہ بعقل آید پشیمانی خورد

مست اتنا بھی نہ اے ناداں ہو ۔۔۔ ہوش جب آئے تو پھر حیراں ہو

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورند ۔۔۔ عقلہائے پختہ حسرت مے برند

بلکہ ان مستوں سے جب وہ مے پئیں ۔۔۔ عقلہائے پختہ بھی حسرت کریں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موش پیر ۔۔۔ گر ازاں مے شیر گیری شیر گیر

مثل گربہ تو نے پکڑا موش پیر ۔۔۔ مست اس مے سے ہے تو ہو شیر گیر

اے بخوردہ از خیالِ خام ہیچ ۔۔۔ ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ

ہے خیال خام سے تجھ کو ترنگ ۔۔۔ مثل مستانِ حقائق کر نہ جنگ

میفتی ایں سو و آں سو مست وار ۔۔۔ اے تو ایں سو نیستت آں سو گذار

گر نہ مستوں کی طرح ہر سو مگر ۔۔۔ گر نہیں ہے تو ادھر ہو جا ادھر

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں ۔۔۔ گہ بدیں سو گہ بداں سو سرفشاں

اس طرف گر راہ پائے بعد ازاں ۔۔۔ پھر ادھر ہو اور ادھر تو سرفشاں

جملہ ایں سوئی بداں سو گپ مزن ۔۔۔ چوں نداری مرگ ہرزہ جاں مکن

اس طرف رہ کر ادھر کی گپ نہ مار ۔۔۔ جب نہیں ہے موت کیوں مرتا ہے یار

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او ۔۔۔ شاید ار مخلوق را نشناسد او

خضر جاں جو موت سے ڈرتا نہ ہو ۔۔۔ اس کو زیبا ۔ گر نہ جانے خلق کو

کام از ذوقِ توہم خوش کنی ۔۔۔ در دمی در خیک پیش کنی

تو تو ذوق وہم سے ہے شادکام ۔۔۔ پھونک سے بھرتا ہے مشک اپنی مدام

پس بیک سوزن تہی گردد ز باد ۔۔۔ ایں چنیں فربہ تن عاقل مباد

اک سوئی سے سب نکل جائے ہوا ۔۔۔ ایسے فربہ کو اٹھا ہی لے خدا

کوزه ها سازی ز برف اندر شتا ‌ ‌ ‌ کی کند چوں آب بیند او وفا

سردی میں کوزہ بنائے برف سے ‌ ‌ ‌ کب وہ ٹھہرے جب ملے پانی اسے

ایک گیدڑ کا مور ہونے کا دعویٰ

آں شغالے رفت اندر خم رنگ ‌ ‌ ‌ اندراں خم کرد یک ساعت درنگ

رنگ کے مٹکے میں اک گیدڑ گھسا ‌ ‌ ‌ اک گھڑی خم میں یونہی ٹھہرا رہا

پس بر آمد پوستش رنگیں شده ‌ ‌ ‌ کہ منم طاؤس علیین شده

جب وہ نکلا پوست بس رنگیں ہوا ‌ ‌ ‌ میں ہوں طاؤس ارم کہنے لگا

پشم رنگیں رونق خوش یافته ‌ ‌ ‌ ز آفتاب آں رنگہا بر تافته

بال جب رنگیں ہوئے رونق بڑھی ‌ ‌ ‌ دھوپ سے رنگوں میں چمکی روشنی

دید خود را سرخ و سبز و بور و زرد ‌ ‌ ‌ خویشتن را بر شغالاں عرضه کرد

خود کو دیکھا سبز پیلا اور لال ‌ ‌ ‌ گیدڑوں کے سامنے آیا شغال

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست ‌ ‌ ‌ کہ ترا در سر نشاطے ملتوی ست

بولے گیدڑ ہے یہ تیرا حال کیا ‌ ‌ ‌ نشہ سر میں کیوں خوشی کا ہے بھرا

در نشاط از ما کرانه کرده ای ‌ ‌ ‌ ایں تکبر از کجا آورده ای

اس خوشی میں ہم سے ہو بیٹھا جدا ‌ ‌ ‌ یہ تکبر تجھ کو کس جا سے ملا

یک شغالے پیش او شد کایں فلاں ‌ ‌ ‌ شید کردی تا شدی از خوشدلاں

دوسرے گیدڑ نے بڑھ کر یوں کہا ‌ ‌ ‌ مکر تو کرتا ہے ہم سے واہ وا

شید کردی تا بہ منبر بر جہی ‌ ‌ ‌ تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی

منبری تو چاہتا ہے مکر سے ‌ ‌ ‌ خلق کو تا مکر سے حیراں کرے

بس بکوشیدی ندیدی گرمئے ‌ ‌ ‌ پس ز شید آوردہ بے شرمئے

جوش میں بے گرمی دیکھے آ گیا ‌ ‌ ‌ مکر کے باعث ہوا تو بے حیا

صدق و گرمی خود شعارِ اولیاست ۔۔۔ باز بے شرمی پناہِ ہر دغاست

صدق و گرمی ہے شعارِ اولیا ۔۔۔ اور بے شرمی پناہِ ہر دغا

کالتفاتِ خلق سوئے خود کشند ۔۔۔ کہ خوشیم و از درون بس ناخوشند

التفاتِ خلق کو ہیں کھینچتے ۔۔۔ کہتے ہیں ہم خوش ہیں ناخوش ہیں پڑے

ایک شیخی خورہ

پوست دنبہ یافت مردِ تہی ۔۔۔ ہر صباح او چرب کردے سبلتان

ایک ناداں کو ملی دنبے کی کھال ۔۔۔ مونچھیں تر کرتا تھا اس سے بدخصال

درمیانِ منعماں رفتے کہ من ۔۔۔ لوت چربے خوردہ ام در انجمن

جا کے کہتا تھا امیروں سے سنا ۔۔۔ کھا کے آیا ہوں مرغن میں غذا

دست بر سبلت نہادے در نوید ۔۔۔ رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید

ہاتھ تھا مونچھوں پہ اپنی پھیرتا ۔۔۔ راز یہ تھا دیکھئے مونچھیں ذرا

کایں گواہِ صدقِ گفتارِ منست ۔۔۔ ویں نشانِ چرب و شیریں خوردنست

میری حق گوئی کی مونچھیں ہیں گواہ ۔۔۔ چرب و شیریں تھی غذا بے اشتباہ

اشکمش گفتے جوابِ بے طنیں ۔۔۔ کہ اباد اللہ کید الکافرین[1]

پیٹ اس کا کہہ رہا تھا یوں بخدا ۔۔۔ کھوج کھوئے کافروں کے مکر کا

لافِ تو مارا بر آتش بر نہاد ۔۔۔ کاں سبالِ چربِ تو برکندہ باد

جھوٹ سے تو نے لگائی آگ کیوں ۔۔۔ چرب یہ مونچھیں یہ تری برباد ہوں

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا ۔۔۔ یک کریمے رحم افگندے بما

جھوٹ اے ظالم نہ گر تو بولتا ۔۔۔ رحم کرتا کوئی تو مرد خدا

[1] خدا کافروں کے فریب کا کھوج کھوتے ۔

ز امتحاناتِ قضا ایمن مباش | ہاں ز رسوائی بترس اے خواجہ‌تاش
امتحانات قضا سے خوف کر | اپنی رسوائی سے ڈر اے بے خبر

بلعم باعور و شیطان لعین

بلعم باعور و ابلیس لعین | ز امتحان آخریں گشتہ مہین
بلعم باعور و شیطان لعین | تھے ذلیل امتحان سے خستہ ہیں
زانکہ بود ایمن از مکرِ خدا | کامتحانہا رفت اندر ما مضیٰ
وہ نڈر تھے مکر سے اللہ کے | بس تمہارے امتحاں سب ہو چکے
عاقبت رسوائی آمد حالِ شاں | ہم شنیدہ باشی احوالِ شاں
آخرِ کار ان کی رسوائی ہوئی | تو نے ان کی داستاں ہوگی سُنی
کانچہ پنہاں میکند پیدایش کن | سوخت ما را اے خدا رسوائش کن
وہ چھپاتا ہے تو پیدا کر اُسے | اے خدا! جلتا ہوں رسوا کر اسے
او بدعوی میلِ دولت میکند | معدہ‌اش نفرینِ سبلت میکند
وہ تو دولت کا ہے بنا مدعی | معدہ بھیجے مونچھ پہ لعنت اپنی
لاف او دا و کرمہا میکند | شاخِ رحمت از بنش میبکند
لاف زن ہے کرتا ہوں جود و عطا | شاخ رحمت کی جڑیں ہے کھودتا
جملہ اجزائے تنش خصمِ وے اند | کز بہائے لافِ ایشاں رویند
دشمن اس کے ہیں تمام اجزائے تن | ہیں خفا ان سے لاف گلا سے [illegible]
ایں شکم خصمِ سبالِ او شدہ | دستِ پنہاں در دعا اندر زدہ
پیٹ اس کی مونچھ کا دشمن ہوا | کرتا ہے پوشیدہ دہ پوشیدہ دعا
کاے خدا رسوا کن ایں لافِ لئام | تا بجنبد سوئے ما رحمِ کرام
اے خدا رسوا کر اس کی شیخی | رحم تا ہم پہ کرم والے کریں

خندہ آمد حاضران را از شگفت	رحمشان باز از جنبیدن گرفت
خندہ زن سب حاضریں تھے برملا	رحم بھی اُن کو مگر آیا ذرا
دعوتش کردند و بسیارش گذاشتند	تخم رحمت در زمینش کاشتند
دعوتیں کیں اور کھلایا پیٹ بھر	بو دیا تخم رحم اس کی خاک پر
او چو ذوق راستی دید از کرام	بے تکبر راستی را شد غلام
دیکھا جب سچوں کا ذوقِ راستی	بے تکبر راستی کی راہ لی
راستی را پیشہ خود کن مدام	تا شوی در ہر دو عالم نیکنام
راستی کو اپنا پیشہ کر مدام	تا کہ ہو دونوں جہاں میں نیکنام

گیدڑ کا دعوائے طاؤسی

آن شغال رنگ رنگ آمد نہفت	بر بناگوش ملامتگر بگفت
خفیہ اس رنگیں گیدڑ نے کہا	کان میں اس کے ملامت گر جو تھا
بنگر آخر در من و در رنگ من	یک صنم چون من ندارد خود شمن
مجھ کو دیکھو اور میرے رنگ اے ناشناس	ایک ایسا بت نہیں بت گر کے پاس
چون گلستان گشتہ ام صد رنگ و خوش	مر مرا سجدہ کن از من سر مکش
ہوں تو مثلِ گلستاں صد رنگ ہوں	سجدہ کر تو سرکشی ہے مجھ سے کیوں
کر و فر و آب و تاب و رنگ بین	فخر دنیا خوان مرا و رکن دین
دیکھ آب و تاب میری بالیقیں	فخرِ دنیا مجھ کو کہہ اور رکنِ دیں
مظہر لطف خدائی گشتہ ام	لوح شرح کبریائی گشتہ ام
مظہرِ لطفِ خدائی میں بھی ہوں	شرحِ حسنِ کبریائی میں بنا ہوں
ای شغالان ہین مخوانیدم شغال	کی شغالی را بود چندین جمال
اب مجھے گیدڑ نہ کہنا کس طرح	کب کسی گیدڑ میں ایسا حسن ہو

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع ۔ ہمچو پروانہ بگرد اگرد شمع

گیدڑ آ کر ہو گئے پاس اسکے جمع ۔ جس طرح پروانے آئیں گرد شمع

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری ۔ گفت طاؤس نر چوں مشتری

بولے ۔ تجھ کو کیا کہیں اے جوہری ۔ بولا وہ طاؤس نر چوں مشتری

پس بگفتندش کہ طاؤسان جاں ۔ جلوہ ہا دارند اندر گلستاں

بولے وہ گیدڑ کہ طاؤس اے اخی ۔ کرتے ہیں گلشن میں جلوہ گری

تو چناں جلوہ کنی گفتا کہ نے ۔ بادیہ نارفتہ چوں گویم منے

تو بھی جلوہ گر ہوتی؟ بولا نہیں ۔ جب نہیں جنگل منیٰ[1] کا کیا یقیں

بانگ طاؤساں کنی گفتا کہ لا ۔ پس نۂ طاؤس خواجہ بوالعلا

مور کی بولی ہی بول اے بوالعلا[2] ۔ چپ ہے کیوں تو مور کب ہے سر نہ کھا

خلعت طاؤس آید ز آسماں ۔ کے رسی از رنگ و دعوے ہا بداں

خلعت طاؤس آئے چرخ سے ۔ رنگ کب دعووں کا اس پہ چڑھ سکے

ہمچو فرعون مرصع کردہ ریش ۔ برتر از موسیٰؑ پریدہ از خریش

جیسے فرعون مرصع ریش نے ۔ سمجھا بہتر ہوں کلیم اللہ سے

گیدڑ سے فرعون کی مشابہت

او ہم از نسل شغال مادہ زاد ۔ در خم مالے و جاہے اوفتاد

وہ بھی شاید نسل سے گیدڑ کی تھا ۔ خم مال و جاہ میں ڈوبا ہوا

ہر کہ دید آں جاہ و مالش سجدہ کرد ۔ سجدۂ افسونیاں را او بخورد

جس نے دولت دیکھ لی سجدہ کیا ۔ مکر کے سجدوں پہ اس کو فخر تھا

[1] مکہ معظمہ کا ایک بازار جہاں قربانی دیتے ہیں ۔

[2] بوالعلا ابن حنیفہ کی کنیت ۔ جو بیوقوفی میں مشہور تھا ۔

گشت مستک آں گدائے ژندہ دلق | از سجود و از تحیرہائے خلق

گدڑی میں بھی آگئی مستی اسے | سجدہ و حیرانیٔ مخلوق سے

مال مار آمد کہ در وے زہرہاست | واں قبول و سجدۂ خلق اژدہاست

مال سانپ ہے اور زہر ہے اس میں بھرا | ہے قبول و سجدۂ خلق اژدہا

ہائے اے فرعون ناموسی مکن | تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن

دیکھ اسے فرعون ناموسی نہ کر | تو ہے گیدڑ، زعم طاؤسی نہ کر

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی | عاجزی از جلوہ و رسوا شوی

موروں میں جاکر اگر پیدا ہو تو | عاجزی سے جلوہ کی رسوا ہو تو

موسیٰ و ہاروں چو طاؤساں بدند | پر جلوہ بر سر و رویت زدند

موسیٰ اور ہارون دونوں مور تھے | تیرے سر پہ جلوہ کے پر مارتے

زشتیت پیدا شد و رسوائیت | سرنگوں افتادی از بالائیت

زشتی و رسوائی تیری ہے عیاں | سرنگوں بالا سے گر کر ہے تو ہاں

چوں محک دیدی سیہ گشتی چو قلب | نقش شیری رفت پیدا گشت کلب

مثل کھوٹے کے تو کالا پڑ گیا | شیری رخصت ہو گئی - کتا بنا

اے سگ گرگین زشت از حرص و جوش | پوستین شیر را بر خود مپوش

خارشی کتے! تو حرص و جوش سے | پوستین شیر کا پردہ نہ کر

غرۂ شیرت بخواہد امتحاں | نقش شیر و آنگہ اخلاق سگاں

غرۂ شیری کا ہوگا امتحاں | شیر کا نقش اور اخلاق سگاں

اے شغال بے جمال بے ہنر | ہیچ بر خود خلعت طاؤسی مبر

تو ہے گیدڑ بے جمال و بے ہنر | اپنے اوپر مور کا یوں فن نہ کر

لہ گدڑی سے عزت کی توقع رکھتا ہے

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں — خوار و بے رونق بمانی در جہاں
جب کریں گے مور تیرا امتحاں — خوار و بے رونق ہو تو دنیا میں ہاں

منافق کی نشانی

گفت یزداں مر نبی را در مساق — یک نشانِ سہلتر ز اہلِ نفاق
حق نے ظاہر کی رسولؐ پاک پر — ہر منافق کی نشانی سہل تر

گر منافق زفت باشد نغز و ہول — وا شناسی مر ورا در لحن و قول
گر منافق ہو بڑا اور پُر ز ہول — اس کو تو پہچان سن کر لحن و قول

چوں سفالیں کوزہ ہا را بخری — امتحانے میکنی اے مشتری
مٹی کے برتن جو لیتا ہے کبھی — امتحاں کرتا ہے تو اے مشتری

میزنی دستے براں کوزہ چرا — تا شناسی از طنین اشکستہ را
ٹھونکتا ہے اور بجاتا ہے اسے — تا صدا سے ٹوٹا پھوٹا جان لے

بانگ اشکستہ دگرگوں مے بود — بانگ چاؤش است پیشش میرود
ٹوٹے برتن کی صدا ہے دوسری — ہے نقیب آواز گویا اسے اخی

بانگ مے آید کہ تعریفش کند — ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
وہ صدا کوزے کی تعریفیں کرے — فعل جوں مصدر کی تصریفیں کرے

چوں حدیث امتحانی رو نمود — یادم آمد قصۂ ہاروت زود
بات جب یہ امتحانی آ پڑی — قصۂ ہاروت یاد آیا ابھی

ہاروت و ماروت کا قصہ

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے — خود چہ گویم از ہزاراں اش یکے
اس سے پہلے کہہ چکا ہوں کچھ بیاں — اک ہزاروں میں سے کرتا ہوں بیاں

سلہ گروہ دانیاں ؎

خواستم گفتن در آں تحقیقہا | تا کنوں وا ماندم از تعویقہا

چاہا تھا تحقیق سے کرنا بیاں | ہو گئی تاخیر اتنی ہے کہاں

گوش دل را یک نفس ایں سو بدار | تا بگویم با تو از اسرار یار

گوش دل کو تو ادھر دم بھر لگا | دوست کے کچھ بھید تجھکو دوں بتا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل | گفتہ آید شرح یک جزوے ز نیل

سیکڑوں بھیدوں سے اسکے کچھ قلیل | جیسے ہو اک قطرۂ دریائے نیل

گوش کن ہاروت را ماروت را | اے غلام و چاکراں ماروت را

قصہ سن ہاروت اور ماروت کا | ہم غلام اور تیرے چہرے پہ فدا

مست بودند از تماشائے الہ | وز عجایبہائے استدراج شاہ

مست تھے اللہ کے دیدار سے | شہ کے استدراج کی کثرت سے بھی

ایں چنیں مستی ست ز استدراج حق | تا چہ مستیہا کند معراج حق

مست کرتی جبکہ ایسا ہو استدراج حق | دیکھ کیا کیا مستیاں معراج حق

دانۂ دامش چنیں مستی نمود | خوان انعامش چہا دانی گشود

دانۂ دام ایسی مستی جبکہ دے | خوان انعام اس کا کیا کیا کھولدے

مست بودند و رہیدہ از کمند | ہائے ہوئے عاشقانہ میزدند

مست تھے اور دام سے چھوٹے ہوئے | ہا و ہوئے عاشقانہ کرتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود | صرصرش چوں کاہ کہ را میربود

ایک گھات ایک امتحاں رستے میں تھا | جس کی آندھی تھی پہاڑوں کی فنا

امتحاں میکرد شاں زیر و زبر | کے بود سرمست را زینہا خبر

امتحاں کرتا انہیں زیر و زبر | کیا ہو اک سرمست کو اسکی خبر

خندق و میداں بہ پیش او یکیست | چاہ و خندق پیش او خوش مسلکیست

خندق و میداں برابر ہیں اُسے | چاہ و خندق ایک ہیں اُس کے لئے

ایک بکرا اور بکری

آں بزِ کوہی بر آں کوہِ بلند — بر دود از بہرِ خوردن بے گزند

ایک بکرا ایک اونچے کوہ پہ — دوڑتا ہے چارہ کھانے بے خطر

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں — بازیٔ دیگر ز چشمِ آسماں

چرتے چرتے دیکھتا ہے ناگہاں — دوسرا اک کھیل زیرِ آسماں

بر کہِ دیگر بر اندازد نظر — مادہ بز بیند بر آں کوہِ دگر

ڈالے نظریں دوسرے جب کوہ پر — بکری آئے کوہِ دیگر پر نظر

چشمِ او تاریک گردد در زماں — بر جہد سرمست زیں گہ تا بداں

آنکھیں ہوں تاریک اسکی دیکھ کر — کودے سرمستی سے وہ اس کوہ پر

آنچناں نزدیک بنماید ورا — کہ دویدن گرد با او خوش سرا

پاس وہ اتنا نظر آئے اسے — جیسے گھر میں اک گڑھا ہو دیکھئے

آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش — تا ز مستی میلِ جستن آیدش

وہ ہزاروں گز دو گز آئے نظر — مستی میں پہنچے وہاں وہ کود کر

چونکہ بجہد در فتد اندر میاں — درمیانِ ہر دو کوہِ بے اماں

کودے جب تو درمیاں میں گر پڑے — دونوں کوہوں میں - اماں کیونکر ملے

او ز صیاداں بکہ بگریختہ — خود پناہش خونِ او را ریختہ

کوہ پہ بھاگا پھرے صیاد سے — وہ پناہ گہ خون خود اپنا کرے

شستہ صیاداں میانِ آں دو کوہ — انتظارِ آں قضائے با شکوہ

ان پہاڑوں میں چھپے صیاد تھے — منتظر گویا تھے اس کی موت کے

باشد اغلب صیدِ ایں بز ہمچنیں — ورنہ چالاک ست و چست و خصم بیں

اس طرح اکثر یہ بکرا ہو شکار — ورنہ ہے چالاک و چست اور ہوشیار

رستم ار چہ با سر و سبلت بود
دام پاگیرش یقیں شہوت بود

شان اور شوکت اگر رستم رکھے
جال اور پھندے ہیں شہوت کے پھنسے

ہمچو من از مستی شہوت ببر
مستی شہوت ببیں اندر شتر

کر فرے مانند شہوت سے حذر
اور مستی شتر پہ غور کر

باز ایں مستی و شہوت در جہاں
پیش مستی ملک شد مستہان

شہوت عالم اور اس کی مستیاں
پیش مستی ملک رسوا ہیں یہاں

مستی آں مستی ایں بشکند
او بشہوت التفاتے کم کند

اس کی مستی توڑے اس مستی کی ذات
کب ہے اس کا سوئے شہوت التفات

آب شیریں تا نخوردی آب شور
خوش بود خوش چوں درون دیدہ نور

آب شیریں گر نہ ہو تو آب شور
خوب ہے معلوم جوں آنکھوں میں نور

قطرۂ از بادۂ ہائے آسماں
بر کند جاں از مے و ز ساقیاں

آسماں سے گر کے قطرہ عشق کا
جاں پھرے ساقی و مے سے برملا

تا چہ مستیہا بود املاک را
وز جلالت روحہائے پاک را

دیکھ قطرے میں ہیں کیسی مستیاں
روح کو حاصل ہے عظمت بیگماں

کہ بوئے دل براں مے بستہ اند
خم بادۂ ایں جہاں بشکستہ اند

دل میں اس مے کا کیا ہے بندوبست
اور خم مے کو یہاں کے دی شکست

جز مگر آنہا کہ نومیدند و دور
ہمچو کفارے سفتہ در قبور

ماسوا اُن کے جو ہیں مایوس دور
کافروں کی طرح مجبور قبور

نا امید از ہر دو عالم گشتہ اند
خارہائے بے نہایت کشتہ اند

نا امید ہر دو عالم وہ ہوئے
کانٹے لا تعداد آخر بو دیے

ہاروت و ماروت کا زمین پر آنے کی تمنا کرنا

پس ز مستیہا بگفتند اے دریغ ‏ — بر زمیں باراں بدادیمے چو میغ
مستی سے بولے۔ زمیں پہ ہوتے ہم ‏ — رکھتے جوں ابر اسکو تازہ۔ بہ نم

گستریدیمے در آں بیداد جا ‏ — عدل و انصاف و عبادات و وفا
اور پھیلاتے وہاں جا کر ذرا ‏ — عدل و انصاف و عبادت اور وفا

ایں بگفتند و قضا میگفت بیست ‏ — پیش پایت دام ناپیدا بسیست
اور کہتی تھی قضا، خود کو سنبھال ‏ — پاؤں کے آگے بہت مخفی ہیں جال

ہیں مرو گستاخ در دشت بلا ‏ — ہیں مراں کورانہ اندر کربلا
کیوں ہے گستاخ تیرا سوئے دشت بلا ‏ — جا نہ یوں کورانہ سوئے کربلا

کز ز موے و استخوان ہالکاں ‏ — مے نیابد راہ پائے سالکاں
استخوان و مو سے مرنے والوں کے ‏ — رہروؤں کو کس طرح رستہ ملے

جملہ راہ استخوان و موے و پے ‏ — بسکہ تیغ قہر لاشے کرد شے
بال اور ہڈی سے پٹ ہے راستا ‏ — شے کو لاشے قہر نے ہے کر دیا

گفت حق کہ بندگان یار عون ‏ — بر زمیں آہستہ میرانند ہون
بولا حق - بندے جو ہیں اہل وفا ‏ — چلتے آہستہ زمیں پہ ہیں سدا

پا برہنہ چوں رود در خارزار ‏ — جز بہ عقل و فکر ہر پرہیزگار
پا برہنہ کانٹوں میں کیونکر چلے ‏ — ہاں بجز زاہد اور اہل فکر کے

ایں قضا میگفت لیکن گوششاں ‏ — بستہ بود اندر حجاب جوششاں
یہ قضا کہتی تھی۔ لیکن اُن کے کان ‏ — بند تھے جوشش میں تھے پیچماں

چشمہا و گوشہا را بستہ اند ‏ — جز مگر آنہا کہ از خود رستہ اند
کر لیا ہے آنکھ اور کانوں کو بند ‏ — ہاں مگر وہ جو ہیں بیخود [illegible]

جز عنایت کہ کشاید چشم را — جز محبت کہ نشاند خشم را

جز عنایت کون کھولے آنکھ کو — جز محبت کے نہ ہو غصہ فرو

جہدِ بے توفیق جاں کندن بود — زار زنی کم گرچہ صد خرمن بود

سعی بے توفیق ہے بس جاں کنی — کم ہیں کمکنی سے جو ہوں سو ڈھیر بھی

جہد بے توفیق خود کس را مباد — در جہاں واللہ اعلم بالرشاد

سعی بے مقصد کسی کو حق نہ دے — بس وہی اسرار جانے رشد کے

فرعون کا خواب دیکھنا

جہد فرعونی چو بے توفیق بود — ہر چہ او میدوخت آں تفتیق بود

سعیٔ فرعونی جو بے توفیق تھی — جو سلائی اس نے کی۔ اُدھڑی وہی

از منجم بود در حکمش ہزار — وز معبر بود ساحر بے شمار

تھے منجم حکم میں اس کے ہزار — اور جادو گر معبر[1] بے شمار

مقدمِ موسیٰ نمودندش بخواب — کہ کند فرعون و ملکش را خراب

آئے ہیں موسیٰ یہ دیکھا اُسنے خواب — وہ اور اس کا ملک ہوتا ہے خراب

با معبر گفت و با اہل نجوم — چوں بود دفعِ خیال و خوابِ شوم

اس نے یہ پوچھا کہ اے اہلِ نجوم — دفع ہو کیونکر خیال و خوابِ شوم

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم — راہِ زادن را چو رہزن بر زنیم

بولے سب۔ تدبیر اسکی ہم کریں — مثل رہزن روک دیں پیدائشیں

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں — رائے آں دیدند آں فرعونیاں

رات پیدائش کی جب آ ہی گئی — رائے یہ فرعونیوں کی پھر ہوئی

[1] خواب کی تعبیر نکالنے والا ۔

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ | سوئے میدان بزم و تخت بادشاہ

ہیں نکالیں صبح سے بے اشتباہ | جانب میدان ہی تخت بادشاہ

پس بفرمودند در شہر آشکار | کہ منادی ہا کنند از ہر کنار

حکم یہ پہنچا کہ سارے شہر میں | یہ منادی ہر طرف کرتے پھریں

اَلصلا اے جملہ اسرائیلیاں | شاہ میخواند شمارا زاں مکاں

ہو تمہیں معلوم اسے اسرائیلیو! | ہے بلایا شاہ نے۔ گھر سے چلو

تا شمارا رو نماید بے نقاب | بر شما احساں کند بہر ثواب

تاکہ وہ چہرہ دکھائے بے نقاب | تم پہ یہ احساں کرے بہر ثواب

کاں اسیراں را بجز دوری نبود | دیدن فرعون دستوری نبود

اُن اسیروں کو تھی دُوری دائما | دیکھنا فرعون کا ممکن نہ تھا

گر فتادندے بہ رہ در پیش او | بہر آں یاسہ بخفتندے برو

راہ میں آئے اگر وہ اسکے آئیں | قاعدہ تھا۔ اوندھے گر کر منہ چھپائیں

یاسہ آں بد کہ نہ بیند ہیچ اسیر | در گہ و بیگہ لقائے آں امیر

ضابطہ یہ تھا۔ نہ دیکھیں وہ اسیر | وقت اور بے وقت دیدار امیر

بانگ چاؤشاں چو در رہ بشنود | تا نہ بیند رو بہ دیوارے کند

جب نقیبوں کی وہ آوازیں سنیں | جانب دیوار چہرے پھیر لیں

ور بہ بیند روئے آں مجرم شود | آنچہ بدتر بر سر او آں رود

جو ملائے آنکھ مجرم ہو وہی | بد تریں اسکو سزا دی جائے گی

بودشاں حرص لقائے ممتنع | کہ حریص است آدمی فیما منع

دیکھنے کی تھی ہر اک ناداں کو حرص | منع کردہ شے کی ہو انساں کو حرص

فرعون کا بنی اسرائیل کو بلانا

شد منادی در محلہا رواں ۔ بانگ میزد کو بکو شادی کناں
ہر محلے میں منادی ہو گئی ۔ کو بکو تھی یہ صدا گونجی ہوئی

کاے اسیراں سوئے میداں گہ روید ۔ کز شہنشہ دیدن و جود ست امید
اے اسیرو جانب میداں چلو ۔ دیکھو شاہنشاہ کو - انعام ا

چوں شنیدند آں مژدہ اسرائیلیاں ۔ تشنگان بودند بس مشتاق آں
مژدہ اسرائیلیوں نے جب سنا ۔ دید کے پیاسے تھے مشتاق لقا

زیں خبر گشتند جملہ شادماں ۔ راہ میداں برگرفتند آں زماں
اس خبر سے ہو گئے سب شادماں ۔ راہ لی میدان کی۔ پہنچے وہاں

حیلہ را خوردند و آں افسون تافتند ۔ خویشتن را بہر جلوہ ساختند
کھا گئے دھوکا سب اُدھر کو چل دیے ۔ بن سنور کر دیکھنے کے واسطے

تا روند آنجا بہ بینند روئے او ۔ تا چہ خاصیت دہد دیدار او
دیکھیں چہرہ اس کا تا جا کر وہاں ۔ کیا ہے تاثیر اس کی کر لیں امتحاں

از غرض غافل بدند و بے خبر ۔ و ز طمع رفتند بیروں سربسر
تھے غرض سے بعض غافل بے خبر ۔ طمع سے باہر گئے وہ سربسر

ایک تمثیلی حکایت

ہمچناں کاں جاثول حیلہ داں ۔ گفت میجویم کسے از مصریاں
جس طرح اک حیلہ گر اور بد معاش ۔ بولا اک مصری کی ہے مجھ کو تلاش

مصریاں را جمع آرید ایں طرف ۔ تا در آید آنکہ مے جوئیم بکف
مصریوں کو جمع کر دو تم یہاں ۔ اس کو پکڑوں جس کا چوہا [illegible]

هر کجا بد مصریے جمع آمدند — در بر آں میر یک یک مے شدند
تھے جہاں مصری - اکٹھے ہو گئے — ایک اک سب سامنے آنے لگے

ہر کہ مے آمد بگفتا نیست ایں — ہیں تو اے خواجہ در آں گوشہ نشیں
جو کوئی آتا - وہ کہتا یہ نہیں — اور کہتا - خواجہ! تم بیٹھو یہیں

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند — گردن ایشاں بداں حیلہ زدند
اس طرح جب جمع آ کر سب ہوئے — کاٹیں سب کی گردنیں اس حیلے سے

شومی آنکہ سوئے بانگ نماز — داعی اللہ را نبردند اے نیاز
آفت آئی یہ کہ وہ تھے بے نماز — حق کے داعی سے نہ تھا ان کو نیاز

دعوت مکار شاں اندر کشید — الحذر از مکر شیطاں اے رشید
دعوت مکار پہ دوڑے گئے — الاماں اس مکر سے شیطان کے

بانگ درویشاں و محتاجاں بنوش — تا نگیرد بانگ محتالیت گوش
سن صدا درویش و مفلس کی اچھی — تا نہ آواز آئے پھر مکار کی

گر گدایاں طامع اند و زشت خو — در شکم خواراں تو صاحب دل بجو
گر گدا ہیں لالچی اور زشت خو — کر تو اہل دل کی ان میں جستجو

در تگ دریا گہر با سنگہاست — فخرہا اندر میان ننگہاست
تہ میں دریا کی گہر اور سنگ ہیں — فخر جو کچھ ہیں میان ننگ ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں — از پگہ تا جانب میداں دواں
جوش میں آ کر وہ اسرائیلی — صبح ہی میداں کی جانب چل دیئے

چوں بحیلت شاں بمیداں برد او — روئے خود بنمود شاں بس تازہ رو
[illegible] اس حیلے سے جب قوم آنے کی — منہ دکھانا رونمائی تھی نئی

کرد دلداری و بخششہا بداد — ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
ان کی دلداری بھی کی بخشش بھی کی — کی عطا اور پھر کئے کچھ وعدے بھی

بعد ازاں گفت از برائے جاناں — جملہ در میدان بخسپید امشباں
پھر کہا۔ اپنی حفاظت کے لیئے — آج اس میداں میں سونا چاہیئے

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم — گر تو خواہی یک مہ اینجا ساکنیم
عرض کی۔ ہم شوق سے خدمت کریں — (؟) تو ایک مہ اس جا رہیں

فرعون کا خوش خوش واپس آنا

شہ شبانگہ باز آمد شادماں — کامشباں حملست دور از زناں
شام کو شہ لوٹ آیا۔ خوش ہوا — حمل کی شب سب ہیں عورت سے جدا

خازنش عمرانؑ ہم اندر خدمتش — ہم بشہر آمد قرین صحبتش
تھے جو خازن اس کے عمرانؑ خدمتی — شہر کو بس آئے اس کے ساتھ ہی

گفت اے عمرانؑ بریں در خسپ تو — ہیں مرو سوئے زن و صحبت مجو
بولا اے عمرانؑ یہیں کر شب بسر — پاس عورت کے نہ جا صحبت نہ کر

گفت خسپم ہم بریں درگاہِ تو — ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو
بولے ہاں تیرے ہی در پہ سوؤنگا — فکر کیا ہے تیری خواہش کے سوا

بود عمرانؑ ہم ز اسرائیلیاں — لیک مر فرعون را دل بود و جاں
گو تھے عمرانؑ قوم اسرائیل سے — پر بہت فرعون کو محبوب تھے

نے گماں بردے کہ او عصیاں کند — آنکہ خوفِ جانِ فرعون آں کند
گماں کب تھا کہ وہ عصیاں کریں — اور ہلاکت کا مری باعث نہیں

ایمن از عمرانؑ بدو از فعالِ او — لیک آں بر خود جزائے حالِ او
فعل سے عمرانؑ کے بے خوف تھا — خود وہ تھا اس کے لیئے لیکن سزا

خود کجا در خاطرِ فرعون بود — ایں چنیں تقدیر چوں عاد و ثمود
خاطرِ فرعون میں تھا کب کشود — اس کی ہے تقدیر جوں عاد و ثمود

شه برفت و او بران درگاه خفت | نیم شب آمد به پیشش جفت جفت

شہ گیا۔ وہ در پہ سوئے بالیقیں | نصف شب کو اُس کی بی بی آ گئیں

زن بر او افتاد و بوسید آن لبش | بر جهانیدش ز خواب اندر شبش

لپٹ کر کرنے لگی بوس و کنار | نیند سے اُس کو جگایا بار بار

گشت بیدار او و زن را دید خوش | بوسه باران کرد از لب بر لبش

دیکھا عورت کو جب آنکھ اسکی کھلی | بارش اُس کے ہونٹوں پہ بوسوں کی کی

گفت عمران این زمان چون آمدی | گفت از شوق و قضای ایزدی

بولے عمران۔ آنا تھا اس وقت کیا؟ | بولی تھا شوق اور تھا حکم خدا

در کشیدش در کنار از مهر مرد | بر نیامد با خود آن دم در نبرد

مہربانی سے ہوئے وہ ہمکنار | اور لڑائی میں ہوئے بے اختیار

جفت شد با او امانت را سپرد | پس بگفت ای زن نه این کاریست خرد

ہو گئے ہم صحبت امانت سونپ دی | بولے اے عورت یہ بات آساں نہ تھی

آهنی بر سنگ زد زاد آتشی | آتشی از شاه و ملکش کین کشی

لوہے اور پتھر سے نکلی ہے جو آگ | ملک سے اور شاہ سے رکھے گی لاگ

من چو ابرم تو زمین موسی نبات | حق شه شطرنج و ما ماتیم مات

میں ہوں بادل تو زمیں موسیٰ نبات | حق شہ شطرنج ہے اور ہم ہیں مات

مات و برد از شاه میدان ای عروس | این ال از ما مشکن بر ما فسوس

شاہ سے ہے برد و مات اے خوش نظر | میں ہوں کہا۔ مجھ پہ نہ تو افسوس کر

آنچه این فرعون می‌ترسید ازو | هست شد اینک که گشتم [illegible]

جس سے تھا فرعون کو اک خوف سا | وہ تیری صحبت سے پیدا ہو گیا

حضرت عمران علیہ السلام کا بی بی کو نصیحت کرنا

باز گرد و ہیچ از نہادم مزن ۔۔۔ تا نیاید بر من و تو صد حزن

لوٹ جا اور ذکر اس کا کچھ نہ کر ۔۔۔ تا نہ پہنچے مجھ کو اور تجھ کو ضرر

عاقبت پیدا شود آثار ایں ۔۔۔ چوں علامتہا رسد اے نازنیں

حمل کے آثار تب ہوں گے عیاں ۔۔۔ ہوں گے جب اے نازنیں پیدا نشاں

در زماں از سوئے میداں نعرہا ۔۔۔ مے رسید از خلق و مے شد بر ہوا

جانب میداں سے نعرے شور تک ۔۔۔ پہنچے مل مل کر ہوا میں یک بیک

شاہ ازاں ہیبت بروں جست آں زماں ۔۔۔ پا برہنہ کایں چہ غلغلہا ست ہاں

خوف سے فرعون باہر آ گیا ۔۔۔ ننگے پاؤں - جب یہ شور و غل اٹھا

فرعون کا شور و غل سے ڈرنا

از سوئے میداں چہ بانگست و غریو ۔۔۔ کز نہیبش مے رمد جنی و دیو

شور و غل کیسا ہے یہ میدان میں ۔۔۔ دیو و جن کو خوف سے ہیں لرزشیں

گفت عمران شاہ مارا عمر باد ۔۔۔ قوم اسرائیلیاں شد از تو شاد

بولے عمران عمر افزوں شاہ کی ۔۔۔ تجھ سے اسرائیلیوں میں ہے خوشی

از عطائے شاہ شادی میکنند ۔۔۔ رقص مے آرند و کفہا میزنند

شاہ کی بخشش سے ان کے دل ہیں شاد ۔۔۔ تالیوں اور رقص سے کرتے ہیں یاد

گفت باشد کایں بود اما ولیک ۔۔۔ وہم و اندیشہ مرا پر کرد نیک

بولا - شاید ہو یہی - لیکن مجھے ۔۔۔ وہم و اندیشہ ہے اپنے شور سے

ایں صدا جان مرا تغییر کرد ۔۔۔ از غم و اندوہ تلخم پیر کرد

اس صدا سے دل میں ہے اک انقلاب ۔۔۔ ہے غم و اندوہ سے حالت خراب

زہرہ نے عمران مسکین را کہ تا ۔ با زگوید اختلاط جفت را
تاب تھی عمران مسکیں میں کہاں ۔ حال صحبت کا جو کر دیتا بیاں

پیش می آمد پس میرفت شہ ۔ جملہ شب ہمچو حامل وقت زہ
باہر اندر رات بھر فرعون تھا ۔ وردِ زہ کے وقت جیسے حاملہ

ہر زماں مے گفت اے عمران مرا ۔ سخت از جا بردہ است ایں نعرہا
ہر گھڑی کہتا تھا۔ اے عمران مجھے ۔ بیقراری سخت ہے اس شور سے

چوں زن عمران بعمران در رسید ۔ تا کہ شد استارہ موسیٰ پدید
زوجہ عمراں سے ہوئی جب ہمکنار ۔ کوکب موسیٰ ہوا گردوں نگار

ہر پیمبر کہ در آید در رحم ۔ نجم او بر چرخ گردد منتجم
جب رحم میں آتا ہے کوئی نبی ۔ تارا ہوتا ہے فلک پر منجلی

نجومیوں کا شور و غوغا

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش ۔ کوری فرعون و مکر و چارہ اش
اُن کا تارا چرخ پر ظاہر ہوا ۔ حیلہ سب فرعون کا بیکار تھا

روز شد گفتش کہ اے عمراں برو ۔ واقف آں غلغل و آں بانگ شو
دن ہوا۔ بولا کہ اے عمران جا ۔ لا خبر کیسا تھا شور اور غلغلا

راند عمراں جانب میدان و گفت ۔ ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت
جا کے میداں میں یہ عمران نے کہا ۔ شور یہ کیسا تھا جو شہ نے سنا

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک ۔ ہمچو اصحاب عزا مالیدہ خاک
ہر نجومی ننگے سر اور جامہ چاک ۔ اہل ماتم کی طرح تھا مل کے خاک

ہمچو اصحاب عزا آوازشاں ۔ بد گرفتہ از فغان و سازشاں
ماتمی لوگوں کی سی آواز تھی ۔ اور چلانے سے تھی بیٹھی ہوئی

ریش و مو برکندہ و بدریدگاں | خاک برسر کردہ پُر خوں دیدگاں

داڑھی نوچی اور اُکھاڑے نوچے سر | خاک بر سر اور خوں سے آنکھ تر

گفت خیر است این چہ آشفتہ حال | بد نشانے می‌دہد منحوس سال

بولے عمرانؑ خیر ہے کیا ہے یہ حال | بدشگونی کرتا ہے منحوس سال

عذر آوردند و گفتند اے امیر | کرد ما را دستِ تقدیرش اسیر

عذر کر کے سب وہ بولے اے امیر | کر لیا تقدیر نے ہم کو اسیر

این ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد | دشمنِ شہ ہست گشت و چیرہ شد

کر چکے سب کچھ اندھیرا ہو گیا | دشمنِ فرعون پیدا ہو گیا

شب ستارہ آں پیمبر شد عیاں | کوریِ ما بر جبینِ آسماں

رات کو اس کا ستارہ تھا عیاں | اپنی کوری تھی بروئے آسماں

زد ستارہ آں پیمبر بر سما | ما ستارہ بار گشتیم از بکا

اس نبیؑ کا تھا ستارہ چرخ پہ | تارے برساتے ہم آنکھوں سے ادھر

با دلِ خوش شاد عمراں وز نفاق | دست بر سر می‌زد کاہ الفراق

خوش تھے عمرانؑ لیکن از رہِ نفاق | پیٹ کر سر اپنا بولے الفراق

کرد عمراں خویش پُر خشم و ترش | رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہش

ترش رُو اور رنج و غصہ سے بھرے | بے خبر دیوانوں کی صورت چلے

خویشتن را اعجمی کرد و براند | گفتہائے بس خشن بر جمع خواند

اپنے کو لاعلم کر کے وہ گئے | سخت باتیں لوگوں سے کہتے ہوئے

خویشتن را ترش و غمگیں ساخت او | نردہائے بازگونہ باخت او

ترش اور غمگیں خود کو کر لیا | وہ کھلاڑی کھیل کھیلے دوسرا

گفت شاں شاہ مرا افریفتید | از خیانت وز طمع نشکیفتید

بولے سب نے شاہ کو بہکا لیا | صبر کب طمع و خیانت سے کیا

سوئے میداں شاہ را انگیختند ۔۔ آبروئے شاہ ما را ریختند

جا کے میداں میں ابھارا شاہ کو ۔۔ اور ہمارے شاہ کی لی آبرو

دست بر سینہ زدند اندر زماں ۔۔ شاہ را ما فارغ آریم از غماں

بولے سینہ کوٹ کر وہ سب یہ تو ۔۔ ہم رہا غم سے کریں گے شاہ کو

عاقبت زر ہا تلف شد کار خام ۔۔ شد بر فرعون بر خواندش تمام

زر تلف اتنا ہوا ہے کام خام ۔۔ کہہ دیا فرعون سے قصہ تمام

چوں شنید از غصہ ریشش شد سیاہ ۔۔ خواند ایشاں را ز خشم آں پادشاہ

ہو گیا یہ سن کے منہ اس کا سیاہ ۔۔ پھر بلایا سب کو سوئے بارگاہ

گفت ایشاں را کہ ہیں اے خائناں ۔۔ من بر آویزم شما را بے اماں

اور کہا ان سے کہ کیوں اے خائنو ۔۔ کیا چڑھا دوں تم کو سولی پر کہو

خویش را در مضحکہ انداختم ۔۔ مالہا در دشمناں در باختم

مضحکہ بیچ میں نے ڈالا اپنے کو ۔۔ مال و زر تم کو دیا اے دشمنو

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیاں ۔۔ دور ماندند از ملاقات زناں

قوم اسرائیل تا صرف ایک رات ۔۔ عورتوں سے دور ہوتی اتنی بات

مال رفت و آبرو و کار خام ۔۔ ایں بود یاری و افعال کرام

دے کے مال و آبرو ہے کار خام ۔۔ کیا یہ ہے غمخواری و فعل کرام؟

سالہا ادرار و خلعت می برید ۔۔ مملکت ہا را مسلم می خورید

برسوں خلعت اور وظیفے بھی لئے ۔۔ میری ساری سلطنت کو کھا گئے

از برائے آنکہ در روز چنیں ۔۔ فہم گردید و باشید معیں

اس لئے یہ کہا کہ آڑے وقت میں ۔۔ غور کر کے سب مدد میری کریں

رائے تاں ایں بود و فرہنگ و نجوم ۔۔ طبل خوارانید و مکارید و شوم

یعنی تمہاری رائے اور عقل و نجوم ۔۔ تم ہو پیٹو اور مکار اور شوم

من شمارا بر درم آتش زنم — بینی و گوش و لبانتان بر کنم

پھاڑ ڈالوں میں جلا ڈالوں تمہیں — ناک کان اور ہونٹ کاٹوں جرم میں

من شمارا ہیزم آتش کنم — عیش رفتہ بر شما ناخوش کنم

آگ کا ایندھن بنا دوں میں تمہیں — عیش پہلا سب ملا دوں خاک میں

سجدہ کردند و بگفتند اے خدیو — گر یکے کرت زما جہید دیو

سجدہ کرکے سب یہ بولے اے خدیو — غالب آیا ہم پہ ہاں اس دفعہ دیو

سالہا دفع بلاہا کردہ ایم — وہم حیران زانچہ ماہا کردہ ایم

مدتوں کرتے رہے دفع بلا — وہم حیراں اس سے جو ہم نے کیا

فوت شد از ما و حملش شد پدید — نطفہ اش جست و رحم اندر خزید

چوکے ہم اور حمل ظاہر ہو گیا — نطفہ مادر کے رحم میں جا پڑا

لیک استغفار ایں روز ولاد — ما نگہ داریم اے شاہ قباد

اس کی پیدائش کا دن لیکن ضرور — ہم نگہ رکھیں گے اے شاہ غیور

روز میلادش رصد بندیم ما — تا نگردد فوت و نجہد ایں قضا

دن ولادت کا نگہ رکھیں گے تا — ہم نہ چوکیں اور نہ پوری ہو قضا

گر نداریم ایں نگہ مارا بکش — اے غلام رائے تو افکار و ہش

گر نگہ رکھیں نہ ہم تو جان سے — ہوش اور افکار ہیں چاکر ترے

تا بنہ مہ مے شمرد او روز روز — تا نپرد تیر حکم خصم دوز

نو مہینے تک پھر اک اک دن گنا — تا نہ ہو جائے رہا تیر قضا

بر قضا ہر کو شبیخوں آورد — سرنگوں آید سر خود را خورد

جو قضا پر عزم شبخوں کا کرے — اپنا سر کھائے وہ سر کے بل گرے

چوں مکان بر لامکاں حملہ برد — خون خود ریزد بلاہا را خرد

جب مکاں ہو لامکاں پر حملہ ور — خون خود اپنا کرے وہ فتنہ گر

چون نہیں با آسمان خصمی کُند شور گردد سر ز مرگے بر زند
آسمانوں کی جو دشمن ہو زمین شور ہو کر مردہ ہو وہ بالیقین
نقش با نقاش پنجہ میزند سُبلتان و ریش خود بر میکند
نقش اگر نقاش سے پنجہ لڑائے ڈاڑھی مونچھیں اپنی مٹی میں ملائے

زچہ عورتوں کو فرعون کا بُلانا

بعد نُہ مہ شہ برون آورد تخت سوئے میدان و برون افگند رخت
نو مہینے بعد نکلا تختِ شاہ اور میداں میں پہنچی اس کی بارگاہ
بار دیگر شد منادی سوئے شہر کاے زناں گرد ہر بیا بہر بہر
دوسری بار اک منادی پھر ہوئی عورتو عشرت آ اکٹھا ہو دہر کی
اے زناں با طفلگان میداں روید تا ز بخششہائے شہ شاداں شوید
سوئے میداں لے کے بچوں کو چلو شاہ کی بخشش سے چل کر شاد ہو
آنچنانکہ پار مرداں را رسید خلعت و ہر کس از ایشاں زر کشید
جس طرح مردوں نے پایا پار سال خلعت و زر سے ہوئے وہ سب نہال
ہین زناں امروز اقبال شماست تا بیابد ہر کسے چیزے کہ خواست
ہے تمہارا بخت یاور عورتو آج تم جو چیز چاہو مانگ لو
مر زناں را خلعت و صلت دہد کودکاں را ہم کلاہِ زر نہد
خلعت و دیدار پائیں عورتیں سر پہ بچوں کے کلاہِ زر رکھیں
ہر کرا ایں ماہ زائیدہ است ہیں گنجہا گیرند از شاہِ مکیں
جس نے بچہ اس مہینے ہیں جنا شاہ سے لے وہ خزانہ بر ملا
آں زناں با طفلگاں بیروں شدند شادماں تا خیمۂ شاہ آمدند
عورتیں بچوں کو لے کر چل پڑیں خیمۂ فرعون کے پاس آ گئیں

هر زنے نو زاده بیروں شد بشهر — سوئے میداں غافل از دستانِ قهر

جتنی زچّائیں تھیں، تھیں بیرونِ شہر — تھیں وہ سب میدان میں بے علمِ قہر

چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند — هر چہ بود از نر ز مادر بستدند

عورتیں جب جمع آ کر ہو گئیں — لڑکے جتنے تھے۔ وہ چھینے سب وہیں

سر بریدندش کہ اینست احتیاط — تا نزاید خصم و نفزاید خباط

احتیاطاً کاٹ ڈالے سب کے سر — تاکہ ہو دشمن نہ پیدا۔ الحذر

حضرت موسیٰ ؑ کا پیدا ہونا

چوں زنِ عمراں کہ موسیٰ زاده بود — دامن اندر چید زاں آشوب و دود

مادرِ موسیٰ ؑ نے لیکن اے فتا — فتنے سے دامن بچایا برملا

بعدِ آں وستاں کہ آں سگ با زناں — کرد و بگیریں چہ آورد آں زماں

عورتوں سے کیا پھر اس سگ نے کیا — داستاں اس کی بھی تو سُن لے ذرا

آں زنانِ قابلہ در خانہا — بہرِ جاسوسی فرستاد آں دغا

گھر میں بھیجا دائیوں کو مکر سے — تاکہ ہر اک جا کے جاسوسی کرے

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست — نامد او میداں کہ در وہم و شکیست

دی خبر اک نے۔ ہے اک بچہ وہاں — وہم سے آیا نہ میداں میں یہاں

اندریں کوچہ یکے زیبا زنیست — کودکے دارد ولیکن پُر فنیست

اس محلے میں ہے اک عورت حسیں — بچے والی۔ پر ہے پُرفن بالیقیں

چوں عواناں آمدند آں طفل را — در تنور انداخت از امرِ خدا

جب سپاہی آئے۔ تا بچے کو لیں — ڈالا عورت نے اسے تنور میں

امر آمد سوئے زن از دادگر — کز اصلِ آں خلیلست ایں پسر

آیا کچھ اس طرح حکمِ دادگر — ہے خلیل اللہ سے نسلِ پسر

در تنور انداز موسیٰؑ را تو زود ۔ تا نگہدارمیش از ہر نار وودود
ڈالدے موسیٰؑ کو تو تنور ہیں ۔ آگ سے ہم خود نگہبانی کریں

عصمت یا نار کونی بارداً ۔ لا تکون النار حرًّا شارداً
نار کونی کہ کے ہم لیں گے بچا ۔ آگ اُسے ہرگز نہ دے نقصان ذرا

زن بوحی انداختش اور در شرر ۔ برتن موسیٰؑ نہ کرد آتش اثر
وحی سُن کر آگ ہیں ڈالا اُسے ۔ جسم موسیٰؑ پر اثر کچھ بھی نہ تھے

پس عواناں خانہ را جستند زود ۔ ہیچ طفلے اندر آں خانہ نبود
ڈھونڈا گھر کو ہر سپاہی نے تمام ۔ تھا نہ گھر میں کوئی بچہ شادکام

پس عواناں بیمراد آں سو شدند ۔ باز غمازاں کزاں واقف بدند
ہو گئے رخصت سپاہی بے مراد ۔ تھے جو کچھ غماز واقف بد نہاد

با عواناں ماجرا بر داشتند ۔ پیش فرعون از برائے دانگ چند
ان کو زر لینے کا کچھ لالچ جو تھا ۔ سامنے فرعون کے قصہ کہا

کاے عواناں باز گردید آں طرف ۔ نیک نیکو بنگرید اندر غرف
یہ دیا حکم اُسنے واپس جاؤ تم ۔ کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھ آؤ تم

باز گشتند آں عواناں جملگاں ۔ تا بجویند آں پسر را آں زماں
وہ سپاہی پھر وہاں پہنچے تمام ۔ تا کہ اس بچے کو ڈھونڈیں لاکلام

مادرِ موسیٰؑ کو وحی آنا

باز وحی آمد کہ در آبش فگن ۔ روئے در امید دار و مو مکن
پھر یہ وحی آئی اُسے پانی میں ڈال ۔ رکھ امید اور نوچ مت تو اپنے بال

در فگن در نیلش و کن اعتمید ۔ من ترا با او رسانم رو سفید
نیل میں ڈال اور بھروسہ مجھ پہ کر ۔ اُس سے تجھ کو میں ملا دونگا مگر

؎ یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراہیم کہکر بچا لیا تھا ہم موسیٰؑ کو بھی بچا لیں گے ۔

مادرش انداخت اندر رودِ نیل کار را بگذاشت با نعم الوکیل
ماں نے رودِ نیل میں ڈالا اسے کام چھوڑے فضل پر اللہ کے

ایں سخن پایاں ندارد مکرہاش جملہ پیچید اندر دست و پاش
یہ سخن لمبا ہے جو بھی مکر تھے اس کے دست و پا ہیں سب لپٹے رہے

صد ہزاراں طفل می کشت از بروں موسیٰؑ اندر صدرِ خانہ در دروں
وہ ہزاروں بچوں کی لیتا تھا جاں صدرِ خانہ میں تھے پر موسیٰؑ نہاں

از جنوں می کشت ہر جا پُر جنیں از حیل آں کور چشم دور بیں
وہ جنوں سے مارتا تھا ہر جنیں مکر سے تھی کور چشم دور بیں

اژدہا بُد مکرِ فرعونِ عنود مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود
اژدہا وہ مکر تھا فرعون کا مکرِ شاہانِ جہاں کو کھا گیا

لیک ازاں فرعون تر آمد پدید ہم ورا ہم مکرِ او را در کشید
اس سے بڑھکر اور فرعون آگیا اس کو۔ اس کے مکر کو جو کھا گیا

اژدہا بود و عصا شد اژدہا ایں بخورد آں را بہ توفیقِ خدا
اژدہے کو وہ عصا تھا اژدہا کھا گیا اس کو بہ توفیقِ خدا

دست شد بالائے دست ایں تا کجا تا بیزداں کہ الیہ المنتہا
ہاتھ غالب ہاتھ پر کتنا ہوا یعنی حق تک جو ہے سب کا منتہا

کاں یکے دریاست بے غور و کراں جملہ دریاہا چو سیلے پیش آں
وہ ہے دریا حد نہیں جس کی کوئی اسکے آگے سیل ہیں دریا سبھی

حیلہا و چارہا گر اژدہاست پیش الا اللہ آنہا جملہ لاست
مکر اور چارہ اگر ہیں اژدہا آگے اِلا اللہ کے وہ سب ہیں لا

چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد محو شد واللہ اعلم بالرشاد
ہے یہاں آکر بیاں عاجز نہاد کھو گیا۔ واللہ اعلم بالرشاد

آنچه در فرعون بود اندر تو هست ‌‌ ‌ لیک اژدرہات محبوس چہ است

تھا جو کچھ فرعون میں ہے تجھ میں بھی ‌ ‌ قید چہ میں اژدہے تیرے ابھی

ای دریغ آں جملہ احوال تو ہست ‌ ‌ تو برآں فرعون برخواہیش بست

ہائے یہ سب کچھ ہے تیرا ہی تو حال ‌ ‌ دیتا ہے فرعون پر تو اس کو ٹال

آنچہ گفتیم جملگی احوال تست ‌ ‌ خود نگفتم صد یکے ز آنہا درست

حال تیرا ہے جو کچھ میں نے کہا ‌ ‌ سو میں سے گو میں نہ اک بھی کہہ سکا

گر ز تو گویند وحشت زایدت ‌ ‌ ور ز دیگر آں فسانہ آیدت

گر کہیں تجھ سے تو وحشت ہو تجھے ‌ ‌ ڈھالیں اوروں پہ تو افسانہ سنے

چہ خرابت میکند نفس لعیں ‌ ‌ دور میندازدت سخت ایں قریں

کرتا ہے ابتر تجھے نفس لعیں ‌ ‌ کر رہا ہے دور تجھ کو یہ قریں

ایں جراحتہا ہمہ در نفس تست ‌ ‌ لیک مغلوبی ز جہل آں سخت است

زخم یہ سب نفس ہی میں ہیں ترے ‌ ‌ ہاں مگر مغلوب ہے تو جہل سے

آتشت را ہیزم فرعون نیست ‌ ‌ زانکہ چوں فرعون او را عون نیست

آگ میں ایندھن نہیں فرعون کا ‌ ‌ کیونکہ زور اس میں نہیں فرعون سا

گلخن نفس ترا خاشاک نیست ‌ ‌ ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست

نفس کے گلخن میں ایندھن ہی نہیں ‌ ‌ ورنہ چوں فرعون ہے وہ آتشیں

ایک سپیرے کی کہانی

یک حکایت بشنو از تاریخ گو ‌ ‌ تا بری زیں راز سرپوشیدہ بو

ایک تاریخی حکایت سن ذرا ‌ ‌ راز پوشیدہ سے تا ہو آشنا

مارگیرے رفت اندر کوہسار ‌ ‌ تا بگیرد او بافسونہاش مار

اک سپیرا کوہساروں میں گیا ‌ ‌ سانپ پکڑے تا فسوں سے پر بلا

گر گران و گر شتابندہ بود ۔ آنکہ جویندہ است یابندہ بود

کوئی دوڑے یا کہ آہستہ چلے ۔ ڈھونڈنے والا جو کچھ ڈھونڈے ہے پائے

در طلب زن دائما تو ہر دو دست ۔ کہ طلب در راہ نیکو رہبر است

تو طلب میں ہاتھ دونوں کھول اب ۔ نیکی کے رستے میں رہبر ہے طلب

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب ۔ سوئے او می غیژ و او را مے طلب

سست لنگڑا اور حقیر و بے ادب ۔ تو جو ہو پھر بھی اُسی کی کر طلب

گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ ۔ بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ

رہ کبھی چپ یا کہ کبھی کچھ گفتگو ۔ سونگھ تو ہر ہر طرف سے شہ کی بو

گفت آں یعقوبؑ با اولاد خویش ۔ جستن یوسفؑ کنید از حد بیش

یوں کہا اولاد سے یعقوبؑ نے ۔ ڈھونڈو یوسفؑ کو زیادہ سعی سے

ہر حس خود را دریں جستن بجد ۔ ہر طرف رانید شکل مستعد

اپنی ہر حس سے تلاش اس کو کرو ۔ دوڑ کر ہر سمت اس کو ڈھونڈ لو

گفت از روح خدا لا تیاسوا ۔ ہمچو گم کردہ پسر رو سو بسو

پھر کہا رحمت سے کیوں مایوس ہو ۔ مثل گم کردہ پسر ڈھونڈو چلو

از رہ حس نہاں پویاں شوید ۔ سوئے جاناں را بجاں جویاں شوید

دوڑو تم حس نہاں کی راہ سے ۔ ڈھونڈ لو جاناں کو جاں کی راہ سے

پرس پرساں مژدگانے جاں دہید ۔ گوش را بر چار راہ آں نہید

جان کو مژدہ سنا و پوچھ کر ۔ کان رکھو اس کے بس چوراہے پر

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید ۔ سوئے آں سر کاشنائے آں سرید

جس جگہ بوئے خوش آئے جاؤ تم ۔ جس سے واقف ہو وہ راز پاؤ تم

ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے ۔ سوئے اصل لطف رہ یابی بسے

لطف دیکھو گر کسی سے پر ملا ۔ راہ اصل لطف کی تو پاوے گا

ایں ہمہ جوہا ز دریا ہست ژرف　　جزو را بگذار بر کل دار طرف

ندیاں دریا سے سب نکلی ہیں یار　　جزو کو چھوڑ اور کل کر اختیار

زشتہائے خلق بہر خوبی است　　برگ بے برگی نشان طوبی است

ہے بدی خلقت کی خوبی کے لئے　　مفلسی آسودگی کے واسطے

خشمہائے خلق بہر مہر خاست　　از جفائے خلق امید وفاست

خلق کا غصہ محبت کی بنا　　جورِ خلقت سے ہے امید وفا

جنگہائے خلق بہر آشتی ست　　دام راحت دائما بے راحتی است

جنگِ عالم ہے برائے صلح ہی　　دام راحت ہے سدا بے راحتی

ہر زدن بہر نوازش را بود　　ہر گلہ از شکر آگہ میکند

ضرب ہے ہر اک نوازش کے لئے　　ہر گلہ کرتا ہے آگہ شکر سے

بوئے بر از جزو تا کل اے کریم　　بوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم

کر تلاش جزو و کل تک اے کریم　　ضد سے ضد کی بو تو لے اے حکیم

چوں عصا در دستِ موسیٰ گشت مار　　جملہ عالم را بدیں ساں مے شمار

دستِ موسیٰ میں عصا جیسے تھا مار　　ساری دنیا کو یونہی کر لے شمار

جنگہامے آشتی آرد درست　　مارگیر از بہر یاری مار جست

صلح ہوتا ہے لڑائی کا اخیر　　بہر یاری سانپ ڈھونڈے مار گیر

بہر یاری مار جوید آدمی　　غم خورد بہر حریف بے غمی

بہر یاری سانپ ڈھونڈے آدمی　　اور کھائے رنج بہر بے غمی

او ہمے جستے یکے مار شگرف　　گرد کوہستان و در ایام برف

ڈھونڈتا تھا وہ بھی اک خونخوار مار　　برف کے موسم میں گردِ کوہسار

اژدہائے مردہ دید آنجا عظیم　　کہ دلش از شکل او شد پر ز بیم

دیکھا مردہ اک پڑا ہے اژدہا　　شکل جس کی دیکھ کر وہ ڈر گیا

مارگیر اندر زمستان شدید ‏ ‏ مار می‌جست اژدہائے مردہ دید

سخت سردی میں سپیرا بر ملا ‏ ‏ سانپ کا جویا تھا پایا اژدہا

مارگیر از بہر حیرانیِ خلق ‏ ‏ مار گیرد اینت نادانیِ خلق

یوں سپیرا خلق کو حیراں کیے ‏ ‏ سانپ پکڑے خلق ناداں کے لیے

آدمی کوہیست چوں مفتوں بود ‏ ‏ کوہ اندر مار حیراں چوں شود

آدمی ہے کوہ - کیوں حیران ہو ‏ ‏ کوہ حیراں دیکھ کر ہو سانپ کو

خویشتن نشناخت مسکیں آدمی ‏ ‏ از فزونی آمد و شد در کمی

آہ پہچانا نہ خود کو آدمی ‏ ‏ تھا بڑا - پھر ہو گیا چھوٹا وہی

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت ‏ ‏ بود اطلس خویش را بر دلق دوخت

سستا بیچا خود کو اس انسان نے ‏ ‏ خود تھا اطلس - خود اٹھا گدڑی لیے

صد ہزاراں مار و کہ حیران اوست ‏ ‏ او چرا حیراں شدست و مار دوست

اس سے لاکھوں سانپ حیراں ہیں فدا ‏ ‏ سانپ سے حیران وہ کیوں ہو گیا

مارگیر آں اژدہا را بر گرفت ‏ ‏ سوئے بغداد آمد از بہر شگفت

اس سپیرے نے لیا وہ اژدہا ‏ ‏ اور وہاں سے سوئے بغداد آ گیا

اژدہائے چوں ستونِ خانۂ ‏ ‏ میکشیدش از پئے دانگانۂ

اژدہا وہ جوں ستون خانہ تھا ‏ ‏ اس کو پیسوں کے لیے تھا کھینچتا

کاژدہائے مردۂ آوردہ ام ‏ ‏ در شکارش من جگرہا خوردہ ام

ہاں میں لایا ہوں یہ مُردہ اژدہا ‏ ‏ سخت مشکل سے شکار اس کا کیا

او ہمے مردہ گماں بردش ولیک ‏ ‏ زندہ بود و او ندیدش نیک نیک

مردہ ہونے کا گماں تھا سانپ پر ‏ ‏ زندہ تھا - لیکن نہ آتا تھا نظر

او ز سرماہا و برف افسردہ بود ‏ ‏ زندہ بود امّا بشکل مردہ بود

برف اور سردی سے تھا ٹھٹھرا ہوا ‏ ‏ زندہ تھا - لیکن بشکل مُردہ تھا

عالم افسردہ است و نام او جماد　　جامد افسردہ بود اے اوستاد

عالم افسردہ ہے نام اس کا جماد　　جامد افسردہ ہے اے عالی نہاد

باش تا خورشید حشر آید عیاں　　تا ببینی جنبش جسم جہاں

صبر کر تا نکلے سورج حشر کا　　جنبش جسم جہاں پھر دیکھنا

چوں عصائے موسیٰؑ اینجا مار شد　　عقل را از ساکناں اخبار شد

ہو گیا جب مار موسیٰؑ کا عصا　　ساکنوں کا عقل نے پایا پتا

پارۂ خاک ترا چوں زندہ ساخت　　خاکہا را جملگی باید شناخت

خاک پارہ سے تجھے زندہ کیا　　چاہیئے ان مٹیوں کا جاننا

مردہ زینسو یند زآنسو زندہ اند　　خامش اینجا و آنطرف گویندہ اند

اس طرف مردہ ہیں۔ زندہ ہیں۔ اُدھر　　اس طرف خاموش۔ اُدھر تقریر گر

چوں ازاں سوشاں فرستد سوئے ما　　آں عصا گردد بسوئے ما اژدہا

جب ہماری سمت وہ سے بھیجتا　　ہو ہماری سمت اژدر وہ عصا

کوہہا ہم لحن داؤدی شود　　جوہر آہن بکف مومے بود

لحن داؤدی ہوں سارے کوہسار　　موم ہو ہاتھوں میں لوہا بار بار

باد حمال سلیمانؑ شود　　بحر با موسیٰؑ سخندانے شود

ہاں سلیمانؑ کی ہوا حامل بنے　　اور دریا بات موسیٰؑ سے کرے

ماہ با احمدؐ اشارت بیں شود　　نار ابراہیمؑ را نسریں شود

چاند احمدؐ کا اشارہ بیں بنے　　نار ابراہیمؑ پر نسریں بنے

خاک قاروں را چو مارے درکشد　　استنِ حنانہ آید در رشد

کھینچ لے قاروں کو مثل مار خاک　　استنِ حنانہ ہو نیک اور پاک

لہ استنِ حنّانہ کی حکایت دفتر اوّل میں بالتفصیل بیان ہو چکی ہے ؎

سنگ احمدؐ را سلامے میکند — کوہ یحییٰؑ را پیامے میکند

مصطفےٰؐ کو کرتے ہیں پتھر سلام — کوہ پہنچاتا ہے یحییٰؑ کو پیام

جملہ ذرات عالم در نہاں — با تو میگویند روزان و شبان

جس قدر ذرے ہیں سب ہو کر نہاں — روز و شب کرتے ہیں تجھ سے یوں بیاں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم — با شما نامحرماں ما خامشیم

دیکھتے سنتے ہیں خوشیوں میں ہیں ہم — تم سے یوں چپ ہیں کہ نامحرم ہو تم

چوں شما سوئے جمادی میروید — محرم جان جماداں کے شوید

تم جمادی کی طرف خود ہو رواں — تم پہ کب راز جمادی ہو عیاں

از جمادی عالم جانہا روید — غلغل اجزائے عالم بشنوید

عالم جاں کو جمادی سے چلو — شور پھر اجزائے عالم کا سنو

فاش تسبیح جمادات آیدت — وسوسہ تاویلہا بربایدت

انکی تسبیحیں جو کانوں میں پڑیں — وسوسے تاویلیں سب جاتی رہیں

چوں ندارد جان تو قندیلہا — بہر بینش کردہ تاویلہا

جان تیری جب نہ قندیلیں رکھے — بہر بینش بس تو تاویلیں کرے

دعوئی دیدن خیال عار بود — بلکہ مر بینندہ را دیدار بود

دعوی دید اک خیال عار تھا — دیکھنے والوں کو ہاں دیدار تھا

کہ غرض تسبیح ظاہر کے بود — دعوی دیدن خیال و غے بود

الغرض تسبیح ظاہر کب ہوئی — دید کا دعوے خیال و گمرہی

بلکہ ہر بینندہ را دیدار آں — وقت عبرت میکند تسبیح خواں

اسکا جلوہ دیکھنے والے کو ہاں — وقت عبرت کرتا ہے تسبیح خواں

پس چو از تسبیح یادت میدہد — آں دلالت ہمچو گفتن میشود

ہے دلاتا یاد وہ تسبیح کی — یہ دلالت بولنے کی ہے اجی

این بود تاویل اہل اعتزال	وائے آنکس کہ ندارد نور حال
ہے یہی تاویل اہل[1] اعتزال	ہائے وہ جس میں نہیں کچھ نور حال
چون ز حس بیرون نیامد آدمی	باشد از تصویر غیبی اعجمی
حس سے جب باہر نہ آیا آدمی	غیب کی تصویر بے معنی ہوئی
این سخن پایان ندارد مارگیر	میکشید آن مار را با صد زحیر
مختصر یہ ہے سپیرا جا بجا	با مشقت کھینچتا اس کو رہا
تا بہ بغداد آمد آن ہنگامہ جو	تا نہد ہنگامہ را بر چارسو
آیا وہ بغداد میں ہنگامہ جو	تا کرے ہنگامہ برپا چارسو
بر لب شط مرد ہنگامہ نہاد	غلغلہ در شہر بغداد اوفتاد
نہر پر ہنگامہ برپا کر دیا	غلغلہ بغداد میں ہر سو پڑا
مارگیرے اژدہا آوردہ است	بوالعجب نادر شکارے کردہ است
اک سپیرا لایا ہے اک اژدہا	ہے شکار اس نے بڑا نادر کیا
جمع آمد صد ہزاران خام ریش	صید او گشتہ چو او از ابلہیش
جمع لاکھوں احمق اس جا ہو گئے	سن کے شہرہ اس کے پھندے میں پھنسے
حلقہ گرد او چو رز گرد عریش	ہمچناں کہ بت پرستاں بر قسیس[3]
حلقہ زن انگور[2] جوں گرد عریش	جیسے بت گرد جمع ہوں گرد قسیس
منتظر ایشان و او ہم منتظر	تا کہ جمع آیند خلق منتشر
تھا وہ لوگوں کی طرح خود منتظر	تا کہ سب ہوں جمع جو ہیں منتشر

[1] معتزلین - فرقہ معتزلہ +

[2] انگور کی ٹٹی +

[3] بت پرستوں کا پیشوا یا عیسائیوں کا پادری +

مردم هنگامه افزون تر شود ‏ ‏ ‏ کدیه و توزیع نیکوتر رود
تا کہ ہو لوگوں کا ہنگامہ سوا ‏ ‏ ‏ کوڑی پیسے سے زیادہ ہو بھلا

جمع آمد صد ہزاران ژاژخا ‏ ‏ ‏ حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
اس جگہ بیہودے لاکھوں آ گئے ‏ ‏ ‏ آگے پیچھے ہو گئے آ کر کھڑے

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام ‏ ‏ ‏ رفتہ درہم چوں قیامت خاص و عام
مرد و عورت کا تھا بے حد ازدحام ‏ ‏ ‏ تھا قیامت وہ ہجوم خاص و عام

چوں ہمے حراقہ جنبانید او ‏ ‏ ‏ میکشادند اہل ہنگامہ گلو
جب بجاتا تھا وہ اپنی ڈگڈگی ‏ ‏ ‏ کھینچتے تھے لوگ، تھی ہلچل پڑی

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود ‏ ‏ ‏ زیر صد گونہ پلاس و پردہ بود
اژدہا سردی سے جو افسردہ تھا ‏ ‏ ‏ ٹاٹ اور کپڑوں میں تھا لپٹا ہوا

بستہ بودش با رسنہائے غلیظ ‏ ‏ ‏ احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ
رسیاں اس پہ بندھی تھیں بے شمار ‏ ‏ ‏ چوکسی کرتا تھا اس کی ہوشیار

در درنگ اتفاق و انتظار ‏ ‏ ‏ وز ہیاہوے و فغان بیشمار
دیر جب اتنی ہوئی انجام کار ‏ ‏ ‏ ہاؤ ہو اور سن کے غوغا اور پکار

وز غلو خلق و مکث و طمطراق ‏ ‏ ‏ تافت بر آں مار خورشید عراق
شور و غل اور پھر یہ دیر اور طمطراق ‏ ‏ ‏ اژدہے پہ چمکا خورشید عراق

آفتاب گرم سیرش گرم کرد ‏ ‏ ‏ رفت از اعضائے او اخلاط سرد
آفتاب گرم سے گرما گیا ‏ ‏ ‏ سردی اخلاط و اعضا سے بچا

مردہ بود و زندہ گشت او از شگفت ‏ ‏ ‏ اژدہا بر خویش پیچیدن گرفت
مردہ تھا لیکن وہ زندہ ہو گیا ‏ ‏ ‏ پیچ اپنے جسم پر کھانے لگا

خلق را از جنبش آں مردہ مار ‏ ‏ ‏ گشتشاں آں یک تحیر صد ہزار
لوگوں کو جنبش سے مردہ سانپ کی ‏ ‏ ‏ دیکھتے ہی دیکھتے حیرت ہوئی

با تحیر نعرہ ہا انگیختند — جملگان از جنبشش بگریختند
پہلے تو حیرت سے چلاتے رہے — اس کی جنبش سے لگے پھر بھاگنے

مے گسست آں بند زاں بانگ بلند — ہر طرف مے رفت چاقاں چاق بند
ٹوٹتے تھے بند اس غل شور سے — بند ہر سو گر رہے تھے ٹوٹ کے

بند ہا بگسست و بیروں شد ز زیر — اژدہائے زشت غراں ہمچو شیر
بند ٹوٹے اور پھرا ناگہاں — اژدہا خونخوار مثل شیر ہاں

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد — از فتادہ کشتگاں صد پشتہ شد
بھاگنے میں مر گئے کچھ آدمی — کشتوں کے پشتے لگے بھاگڑ پڑی

مارگیر از ترس بر جا خشک گشت — کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
تھا سپیرا خوف سے ٹھٹھرا ہوا — کہتا تھا میں دشت و کہ سے لایا بلا

گرگ را بیدار کرد آں کور میش — رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش
بھیڑ اندھی نے جگایا گرگ کو — سوئے عزرائیل پہنچا دیکھ لو

اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج را — سہل باشد خوں خوری حجاج را
اژدہا اک لقمہ اس کا کر گیا — پینا خوں حجاج کو جوں سہل تھا

خویش را بر استنے پیچید و بست — استخواں خوردہ را در ہم شکست
استنے پہ پھر وہ لپٹا ناگہاں — توڑ ڈالیں اس کی ساری ہڈیاں

شہر خالی گشت اژدر را بر آمد — سوئے کہ گرد از بیاباں بر فشاند
شہر خالی، سانپ بھاگا اے اخی — سوئے کہ گرد بیاباں جھاڑ دی

نفست اژدرہاست او کے مردہ است — از غم بے آلتی افسردہ است
نفس اژدر ہے ترا مردہ نہیں — بے کسی سے ہے فسردہ بالیقیں

گر بیابد آلت فرعون او — کہ بامر او ہمے رفت آب جو
گر اسے فرعون سا مانی ملے — نہر بھی چلتی تھی جس کے حکم سے

آنکہ او بنیادِ فرعونی کند ۔ راہِ صد موسیؑ و صد ہارونؑ زند
بس وہ پھر دنیا میں فرعونی کرے ۔ راہ موسیؑ راہ ہارونؑ روک دے

گر شکست ایں اژدہا از دستِ فقر ۔ پشۂ گردد ز مال و جاہ صقر
فقر سے یہ اژدہا کیڑا بنا ۔ باز مچھر جاہ و دولت سے ہوا

اژدہا را دار در برفِ فراق ۔ ہیں مکش اورا بخورشیدِ عراق
اژدہے کو برف میں رکھ ہجر کی ۔ سامنے سورج کے مت لا اے اخی

تا فسردہ مے بود آں اژدہات ۔ لقمۂ اوئی چو او یابد نجات
تا رہے ٹھٹھرا ہوا وہ اژدہا ۔ تو ہے لقمہ اگر وہ ہو رہا

مات کن اورا و ایمن شو ز مات ۔ رحم کم کن نیست او ز اہلِ صلات
مات کر اس کو کہ ہو بےخوف مات ۔ کر نہ رحم اس پر ہے کب نیک اسکی ذات

کاں تفِ خورشیدِ شہوت بر زند ۔ واں خفاش[1] مردہ ریگت پر زند
مہر شہوت اسکا ہو گا گرم جب ۔ تجھ کو پر مارے گا یہ خفاش تب

می کشش اورا در جہاد و در قتال ۔ مرد وار اللہ یجزیک الوصال[2]
قتل اُسے کر ہو کے مصروفِ قتال ۔ بنکے مرد اللہ یجزیک الوصال

چونکہ آں مرد اژدہا را آورید ۔ در ہوائے گرم خوش شد آں مرید
مرد وہ جس وقت لایا اژدہا ۔ خوش ہوا وہ گرم جب پانی ہوا

لاجرم آں فتنہا کرد اے عزیز ۔ بیست چنداں کہ ما گفتیم نیز
اس سے پھر ظاہر بہت فتنے ہوئے ۔ اُن سے زائد جو بیاں میں نے کئے

تو طمع داری کہ اورا بے جفا ۔ بستہ داری در وقار و در وفا
تجھ کو حسرت ہے کہ بے جور و جفا ۔ اسکو رکھے بستۂ عزّ و وفا

[1] چمگادڑ ہ
[2] اللہ تجھے وصل کی جزا دے ہ

ہر کسے را ایں تمنا کے رسد — موسیٰؑ باید کہ اژدرہا کُشد

ہر کسی کی یہ تمنا کب بر آئے — ہو کوئی موسیٰؑ تو اژدر مارا جائے

صد ہزاراں خلق ز اژدرہائے او — در ہزیمت کشتہ شد اے وائے او

لوگ لاکھوں اُس کے اژدر سے مرے — ہائے جب وہ بھاگ کر جانے لگے

وز طمع ہم خویش را بر باد داد — گفتہ شد واللہ اعلم بالسداد

ہو گیا لالچ سے وہ خود بھی خراب — کہہ چکا - واللہ اعلم بالصواب

فرعون کا حضرت موسیٰؑ سے سوال و جواب کرنا

گفت فرعونش چرا تو اے کلیمؑ — خلق را کشتی و افگندی بہ بیم

کہتا تھا فرعون تو نے کیوں کلیمؑ — خلق کو مارا کیا پُر خوف و بیم

در ہزیمت از تو افتادند خلق — در ہزیمت کشتہ شد مردم ز زلق

لوگ بھاگے ڈر کے تیرے خوف سے — کھائی لغزش اور بیچارے مرے

لاجرم مردم ترا دشمن گرفت — کین تو در سینہ مرد و زن گرفت

ہو گئے آخر وہ سب دشمن ترے — مرد و عورت کینہ سب رکھنے لگے

خلق را میخواندی بر عکس شد — از خلافت مرد و زن را نیست بُد

تو نے لوگوں کو بلایا۔ وہ پھرے — تجھ سے پھرنے کے لئے مجبور تھے

من ہم از شرت اگر پس میخزم — در مکافات تو دیگر مے پزم

میں بھی تیرے شر سے گو پیچھے ہٹوں — تجھ سے بدلا لینے کی کوشش میں ہوں

دل ازیں بر کن کہ بفریبی مرا — یا بحرفے پیروی کردم ترا

دل اٹھا اس سے کہ دھوکا دے مجھے — یا چلوں نقشِ قدم پہ میں ترے

تو بداں غرّہ مشو کش ساختی — در دلِ خلقاں ہراس انداختی

اپنی بنوٹ پہ ذرا غرّہ نہ کر — ڈالا ہے لوگوں کے دل میں تو نے ڈر

صد چنیں آری وہم رسوا شوی	خوار گردی مضحکہ غوغا شوی
سو جتن کر کے ہو گا رسوا برملا	خوار ہو گا۔ مضحکہ اڑ جائے گا
ہمچو تو سالوس بسیاراں بدند	عاقبت در شہر ما رسوا شدند
مثل تیرے سیکڑوں مکار تھے	جو ہمارے شہر میں رسوا ہوئے

حضرت موسیٰؑ کا جواب

گفت با امر حقم اشراک نیست	گر بریزد خونم امرش پاک نیست
بولے امر حق میں کچھ شرکت نہیں	وہ اگر لے جان کچھ تہمت نہیں
راضیم من شاکرم من اے حریف	ایں طرف رسوا و پیش حق شریف
راضی و شاکر ہوں میں سن اے حریف	ہوں ادھر رسوا۔ تو پیش حق شریف
پیش خلقاں خوار و زار و ریشخند	پیش حق محبوب و مطلوب و پسند
سامنے لوگوں کے خوار و ریشخند	سامنے خالق کے محبوب و پسند
از سخن میگویم ایں ور نہ خدا	از سیہ رویاں کند فردا ترا
بات اک کہتا ہوں میں۔ ور نہ خدا	حشر میں کالا کریگا منہ ترا
عزت آں وے است و آں بندگانش	ز آدمؑ و ابلیس بر میخواں نشانش
عزت اس کی اسکے بندوں کی ہے ہاں	آدم کو ابلیس سے لے تو نشاں
شرح حق پایاں ندارد ہمچو حق	ہاں وہاں بر بند و بر گرداں ورق
شرح حق کی حد نہیں کچھ مثل حق	کر زباں بند اور لوٹ اب تو ورق

فرعون کا جواب

گفت فرعونش ورق در دست ماست	دفتر و دیوان و حکم ایندم مراست
ہے ورق۔ بولا وہ میرے ہاتھ میں	دفتر و دیواں یہ میری قوت ہیں

هر مرا بخریده اند اهل جہاں ۔ کز ہمہ عاقل‌تری تو اے فلاں
مجھ کو حاصل کر کے سب کا ہے بیاں ۔ سب سے عاقل تر ہے تو ہی اے فلاں

موسیا خود را خریدی ہین برو ۔ خویشتن کم بین بخود غرہ مشو
خود خریدار اپنا ہے تو موسیا ۔ چھوڑ خود بینی نہ ہو مغرور جا

جمع آرم ساحران دہر را ۔ تا کہ جہل تو نمایم شہر را
جمع کر کے ساحران دہر کو ۔ جہل میں تیرا دکھاؤں شہر کو

این نخواہد شد بزودی تا دو روز ۔ مہلتم دہ تا چہل روز تموز
ایک دو دن میں یہ ہو سکتا نہیں ۔ مہلت اک چلہ کی دے تو ہمنشیں

گفت موسیٰؑ مر مرا دستور نیست ۔ بندہ ام امہال تو مامور نیست
بولے موسیٰؑ - اذن ہے مجھکو کہاں ۔ بندہ ہوں - مہلت دوں کیونکر ناتواں

گر تو چیری و مرا خود یار نیست ۔ بندہ فرمانم بدانم کار نیست
تو ہے غالب - کب کوئی یاور مرا ۔ حکم کا بندہ ہوں اس سے کام کیا

میزنم با تو بجد تا زندہ ام ۔ من چہ کارہ نصرتم من بندہ ام
ہوں تری کوشش میں جبتک زندہ ہوں ۔ میری نصرت کچھ نہیں اک بندہ ہوں

میزنم تا در رسد حکم خدا ۔ او کند ہر خصم از خصمی جدا
سعی ہے جب تک کہ ہے حکم خدا ۔ وہ کرے دشمن کو کینے سے جدا

گفت نے نے مہلتم باید نہاد ۔ عشوہ ہا کم دہ تو کم پیمائے باد
بولا مجھ مہلت تو ملنی چاہیئے ۔ نازش اتنی بھی نہیں زیبا تجھے

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں ۔ مہلتش دہ متسع مہراس ازاں
حق تعالیٰ نے مگر یوں وحی کی ۔ کر نہ خوف اور دے اسے مہلت بڑی

این چہل روزش بدہ مہلت بطوع ۔ تا سگالد مکر ہا او نوع نوع
مہلت اب چالیس دن کی دے اسے ۔ تا کہ گوناگوں وہ حیلے سوچ لے

تا بکوشد او کہ نے من خفتہ ام — تیز رو گو پیش رو بگرفتہ ام

اور کرے کوشش کہ میں غافل نہیں — چل کہ میں نے تجھ کو پکڑا بالیقیں

حیلہ ہاشاں را ہمہ برہم زنم — وانچہ افزایند من برکم زنم

اُن کے سب حیلوں کو میں برہم کروں — جس قدر وہ بڑھ چلیں میں کم کروں

آب را آرند من آتش کنم — نوش خوش گیرند من ناخوش کنم

پانی وہ لائیں تو آگ اس کو کروں — ناخوشی میں ان کی خوشیوں میں بھروں

مہر پیوندند من ویراں کنم — آنچہ اندر وہم ناید آں کنم

وہ ملیں آپس میں، میں ویراں کروں — ہو نہ جس کا وہم وہ ساماں کروں

تو مترس و مہلتش دہ بس فراز — گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز

تو نہ ڈر اور اسکو مہلت دے بڑی — کہدے لے آ فوج اور کر حیلہ گری

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو مہلت دینا

گفت امر آمد برو مہلت ترا — من بجائے خود شدم رستی ہلا

بولے موسیٰ علیہ السلام حکم مہلت آ گیا — میں چلا [illegible] تو بچ رہا

او ہمے شد اژدہا اندر عقب — چوں سگ صیاد دانا و محب

وہ چلے اور اژدہا پیچھے چلا — کتا دانا جس طرح صیاد کا

چوں سگ صیاد جنباں کردہ دم — سنگ را ہم کرد ریگ و زیر سم

ٹیڑھی کرتا اور ہلاتا اپنی دم — ریت پتھر کو بناتا زیر سم

سنگ و آہن را بدم در می کشید — خرد می خائید آہن را پدید

لوہا اور پتھر نگلتا جاتا تھا — لوہے کے ٹکڑے بنا ہر جا بنا

در ہوا می کرد خود بالائے چرخ — کہ ہزیمت می شد از وے روم و کرخ

یوں ہوا میں اڑتا تھا بالائے چرخ — بھاگ گئے تھے ڈر سے اس کے روم و کرخ

کف همی انداخت چون اشتر ز کام — قطرہ بر ہر کہ می‌زد شد جذام

منہ سے مثل شتر کف ڈالتا — ہوتا کوڑھی۔ قطرہ جس پہ پڑتا تھا

زغ زغ دندان او دل می‌شکست — جان شیران سیہ می‌شد ز دست

ٹوٹتے دل دانتوں کی آواز سے — شیروں کے بھی چھکے تھے چھوٹے ہوئے

چون بقوم خود رسید آن مجتبا — شدق او بگرفت باز او شد عصا

پہنچے اپنی قوم میں جب با صفا — اور پھن پکڑا تو وہ پھر تھا عصا

تکیہ بر وی کرد و می‌گفت ای عجب — پیش ما خورشید و پیش خصم شب

اس پہ تکیہ کر کے کہتے تھے عجب — ہمکو سورج سامنے دشمن کے شب

ای عجب چون می‌نبیند این سپاہ — عالمی پر آفتاب چاشتگاہ

ہے عجب۔ اس کو نہ گر دیکھے سپاہ — ہے جہاں میں آفتاب صبح گاہ

چشم باز و گوش باز و این ذکا — خیرہ‌ام در چشم بندی خدا

کان آنکھیں ذہن ہے سب کچھ کھلا — ہے نظر بندی حق حیرت فزا

من ز ایشان خیرہ ایشان ہم ز من — از بہار خار ایشان من سمن

مجھ سے وہ حیراں ہیں اُن پہ خندہ زن — ہوں بہار خار سے ان کی سمن

پیش‌شان بردم بسی جام رحیق — سنگ شد آبش بہ پیش آن فریق

جام مے میں اُن کے آگے لے گیا — پانی اُن کے سامنے پتھر ہوا

دستہ گل بستم و بردم بہ پیش — ہر گلی چون خار گشت و نوش نیش

دستہ گل لے گیا کرنے کو پیش — پھول نکلے خار اور تھا نوش نیش

آن نصیب جان بیخویشان بود — چونکہ باخویشند پیدا کی شود

وہ میسر بے خودوں کو ہے حضور — جبکہ وہ باخود ہیں کیونکر ہو سرور

خفتہ بیدار باید پیش ما — تا بہ بیداری ببیند خوابہا

خفتہ کو بیدار ہونا چاہیے — خواب بیداری میں تا وہ دیکھ لے

دشمن ایں خوابِ خوش شد فکرِ خلق — تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق

دشمن ایسی نیند کی ہے فکر خلق — تا نہ سوئیں فکر باندھے اُن کے حلق

حیرتے باید کہ روبد فکر را — خوردہ حیرت فکر را و ذکر را

چاہئے حیرت کہ جھاڑے فکر کو — کھا گئی وہ فکر کو اور ذکر کو

ہر کہ کامل تر بود او در ہنر — او بصورت پس بمعنی پیشتر

جو ہنر میں سست اور کاہل رہے — ظاہرا پیچھے ہٹے معنًا بڑھے

راجعون گفت و رجوع ایں ساں بود — کہ گلہ وا گردد و خانہ رود

راجعون بولا رجوع اس طور سے — جیسے جائے گھر کو ریوڑ لوٹ کے

چونکہ گلہ باز گردد از ورود — پس فتد آں بز کہ پیش آہنگ بود

گلہ جس دم چر کے لوٹے دشت سے — بھیڑ جو آگے تھی وہ پیچھے رہے

پیش افتد آں بزِ لنگِ پسیں — اضحک الرجعیٰ وجوہ العابسین

پیچھے والی بھیڑ آگے ہو وہیں — ترش رو ہنستے ہیں وقت واپسیں

از گزافہ کے شدند ایں قوم لنگ — فخر را دادند و بخریدند ننگ

جھوٹ ہے یہ کب ہوئی یہ قوم لنگ — فخر دے کر مول لے بیٹھے ہیں ننگ

پا شکستہ میروند ایشاں بحج — از حرج راہیست پنہاں تا فرج

پا شکستہ جا رہے ہیں بہر حج — ہے حرج[1] سے راہ پنہاں تا فرج[2]

دل ز دانشہا بشستند ایں فریق — زانکہ ایں دانش نداند آں طریق

عقل سے بیزار دل ہے یہ فریق — دانشِ دُنیا نہ جانے یہ طریق

دانشے باید کہ اصلش زاں سر است — زانکہ ہر فرعے باصلش رہبر است

عقل وہ ہے اصل ہے جس کی اُدھر — فرع اپنی اصل کی ہے راہبر

[1] تکلف۔ تکلیف ؛

[2] کشادگی۔ راحت ؛

هر پرے بر عرض دریا کے پرد ۔۔۔ تا لدن علم لدنی مے پرد

پاٹ پر دریا کے کب ہر پر اڑے ۔۔۔ معرفت کو علم عرفاں پا سکے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد ۔۔۔ کش بباید سینہ را زاں پاک کرد

تو سکھائے علم ایسا کس لئے ۔۔۔ جس سے سینہ پاک اسے کرنا پڑے

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش ۔۔۔ وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش

اس سرے سے تو نہ بڑھ اور لنگ ہو ۔۔۔ لوٹنے کے وقت پیش[۱] آہنگ ہو

آخرون السابقون باش[۲] اے ظریف ۔۔۔ بر شجر سابق بود میوہ لطیف

آخرین السابقون بن اے ظریف ۔۔۔ پیڑ پر سابق رہے میوہ لطیف

گرچہ میوہ آخر آید در وجود ۔۔۔ اوّل است او زانکہ او مقصود بود

میوہ آخر ہی میں گو موجود ہے ۔۔۔ ہے وہ اوّل کیونکہ وہ مقصود ہے

چوں ملائک گو کہ لا علم لنا ۔۔۔ تا بگیرد دست تو علمتنا

جوں ملائک بول کہ لا علم لنا ۔۔۔ دستگیری تا کرے علمتنا

گر دریں مکتب ندانی تو ہجے ۔۔۔ ہمچو احمد پری از نور حجے

اور جو مکتب میں نہ جانے تو ہجے ۔۔۔ مثل احمد نورِ دانش سے اڑے

گر نباشی نامدار اندر بلاد ۔۔۔ گم نۂ واللہ اعلم بالعباد

گو نہ ہو مشہورِ امصار و بلاد ۔۔۔ گم نہیں۔ واللہ اعلم بالعباد

اندریں ویرانہ کاں معروف نیست ۔۔۔ از برائے حفظ گنجینہ زریست

اس خرابے میں جسے شہرت نہیں ۔۔۔ گنج زر کی ہے حفاظت کا یقیں

موضع معروف کے بنہند گنج ۔۔۔ زیں قبل آمد فرج در زیر رنج

موضعِ مشہور میں رکھتے نہیں گنج ۔۔۔ اس طرح راحت ہے گو یا تحتِ رنج

۱؎ پیشِ قدم ۔

۲؎ جو آخر میں ہیں۔ وہی سبقت لے جانے والے ہیں ۔

خاطر آرد بس شکال اینجا ولیک | بگسلد اشکال را دستور نیک
مشکلیں اندیشہ کرے پیدا مگر | توڑے سب مشکلیں طریقہ نیک تر

دست عشقش آتشِ اشکال سوز | ہر خیالے را ابروبد نورِ روز
عشق اس کا آگ مشکل سوز ہے | اس سے ہر اک فکر نور افروز ہے

ہم از آنسو جو جواب اے مرتضےٰ | کایں سوال آمد از آنسو مر ترا
ڈھونڈ اُدھر ہی سے جواب اے باصفا | جس طرف سے یہ سوال اس دم اٹھا

گوشۂ بے گوشۂ دل شہرہ ایست | تاب لاشرقی ولاغربی از مہیست
گوشۂ دل ہے عجب اک شاہراہ | شرقی و غربی نہیں یہ نورِ ماہ

تو ازیں سو و از آنسو چوں گدا | اے کہ معنی چہ مے جوئی صدا
تو جو ڈانواں ڈول ہے مثلِ گدا | گرچہ معنی ہے تو کیا ڈھونڈے صدا

ہم از آنسو جو کہ وقتِ درد تو | میشوی در ذکر یا ربی دو تو
اس طرف سے ڈھونڈ تو جب وقتِ درد | کہتا یا ربی ہے بھر کر آہِ سرد

وقتِ مرگ و درد آنسو می جہی | چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
وقتِ مرگ و درد اُدھر جھکتا ہے تو | مٹ گیا جب درد بے پروا ہے تو

وقتِ محنت گشتۂ اللہ گو | چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
وقتِ محنت اللہ اللہ تو کرے | وقت جب گذرے تو مستغنی رہے

در زمانِ درد و غم یادش کنی | چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد و غم میں یاد کرتا ہے اسے | جب ہو خوش تو ہمیں غفلت میں پڑے

ایں ازاں آمد کہ حق را بیگماں | ہر کہ بشناسد بود دائم بر آں
اس لئے ہے یہ کہ حق کو برملا | جس نے پہچانا وہ اس کا ہو گیا

آنکہ در عقل و گماں ہستش حجیب | گاہ پوشیدہ است و گہ بدریدہ جیب
ہو گمان و عقل میں جس کے حجاب | ہے کبھی پوشیدہ گا ہے بے نقاب

عقلِ جزوی گاہ خیرہ گہ نگون — عقلِ کلی ایمن از ریب المنون
عقلِ جزوی دنگ ہے اور سرنگوں — عقلِ کل سارے شکوں سے ہے بروں

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر — رو بخواری نہ بخارا اے پسر
عقل کو تو بیچ دے حیرت کو لا — سمت خواری جا بخارا کو نہ جا

تا بخارا آ و گر یابی دروں — ساکناں در محفلش لا یفقہون
ہو بخارا میں اگر کشف بطون — اہلِ محفل سب ملیں لا یفقہون

ما چو خود را در سخن آغشتہ ایم — کز حکایت با حکایت گشتہ ایم
خود کو میں نے بات میں الجھا لیا — ہوں حکایت سے حکایت خود بنا

من عدم افسانہ کردم در جنین — تا تقلب یا بہم اندر ساجدین
میں نے یہ قصہ عدم میں بھی کہا — ساجدوں میں تا ہو میرا لوٹنا

ایں حکایت نیست پیشِ مردِ کار — وصفِ حالست و حضورِ یارِ غار
سامنے عاقل کے یہ قصہ نہیں — حال ہے اور ہے حضوری بالیقیں

آں اساطیر الاولیں گفت عاق[۱] — حرفِ قرآں را بد آموزِ نفاق
حرفِ قرآں کو اساطیر الاولیں[۲] — منکروں نے کہہ دیا از راہِ کیں

لامکانے کہ درو نورِ خداست — ماضی و مستقبل و حالش کجاست
لامکاں جس میں کہ ہے نورِ خدا — اس میں ماضی حال و مستقبل ہو کیا

ماضی و مستقبلش نسبت بتوست — ہر دو یک چیز اند و پنداری کہ دوست
تجھ سے نسبت ماضی استقبال کو — دونوں ہیں ایک اور تو سمجھا ہے دو

یک تنے او را پدر ما را پسر — بام زیرِ زید و بر عمرو آں زبر
ایک شخص اس کا پدر میرا پسر — زید کو چھت بام ہے بر سرِ عمرو

۱ جاہل ۔
۲ پہلے لوگوں کے قصے ۔

نسبت بر و زیر شد زین و کس ‌‌ ‌ سقف سوئے خویش یک است و بس

دونوں سے ہے نسبت زیر و زبر ‌ ‌ ورنہ چھت ہے ایک ہی سا کچھ غور کر

نیست مثل آن مثالست این سخن ‌ ‌ قاصر از معنی نو حرف کہن

مثل اس کے کب ہے تمثیلی سخن ‌ ‌ تنگ[1] ہیں معنی نو، حرف کہن

چوں لب جو نیست مشکا لب ببند ‌ ‌ بے لب و ساحل است این بحر قند

گو نہیں ساحل سو تو کر ہونٹوں کو بند ‌ ‌ یعنی بے ساحل ہے یہ دریائے قند

این سخن پایاں ندارد باز گرد ‌ ‌ سوئے فرعون منتہی تا چہ کرد

یہ سخن بے انتہا ہے لوٹ جا ‌ ‌ دیکھ کیا فرعون سرکش نے کیا

فرعون کا جادوگروں کو تلاش کرنا

چونکہ موسیٰؑ بازگشت و او بماند ‌ ‌ اہل رائے و مشورت را پیش خواند

جب گئے موسیٰؑ وہ تنہا رہ گیا ‌ ‌ اور طلب اس نے مشیروں کو کیا

مجتمع گشتند و بفشردند پائے ‌ ‌ ہر کسے کردند عرض فکر و رائے

جمع سب آکے جا ہوئے بڑھ بڑھ کے آئے ‌ ‌ عرض کر دی سب نے اپنی اپنی رائے

عاقبت ہامان بے سامان دوں ‌ ‌ رائے پیش آورد و گردش رہنموں

آخر اس ہاماں نے بے ساماں جو تھا ‌ ‌ رائے دی اور آگے بڑھ کر یوں کہا

کاے شہ صاحب ظفر چوں غم فزود ‌ ‌ ساحراں را جمع باید کرد زود

اے شہ فاتح بہت غم بڑھ گئے ‌ ‌ ساحروں کو جمع کرنا چاہیئے

در ممالک ساحران اند ہم ما ‌ ‌ ہر یکے در سحر فرد و پیشوا

سلطنت میں ہیں تری ساحر بہت ‌ ‌ سحر کے فن میں ہیں وہ ماہر بہت

[1] یعنی اس کی صفات میں معنی نو اور حرف کہن کے بیان کا دائرہ تنگ ہے۔

مصلحت آنست کز اطراف مصر | جمع آردشان شہ و صرّاف مصر

مصلحت یہ ہے کہ اُن کو مصر سے | حکم دے تو جمع ہونے کے لئے

او بسے مردم فرستاد آن زمان | در نواحی بہر جمع جادوان

اس نے بھیجے پھر بہت سے آدمی | ساحروں کو جمع کر لائیں ابھی

ہر طرف کہ ساحرے بد نامدار | کرد پرّان سوئے او دہ مرد کار

تھا جہاں بھی کوئی ساحر ہوشیار | بھیجے اس کے پاس دس مردانِ کار

دو جوان بودند ساحر مشتہر | سحر ایشان در دل مہ مستمر

تھے وہاں مشہور ساحر دو جواں | اُن کا جادو قلبِ مہ میں ضو فشاں

شیر دوشیدہ ز مہ فاش آشکار | در سفرہا رفتہ بر خمّے سوار

چاند سے وہ دوہتے تھے دودھ بھی | اور مٹکے پہ سفر کرتے کبھی

شکل کرباسی نمودہ آفتاب | او بپیمودہ فروشیدہ شتاب

صورت کرباس اکثر دھوپ کو | ناپ کر وہ بیچ دیتے دوستو

سیم بردہ مشتری آگہ شدہ | دست از حسرت بر رخہا بر زدہ

مشتری کو اس کی جب ہوئی خبر | دستِ حسرت مارتا تھا رخسار پر

صد ہزاران ہمچنین در جادوئی | بود انشا و نبودہ چون روی

لاکھوں ایسے سحر اُن کو یاد تھے | بھیجتے نہ وہ حرفِ روی پھر دوبارہ

چون بدیشان آمد این پیغام شاہ | کز شما شاہ است اکنون چارہ خواہ

اُن کو پہنچا شاہ کا جب یہ پیام | چارہ جو تم سے ہے سلطانِ انام

از پئے آنکہ دو درویش آمدند | بر شہ و بر قصر او موکب زدند

وجہ یہ ہے آئے ہیں درویش دو | شاہ کو گھیرا ہے اور اس قصر کو

۱؎ یعنی جس طرح حرف روی بار بار آتا ہے۔ اس طرح وہ ایک ہی سحر بار بار نہ کرتے تھے۔ بلکہ انہیں لاکھوں مختلف سحر یاد تھے ؛

کہ دو مرد او را بہ تنگ آوردہ اند — آبرو و ریش پیش لشکر بردہ اند

تنگ دو شخصوں نے اس کو ہے کیا — آبرو لی پیش لشکر برملا

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے — جز عصا و در عصا شور و شرے

ہیں نہ ہتھیار اور نہ لشکر انکے پاس — لڑتے ہیں صرف اک عصا سے بے ہراس

تو جہانِ راستاں در رفتۂ — گرچہ در صورت بخاکے خفتۂ

راست لوگوں کے جہاں میں تو گیا — سو رہا ہے خاک میں گو ظاہرا

آں اگر سحر است وا ما را خبر — ور خدائی باشد اے جانِ پدر

گر وہ جادو ہے تو ہم کو دے خبر — اور خدائی ہو جو اے روحِ پدر!

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم — خویش را بر کیمیائے بر زنیم

تو خبر دے تا کہ ہم سجدہ کریں — کیمیا سے خود کو وابستہ کریں

ناامیدانیم امیدے رسد — در شبِ دیجور خورشیدے رسد

یہ ہماری یاس بدلے آس سے — اس اندھیری رات میں سورج ملے

از ضلال آئیم در راہِ رشد — راندگانیم و کرم ما را کشد

سوئے نیکی آئیں گمراہی سے ہم — راندۂ درگاہ ہیں، پائیں کرم

ساحر مردہ کا جواب دینا

گفتشاں در خواب کاے اولادِ من — نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن

خواب میں اس نے کہا بچو مرے — ظاہرا دم مارنا ممکن کسے

فاش مطلق گفتنم دستور نیست — لیک راز از پیش چشمم دور نیست

گو عیاں کرنا نہیں دستور ہے — راز لیکن آنکھ سے کب دور ہے؟

یک نشانے وا نمایم با شما — تا شود پیدا شما را ایں خفا

اک نشانی میں دکھاتا ہوں تمہیں — راز پوشیدہ بتاتا ہوں تمہیں

کہ دو مرد او را بہ تنگ آوردہ اند — آبروئے پیش لشکر بردہ اند
تنگ دو شخصوں نے اس کو ہے کیا — آبرو لی پیش لشکر بر ملا

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے — جز عصا و در عصا شور و شرے
ہیں نہ ہتھیار اور نہ لشکر انکے پاس — لڑتے ہیں صرف اک عصا سے بے ہراس

تو جہانِ راستاں در رفتۂ — گرچہ در صورت بخاکے خفتۂ
راست لوگوں کے جہاں میں تو گیا — سو رہا ہے خاک میں گو ظاہرا

آں اگر سحرست وہ مارا خبر — ور خدائی باشد اے جانِ پدر
گر وہ جادو ہے تو ہم کو دے خبر — اور خدائی ہو جو اے روحِ پدر!

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم — خویش را بر کیمیائے بر زنیم
تو خبر دے تا کہ ہم سجدہ کریں — کیمیا سے خود کو وابستہ کریں

نا امیدانیم امیدے رسد — در شبِ دیجور خورشیدے رسد
یہ ہماری یاس بدلے آس سے — اس اندھیری رات میں سورج ملے

از ضلال آئیم در راہِ رشد — راندگانیم و کرم مارا کشد
سوئے نیکی آئیں گمراہی سے ہم — راندۂ درگاہ ہیں، پائیں کرم

ساحر مردہ کا جواب دینا

گفت شاں در خواب کاے اولادِ من — نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
خواب میں اُس نے کہا بچو مرے — ظاہرا دم مار ناممکن ہے

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست — لیک راز از پیشِ چشمم دور نیست
گو عیاں کرنا نہیں دستور ہے — راز لیکن آنکھ سے کب دور ہے؟

یک نشانے وانمایم با شما — تا شود پیدا شما را ایں خفا
اک نشانی میں دکھاتا ہوں تمہیں — راز پوشیدہ بتاتا ہوں تمہیں

نور چشما ہم چو آنجا مے روید | از مقام خواب شان آگہ شوید
نورِ چشمو جب کہ تم جاؤ وہاں | ڈھونڈنا تم اُن کے سونے کا مکاں

آن زمانکہ خفتہ باشد آن حکیم | آن عصا گیرید و بگذارید بیم
جب کہ وہ سو جائیں وہ دونوں حکیم | وہ عصا لو۔ دُور کر دو خوف و بیم

گر بدزدید آن عصا شان ساحرست | چارۂ ساحر شمارا حاضرست
ہے عصا ساحر۔ جو لو اس کو چرا | ہے تمہیں معلوم ساحر کی دوا

ور نتانید ہان آن ایزدیست | او رسول ذوالجلال و مہتدیست
گر نہ ہو ایسا تو وہ ہے ایزدی | ہے رسول ذوالجلال اور رہنما ہی

گر جہان فرعون گیرد شرق و غرب | سرنگون آید ز حق درگاہ حرب
فتح گر فرعون کر لے شرق و غرب | حق سے عاجز آئے وہ ہنگام حرب

این نشان راست دادم جان باب | بر نویس اللہ اعلم بالصواب
ہے نشاں سچا دیا۔ ہو کامیاب | لکھ لو اسے واللہ اعلم بالصواب

جان بابا چون بخسپد ساحرے | سحر و مکرش را نباشد رہبرے
جان بابا! سوئے جب ساحر کوئی | سحر و مکر اسکا کرے کیا رہبری

چونکہ چوپان خفت گرگ ایمن شود | چونکہ خفت آن جہد او ساکن شود
گلہ بان سو یا۔ نڈر ہے بھیڑیا | سونے سے زور اُس کا ساکن ہو گیا

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست | گرگ را آنجا امید و رہ کجاست
ہاں مگر جس کا محافظ ہو خدا | بھیڑیے کو اس جگہ ہو بار کیا

جادوئے کہ حق کند حق است راست | جادوئے خواندن مر آن حق را خطاست
جو کرے جادو تو ہے حق اور روا | حق پہ کرنا سحر ہے بالکل خطا

جان بابا این نشان قاطع است | گر بمیرد نیز حقش رافع است
جان بابا! یہ ہے روشن اک نشاں | مر کے بھی پائے بلندی سے گماں

عصا خواب موسیٰؑ اور جادوگروں کی تشبیہ

مصطفیٰؐ را وعدہ کرد الطافِ حق	گر بمیری تو نمیرد آں سبق
تھا نبیؐ سے وعدۂ الطافِ حق	تیرے مرنے سے مٹے گا کب سبق
من کتاب و معجزت را رافعم	بیش و کم کن را ز قرآں مانعم
میں اُٹھاؤں گا کتاب اور معجزا	بیش و کم ہو گا نہ قرآں میں ذرا
من ترا اندر دو عالم حافظم	طاعناں را از حدیثت رافضم
میں دو عالم میں ترا حافظ رہوں	دُور باغی کو حدیثوں سے رکھوں
کس نتاند بیش و کم کردن درو	تو بہ از من حافظے دیگر مجو
بیش و کم کوئی کرے طاقت کہاں	مجھ سا حافظ کون ہو گا بیگماں
رونقت را روز افزوں میکنم	نام تو بر زر و بر نقرہ زنم
روز افزوں میں کروں رونق تری	سونے چاندی پہ ہو سکہ نبیؐ
منبر و محراب سازم بہر تو	در محبت قہر من شد قہر تو
دوں تجھے میں منبر و محراب بھی	قہر میرا قہر تیرا ہے نبیؐ
نام تو از ترس پنہاں میگفتند	چوں نماز آرند پنہاں میشوند
نام تیرا ڈر سے لیتے ہیں نہاں	چھپ کے پڑھتے ہیں نمازیں پنہاں
خفیہ میگویند نامت را کنوں	خفیہ ہم بانگ نماز اے ذوفنوں
خفیہ تیرا نام لیتے ہیں وہ اب	اور اذاں آہستہ دیتے ہیں وہ اب
از ہراس ترس کفارِ لعیں	دینت پنہاں میشود زیرِ زمیں
ہے جو اس کو خوف کفارِ لعیں	دین چھپتا ہے ترا زیرِ زمیں
من منارہ پر کنم آفاق را	کور گردانم دو چشم عاق را
میں منارہ دہر میں کر دوں بلند	دونوں آنکھیں کر دوں گمراہوں کی بند

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ — دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ

تیرے خادم شہر لیں اور عزّ و جاہ — دین ہو ماہی سے لے کر تا بماہ

تا قیامت باقیش داریم ما — تو مترس از نسخ دیں اے مصطفےٰ

تا قیامت رکھیں باقی ہم اسے — نسخ دیں سے تو نہ ڈر مرسل مرے!

اے رسول ما تو جادو نیستی — صادقی ہم خرقۂ موسیٰ ستی

میرے پیغمبر! تو جادو گر نہیں — تو ہے صادق مثل موسیٰ بالیقیں

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا — کفرہا را در کشد چوں اژدہا

ہے یہ قرآں تجھ کو مانند عصا — کفر کو نگلے بہ شکل اژدہا

تو اگر در زیر خاکے خفتۂ — چوں عصایش داں تو آنچہ گفتۂ

خاک میں بھی تو اگر ہو محو خواب — قول تیرا ہے عصا اے خوش خطاب

گرچہ باشی خفتہ تو در زیر خاک — چوں عصا آلہ بود آں گفت پاک

گرچہ زیر خاک تو سو جائے گا — قول پاک آلہ[1] ہو مانند عصا

قاصداں را بر عصایت دست نے — تو بخسپ اے شہ مبارک خفتۂ

قاصدی تیرا عصا کب پا سکے — شوق سے آسودہ ہو کر نیند لے

تن بخفتہ نور جاں در آسماں — بہر پیکار تو زہ کردہ کماں

تن ہے خفتہ آسماں پر نور جاں — ہے حمایت کے لئے کھینچے کماں

فلسفی و آنچہ پوزش می کند — قوس نورت تیر دوزش می کند

فلسفی گھڑتا ہے جو کچھ فلسفے — تیر کھاتا ہے کمانِ نور سے

آنچناں کرد و ازاں افزوں کہ گفت — او بخفت و بخت و اقبالش نخفت

ہو گیا یہ بلکہ اس سے بھی سوا — سو گئے وہ ہے نصیبہ جاگتا

[1] آلہ حفاظت ۔

حضرت موسیٰؑ کا باقی قصہ

جان بابا چونکہ ساحر خواب شد ؎ | کار او بے رونق و بے آب شد
جان بابا جبکہ ساحر سو گیا | کام سارا اس کا ابتر ہو گیا
ہر دو از گورش رواں گشتند تفت | تا بمصر از بہر آں پیکار زفت
دونوں اس کی قبر سے راہی ہوئے | جانب مصر اس لڑائی کے لئے
چوں بمصر از بہر آں کار آمدند | طالب موسیٰؑ و خانہ او شدند
مصر میں پہنچے جو وہ اس کام سے | گھر کا موسیٰؑ کے پتہ لینے لگے
اتفاق افتاد کاں روز ورود | موسیٰؑ اندر زیر نخلے خفتہ بود
اتفاق اس روز کچھ ایسا ہوا | موسیٰؑ زیر نخل سوتے تھے تنہا
پس نشاں دادندشاں مردم عیاں | کش بنخلستاں بجوئید ایں زماں
دے دیا لوگوں نے اُن کو یہ نشاں | ڈھونڈو نخلستان میں اسوقت ہاں
آمدند آں ہر دو تا خرما بناں | خفتہ بود او لیک بیدار جہاں
آئے دونوں باغ میں خرما کے ہاں | خواب میں موسیٰؑ تھے بیدار جہاں
بہر نازش بستہ بود او چشم سر | عرش و فرشش جملہ در پیش نظر
بہر نازش بند تھیں آنکھیں مگر | عرش و فرش انکے تھے سب پیش نظر
اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل | خود چہ بیند چشم اہل آب و گل
ہیں بہت بیدار چشم و خفتہ دل | دیکھے کیونکر چشم اہل آب و گل
و آنکہ دل بیدار دارد چشم سر | گر بخسپد بر کشاید صد بصر
جس کا دل بیدار ہو وہ سوئے گر | سو کئی ہو جاتی ہے اُس کی نظر

؎ ساحر کی روح اپنے بچوں سے کہہ رہی ہے ۔

گر تو اہلِ دل نۂ بیدار باش طالبِ دل باش و درپے کار باش

گر تو اہلِ دل نہیں بیدار رہ طالبِ دل اور صرفِ کار رہ

ور دلت بیدار شد میخسپ خوش نیست غائب ناظرت از ہفت و شش

اور جو دل بیدار ہے تو خوب سو جو ترا ناظر ہے کب پنہاں وہ ہو

گفت پیغمبر کہ خسپد چشمِ من لیک کے خسپد دلم اندر وسن

بولے پیغمبر ہیں آنکھیں محوِ خواب دل مرا سوتا نہیں اسے کامیاب

شاہ بیدار است و حارس خفتہ گیر جاں فدائے خفتگانِ دل بصیر

شاہ ہے بیدار خفتہ پاسباں جنکے دل جاگیں فدا ہو اُن پہ جاں

وصفِ بیداریِ دل اے معنوی در نگنجد در ہزاراں مثنوی

وصفِ بیداریِ دل اے معنوی کب سمائے ہوں جو لاکھوں مثنوی

چوں بدیدندش کہ خفتہ ست او دراز بہرِ دزدیِ عصا کردند ساز

جب یہ دیکھا سو رہے ہیں وہ پڑے وہ عصا لینے کے ڈھب کرنے لگے

ساحراں قصدِ عصا کردند زود کز پسش باید شدن آنگہ چہ بود

ساحروں نے یہ کیا تھا منشورا پیچھے سے ہم اس عصا کو لیں چرا

اندکے چوں پیشتر کردند ساز اندر آمد آں عصا در اہتزاز

آگے بڑھنے کا جو کچھ ساماں کیا وہ عصا جنبش میں آیا برملا

آنچناں برخود بلرزید آں عصا کاں دو بر جا خشک گشتند از وجا

خود بخود اس درجہ لرزا وہ عصا خشک ہو کر رہ گئے وہ ناسزا

بعد از آں شد اژدہا و حملہ کرد ہر دو آں بگریختند و روئے زرد

اژدہا بن کر ہوا پھر حملہ ور زرد رُو ہو کر وہ بھاگے فتنہ گر

رُو در افتادن گرفتند از نہیب غلط غلطاں منہزم اندر نشیب

چلتے چلتے خوف سے وہ گر گئے اور لڑھک کر اک گڑھے میں جا پڑے

پس یقین شاں شد کہ ہست از آسماں ‖ زانکہ می دیدند حدِّ ساحراں

تھا یقیں دکھلا جانبِ اللہ کا ‖ ساحروں کی حد سے تھے وہ آشنا

پس ازیں رو علمِ سحر آموختن ‖ نیست ممنوع و حرام و ممتہن

اس لئے جادو کے فن کو سیکھنا ‖ ہے نہیں منع و حرام اے باصفا

بعد ازاں اطلاقِ تپ شاں شد پدید ‖ کارِ شاں تا نزع و جاں کندن رسید

پھر بڑھی تپ اور دست آنے لگے ‖ ہو گئے آثار طاری نزع کے

پس فرستادند مردے در زماں ‖ سوئے موسیٰؑ از برائے عذرِ آں

آدمی بھیجا وہاں سے ڈھونڈ کے ‖ سوئے موسیٰؑ عذر خواہی کے لئے

کامتحاں کردیم مارا کے رسد ‖ امتحانِ تو اگر نبود حسد

امتحاں کرنا ہمیں واجب نہ تھا ‖ وجہ تھی اس کی حسد ہی برملا

مجرمِ شاہیم مارا عذر خواہ ‖ اے تو خاص الخاصِ درگاہِ الٰہ

مجرمِ سلطاں ہیں تجھ سے عذر خواہ ‖ تو ہے خاص الخاص درگاہِ الٰہ

عفو کرد و در زماں نیکو شدند ‖ پیشِ موسیٰؑ ساجد و دوتو شدند

دی معافی۔ دونوں اچھے ہو گئے ‖ سامنے موسیٰؑ کے سجدے میں گر گئے

درگذر از ما کہ ما کردیم بد ‖ اے ترا الطاف و فضل بے عدد

اور کہا تو ہم سے اب کر درگذر ‖ تیرے الطاف و کرم ہیں بیشتر

گفت موسیٰؑ عفو کردم اے کرام ‖ گشت بر دوزخ تن و جاں تان حرام

بولے موسیٰؑ دی معافی اے کرام ‖ آگ دوزخ کی ہوئی تم پہ حرام

من شمارا خود ندیدم اے دو یار ‖ اعجمی سازید خود را ز اعتذار

میں نے تم کو خود وہاں دیکھا نہ تھا ‖ عذر کرنے کا بھلا موقع ہے کیا

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا ‖ در نبرد آئید پیشِ پادشا

بس یونہی بیگانہ شکل و آشنا ‖ آنا تم لڑنے کو پیشِ بادشا

آنچه باشد مر شما را از فنون — جمع آرید از برون و از درون
سحر کے فن جس قدر ہوں یاد اب — اندر اور باہر سے کر لو جمع سب

پس زمین را بوسہ دادند و شدند — انتظارِ وقت فرصت مے بدند
وہ زمیں کو بوسہ دے کر چلدئے — انتظارِ وقت فرصت میں رہے

جادوگروں کا فرعون کے پاس آنا

تا بفرعون آمدند آں ساحراں — دادشاں تشریفہائے بیکراں
پاس سب فرعون کے ساحر وہ آئے — اور اس سے خلعت و انعام پائے

وعدہاشاں کرد و ہم پیشیں بداد — بردگاں اسپان و نقد و جنس و زاد
کچھ کئے وعدے دیا کچھ پیشگی — کچھ غلام اور اسپ نقد و جنس بھی

بعد از آنشاں گفت ہاں اے مشتاقاں — گر فزوں آئید اندر امتحاں
پھر کہا اُن سے کہ اہلِ شوق ہاں — غالب آئے تم جو وقتِ امتحاں

بر فشانم بر شما چندیں عطا — کہ بدرد پردہ جود و سخا
اسقدر تم پر کروں لطف و عطا — ہو دریدہ پردۂ جود و سخا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ — غالب آئیم و شود کارش تباہ
سب یہ بولے ہے اگر اقبالِ شاہ — غالب آئیں اور کریں اسکو تباہ

ما دریں فن صفدریم و پہلواں — کس ندارد پائے ما اندر جہاں
جنگجو اس فن میں ہیں ہم پہلواں — ہے ہمارا کون ہم رتبہ یہاں

ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطرہا شدست — کاینحکایتہاست کہ پیشیں بدست
ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطر ہو گیا — یہ بھی قصہ پہلے قصوں سا ہوا

ذکرِ موسیٰؑ بہرِ روپوشست لیک — نورِ موسیٰؑ نقدِ تست اے یارِ نیک
ذکرِ موسیٰؑ کا یہاں ضمناً ہوا — نورِ موسیٰؑ خود ہے تو اے باوفا

موسیٰ و فرعون در ہستی تست	باید ایں دو خصم را در خویش جست
ہیں تجھی میں موسیٰؑ و فرعون بھی	ڈھونڈ ان دونوں کو اپنے میں کبھی
تا قیامت ہست از موسیٰؑ نتاج	نور دیگر نیست دیگر شد سراج
نورِ موسیٰؑ ہوگا تا روزِ جزا	ہے وہی نور اور چراغ اک دوسرا
ایں سفال و ایں فتیلہ دیگر است	لیک نورش نیست دیگر زاں سر است
یہ چراغ اور بتی گو ہے دوسری	نور لیکن اس میں پیدا ہے وہی
گر نظر در شیشہ داری گم شوی	زانکہ در شیشہ است اعدادِ دوئی
شیشے کو دیکھے اگر ہے گمرہی	کیونکہ شیشے میں ہیں اعدادِ دوئی
ور نظر بر نور داری وا رہی	از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی
نور پر رکھے نظر تو ہو رہا	اس دوئی سے اور عدد سے برملا
از نظرگاہ است اے مغزِ وجود	اختلافِ مومن و گبر و یہود
ہے نظر گہ سے یہ اے جانِ وجود	اختلافِ مومن و گبر و یہود

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل میں اختلاف

پیل اندر خانۂ تاریک بود	عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ایک ہاتھی اک اندھیرے گھر میں تھا	ہند والے تھے دکھانے پر تلا
از برائے دیدنش مردم بسے	اندر آں ظلمت ہمی شد ہر کسے
دیکھنے اس کو بہت سے آدمی	جا رہے تھے اس اندھیرے میں سبھی
دیدنش با چشم چوں ممکن نبود	اندر آں تاریکیش کف مے بسود
دیکھ لینا آنکھ سے ممکن نہ تھا	ہاتھ اندھیرے میں تھا ہر اک پھیرتا
آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد	گفت ہمچوں ناودانستش نہاد
سونڈ پر ہاتھ ایک کا جب جا پڑا	بولا اس کا جسم ہے پرنالہ سا
آں یکے را دست بر گوشش رسید	آں برو چوں بادبیزن شد پدید
دوسرے کا ہاتھ کانوں پہ پڑا	اس پہ پنکھا بن گیا وہ ظاہر ہوا

آں یکے را کف چو بر پایش بسود — گفت شکلِ پیل دیدم چوں عمود
ایک کا جب ہاتھ پاؤں پر پڑا — بولا ہاتھی کیا ہے - اک کھم ہے بڑا

آں یکے بر پشتِ او بنہاد دست — گفت خود ایں پیل چوں تختے بدست
ایک نے جب ہاتھ پھیرا پیٹھ پر — بولا یہ ہاتھی ہے تخت سخت تر

ہمچنیں ہر یک بجزوے چوں رسید — فہم آں میکرد ہر جا مے شنید
اس طرح ہر عضو پر ہر اک گیا — جس جگہ سنتا تھا - ویسا جانتا

از نظر گہ گفتِ شاں بُد مختلف — آں یکے دالش لقب داد آں الف
کہتے نظر گہ سے بیاں سب مختلف — کہتا دال اک، دوسرا کہتا الف

در کفِ ہر کس اگر شمعے بُدے — اختلاف از گفتِ شاں بیروں شدے
شمع ہوتی سب کے ہاتھوں میں اگر — اختلاف ان میں نہ ہوتا اس قدر

چشمِ حس ہمچوں کفِ دستست و بس — نیست کف را بر ہمہ آں دسترس
چشمِ حس ہے اک ہتھیلی اور بس — کب ہتھیلی کو ہے سب پر دسترس

چشمِ دریا دیگرست و کف دگر — کف بہل وز دیدہ در دریا نگر
چشمِ دریا اور ہے کف اور ہے — چھوڑ کف - دریا مقامِ غور ہے

جنبشِ کفہا ز دریا روز و شب — کف ہمے بینی و دریا نے عجب
جھاگ کی دریا سے جنبش روز و شب — دیکھے کف، دریا نہ دیکھے - ہے عجب

ما چو کشتیہا بہم بر مے زنیم — تیرہ چشمیم و در آبِ روشنیم
دست و پا ہیں مثلِ کشتی مارتے — ہم ہیں اندھے آبِ روشن میں پڑے

اے تو در کشتیٔ تن رفتہ بخواب — آب را دیدی نگر در آبِ آب
کشتیٔ تن میں جو تو سوتا ہے محوِ خواب — پانی دیکھا دیکھ لے اب آبِ آب

آب را آبیست کو میراندش — روح را روحیست کو میخواندش
آب کو اک آب رکھتا ہے رواں — ہے بلاتی روح کو اک روح ہاں

موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بُد کآفتاب ۔۔ کشتِ موجودات را میداد آب
موسیٰؑ و عیسیٰؑ نہ تھے جب آفتاب ۔۔ عالمِ ایجاد کو دیتا تھا آب

آدمؑ و حواؑ کجا بود آں زماں ۔۔ کہ خدا افگند ایں زہ در کماں
آدمؑ و حواؑ کہاں تھے اُس گھڑی ۔۔ جب کمان اللہ نے یہ کھینچ لی

ایں سخن ہم ناقص ست و ابتر ست ۔۔ آں سخن کہ نیست ناقص آں سرست
یہ سخن ہے ناقص و ابتر۔ مگر ۔۔ وہ سخن ناقص نہیں جو ہے اُدھر

گر بگویم زاں بلغزد پائے تو ۔۔ ور نگویم ہیچ از آں اے وائے تو
گر کہوں لغزش ہو تیرے پاؤں کو ۔۔ کچھ نہ بولوں تجھ پہ پھر افسوس ہو

ور بگویم در مثالِ صورتے ۔۔ بر ہماں صورت بچسپی اے فتے
اور اگر دوں تجھ کو صورت سے مثال ۔۔ تو چپک جائے اسی میں بے کمال

بستہ پائی چوں گیا اندر زمیں ۔۔ سر بجنبانی ببادے بے یقیں
گھاس بن کر تو ہے پابندِ زمیں ۔۔ سر ہلے تیرا ہوا سے ہم نشیں

لیک پایت نیست تا نقلے کنی ۔۔ یا مگر پا را ازیں گِل بر کنی
پاؤں ہوں تو تو کہیں حرکت کرے ۔۔ پاؤں یا مٹی سے اپنے کھینچ لے

چوں کنی پا را حیاتت زیں گِلست ۔۔ ایں حیاتت را روش بس مشکلست
کیا کرے مٹی ہے تیری زندگی ۔۔ زندگی کی ہے روش مشکل بڑی

چوں حیات از حق بگیری اے روی ۔۔ پس غنی گردی زگِل و ز دل روی
گر حیاتِ حق ہو حاصل اے غنی ۔۔ گِل میں کیا دل میں سکونت ہو تری

شیر خوارہ چوں ز دایہ بگسلد ۔۔ لوت خوارہ شد مر اور امے ہلد
شیر خوارہ[1] جبکہ دایہ سے چھٹے ۔۔ کھانا کھائے اور اُس کو چھوڑ دے

[1] دودھ پیتا بچہ۔

بستۂ شیر زمینی چوں حبوب | جو فطام خویش از قوت القلوب

صورت دانہ ہے شیر خاک پر | قوت دل سے ترک رسم شیر کر

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر | اے تو نور بے حجب را ناپذیر

قوت حکمت کھا کہ ہے نور بتول | نور بے پردہ سے کیوں ہے بے حصول

تا پذیرا گردی اے جاں نور را | تا ببینی بے حجب مستور را

جب تو حاصل کر سکیگا نور کو | دیکھے گا بے پردہ ہر مستور کو

چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی | بلکہ بے گردوں سفر بے چوں کنی

سیر تارے کی طرح ہو چرخ پر | بلکہ گردوں کیا؟ خدا تک ہو سفر

آنچناں کز نیست در ہست آمدی | ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی

جس طرح ہستی میں آیا نیست سے | کس طرح آیا؟ بڑی مستی سے

راہہائے آمدن یادت نماند | لیک رمزے با تو برخواہیم خواند

راستہ آنے کا تجھ کو کب ہے یاد | بھید اک کہتا ہوں سن اے بامراد!

ہوش را بگذار آنگہ ہوش دار | گوش را بر بند آنگہ گوش دار

ہوش کو چھوڑ اور پھر ہو ہوشیار | کان کر بند اور پھر سن اے نگار

نے نگویم زانکہ تو خامی ہنوز | در بہاری و ندیدستی تموز

مت کہوں میں، کیونکہ تو ہے خام ہاں | ہے بہاروں میں، نہ دیکھیں گرمیاں

ایں جہاں ہمچوں درخت است اے کرام | ما برو چوں میوہ ہائے نیم خام

یہ جہان اک پیڑ ہے اے خوش کلام | ہم ہیں اس پہ میوہ ہائے نیم خام

سخت گیرد خامہا مر شاخ را | زانکہ در خامی نشاید کاخ را[1]

کچے پھل سختی سے تھامیں شاخ کو | کیونکہ وہ ہیں نامناسب کاخ کو

[1] یعنی وہ محلوں میں نہیں بھیجے جاتے۔

چون بخت و گشت شیریں لب کزاں	سست گیرد شاخہا را بعد از آں
جب وہ یک کر ہو گئے بیٹھے وہاں	شاخ کو ہیں کم پکڑتے بے گماں
چوں از آں اقبال شیریں شد دہاں	سرد شد بر آدمی ملک جہاں
جب ہوا اس اقبال سے شیریں دہاں	سرد ہوا انسان پہ ملک جہاں
سخت گیری و تعصب خامیست	تا جنینی کار خون آشامیست
سخت گیری اور تعصب، خامیاں	خون پینا ہے جنیں کا کام ہاں
چیز دیگر ماند اما گفتنش	با تو روح القدس گوید نے منش
اور ہے اک بات کہنے سے رہی	میں نہیں کہ دیگا روح القدس ہی
نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن	نے من و نے غیر من اے ہم تو من
بلکہ اپنے کان میں تو خود کہے	بے مرے بے غیر ہیں تو ایک سے
ہمچوں آں وقتے کہ خواب اندر روی	تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی
جس طرح سوتے ہیں اندر خواب کے	خود ہی تو آ جاتے اپنے سامنے
بشنوی از خویش و پنداری فلاں	با تو اندر خواب گفتست آں نہاں
خود سنے اپنے سے اور سمجھے فلاں	کہ گیا ہے خواب میں راز نہاں
تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق	بلکہ گردونی و دریائے عمیق[1]
تو فقط تو ہی نہیں اے خوش رفیق	بلکہ ہے اک چرخ و دریا سے عمیق
آں توئی زفتست کاں نہصد تو است	قلزمست و غرقہ گاہ صد تو است
وہ ہے تو ہی جو کہیں نو سو بنا	یعنی دریا ہوا سو کو ڈبا
خود چہ جائے حد بیداری و خواب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
اس میں کیا ہے حد بیداری و خواب	دم نہ مارے اللہ اعلم بالصواب
دم مزن تا بشنوی ز آں مہ لقا	الصلا اے پاکبازاں الصلا
دم نہ مار اور سن کہ وہ کہتا ہے کیا	الصلا اے پاکبازو الصلا

[1] دیکھو صفحہ ۱۳۸

دم مزن تا بشنوی اسرارِ حال ۔۔ از زبان بیزبان کہ فہم تعال
دم نہ مار اور سن جو ہیں اسرارِ حال ۔۔ ہاں زبانِ بے زباں سے فہم تعال

دم مزن تا بشنوی زاں دم زناں ۔۔ آنچہ ناید در بیان و در زماں
دم نہ مار اور سن پھر اس دم مار سے ۔۔ جو نہ خود ذکر و زماں میں آ سکے

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب ۔۔ آنچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم نہ مار اور سن بیانِ آفتاب ۔۔ جس سے خالی ہے کتاب اور ہر خطاب

دم مزن تا دم زند بہرِ تو روح ۔۔ آشنا بگذار در کشتیِ نوحؑ
چپ ہو تا تیرے لئے بولے یہ روح ۔۔ تیرنا چھوڑ اور لے کشتیِ نوحؑ

حضرت نوحؑ کے لڑکے کی سرکشی

ہمچو کنعاں کاشنا میکرد او ۔۔ کہ نخواہم کشتیِ نوحِؑ عدو
مثلِ کنعاں کے کہ وہ تھا تیرتا ۔۔ نوحؑ کی کشتی کا طالب ہی نہ تھا

ہیں بیا در کشتیِ بابا نشیں ۔۔ تا نگردی غرقِ طوفاں اے مہیں
نوحؑ بولے بیٹھ جا کشتی میں آ ۔۔ غرقِ طوفاں ہو نہ جائے بے وفا

گفت نے نے آشنا آموختم ۔۔ من بجز شمعِ تو شمع افروختم
بولا آتا ہے مجھے تو تیرنا ۔۔ شمع سے تیری جلاؤں شمع کیا

ہیں مکن کایں موجِ طوفانِ بلاست ۔۔ دست و پائے آشنا امروز لاست
نوحؑ بولے یہ ہے طوفانِ بلا ۔۔ تیرنے والے کے دست و پا ہیں لا

باد قہر است و بلائے شمع کش ۔۔ جز کہ شمعِ حق ہمے پاید خمش
ہے بلائے قہر بادِ شمع کش ۔۔ شمعِ حق کے ماسوا ہو جا خمش

سلہ (گذشتہ صفحہ کا نوٹ) یعنی آ ۔ پیامِ دعوت و طلب ۔
سلہ ادھر آ ۔

گفت نے رفتم بر آں کوہ بلند ۔۔۔ عاصمست آں کہ مرا از ہر گزند

بولا میں اُس کوہ پر چڑھ جاؤنگا ۔۔۔ اور اماں ہر ابتلا سے پاؤں گا

ہیں مکن کہ کوہ کاہ ست ایں زماں ۔۔۔ جز حبیبِ خویش را ندہد اماں

نوحؑ بولے۔کوہ خود ہے مثلِ کاہ ۔۔۔ دوست کو اپنے فقط دیگا پناہ

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام ۔۔۔ کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ ام

بولا میں تیری نصیحت کب سنوں ۔۔۔ کر نہ لالچ، کب ترے کنبے سے ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا ۔۔۔ من بری ام از تو در ہر دو سرا

بات یہ تیری نہیں کچھ خوشگوار ۔۔۔ میں نہیں دونوں جہاں میں ذمہ دار

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست ۔۔۔ مر خدا را خویش و انباز نیست

نوحؑ بولے۔دن یہ نازش کا نہیں ۔۔۔ ہے شریک و خویش بھی اسکا کہیں!

تاکنوں کردی و ایندم نازکیست ۔۔۔ اندریں درگاہ گیرا ناز کیست

ناز اب تک کر چکا۔اب ناز کیا ۔۔۔ ناز اُس درگہ میں کرنا ہے خطا

لم یلد لم یولد ست او از قدم ۔۔۔ نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم

لم یلد[1] ہے اور لم یولد[2] وہ ذات ۔۔۔ باپ بیٹے سے بری، عالی صفات

نازِ فرزنداں کجا خواہد کشید ۔۔۔ نازِ بابایاں کجا خواہد شنید

ناز بیٹوں کا اُٹھائے گا وہ کیا ۔۔۔ ناز باپوں کا ہے اُسنے کب سنا

نیستم مولود پیرا کم بناز ۔۔۔ نیستم والد جوانا کم گراز

ہوں[3] نہ بیٹا-ناز کر بابا نہ ہاں ۔۔۔ ہوں نہ والد-ناز کم کر اے جواں

نیستم شوہر نیم من شہوتی ۔۔۔ ناز را بگذار اینجا اے ستی

میں نہیں ہوں شہوتی شوہر مگر ۔۔۔ ناز مجھ سے اس قدر خادم! نہ کر

[1] اُسنے کسی کو نہیں جنا ۔ [2] وہ کسی سے نہیں جنا گیا ۔

[3] یہ اشعار گویا خدا کی زبانِ حال سے ہیں ۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار | اندریں حضرت ندارد اعتبار

ماسوائے عاجزی و انکسار | کس کو اس درگاہ میں ہے اعتبار

گفت بابا سالہا ایں گفتۂ | باز میگوئی بجہل آشفتۂ

بولا بابا مدتوں کہتا رہا | پھر وہی باتیں جہالت سے بکا

چند ازینہا گفتۂ با ہر کسے | تا جواب سرد بشنودی بسے

تو نے کی یہ گفتگو ہر شخص سے | اور جواب سرد پایا۔ دیکھ لے

ایں دم سرد تو در گوشم نرفت | خاصہ اکنوں کہ شدم دانا و زفت

تیری سرد آہیں میں سن سکتا نہیں | اب میں دانشمند ہوں کر لے یقیں

گفت بابا چہ زیاں دارد اگر | بشنوی یکبار تو پند پدر

نوحؑ بولے ہو ترا نقصان کیا | مان لے اک بار کہنا باپ کا

ہمچنیں میگفت او پند لطیف | ہمچنیں میگفت او دفع عنیف

وہ نصیحت اس کو دیتے ہی رہے | اور جواب سخت لڑکے نے دیے

نے پدر از نصح کنعاں سیر شد | نے دمے در گوش آں ادبیر شد

باپ کو سیری نصیحت سے نہ تھی | اور نہ بیٹے نے سنی اک بات بھی

اندریں گفتن بدند و موج تیز | بر سر کنعاں زد و شد ریز ریز

تھیں یہ باتیں آئیں موجیں جوش پر | پرزے پرزے کر دیا کنعاں کا سر

نوحؑ گفت اے پادشاہ بردبار | مر مرا خر مرد و سیلت برد بار

نوحؑ بولے اے خدائے بردبار | خر مرا اور لے گئی موج اس کا بار

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا | کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا

وعدہ تو نے بارہا مجھ سے کیا | اہل تیرے ہوں گے طوفاں سے رہا

دل نہادم بر امید تو سلیم | پس چرا بربود سیل از من گلیم

مطمئن تھا میں تری امید پر | لے گئی موجیں مری کملی کدھر

گفت او از اہل خویشانت نبود ۔ خود ندیدی تو سفیدی او کبود

بولا ایک تھا خویش وہ گم کردہ راہ ۔ کچھ نہ سمجھا تو سفید اور یہ سیاہ

چونکہ دندان ترا کرم اوفتاد ۔ نیست دندان برکنش اے اوستاد

جب ترے دانتوں میں کیڑے لگ گئے ۔ اب اکھاڑ اُن کو وہ دنداں کب رہے

تاکہ باقی تن نگردد زار ازو ۔ گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو

تاکہ باقی تن نہ اُن سے زار ہو ۔ خود تو اپنی ملک سے بیزار ہو

گفت بیزارم ز غیر ذات تو ۔ غیر نبود آنکہ او شد مات تو

بولے ہوں بیزار تیرے غیر سے ۔ غیر وہ کب ہے جو تجھ سے مات ہے

تو ہمے دانی کہ چونم با تو من ۔ بیست چندانم کہ با باران چمن

جانتا ہے تو نہیں کیا ہوں تیرے ساتھ ۔ اس سے بڑھ کر جو چمن باراں کیساتھ

زندہ از تو شاد از تو عائلے ۔ مغتذی بے واسطہ بے حائلے

تجھ سے ہے محتاج زندہ اور شاد ۔ رزق سے بے واسطہ ہے بامراد

متصل نے منفصل نے اے کمال ۔ بلکہ بیچون وچگونہ زاعتدال

متصل کب منفصل کب یہ کمال ۔ بلکہ بے چون و چرا ہے اعتدال

ماہیانیم و تو دریائے حیات ۔ زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات

مچھلیاں ہم تو ہے دریائے حیات ۔ زندہ تیرے لطف سے ہے کائنات

تو نگنجی در کنار فکرتے ۔ نے بہ معلولے قرین با علتے

فکر میں بھی تو سما سکتا نہیں ۔ علت و معلول سے کب ہے قریں

پیش ازیں طوفان و بعد ازیں مرا ۔ تو مخاطب بودۂ در ماجرا

پہلے اس طوفان کے اور بعد از آں ۔ تو مخاطب تھا ہر اک حالت میں ہاں

با تو میگفتم نہ با ایشاں سخن ۔ اے سخن بخش نو و آں کہن

اُن سے کیا میں تجھ سے ہوں گرم سخن ۔ سب کو تو ہی دے سخن نو یا کہن

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن ‏ گاہ با اطلال و گاہے با دمن

رات دن کرتا ہے عاشق گفتگو ‏ بستیوں سے اور کھنڈر سے مو بمو

روئے در اطلال کردہ دائما ‏ او کرا میگوید این مدحت کرا

وہ کھنڈر کی سمت کرکے رُخ سدا ‏ ہم سخن کس سے ہے اور مدحت سرا

شکر طوفاں را کنوں بگماشتی ‏ واسطہ اطلال را برداشتی

شکر ہے طوفاں کیا تو نے بپا ‏ ہو گیا فانی کھنڈر کا واسطا

زانکہ اطلال لئیم و بد بُدند ‏ نے ندائے نے صدائے میزدند

کیونکہ تھے منحوس یہ سارے کھنڈر ‏ تھی صدا اُن میں نہ نغموں کا گذر

من چناں اطلال خواہم در خطاب ‏ کز صدا چوں کوہ واگوید جواب

چاہتا ہوں وہ کھنڈر وقت خطاب ‏ دیں صدا کا کوہ کی صورت جواب

تا مثنّیٰ بشنوم من نام تو ‏ عاشقم بر نام جاں آرام تو

نام تیرا تا دوبارہ میں سُنوں ‏ نام پر تیرے میں عاشق دل سے ہوں

ہر نبی زاں دوست دارد کوہ را ‏ تا مثنّیٰ بشنود نام ترا

دوست رکھیں کوہ کو یوں انبیا ‏ تا دوبارہ نام وہ سُن لیں ترا

آں کہ پستیست مثال سنگلاخ ‏ موش را شاید نہ ما را در مناخ

پست وہ کہسار جو سنگیں ہو ‏ مجھ کو تو کیا ہے ضروری موش کو

من بگویم او نگردد یار من ‏ بے صدا ماند دم گفتار من

میں کہوں اور وہ نہ سُنے مجھ کو سکوں ‏ بے صدا رہ جائے جب میں کچھ کہوں

با زمیں آں بہ کہ ہموارش کنی ‏ نیست ہمدم با قدم یارش کنی

کر زمیں کے ساتھ تو ہموار اسے ‏ جب نہیں ہمدم تو پامالی ہی دے

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را ‏ حشر گردانم برآرم از ثری

دی ندا حق نے جو چاہے نوحؑ تو ‏ پھر جلا دوں سب کو تیرے روبرو

بہرِ کنعانے دلِ تو نشکنم ‌‌ ‌ لیکت از احوالِ او آگہ کنم

بہرِ کنعاں دل نہ توڑونگا ترا ‌ حال سے تجھ کو کروں واقف ذرا

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا ‌ ہم کنی غرقہ اگر باید ترا

بولے - ہاں ہاں میں تو راضی ہوں تجھے ‌ غرق کردے گر ضرورت ہو تجھے

ہر زمانم غرقہ میکن من خوشم ‌ حکمِ تو جانست چوں جاں میکشم

خوش ہوں تجھ کو غرق کر دے جب کبھی ‌ حکم تیرا جان ہے تا زندگی

ننگرم کس را وگر ہم بنگرم ‌ او بہانہ باشد و تو منظرم

کس کو دیکھوں اور دیکھوں بھی اگر ‌ ہو وہ حیلہ اور تو مدِّ نظر

عاشقِ صنعِ توام در شکر و صبر ‌ عاشقِ مصنوع کے باشم چو گبر

عاشقِ صنعت ہوں شکر و صبر میں ‌ گبر ہی مصنوع سے اُلفت کریں

عاشقِ صنعِ خدا با فر بود ‌ عاشقِ مصنوعِ او کافر بود

عاشقِ صنعِ خدا ہے بہتریں ‌ عاشقِ مصنوع ، کافر بالیقیں

درمیانِ این دو فرقے بس خفیست ‌ خود شناسد آنکہ در رویت صفیست

درمیاں اِن دو ہے فرق خفی ‌ جانے وہ جس کو بصیرت ہے ملی

دو حدیثوں کی مطابقت

دی سوالے کرد سائل مر مرا ‌ زانکہ عاشق بود او بر ماجرا

مجھ سے سائل نے کیا کل یہ سوال ‌ کیونکہ وہ تھا بحث پر عاشق کمال

گفت نکتۂ الرّضا بالکفر کفر ‌ ایں پیمبر گفت و گفتِ اوست مہر

ہے جو نکتہ " الرّضا بالکفر کفر ‌ قولِ پیغمبر ہے ' قول اُن کا ہے مہر

لہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے ؀

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا ۔ مر مسلماں را رضا باید رضا

پھر یہ فرمایا کہ ہو کوئی قضا ۔ چاہیے مومن ہو راضی بہ رضا

نے قضائے حق بود کفر و نفاق ۔ گر بدیں راضی شوم باشد شقاق

کیا قضائے حق نہیں کفر و نفاق ۔ کفر ہو کر لوں جو اس سے اتفاق

ور نیم راضی بود آں ہم زیاں ۔ پس چہ چارہ باشدم اندر میاں

اور نہ ہوں راضی تو اس میں ہے زیاں ۔ پس علاج اس کا ہے کیا کیجے بیاں

گفتمش ایں کفر مقضی نے قضاست ۔ ہست آثار قضا ایں کفر راست

بولا میں ہے کفر مقضی[1] کب قضا ۔ کفر کے آثار اس میں ہیں تو کیا

پس قضا را خواجہ از مقضی بداں ۔ تا شکالت حل شود اندر زماں

تو قضا کو مقضی سے تعبیر کر ۔ تاکہ مشکل تیری حل ہو اے پسر

راضیم بر کفر زاں رو کہ قضاست ۔ نے ازاں رو کہ نزاع کفر ماست

کفر پہ راضی ہوں گر وہ ہو قضا ۔ پر نہ ہو جھگڑا ہمارے کفر کا

کفر از روئے قضا خود کفر نیست ۔ حق را کافر مخواں اینجا مایست

کفر از روئے قضا ہے کفر کب ۔ حق کو کافر کہا ہے بے ادب

کفر جہلست و قضائے کفر علم ۔ ہر دو یک کے باشد آخر حلم و خلم

کفر ہے جہل اور قضائے کفر علم ۔ ایک ہو سکتے ہیں کیونکر حلم و خلم[2]

زشتی خط زشتی نقاش نیست ۔ بلکہ ازوے زشت را بنمودنیست

بدخطی زشتی نہیں نقاش کی ۔ بلکہ اس سے نقش کی زشتی کھلی

قوت نقاش باشد آنکہ او ۔ ہم تواند زشت کردن ہم نکو

قوتیں نقاش کی ہیں اسکے فنا ۔ اچھا بھی نقش یا بھی برا

---

[1] قضا والا ۔

[2] غصہ اور غضب ۔

گر کشائم بحث این را من بساز | تا سوال و تا جواب آید دراز
بحث کو چھیڑوں اگر اے دلنواز | ہو سوال اس کا جواب اسکا دراز

ذوقِ نکتہ عشق از من میرود | نقشِ خدمت نقشِ دیگر میشود
ذوقِ عشق اس طرح ہو جائے جدا | نقشِ خدمت کا ہو نقشہ دوسرا

حیرت بحث و فکر کی مانع ہے

آں یکے مرد دو مو آمد شتاب | پیشِ یک آئینہ دارِ مستطاب
آیا اک تل چاولی ڈاڑھی سے | مضطرب سا پاس اک حجام کے

گفت از ریشم سفیدی کن جدا | کہ عروسِ نو گزیدم اے فتیٰ
بولا ڈاڑھی سے سفیدی کر جدا | میں عروسِ نو ہوں لایا اے فتیٰ

ریشِ او ببرید و کل پیشش نہاد | گفت تو بگزین مرا کارے فتاد
اُسنے ڈاڑھی کاٹ کر آگے رکھی | اور کہا تو بال چن دے آ پڑی

این سوال و آن جواب است اے گزین | کہ سر اینہا ندارد دردِ دین
یہ سوال اور یہ جواب اے نکتہ چیں | کچھ خیال اس کا نہ رکھتے مردِ دیں

این یکے زد سیلیے[1] مر زید را | حملہ کرد او ہم برائے کید را
اک نے آکر زید کے تھپڑ دیا | زید نے بھی بدلے میں حملہ کیا

گفت سیلی زن سوالے میکنم | پس جوابم گوے وآنگہ میزنم
بولا سیلی زن ہے مجھ سے اک سوال | دے جواب اور پیٹ لینا پھر کمال

بر قفائے تو زدم آمد طراق | یک سوالے دارم اینجا در وفاق[2]
مارا گردن پہ صدا آئی تڑاق | پوچھتا ہوں تجھ سے از راہِ وفاق

[1] تھپڑ مارنے والا ۔
[2] محبت ۔

این سوال از تو بپرسم بگو
حل کن اشکال مرا اے نیکخو

پوچھتا ہوں تجھ سے دے اسکا جواب
حل مری مشکل کو کر اے کامیاب

این طراق از دست من بود آیا
از قفاگاہ تو اے فخر کیا

یہ تڑاقہ ہاتھ سے میرے ہوا
یا تری گدی سے آئی تھی صدا

گفت از درد این فراغت نیستم
کہ دریں فکر و تامل بیستم

بولا مجھ کو درد سے فرصت نہیں
تا کروں فکر و تامل بالیقیں

تو کہ بیدردی ہمے اندیش این
نیست صاحب درد را این فکر ہین

تو کہ ہے بیدرد اس کی فکر کر
فکر اہل درد کو کب ہے مگر

دردمنداں را نباشد فکر غیر
خواہ در مسجد برو خواہی بدیر

دردمندوں کو نہیں کچھ فکر غیر
خواہ تو مسجد میں جا یا سوئے دیر

غفلت و بیدردیت فکر آورد
در خیالات نکتہ بکر آورد

فکر اٹھتی ہے دل بیدرد سے
نکتے جو تخییل میں پیدا کرے

جز غم دین نیست صاحب درد را
مے شناسد مرد را و گرد را

ہے غم دیں صرف اہل درد کو
جانتا ہے مرد کو اور گرد کو

حکم حق را بر سر و دیدہ نہد
حفظ فکر خویش یکسو مے نہد

حکم حق کو وہ سر آنکھوں پر رکھے
کچھ نہ اپنی فکر کی پروا کرے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی حافظ نہ تھا

در صحابہ کم بدے حافظ کسے
گرچہ شوقے بود جانشان را بسے

ہاں صحابہ میں کوئی حافظ نہ تھا
گرچہ اس کا شوق ان کو تھا بڑا

مغز علم افزود کم شد پوستش
زانکہ عاشق را بسوزد دوستش

بڑھ گیا علم اور رہا باقی نہ پوست
کیونکہ عاشق کو جلا دیتا ہے دوست

زانکہ چوں مغزش درآگند و رسید — پوستہا شد بس رقیق و واکفید
چونکہ ان کا مغز تھا بالکل بھرا — پوست نازک ہوتے ہوتے پھٹ گیا

قشر جوز و فستق و بادام ہم — مغز چوں آگندشاں شد پوست کم
پستہ بادام اور پوست اخروٹ کے — مغز جب بڑھنے لگا گھٹنے لگے

وصف مطلوبی چو ضد طالبی ست — وحی برق نور سوزان نبی ست
ضد طالب وصف ہے مطلوب کا — وحی برق نور سے قرآں جلا

چوں تجلی کرد اوصاف قدیم — پس بسوزد وصف حادث را گلیم
جب عیاں ہوتے ہیں اوصاف قدیم — جلتی ہے پھر وصف حادث کی گلیم

ربع قرآں ہر کرا محفوظ بود — جلّ فینا از صحابہ مے شنود
ربع قرآں حفظ جس کو یاد تھا — جلّ فینا کہتے اصحاب سے وفا

جمع صورت با چنیں معنی ژرف — نیست ممکن جز ز سلطانے شگرف
جمع صورت اسقدر معنی کے ساتھ — ہے فقط شاہنشہ عالی کے ہاتھ

درچنیں مستی مراعات ادب — خود نباشد ور بود باشد عجب
ایسی مستی میں مراعات ادب — خود نہیں رہتیں رہیں تو ہے عجب

اندر استغنا مراعات نیاز — جمع ضدین ست چوں گرد و دراز
ہو جو استغنا میں بھی پاس نیاز — ہے ضدوں کی جمع کیونکہ ہو دراز

جمع ضدین از نیاز [illegible] و ناز — باز در وقت تحیّر امتیاز
دو ضدوں کی وجہ ہیں ناز و نیاز — اور پھر وقت تحیّر امتیاز

چوں عصا معشوق عمیاں میشود — کور خود صندوق قرآں میشود
ہے عصا معشوق اندھوں کا بیاں — کور ہو قرآن کا صندوق ہاں

لہ ہم میں بزرگ ہے ؛

سلہ عارف کامل سے مراد ہے ؛

گفت کوراں خود صنادیقند پُر ‌ ‌ ‌ از حدیث و مصحف و ذکر و نذر

بیگماں اندھے ہیں خود صندوق ہی ‌ ‌ ‌ جن میں قرآں اور حدیثیں ہیں بھری

باز صندوقے پُر از قرآں بہ است ‌ ‌ ‌ زانکہ صندوقے بود خالی بدست

جس میں ہو قرآں وہ ہے صندوق خوب ‌ ‌ ‌ اُس سے جو خالی ہو اور ہو بے عیوب

باز صندوقے کہ خالی شد ز بار ‌ ‌ ‌ بہ ز صندوقے کہ پُر موش ست و مار

پھر ہے جو صندوق خالی بار سے ‌ ‌ ‌ بہتر اُس سے جو بھرا ہو مار سے

حاصل اندر وصل چوں افتاد مرد ‌ ‌ ‌ گشت دلالہ بہ پیش مرد سرد

مرد کو ہوتا ہے حاصل وصل جب ‌ ‌ ‌ پھیکا پڑتا ہے رُخ دلالہ تب

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح ‌ ‌ ‌ شد طلبگاری علم اکنوں قبیح

پہنچا جب مطلوب تک تو اے فتا ‌ ‌ ‌ پھر طلب کرنا بُرا ہے علم کا

چوں شدی بر بامہائے آسماں ‌ ‌ ‌ سرد باشد جستجوئے نردباں

جبکہ تو ہو باریاب آسماں ‌ ‌ ‌ پھر ہے ناحق جستجوئے نردباں

جز برائے یاری و تعلیم غیر ‌ ‌ ‌ سرد باشد راہ خیر از بعد خیر

ماسوائے یاری و تعلیم غیر ‌ ‌ ‌ سرد راہ خیر ہے بس بعد خیر

آئنہ روشن کہ شد صاف و جلی ‌ ‌ ‌ جہل باشد بر نہادن صیقلے

آئنہ روشن ہو جب اور ہو صفا ‌ ‌ ‌ جہل ہے صیقل کا اس پہ پھیرنا

پیش سلطاں خوش نشستہ در قبول ‌ ‌ ‌ جہل باشد جستن نامہ رسول

پیش سلطاں جبکہ ہے تو خود قبول ‌ ‌ ‌ جہل ہے پھر ڈھونڈنا خط اور رسول

معشوق کے سامنے عاشق کا نامہ محبت پڑھنا

آں یکے را یار پیش خود نشاند ‌ ‌ ‌ نامہ بیروں کرد و پیش یار خواند

اک کو پاس اپنے بٹھایا دوست نے ‌ ‌ ‌ لے کے خط پڑھنے لگا وہ سامنے

بیتہا در نامۂ مدح و ثنا ‏ ‏ ‏ زاری و مسکینی و بس لابہا
نامہ کے وہ شعر وہ مدح و ثنا ‏ ‏ ‏ وہ خوشامد اور وہ رونا جھینکنا

گریہ و افغان و حزن و درد خویش ‏ ‏ ‏ خواری و بیزاریے با اہل خویش
وہ فغاں و رنج اور وہ زاریاں ‏ ‏ ‏ خواریاں اور اپنوں سے بیزاریاں

دوری و رنجوری از ہجران دوست ‏ ‏ ‏ ذکر پیغام و رسول از مغز و پوست
دوری و رنجوری و آلام وہ ‏ ‏ ‏ جھوٹے سچے نامہ و پیغام وہ

ہمچناں میخواند با معشوق خود ‏ ‏ ‏ تا کہ بیروں شد ز حد و از عدد
سامنے معشوق کے ایسے پڑھا ‏ ‏ ‏ حد و اندازہ سے آگے بڑھ گیا

گفت معشوق ایں اگر بہر منست ‏ ‏ ‏ گاہ وصل ایں عمر ضائع کردنست
دوست بولا یہ جو ہے میرے لئے ‏ ‏ ‏ پھر تو کیوں کھوتا ہے گھنٹے وصل کے

من بہ پیشت حاضر و تو نامہ خواں ‏ ‏ ‏ نیست ایں بارے نشانِ عاشقاں
میں ہوں تیرے پاس تو ہے نامہ خواں ‏ ‏ ‏ ہاں نہیں ہے عاشقوں کا یہ نشاں

گفت اینجا حاضری اما ولیک ‏ ‏ ‏ من نمی یابم نصیب خویش نیک
بولا عاشق تو تو حاضر ہے ولیک ‏ ‏ ‏ اپنی قسمت کو نہیں پاتا ہوں نیک

آنچہ میدیدم ز تو پارینہ سال ‏ ‏ ‏ نیست ایں دم گرچہ می بینم وصال
تجھ سے جو کچھ دیکھتا تھا پار سال ‏ ‏ ‏ وہ نہیں اب گرچہ حاصل ہے وصال

من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام ‏ ‏ ‏ دیدہ و دل ز آب تازہ کردہ ام
میں نے اس چشمے سے پانی ہے پیا ‏ ‏ ‏ دل کو اور آنکھوں کو ہے تازہ کیا

چشمہ مے بینم و لیکن آب نے ‏ ‏ ‏ راہِ آبم را مگر زد رہزنے
چشمہ ہے لیکن وہ پانی اب کہاں ‏ ‏ ‏ راہزن نے راہ ماری ہے گماں

گفت پس من نیستم معشوق تو ‏ ‏ ‏ من بہ بلغار و مرادت در قتو
بولا میں تیرا نہیں معشوق ۔ جا ‏ ‏ ‏ میں ہوں مشرق میں تو مغرب میں پڑا

عاشقی تو بر من و بر حالتے ۔۔۔ حالت اندر دست نبود اے فتے

مجھ پہ عاشق ہے کہ میرے حال پر ۔۔۔ کب ہوا قابو کسی کے حال پر؟

پس نیم کلی مطلوب تو من ۔۔۔ جزو مقصودم ترا اندر زمن

میں نہیں معشوق کلی اب ترا ۔۔۔ جزو ہوں میں اک ترے مقصود کا

خانۂ معشوقہ‌ام معشوق نے ۔۔۔ عشق بر نقد است بر صندوق نے

خانۂ معشوق ہوں معشوق نے ۔۔۔ نقد سے ہے عشق کب صندوق سے

ہست معشوق آنکہ او یکتو بود ۔۔۔ مبتدا و منتہایت او بود

ہے وہی معشوق جو یکتا رہا ۔۔۔ ہو جو تیری ابتدا و انتہا

چوں بیابی اش نباشی منتظر ۔۔۔ ہم ہویدا او بود ہم نیز سر

جب اسے پائے نہ ہو تو منتظر ۔۔۔ ظاہر و باطن میں ہو تیرا مقر

میر احوال است نے موقوف حال ۔۔۔ بندۂ ایں ماہ باشد ماہ و سال

حال کا حاکم۔ نہیں پابند حال ۔۔۔ ماہ کے بندے بنے ہیں ماہ و سال

چوں بگوید حال را فرماں کند ۔۔۔ چوں بخواہد جسمہا را جاں کند

جب وہ چاہے حال کو فرماں کرے ۔۔۔ اور جب وہ چاہے تن کو جاں کرے

منتہی نبود کہ موقوفست او ۔۔۔ منتظر بنشستہ باشد حال جو

وہ سدا یکساں ہے کب ہے منتہی ۔۔۔ منتظر کب حال کا ہے اے اخی

کیمیائے حال باشد دست او ۔۔۔ دست جنباند شود مے مست او

کیمیائے حال اس کا ہاتھ ہاں ۔۔۔ جب ہلائے مست مے ہو لے گماں

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود ۔۔۔ خار و نشتر نرگس و نسریں شود

وہ جو چاہے موت کو شیریں کرے ۔۔۔ خار و نشتر کو گل و نسریں کرے

او بود سلطان حال اندر روش ۔۔۔ نے چو تو محروم از حال و کشش

صورت سلطان حال اس کی روش ۔۔۔ کب ہے وہ محروم جذبات و کشش

آنکہ او موقوف حالست آدمیست — کہ گہے افزوں و گاہے در کمیست

حال کا پابند ہے یہ آدمی — گاہ اس میں ہے فزونی گہ کمی

لیک صافی فارغست از وقت و حال — صوفی ابن الوقت باشد در مثال

کچھ نہیں صوفی کو فکر وقت و حال — صوفی ابن الوقت ہے بہر مثال

حالہا موقوف فکر و رائے او — زندہ از نفخ مسیح آسائے او

حال ہیں پابند اس کی فکر کے — زندہ ہیں اس کے مسیحی نفس سے

عاشق حالی نہ عاشق بر منی — بر امید حال و بر من مے تنی

حال کا عاشق تو میرا کب مگر — میرا عاشق ہے امید حال پر

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بود — نیست معبود خلیل آفل بود

جو کبھی ناقص کبھی کامل ہوا — وہ نہیں معبود اور نہ آفل ہوا

و آنکہ آفل باشد و گہ آن و این — نیست دلبر لا احب الآفلین

ہے جو فانی حال پر قائم نہیں — کب ہے دلبر لا احب الآفلین[1]

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوشیست — یک زمانے آب و یکدم آتشست

جو کبھی خوش ہے کبھی ناخوش ہے یار — گاہ پانی ہے تو گہ مانند نار

برج مہ باشد و لیکن ماہ نے — نقش بت باشد ولے آگاہ نے

برج مہ ہو ماہ ہو سکتا نہیں — نقش بت آگاہ ہو سکتا نہیں

ہست صوفی صفا جو ابن وقت — وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت

صوفی صافی ہے گویا ابن وقت — وقت کو جوں باپ کے پکڑا ہے سخت

لیک صافی غرق عشق ذوالجلال — ابن کس نے فارغ از اوقات و حال

ہے جو صوفی غرق عشق ذوالجلال — کب کسی کا ہے پسر فارغ ز حال

[1] میں فنا ہو جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

فرق نوری کہ او لم یولد است ‏ — لم یلد لم یولد آن ایزد است

فرق ہے اس میں کہ لم یولد ہے وہ ‏ — لم یلد لم یولد اور ایزد ہے وہ

رو چنیں عشقے گزیں گر زندهٔ ‏ — ورنہ وقت مختلف را بندهٔ

عشق ایسا کر اگر تو زندہ ہے ‏ — مختلف وقتوں کا ورنہ بندہ ہے

منگر اندر نقش زشت و خوب خویش ‏ — بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش

نقش اپنے تو نہ دیکھ اچھے برے ‏ — عشق اور معشوق ہی کو دیکھ لے

منگر ایں را کہ حقیری یا ضعیف ‏ — بنگر اندر ہمت خود اے شریف

تو نہ دیکھ اس کو ہے دبلا یا ضعیف ‏ — اپنی ہمت پر نظر کر اے شریف

تو بہر حالے کہ باشی مے طلب ‏ — آب میجو دائما اے خشک لب

تو ہو جس حالت میں رکھ حسن طلب ‏ — ڈھونڈ دائم آب کو اے خشک لب

کاں لب خشکت گواہی میدہد ‏ — کو بآخر بر سر منبع رود

خشک لب تیرے ہیں خود اس کے گواہ ‏ — پہنچے گا سرچشمہ پر اے خوش نگاہ!

خشکی لب ہست پیغامے ز آب ‏ — کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب

خشکی لب کیا ہے اک پیغام آب ‏ — تجھ کو لے آئے گا اس تک اضطراب

کایں طلبگاری مبارک جنبشیست ‏ — ایں طلب در راہ حق مانع کشیست

اس طلب میں ہیں مبارک جنبشیں ‏ — راہ حق میں اس کو مانع کش کہیں

ایں طلب مفتاح مطلوبات تست ‏ — ایں سپاہ و نصرت رایات تست

یہ طلب کنجی ہے مطلوبات کی ‏ — فوج ہے یہ فتح اور رایات کی

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح ‏ — میزند نعرہ کہ مے آید صباح

یہ طلب جوں مرغ دے بانگ ظفر ‏ — اور چلائے کہ آئی ہے سحر

گرچہ آلت نیستت تو مے طلب ‏ — نیست آلت حاجت اندر راہ رب

گو تو بے ساماں ہے پھر بھی کر طلب ‏ — راہ رب میں حاجت ساماں ہے کب

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر! ‏ — یار او شو پیش او انداز سر

جس کو تو دیکھے طلبگار اے پسر! ‏ — ساتھ اس کے جھکا دے اپنا سر

گر بجوارِ طالباں طالب شوی — در ظلالِ غالباں غالب شوی

طالبوں کے سائے میں طالب ہو تو — غالبوں کے سائے میں غالب ہو تو

گر یکے مورے سلیمانی بجست — منگر اندر جستنِ او سست سست

چیونٹی گر عزمِ سلیمانی کرے — تو نہ دیکھ اس کو نگاہِ سست سے

ہر چہ داری تو ز مال و پیشہ — نے طلب بود اوّل و اندیشہ

مال اور پیشہ جو تو رکھتا ہے اب — اس کی پہلے تھی کہاں فکر و طلب

گر یکے گنجے بیابد نادرست — در بایستد از طلب ہم قاصر است

اک خزانہ پائے تو نادر ہے وہ — اور طلب سے گر رکے تو قاصر ہے وہ

ہر کہ چیزے جست بے شک یافت او — چوں بجد اندر طلب بشتافت او

جس نے جو ڈھونڈا اسے بے شک ملا — جب طلب کی راہ میں دوڑا گیا

چوں نہادی در طلب پا اے پسر — یافتی و شد میسر بے خطر

پاؤں جب رکھا طلب میں اے پسر — ہو گیا سب کچھ میسر بے خطر

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب — تا بیابی ہر چہ خواہی اے عجب

ہاں نہ رہ اے خواجہ اک دم بے طلب — تا جو کچھ چاہے تیرے وہ تجھ کو سب

عاقبت جوئندہ یابندہ بود — چونکہ در خدمت شتابندہ بود

جو کوئی ڈھونڈے گا۔ آخر پائے گا — جبکہ وہ خدمت میں دوڑا جائے گا

در طلب چالاک شو زاں فتح باب[1] — مے طلب واللہ اعلم بالصواب

ہو طلب میں مستعد اور فتح باب — کر طلب۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک سست آدمی کا قصہ

آں یکے در عہدِ داؤدِ نبی — نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غبی

عہدِ داؤدِ نبی میں تھا کوئی — سامنے نادان و دانا کے اخی!

[1] دروازے کا کھلنا۔ حصول مقصد۔

ایں دعا میکرد دائم کا یخدا! ثروتے بے رنج روزی کن مرا
یوں دعا کرتا تھا دائم - اے خدا! مال بے محنت مشقت کر عطا

چوں مرا تو آفریدی کاہلے زخم خوارے سست جنبے منبلے
تو نے جب کاہل مجھے پیدا کیا زخم خوردہ، سست بازو، مبتلا

بر خراں پشت ریش بیمراو بار اسپان و اشتران نتواں نہاد
جن گدھوں کی پیٹھ ہو جائے فگار اونٹ گھوڑوں کا لدے کیا اُن پہ بار

کاہلم چوں آفریدی اے ملی! روزیم دہ ہم ز راہ کاہلی
جب کیا پیدا ہے کاہل اے غنی! رزق دے مجھ کو برائے کاہلی

کاہلم من سایہ خسپم در وجود خفتم اندر سایۂ احسان وجود
سست ہوں میں اور کاہل جسم میں سائے میں احسان کے ہیں رہتیں

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر روزیے بنہادۂ نوعے دگر
کاہلوں راحت پسندوں کو مگر رزق تو دیتا ہے با نوع دگر

ہر کرا پا ہست جوید روزیے ہر کرا پا نیست کن دلسوزیے
پاؤں جس کے ہیں۔ وہ روزی ڈھونڈ لے اور تو بے کس کی دلجوئی کرے

رزق را می راں بسوئے ایں حزیں ابر را باراں بسوئے ہر زمیں
بھیج میرا رزق میں بھی ہوں حزیں ابر کو برسا دے سوئے ہر زمیں

چوں زمیں را پا نباشد جود تو ابر را راند بسوئے اود و تو
ہے زمین بے دست و پا تیرا کرم ابر اُس کی سمت بھیجے دمبدم

طفل را چوں پا نباشد مادرش آید و ریزد وظیفہ بر سرش
بچہ جب بے پاؤں کا ہوتا ہے ماں دودھ اس کو ہے پلاتی بیگماں

روزیے خواہم بناگہ بے تعب کہ ندارم من ز کوشش جز طلب
مانگتا ہوں رزق بے فکر و تعب ہے مری کوشش فقط حسن طلب

مدتے بسیار میکرد ایں دعا | روز تا شب شب ہمہ شب تا ضحیٰ
مدتوں کرتا رہا وہ یہ دعا | صبح تک شب سے سحر سے تا مسا

خلق میخندید بر گفتار او | بر طمع خام و بر بیکار او
ہنستے تھے لوگ اس کی اس گفتار پر | طمع خام اور ناروا بیکار پر

کہ چہ میگوید عجب ایں سست ریش | یا کسے دادست بنگ بیہشیش
بک رہا ہے بے شعور احمق یہ کیا | بھنگ اسے شاید کسی نے دی پلا

راہ روزی کسب و رنج است و تعب | ہر گز ایں نادر نشد در رشد عجب
شرط ہر رزق ہے کسب و تعب | یہ نہیں نادر جو ہو تو ہے عجب

ہر کرا او پیشہ داد و طلب | از رہ کسب و تعب با رنج و تب
جس کسی کو دے وہ پیشہ یا طلب | ہے ضروری رنج اور کسب و تعب

اطلبوا الارزاق من اسبابها | ادخلوا الاوطان من ابوابها
رزق کو ڈھونڈو مگر اسباب سے | ہو وطن میں داخل ابواب سے

شاہ و سلطان و رسول حق کنوں | ہست داؤد نبی ذو فنوں
شاہ و سلطان اور رسول ذوالمنن | ہیں جو داؤد نبی ممتاز فن

ہست فرمان او ز وحش و طیر | در ہمہ روئے زمیں او راست سیر
حکم میں آج انکے سب ہیں وحش و طیر | وہ زمیں پر ہر جگہ کرتے ہیں سیر

با چنیں عزے و نازے کاندر ست | کہ گزیدش عنایتہائے دوست
کیسے باعزت ہیں اہل ناز ہیں | لطف سے خالق کے وہ ممتاز ہیں

معجزاتش بے شمار و بے عدد | موج بخششہایش مدد اندر مدد
معجزے ہیں بے شمار اور بے عدد | موج بخشش سے انہیں حاصل مدد

ہیچکس را خود ز آدم تا کنوں | کے بدست آواز ہمچوں ارغنوں
آج تک آدم سے لے کر کون تھا | جس نے پائی ارغنوں کی سی صدا

کو بہر وعظے بمیراند دویست | آدمی از صوت خوش کرد نیست

آدمی ہر وعظ میں دو سو مریں | اپنی خوش لحنی سے وہ بیجاں کریں

شیر و آہو جمع گردد آں زماں | سوئے تذکیرش مغفّل ایں ازاں

شیر و آہو جمع ہوتے ہیں وہاں | ذکر سے بے ہوش ہو کر بیگماں

کوہ و مرغاں ہم رسائل با دمش | ہر دو اندر وقت دعوت محرمش

کوہ و مرغ ان کے ہوں سارے ہم زباں | وقتِ دعوت وہ ہوں محرم بیگماں

ایں و صد چنداں مر او را معجزات | نور رویش بے جہات و در جہات

یہ اور ایسے سیکڑوں ہیں معجزے | نور ان کا بے جہت ہر جا رہے

با ہمہ تمکیں خدا روزی او | کردہ باشد بستہ اندر جستجو

باوجود اس کے بھی وہ اپنی معاش | کرتے رہتے ہیں بصد محنت تلاش

بے زرہ بافی و رنجے روزیش | مے نیاید با ہمہ بہروزیش

بے زرہ بافی و بے محنت کہاں | روزی انکی، گو وہ ہیں خود کامراں

ایں چنیں مخذول واپس ماندۂ | خانہ کندہ دوں و گردوں راندۂ

یہ ہے گمرہ اور پھر ناکامیاب | گردشوں میں وقف اور خانہ خراب

ایں چنیں مدبر ہمی خواہد کہ او | گنج یابد تا رود پایش فرو

ایسا ہے بدبخت اور یہ چاہتا | گنج پائے بے حد و بے انتہا

ز احمقی خواہد کہ بے تجشم ز دو | بے تجارت پر کند دامن ز سود

فکر احمق ہے کہ بے محنت کئے | بے تجارت نفع سے دامن بھرے

ایں چنیں گنجے نیابد در جہاں | کہ بر آید بر فلک بے نردباں

گنج یوں بے رنج ملتا ہے کہاں | کون جائے چرخ پر بے نردباں

ایں ہمے گفتش بہ تسخر زیرگیر | کہ رسیدت روزی و آمد بشیر

دل لگی کرتا تھا کوئی اسے یہ زرد | تیری روزی آ گئی اے خوش خبر!

واں ہمے خندید ما را ہم بدہ | زانچہ یابی ہدیہ اے سالار دہ
کوئی کہتا تھا ہمیں بھی کچھ ملے | اس میں سے جو ہدیئے آئے تجھے

او ازیں تشنیع مردم در فسوس | کم نمیکرد از دعا و چاپلوس
طعن اور تشنیع سنتے لیکن کبھی | کم نہ کرتا تھا دعائیں رزق کی

تا کہ شد معروف در شہر و شہیر | کوزۂ انبان تہی جوید پنیر
ہو گیا مشہور شہروں میں حقیر | ڈھونڈتا ہے خالی تھیلے سے پنیر

شد مثل در خام طمعی آں گدا | او ازیں خواہش نمے آمد جدا
طمع میں ضرب المثل تھا وہ گدا | اپنی خواہش سے نہ ہوتا لیکن جدا

کم نمیکرد از دعا و ابتہال | کرد اجابت مستعان ذو الجلال
کم نہ کرتا تھا دعائیں وہ ملول | کی خدا نے ہر دعا آخر قبول

گر گراں و گر شتابندہ بود | عاقبت جوئندہ یابندہ بود
سست ہو یا دوڑنے والا کوئی | سچ ہے جو ڈھونڈے گا پائیگا وہی

اس گدا کے گھر میں گائے کا گھس آنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ | ایں دعا میکرد با زاری و آہ
ایک دن وہ صبح کو بے اشتباہ | یہ دعا کرتا تھا با زاری و آہ

ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید | شاخ زد بشکست دربند و کلید
گائے اس کے گھر میں آئی دوڑ کے | تالا کنجی در کا توڑا سینگ سے

گاو گستاخ اندر آں خانہ بجست | مرد برجست و قوائمہاش بست
گائے گستاخ اس کے گھر میں گھس گئی | مرد نے وہ گائے اٹھ کر باندھ لی

پس گلوئے گاو ببرید آں زماں | بے توقف بے تأمل بے اماں

کاٹ ڈالا گائے کا اس نے گلا | بے توقف بے تأمل بے ملا

چوں سرش ببرید شد سوئے قصاب | تا اہابش برکند در دم شتاب

کاٹ کر سر لے گیا سوئے قصاب | کھال اس کی وہ اتارے تا شتاب

اے تقاضا گر درون ہمچون جنیں | چوں تقاضا میکنی اتمام دیں

اے تقاضا کرنے والے جوں جنیں | کرتا ہے کیوں خواہش اتمام دیں

سہل گرداں رہ نما توفیق دہ | یا تقاضا را بہل بر ما منہ

سہل کر رستہ بتا توفیق دے | یا بری کر دے۔ تقاضا چھوڑ کے

چوں ز مفلس زر تقاضا می کنی | زر ببخشش در سرائے شاہ غنی!

گر تقاضا زر کا مفلس سے کرے | اے غنی! چھپ کر اسے زر بخش دے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر | زہرہ کے دارد کہ آید در نظر

قافیے اور شعر صبح و شام کے | بے تری توفیق ہیں کس کام کے

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم | بندۂ امر تو اند از ترس و بیم

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم | تابع فرماں ہیں اور رکھتے ہیں بیم

چوں مسبح کردۂ ہر چیز را | ذات بے تمیز و با تمیز را

کر دیا ہر چیز کو تسبیح خواں | بے تمیز اور با تمیز اب ہیں جہاں

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر | گوید و از حال آں ایں بیخبر

ہر کوئی تسبیح با نوع دگر | کر رہا ہے دوسرے سے بے خبر

آدمی منکر ز تسبیح جماد | واں جماد اندر عبادت اوستاد

جانے کیا انسان تسبیح جماد | وہ عبادت میں مگر ہیں اوستاد

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے | بیخبر از یکدگر و اندر شکے

بلکہ یہ جو ہیں بہتر ملتیں | بے خبر باہمدگر ہیں وہم میں

چوں تو ناطق را ز حالِ ہمدگر | نیست آگہ چوں بود دیوار و در

حال ناطق سے ہے ناطق بے خبر | کس طرح ہو واقف دیوار و در

چوں من از تسبیح ناطق غافلم | چوں بداند سبحۂ صامت دلم

جب نہیں تسبیح ناطق کا پتا | پھر جمادی کی سنوں تسبیح کیا

ہست سنی را یکے تسبیح خاص | ہست جبری را ضدِ آں در مناص

خاص اک تسبیح سنی کی ہوئی | پائی ضد جبری نے اس تسبیح کی

سنی از تسبیح جبری بے خبر | جبری از تسبیح سنی بے اثر

ذکر سے جبری کے سنی بے خبر | سنی کی طاعت سے جبری بے اثر

ایں ہمے گوید کہ آں ضالست و گم | بے خبر از حال او و ز امرِ قم

یہ ہے کہتا راہ گم کردہ ہے | بے خبر حال اور قم کے حکم سے

واں ہمے گوید کہ ایں را چہ خبر | جنگشاں افگند یزداں از قدر

وہ یہ کہتا ہے کہ اِس کو کیا خبر | جنگ میں رکھا ہے حق نے سربسر

گوہرِ ہر یک ہوا پیدا میکند | جنس از ناجنس پیدا میکند

کرتا ہے جوہر وہ ہر اک کا عیاں | جنس کو ناجنس سے پیدا یہاں

قہر را از لطف داند ہر کسے | خواہ ناداں خواہ دانا یا خسے

قہر کو سب لطف سے ہیں جانتے | اس میں ناداں ہوں کہ دانا [illegible]

لیک لطفے قہر در پنہاں شدہ | یا کہ قہرے در دلِ لطف آمدہ

قہر میں ہے لطف پنہاں ہو گیا | لطف میں یا قہر ہے جلوہ نما

کم کسے داند مگر ربانیے | کش بود در دل محک جانیے

کون اسے جانے مگر حق کا ولی | جسکے دل میں ہے کسوٹی کشف کی

باقیاں زیں دو گمانے میبرند | سوئے لانہ خود بیک پر مے پرند

باقیوں کو دونوں ہی پر ہے گماں | اڑتے ہیں اک پر سے سوئے آشیاں

علم را دو پر گمان را یک پر است ۔۔۔ ناقص آمد ظن بپرواز ابتر است

علم کے دو پر گماں کا ایک پر ۔۔۔ ظن ہے ناقص اور اڑنے میں بتر

علم اور گمان

مرغ یک پر زود افتد سرنگوں ۔۔۔ باز بر پرد دو گامے یا فزوں

مرغ اک پر سے اڑے ہو سرنگوں ۔۔۔ پھر اڑے دو اک قدم یا کچھ فزوں

میفتد میخیزد آں مرغ گماں ۔۔۔ با یکے پر بر امید آشیاں

اٹھتا ہے گرتا ہے وہ مرغ گماں ۔۔۔ ایک پر سے با امید آشیاں

چوں ز ظن وا رست علمش رو نمود ۔۔۔ شد دو پر آں مرغ و پرہا واکشود

جب گماں سے چھوٹا علم اسکو ملا ۔۔۔ مرغ کو دو پر ملے ۔ اڑنے لگا

بعد ازاں یمشی سویاً مستقیم[1] ۔۔۔ نے علی وجہہ مکباً او سقیم

بعد از آں چلتا ہے سیدھا راستا ۔۔۔ منہ کے بل گرتا نہیں اوندھا ذرا

با دو پر بر میپرد چوں جبرئیل ۔۔۔ بیگمان و بے مگر بے قال و قیل

اڑتا ہے دو پر سے مثل جبرئیل ۔۔۔ بے گماں بے شبہ اور بے قال و قیل

گر ہمہ عالم بگویندش توی ۔۔۔ بر رہ یزدان و دین مستوی

ساری دنیا گر کہے ہاں ہے تو ہی ۔۔۔ رہرو راہ حق و دین نبی

او نگردد گرم تر از گفتشاں ۔۔۔ جان طاق او نگردد جفتشاں

گرم وہ ہوتا نہیں اس قول سے ۔۔۔ جان یکتا اس کی ان سے کیوں ملے

ور ہمہ گویند او را گمرہی ۔۔۔ کوہ پنداری و تو برگ کہی

اور اگر گمراہ سب اس کو کہیں ۔۔۔ کاہ ہے تو ۔ کوہ اپنے زعم میں

[1] قولہ تعالیٰ: افمن یمشی مکباً علی وجہہ اہدیٰ من یمشی سویاً علی صراط مستقیم یعنی جو منہ کے بل گر گر کر چلتا ہے وہ زیادہ راستہ پانے والا ہے یا وہ جو کھڑے کھڑے سیدھا راستہ چل رہا ہے ÷

اوفتند در گماں از طعنشاں ‏ او نگردد دردمند از طعنشاں

اُن کے طعنوں سے نہ ہو وہ بدگماں ‏ طعنے اس کو دیں نہ کچھ تکلیف جاں

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت ‏ گویدش با گمرہی یاری و جفت

کوہ و دریا بھی اگر اس سے کہیں ‏ رنگ گمراہی ہے تیرے حال میں

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال ‏ مطمئن و موقن و بے احتمال

ایک ذرہ بھر نہ ہو اسکو خیال ‏ مطمئن ہو اور یقیں میں باکمال

مدرسے کے لڑکے اور استاد

کودکان مکتبے از اوستاد ‏ رنج دیدند و ملال و اجتہاد

بچوں نے مکتب میں اک استاد سے ‏ رنج اٹھائے اور ملال اکثر ہوئے

مشورت کردند در تعویق کار ‏ تا معلم در فتد در اضطرار

مشورہ ٹھہرا کہ تاخیر کار ہو ‏ تا معلم کچھ دنوں ہو بیقرار

چوں نمی آید ورا رنجوریے ‏ کہ بگیرد چند روز او دوریے

کیوں نہیں آتا مرض کوئی اسے ‏ دور وہ کچھ روز تو ہم سے رہے

تا رہیم از حبس و از تنگی کار ‏ ہست او چوں سنگ خارا برقرار

قید اور تنگی سے تا ہم ہوں رہا ‏ کوہ کے مانند ہے وہ ایک جا

آں یکے زیرک تریں تدبیر کرد ‏ کہ بگوید اوستا چونی تو زرد

ایک نے سوچا جو تھا اُن سب میں فرد ‏ یوں کہو استاد چہرہ کیوں ہے زرد

خیر باشد رنگ تو بر جائے نیست ‏ ایں اثر یا از ہوا یا از تپیست

خیر باشد کیوں اڑا رنگت آپ کا ‏ تپ ہے یا ہے یہ خرابی ہوا؟

اندکے اندر خیال افتد ازیں ‏ تو برادر ہم مدد کن اینچنیں

کچھ خیال اس سے ہو پیدا واقعی ‏ بھائی! تو بھی پھر مدد کرنا یونہی

چوں درآئی از درِ مکتب بگو ‏— خیر باشد اوستا احوالِ تو

جب درِ مکتب سے آئے چھیڑنا ‏— خیر باشد - آپ کا ہے حال کیا

آں خیالش اندکے افزوں شود ‏— کز خیالے عاقلے مجنوں شود

کچھ بڑھے گا اور ان کا احتمال ‏— کرتا ہے دیوانہ عاقل کو خیال

آں سوم واں چارم و پنجم چنیں ‏— در پئے ما غم نمایند و حنیں

تیسرا چوتھا یونہی پھر پانچواں ‏— نالہ و غم کا کریں اظہار ہاں

تا چو سی کودک تواتر ایں خبر ‏— متفق گویند یابد مستقر

تیس لڑکے جب یونہی دینگے خبر ‏— اس کے دل پہ مستقل ہوگا اثر

ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی ‏— باد بختت بر عنایت متکی

سب یہ بولے اس سے - شاباش اے ذکی ‏— بخت ہو بیدار تیرا اے اخی

متفق گشتند در عہدِ وثیق ‏— کہ نگرداند سخن را یک رفیق

متفق ہو کر یہ پیماں کر لیا ‏— کوئی برگشتہ نہ ہوگا برملا

بعد ازاں سوگند داد او جملہ را ‏— تا کہ غمازے نگوید ماجرا

بعد ازآں اس نے قسم ان سب کو دی ‏— تا نہ چغلی کھائے اُن میں سے کوئی

لوگوں کی عقل میں اختلاف

رائے آں کودک بچربید از ہمہ ‏— عقلِ او در پیش میرفت از رمہ

رائے اس لڑکے کی یوں غالب ہوئی ‏— عقل اس کی سب پہ سبقت لے گئی

آں تفاوت ہست در عقلِ بشر ‏— کہ میانِ شاہداں اندر صور

عقل انساں میں ہے فرق برملا ‏— جیسے معشوقوں کی شکلیں ہیں جدا

زیں قبل فرمود احمد در مقال ‏— در زباں پنہاں بود حسنِ رجال

ہے اسی مبحث میں قولِ مصطفےٰ ‏— حسن انساں کا زباں میں ہے چھپا

اختلاف عقلہا در اصل بود ‎ ‎ بر وفاق سنیاں باید شنود

اصل میں ہے ساری عقلوں کا نفاق ‎ ‎ سنیوں کا ہے اسی پر اتفاق

برخلاف قول اہل اعتزال ‎ ‎ کہ عقول از اصل دارند اعتدال

اور یہ کہتے ہیں اہل اعتزال ‎ ‎ اصل میں عقلوں کو ہے اک اعتدال

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند ‎ ‎ تا یکے را از یکے اعلم کند

تجربہ تعلیم بیش و کم کرے ‎ ‎ دوسرے کو ایک سے اعلم کرے

باطلست ایں زانکہ رائے کودکے ‎ ‎ کہ ندارد تجربہ در مسلکے

یہ ہے باطل، کیونکہ اک لڑکے کی رائے ‎ ‎ تجربہ سے جو نہ کچھ ادراک پائے

بگذرد ز اندیشۂ مردان کار ‎ ‎ عاجز آید کار ایشاں در اضطرار

تجربہ کاروں کی گذرے فکر سے ‎ ‎ کام اُن کا فکر سے ابتر رہے

بر دمید اندیشۂ زاں طفل خرد ‎ ‎ پیر با صد تجربہ بوئے نبرد

چھوٹے بچے نے جو اندیشہ کیا ‎ ‎ بوڑھے دانا کو نہیں اُسکا پتا

خود فزوں آں بہ کہ آں از فطرتست ‎ ‎ تا ز افزونی کہ جہد و فکرتست

بہتر ہی بہتر، جو ہو پیدائشی ‎ ‎ اس فزونی سے جو ہو تحصیل کی

تو بگو دادہ خدا بہتر بود ‎ ‎ یا کہ لنگے راہوارانہ رود

تو ہی کہہ۔ وہ چال اچھی حق جو دے ‎ ‎ چال یا لنگڑے کی جو اچھا چلے

لڑکوں کا مکر سے استاد کو وہم میں ڈالنا

روز گشت و آمدند آں کودکاں ‎ ‎ بر ہمیں فکرت بمکتب شادماں

دن چڑھا اور آئے لڑکے بیگماں ‎ ‎ سوئے مکتب اپنی دھن میں شادماں

جملہ استادند بیروں منتظر ‎ ‎ تا درآید اندر آں یار مصر

لڑکے سب باہر کھڑے تھے منتظر ‎ ‎ تاکہ اندر آئے وہ یار مصر

زانکہ منبع او بُدست ایں رائے را | سر امام آمد ہمیشہ پائے را
کیونکہ تھا مرکز وہی اس رائے کا | اور تھا سردار سب کا برملا

اے مقلد تو مجو بیشی براں | کو بود منبع ز نورِ آسماں
اے مقلد اس پہ تو سبقت نہ کر | نور کا منبع ہے تیرا راہبر

او درآمد گفت استا را سلام | خیر باشد رنگِ رویت زرد فام
آیا وہ لڑکا - کیا جھک کر سلام | اور کہا چہرہ یہ کیوں ہے زرد فام

گفت استا نیست رنجے مر مرا | تو برو بنشیں مگو یاوہ ہلا
بولا یوں استاد ہوں اچھا بھلا | کیوں یونہی بک بک کر رہا ہے بیٹھ جا

نفی کرد اما غبارِ وہمِ بد | اندکے اندر دلش ناگاہ زد
نفی کی لیکن غبارِ وہم تھا | دل میں کچھ تھوڑا سا میل آ ہی گیا

اندر آمد دیگرے گفت ایں چنیں | اندکے آں وہم افزوں شد بریں
دوسرا آیا یہی کہتا ہوا | بڑھ گیا کچھ اور وہم استاد کا

ہمچنیں تا وہم او قوت گرفت | ماند اندر حالِ خود بس در شگفت
ایسے ہی جب وہم کو قوت ملی | حیرت اپنے حال پہ اس کو ہوئی

فرعون کا وہم سے پریشان ہونا

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد | زد دلِ فرعون را رنجور کرد
عورتوں مردوں نے سب سجدے کئے | بڑھ گئے صدمے دلِ فرعون کے

گفتنِ ہر یک خداوند و ملک | آنچناں کردش ز وہمے منتہک
جب کہا سب نے شہنشہ اور خدا | ایسا اس کو وہم نے رسوا کیا

کہ بدعوائے الٰہی شد دلیر | اژدہا گشت و نمے شد ہیچ سیر
ہو گیا زعمِ خدائی پہ دلیر | اژدہا تھا پھر نہیں ہوتا تھا سیر

عقل جزوی آفتش وہم است و ظن ۔ زانکہ در ظلمات شد او را وطن

عقل جزوی اس کی کمی وہم اور ظن ۔ کیونکہ ہے ظلمات میں اس کا وطن

بر زمین گر نیم گز راہے بود ۔ آدمی بے وہم ایمن میرود

نصف گز رستہ زمیں پر ہو اگر ۔ آدمی چلتا ہے اس پر بے خطر

بر سر دیوار عالی گر روی ۔ گر دو گز عرضش بود کژ میشوی

اونچی اک دیوار پر گر تو چلے ۔ عرض دو گز بھی ہو تو جھک کر چلے

بلکہ می افتی ز لرز دل بوہم ۔ ترس وہم را نکو بنگر بفہم

بلکہ دل کی لرزشوں سے وہم ہو ۔ ہاں سمجھ اس بات خوف و وہم کو

استاد کا وہم وخیال سے بیمار ہو جانا

گشت استا سست از وہم و ز بیم ۔ بر جہید و میکشانید او گلیم

سست وہم وبیم سے استاد تھا ۔ اوڑھا کمبل اور وہاں سے اٹھ چلا

خشمگین با زن کہ مہر اوست سست ۔ من بدین حالم نپرسید و نجست

بیوی پر غصہ کیا ہے بے وفا ۔ میرا یہ حال اور نہ آئے پوچھا

خود مرا آگہ نکرد از رنگ من ۔ قصد دارد تا رہد از ننگ من

رنگ سے میرے نہ دی مجھ کو خبر ۔ چاہتی ہے چھوٹنا مجھ سے مگر

او بحسن و جلوہ خود مست گشت ۔ بیخبر کز بام من افتاد طشت

مست ہے جلوہ گری میں حسن کی ۔ بے خبر ہے جیسے دن ہیں آخری

آمد و در را بتندی بر گشاد ۔ کودکان اندر پئے آن اوستاد

آیا کھولا در نہایت زور سے ۔ بچے پیچھے پیچھے تھے استاد کے

گفت زن خیر است چون زود آمدی ۔ کہ مبادا ذات نیکت را بدی

بیوی بولی خیر ہے کیوں آ گئے ۔ دشمنوں کے کیا مزاج اچھے نہ تھے

فالِ بد رنجور گرداند ہمے — آدمی را کہ نبودستش غمے
فال بد بیمار کر دیتی ہے ہاں — آدمی کو گو نہ ہو غم بے گماں

قولِ پیغمبر قبولہ یفرضوا — اِن تمارضتم لدینا تمرضوا[1]
قول پیغمبر ہے - اس کو مان لو — خود مرض سر پہ جو لو - بیمار ہو

گر بگویم او خیالے بر زند — فعل دارد زن کہ خلوت میکند
اب کہوں کچھ میں - تو سمجھے گا یہی — کچھ تو ہے ، جو ہے وہ خلوت چاہتی

مر مرا از خانہ بیروں میکند — بہرِ فتنے فعل و افسوں میکند
گھر سے وہ دیگا مجھے باہر نکال — ہوگا جادو اور ٹونے کا خیال

جامہ خواب افگند استاد و فتاد — آہ آہ و نالہ از وے مے بزاد
بچھ گیا بستر - معلم سو گیا — آہ آہ اور نالہ وہ کرنے لگا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں — درس میخوانند با صد اندہاں
تھے وہاں لڑکے وہ سب بیٹھے ہوئے — چپکے چپکے پڑھتے تھے - مغموم تھے

کایں ہمہ کردیم و ما زندانییم — بد بنائے بود و ما بد بانییم
ہم نے سب کچھ تو کیا - پھر ہیں اسیر — یہ بری ڈالی بنا ہے نا گزیر

ہیں دگر اندیشہ باید نمود — تا ازیں محنت فرح یابیم زود
فکر کوئی اور کرنی چاہیئے — تا رہائی اس مشقت سے ملے

استاد کو پھر وہم میں ڈالنا

گفت آں کودک کہ اے قوم پسند — درس خوانید و کنید آوا بلند
بولا وہ لڑکا کہ اے ہمدرد ہو — شور کر کے تم سبق اپنا پڑھو

[1] اگر تم مرض کو اپنے اوپر فرض کر لو گے تو مریض ہو جاؤ گے ؎

چوں ہمی خواندند گفت آں کودکاں ‌ ‌ بانگ ما استاد را دارد زیاں

جب پڑھا کہنے لگا وہ نادان ‌ ‌ یہ صدا استاد کو دیگی زیاں

درد سر افزاید استا را ز بانگ ‌ ‌ ارزد ایں کو درد یابد بہر دانگ

درد سر آواز سے بڑھ جائیگا ‌ ‌ درد وہ کیوں مول تھا لینے لگا

گفت استا راست میگوید روید ‌ ‌ درد سر افزوں شدم بیروں شوید

بولا استاد - اب یہ تم نے سچ کہا ‌ ‌ جاؤ رخصت درد سر بڑھنے لگا

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم ‌ ‌ دور بادا از تو رنجوری و بیم

سجدہ کر کے سب وہ بولے اے کریم ‌ ‌ دور ہو تجھ سے یہ رنجوری و بیم

پس بروں جستند سوئے خانہا ‌ ‌ ہمچو مرغاں در ہوائے دانہا

اپنے اپنے گھر وہ لڑکے چل دیئے ‌ ‌ مرغ دانے کے لئے جیسے اڑے

لڑکوں کا جانا اور ماؤں کا پوچھنا

مادرانشاں خشمگیں گشتند و گفت ‌ ‌ روز کتاب و شما با لہو جفت

ان کی مائیں غصے سے کہنے لگیں ‌ ‌ وقت مکتب کا ہے کھیل اچھا نہیں

وقت تحصیل است اکنوں شما ‌ ‌ میگریزید از کتاب و اوستا

وقت یہ پڑھنے کا ہے پھر کس لئے ‌ ‌ بھاگتے ہو مکتب و استاد سے

عذر آوردند کاے مادر تو بیست ‌ ‌ ایں گناہ از ما و از تقصیر نیست

عذر کر کے سب نے ماؤں سے کہا ‌ ‌ یہ ہماری تو نہیں کچھ بھی خطا

از قضائے آسماں استاد ما ‌ ‌ گشت رنجور و سقیم و مبتلا

قضا ہی استاد کو حکم قضا ‌ ‌ ہو گیا بیمار دکھ میں مبتلا

مادراں گفتند مکر است و دروغ ‌ ‌ صد دروغ آرید بہر طمع دوغ

بولیں مائیں کہہ رہے ہو مکر سے ‌ ‌ حیلے سو ہیں اک دہی کے واسطے

ما صباح آییم پیش اوستا | تا ببینیم اصل ایں مکر شما
صبح ہم جائیں گے پاس استاد کے | جھوٹ اور سچ کو تمہارے جانچنے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید | بر دروغ و صدق ما واقف شوید
بولے لڑکے - جاؤ بسم اللہ تم | جھوٹ اور سچ سے بنو آگاہ تم

ماؤں کا استاد کی بیمار پرسی کو جانا

بامداداں آمدند آں مادراں | خفتہ استا ہمچو بیمار گراں
صبحدم مائیں چلی آئیں وہاں | تھا جہاں استاد سوتا ناتواں

ہم عرق کردہ ز بسیارے لحاف | سر ببستہ رو کشیدہ در سجاف
بہت لحافوں سے پسینہ تھا رواں | سر بندھا تھا منہ تھا پوشیدہ نہاں

آہ آہے میکند آہستہ او | جملگاں گشتند ہم لاحول گو
آہ کی آہستہ اس نے بالیقیں | عورتیں لاحول سب پڑھنے لگیں

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سر | جانِ تو مارا نبودہ زیں خبر
خیر باشد کب سے ہے یہ دردِ سر | بے قسم ہم کو نہ تھی اس کی خبر

گفت من ہم بے خبر بودم ازاں | آگہم کردند ایں مادر غراں
بولا میں بھی بے خبر خود اس سے تھا | ان شریروں نے مجھے آگہ کیا

من بُدم غافل بشغلِ قال و قیل | بود در باطن چنیں رنجے ثقیل
تھا میں غافل کر رہا تھا قال و قیل | اندر اندر پڑ گیا رنجِ ثقیل

چوں بجد مشغول باشد آدمی | او ز دید رنج خود باشد عمی
جبکہ ہو سرگرمِ شغلے میں آدمی | رنج سے ہوتی نہیں بینا آنکھ

از زنانِ مصر یوسف شد سمر | جملہ از مشغولی خود بے خبر
حضرتِ یوسف ہوئے جب جلوہ گر | ہاتھ کی کاٹی زنانِ مصر نے

پارہ پارہ کرد ساعد ہائے خویش — روح والہ کہ نہ پس دانَد نہ پیش
ٹکڑے ٹکڑے اپنے ہاتھوں کو کیا — پیش و پس کیا جانے رُوح مبتلا

اے بسا مرد شجاع اندر حراب — کہ بُرَد دست یا پایش ضراب
جنگ میں ہوتے ہیں ایسے سُورما — ضرب سے کٹتے ہیں جنکے دست و پا

او ہماں دست آورد در گیر و دار — بر گمان آنکہ ہست او برقرار
وہ اسی ہمت سے پھر کرتے ہیں وار — جانتے ہیں ۔ ہیں ابھی تک برقرار

خود نہ بیند دست رفتہ در ضرر — خون از و بسیار رفتہ بے خبر
ہاتھ کا کٹنا نہیں آتا نظر — خون بہتا ہے مگر ہیں بے خبر

جسم روح کا لباس ہے

تا بدانی کہ تن آمد چوں لبیس — رو بجو لابس لباسے را ملیس
جسم ہے ملبوس ۔ اگر معلوم ہو — ڈھونڈ تو کپڑے پہننے والے کو

روح را توحید اللہ خوشتر است — غیر ظاہر دست و پائے دیگر است
روح کو خوشتر ہے توحید خدا — اور باطن میں ہیں اسکے دست و پا

دست و پا در خواب بینی ایتلاف — آں حقیقت داں مداں آں را گزاف
دست و پا گر خواب میں دیکھے ملے — وہ حقیقت ہے نہ سمجھنا جان اسے

آں توئی کہ بے بدن داری بدن — پس مترس از جسم جاں بیروں شدن
تو وہ ہے بے جسم رکھتا ہے بدن — جان جائے تو نہ ڈر اے جان من

روح دارد بے بدن بس کار و بار — مرغ باشد در قفس بس بیقرار
بے بدن بھی رُوح کو ہے کاروبار — مرغ رہتا ہے قفس میں بیقرار

باش تا مرغ از قفس آید بروں — تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبوں
مرغ کو باہر قفس سے آنے دے — پھر ہوں ہفت افلاک زیر اس کے لئے

یک حکایت گوش کن گر بشنوی | در حقیقت بر حقیقت بگروی

اک حکایت میں کہوں گر تو سنے | تا حقیقت کا تو گرویدہ رہے

ایک خلوت نشین درویش کا قصہ

بود درویشے بکہسارے مقیم | خلوت او را بود ہمخوابے ندیم

ایک درویش اک پہاڑی پر مقیم | تھا۔ فقط تنہائی تھی اسکی ندیم

چوں ز خالق میرسید اورا شمول | بود از انفاس مرد و زن ملول

چونکہ تھا اللہ سے اس کا وصال | مرد و عورت سے پہنچتا تھا ملال

ہمچنانکہ سہل شد ما را حضر | سہل شد ہم قوم دیگر را سفر

ہم کو رہنا ہے وطن میں سہل تر | دوسروں کو ہے یونہی آساں سفر

آنچنانکہ عاشقی بر سروری | عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری

جس طرح تو سروری پہ ہے فدا | خواجہ ہے آہنگری پر مبتلا

ہر کسے را بہر کارے ساختند | میل آں را در دلش انداختند

ہے بنا اک کام کو یاں ہر کوئی | رغبت اس کی اسکے دل میں ڈالدی

دست و پا بے میل جنباں کے شود | خار و خس بے آب و بادے کے رود

دست و پا بے شوق کب جنبش کریں | خار و خس پانی ہوا بن کب چلیں

گر ببینی میل خود سوئے سما | پر دولت بر کشا ہمچوں ہما

ہو اگر رغبت تری سوئے سما | کھول دے دولت کے پر مثل ہما

ور ببینی میل خود سوئے زمیں | نوحہ میکن ہیچ منشیں از حنیں

ہو اگر رغبت تری سوئے زمیں | نوحہ کر اور بیٹھ مت رہ ہمنشیں

عاقلاں خود نوحہا پیشیں کنند | جاہلاں آخر بسر برمی زنند

عاقل ہے وہ نالہ وہ پہلے کرے | جاہل آخر میں ہیں سر کو پیٹتے

ز ابتدای کار آخر را ببین | تا نباشی تو پشیمان یوم دین
ابتدا میں کام کا انجام دیکھ | حشر میں تا ہو نہ تو بدنام دیکھ

ایک شخص اور ایک سنار

آن یکی آمد به پیش زرگری | که ترازو ده که بر سنجم زری
پاس زرگر کے گیا اک آدمی | دے ترازو تاکہ زر تولوں ابھی

گفت خواجه رو مرا غربال نیست | گفت میزان ده بدین تسخر مایست
بولا - اے خواجہ یہاں چھلنی کہاں | دق نہ کر - بولا - ترازو لا یہاں

گفت جاروبی ندارم در دکان | گفت بس بس این مضاحک را بمان
بولا - جھاڑو بھی نہیں دکان میں | بولا - بس بس چھوڑ دے یہ چٹکلیں

من ترازویی که می‌خواهم بده | خویشتن را کر مکن هر سو مجه
میں ترازو مانگتا ہوں مجھ کو دے | یوں نہ بہرہ بن - نہ کر چہلے نئے

گفت بشنیدم سخن کر نیستم | تا نپنداری که بی‌معنیستم
بولا سب سنتا ہوں میں بہرا نہیں | کر یقین اسکا میں بے معنی نہیں

این شنیدم لیک پیری مرتعش | دست لرزان جسم تو نامنتعش
پر سنا - ہے جسم تیرا کانپتا | تو ہے بوڑھا - جسم لاغر ہے تیرا

فهم کردم لیک پیری ناتوان | پس ضعیفت دست لرزان بی‌زبان
جانتا ہوں تو ہے بیحد ناتواں | ہاتھ لرزاں ضعف سے ہیں بےگماں

وان زر تو هم قراضهٔ خرد و مرد | دست لرزد پس بریزد زر خرد
اور ہے سونا ریزہ ریزہ سب تیرا | ہاتھ کانپیں گے گرے گا سب طلا

پس بگویی خواجه جاروبی بیار | تا بجویم زر خود را از غبار
پس کہے تو مجھ سے لا جھاڑو ذرا | ڈھونڈ لوں اپنا سونا جو کوڑے میں گرا

چوں بروبی خاک را جمع آوری   گو بیم غربال خواہم اے جری
خاک کو جب جمع کر لے جھاڑ کے   پھر کہے مجھ سے کہ چھلنی مجھکو دے
ہست زاول دیدہ ام آخر را تمام   جائے دیگر رو و از اینجا والسلام
دیکھا ہے اول سے آخر تک تمام   جا کہیں اور اس جگہ سے۔ والسلام
ہر کہ اول بیں بود اعمیٰ بود   ہر کہ آخر بیں چہ با معنیٰ بود
جو کہ اول بیں ہو ہے اندھا وہی   جو ہو آخر بیں۔ ہے با معنیٰ وہی
ہر کہ اول بنگرد پایان کار   اندر آخر او نگردد شرمسار
جو کہ پہلے سوچ لے انجام کار   وہ نہ آخر میں کبھی ہو شرمسار
حکم چوں بر عاقبت اندیشی است   بادشاہی بندۂ درویشی است
عاقبت بینی پہ ہے حکم اے ہمام   بادشاہی ہے فقیری کی غلام
عاقبت بیناں بوند اہل رشاد   در نگر واللہ اعلم بالسداد
جو ہیں آخر بیں۔ وہی ہیں کامیاب   غور کر، واللہ اعلم بالصواب
ایں سخن پایاں ندارد راز گوے   قصۂ آں مرد زاہد باز گوے
راز گو، قصہ بہت ہے یہ بڑا   مرد زاہد کی حکایت پھر سنا
کن تمام اکنوں حدیث شیخ فرد   کاندراں کہسار بودش خواب و خورد
شیخ کا قصہ ذرا اب ختم کر   ہاں۔ پہاڑوں میں وہ کرتا تھا بسر

پہاڑی زاہد کا قصہ

اندراں کہ بود اشجار و ثمار   سیب و امرود و انار بے شمار
کوہ پہ تھے پیڑ اور میوے لگے   سیب، امرود اور انار اچھے بھلے
قوت آں درویش بود آں میوہا   غیر آں چیزے نخوردے دائما
میوے اس درویش کی تھے بس غذا   اور کچھ کھاتا نہ تھا اُن کے سوا

گفت آں درویش یا رب با تو من ۔۔۔ عہد کردم کہ نچینم در زمن

بولا وہ درویش۔ تجھ سے اے خدا ۔۔۔ ہے کیا عہد اب نہ میوہ توڑونگا

خود نچینم میوہ را در کل حین ۔۔۔ نیز غیرے را نگویم کہ بچین

میں نہ خود توڑونگا میوے پیڑ کے ۔۔۔ اور نہ تڑواونگا میوہ غیر سے

جز ازاں میوہ کہ باد اندازدش ۔۔۔ من نچینم از درخت منتعش

ماسوا اسکے ہوا سے جو گرے ۔۔۔ میں نہ کچھ توڑونگا اونچے پیڑ سے

مدتے بر نذرِ خود بودش وفا ۔۔۔ تا درآمد امتحانات خدا

مدتوں وہ عہد پہ قائم رہا ۔۔۔ امتحانِ عہد کا وقت آ گیا

زیں سبب فرمود استثنا کنید ۔۔۔ گر خدا خواہد بہ پیماں برزنید

اس لئے ہے حکم[1] استثنا کرے ۔۔۔ عہد اگر چاہے خدا پورا کرے

زانکہ حکمِ کار در دستِ من است ۔۔۔ اختیارِ جملگاں پیشِ من ہست

کیونکہ میرے ہاتھ میں ہے حکمِ کار ۔۔۔ پست تر ہے مجھ سے سب کا اختیار

ہر زماں دل را دہم میلے دگر ۔۔۔ ہر زماں بر دل نہم داغِ جگر

ہر گھڑی دل کو نیا اک ذوق دوں ۔۔۔ ہر گھڑی داغِ جگر پر دل پہ رکھوں

کل اصباح لنا شانٌ جدید ۔۔۔ کل شیٔ عن مرادی لا یحید

ہر سحر میری جدا ہی شان ہے ۔۔۔ کب جدا مقصد سے میرے کوئی شے

در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پریست ۔۔۔ در بیابانے اسیرِ صرصریست

قولِ پیغمبر ہے۔ دل ہے مثلِ پر ۔۔۔ دشت کی آندھی میں جو ہے منتشر

باد پر را ہر طرف راند گزاف ۔۔۔ گہ چپ و گہ راست با صد اختلاف

پھینکتی ہے پر کو ہر جانب ہوا ۔۔۔ دائیں بائیں آگے پیچھے بے ملا

[1] یعنی حکم ہے۔ کہ جب تم کوئی عہد کیا کرو۔ تو "انشاء اللہ تعالیٰ" کہہ لیا کرو۔

در حدیث دیگر این دل داں چناں ۔ کآب جوشاں ز آتش اندر قازغاں
ہے حدیث اک یہ کہ دل ہے بے سخن ۔ دیگ میں جیسے ہو پانی جوش زن

در حدیث دیگر آمد اے شریف ۔ ہست دل مانندِ کنجشکِ ضعیف
ہے حدیث اک یہ ذرا سن اے شریف ۔ جسم میں یہ دل ہے اک چڑیا ضعیف

کہ قرارے نبودش بر یک مکاں ۔ مے جہد دائم ازینجا تا بداں
اک جگہ جس کو نہیں ملتا قرار ۔ ہر طرف وہ ہے پھدکتی بار بار

ہر زماں دل را دگر رائے بود ۔ آں نہ از وے لیک از جائے بود
رائے دل کی ہر گھڑی ہے دوسری ۔ رائے وہ اس کی نہیں۔ ہے اور کی

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل ۔ عہد بندی تا شوی آخر خجل
کیوں تو بے پروا ہو سن کر رائے دل ۔ عہد کرکے ہو پشیماں اور خجل

ایں ہم از تاثیر حکمست و قدر ۔ چاہ مے بینی و نتوانی حذر
یہ بھی ہے تاثیر حکم کبریا ۔ ہے کنواں ظاہر، نہیں بچنے کی جا

نیست خود از مرغ پراں ایں عجب ۔ کو نہ بیند دام و افتد در عطب
مرغ پراں سے تعجب یہ نہیں ۔ جو نہ دیکھے دام اور ہو غم نشیں

ایں عجب کہ دام بیند ہم وتد ۔ گر بخواہد ور نخواہد مے فتد
ہاں تعجب یہ ہے کہ پھندا دیکھ کے ۔ اس میں وہ خواہی نخواہی گر پڑے

چشم باز و گوش باز و دام پیش ۔ سوئے دامے مے پرد با پرِ خویش
وا ہوں گوش و چشم، پھندا سامنے ۔ خود پروں سے آکے پھندے میں پھنسے

بندِ دام کی تشبیہ قضا سے

بنگر اندر دلق مہتر زادہ ۔ سر برہنہ در بلا افتادہ
دیکھ تو گدڑی میں مہتر زادہ کو ۔ سر برہنہ اور بلا افتادہ کو

در ہوائے نابکاری سوختہ | امتعہ و املاک خود بفروختہ

نابکاری کی ہوا میں ہے جلا | مال و اسباب اس نے بیچا ہے ملا

خوار گشتہ درمیانِ قومِ خویش | مرہمش نایاب اندر ریشِ ریش

اور اپنی قوم میں بدنام و خوار | ملتا نہیں مرہم نہیں۔ دل ہے فگار

خانماں رفتہ شدہ بدنام و خوار | کامِ دشمن بر شد و ادبار دار

خانماں برباد اور رسوا و خوار | ہو چکا وہ خستہ ہے۔ دشمن کامگار

زاہدے بنگرید گوید اے کیا | ہمتے میدار از پیرِ خدا

دیکھ کر زاہد کو اس سے یوں کہا | کہ مدد پیری خدا کے [illegible] سے

کاندریں ادبار زشتے فتادہ ام | مال و زر و نعمت از کف دادہ ام

ہو گیا ادبار میں میں مبتلا | مال و زر سب ہاتھ سے جاتا رہا

ہمتے تا بو کہ من زیں وارہم | زیں گلِ تیرہ بود کہ بر جہم

کر دعا ایسی کہ ہو جاؤں رہا | خاکِ تیرہ سے کروں خود کو جدا

ایں دعا میخواہد او از عام و خاص | کالخلاص و الخلاص و الخلاص

ہر کس و ناکس سے تھی یہ التجا | کر رہا ہاں کر رہا ہاں کر رہا

دست باز و پائے باز و بند نے | نے موکّل بر سرش نے آہنے

دست و پا آزاد قید و بند سے | سر پہ تھا جن اور نہ لوہے کے کڑے

از کدامیں بند میجوئی خلاص | وز کدامیں قید میخواہی مناص

تو رہائی خواہ ہے کس قید سے | ہے ضروری بھاگنا کس سے تجھے

بندِ تقدیر و قضائے مختفی | کاں نبیند آں بجز ذاتِ حق

قید تقدیر اور پوشیدہ قضا | کون دیکھے اس کو بجز مردِ خدا

گرچہ پیدا نیست آں در مکمنست | بدتر از زندان و بندِ آہنست

گرچہ وہ ظاہر نہیں پنہاں تو ہے | بدتر از زنجیر و بند و زنداں تو ہے

زانکہ آہنگر مر آنرا بشکند ۔ حفرہ گر ہم خشت زنداں بر کند

بند ہو تو توڑ دے آہن گر اسے ۔ اینٹ زنداں کی نقب زن توڑ دے

ایں عجب ایں بند پنہان گراں ۔ عاجز از تکسیر آں آہنگراں

ہے عجب اک بند ہے سخت و نہاں ۔ توڑنے سے عاجز آہن گر یہاں

دیدن آں بند احمدؐ را رسد ۔ بر گلوئے بستہ حبل من مسد

آنکھ احمدؐ کو ہے اس بند کی ۔ رسی خرما کی گلے[۱] میں دیکھ لی

دید بر پشت عیال بولہب ۔ تنگ ہیزم گفت حمال الحطب

لکڑیاں لاوے تھی زوجہ بولہب ۔ آپ نے فرمایا حمال الحطب[۲]

حبل و ہیزم را جز او چشمے ندید ۔ کہ پدید آید برو ہر ناپدید

رسی لکڑی کون آن بن دیکھتا ۔ آن پہ تھا ہر ظاہر و باطن کھلا

باقیانش جملہ تاویلے کنند ۔ کایں ز بیہوشیست ایشاں ہوشمند

باقی سب تاویلیں ہی کرتے ہیں بھلا ۔ یہ ہے بیہوشی اور وہ ہیں ہوشیار

یک ز تاثیر آں پشتش دو تو ۔ کشتہ و نالاں شدہ او پیش او

بیٹھے جس کی خم تھی اس تاثیر سے ۔ آیا وہ نالاں ہی اسکے سامنے

کہ دعا و ہمتے تا وارہم ۔ تا ازیں بند نہاں بیروں جہم

کر تو ہمت اور دعا تا ہووے رہا ۔ قید سے باہر میں آ جاؤں ذرا

آنکہ اندر ایں علامتہا پدید ۔ چوں نداند او شقی را از سعید

جو کہ دیکھے اس علامت کو عیاں ۔ کیوں نہ پہچانے وہ نیک و بد کہاں

داند و پوشد بامر ذوالجلال ۔ کہ نباشد کشف راز حق حلال

دکھتا ہے پنہاں بحکم کبریا ۔ جانے کشف راز کو وہ ناروا

[۱] یعنی زوجۂ بولہب کے گلے میں ۔

[۲] لکڑیوں کی اٹھانے والی ۔

این سخن پایاں ندارد آں فقیر ۔۔۔ از مجاعت شد زبوں تن اسیر

بات طولانی ہے یہ اور وہ فقیر ۔۔۔ بھوک سے لاغر ہے آفت میں اسیر

فقیر کا درخت سے امرود توڑنا

پنج روزاں باد امرودے نریخت ۔۔۔ زآتش جوعش صبوری میگریخت

پانچ دن تک جب نہ امرود اک گرا ۔۔۔ بھوک سے بے صبر آخر ہو گیا

بر سر شاخ مرودے چند دید ۔۔۔ باز صبرے کرد و خود را واکشید

دیکھے امرود اس نے کچھ اک شاخ پہ ۔۔۔ صبر کرکے پھر چلا آیا ادھر

باد آمد شاخ را سر زیر کرد ۔۔۔ طبع را بر خوردن وچیر کرد

جب ہوا سے شاخ نیچے کو جھکی ۔۔۔ پھر طبیعت کھانے پر راغب ہوئی

جوع و ضعف و قوت جذب قضا ۔۔۔ کرد زاہد را ز نذرش بیوفا

بھوک اور ضعف اور پھر جذب قضا ۔۔۔ عہد زاہد کا نہ قائم رہ سکا

چونکہ از امرود بن میوہ شکست ۔۔۔ گشت اندر عہد و نذر خویش سست

پیڑ سے امرود کے میوہ لیا ۔۔۔ سست اپنے عہد میں وہ ہو گیا

ہم در آندم گوشمال حق رسید ۔۔۔ چشم او بکشاد و گوش او کشید

گوشمالی حق سے آئی بے گماں ۔۔۔ کھولیں آنکھیں اور کھینچے اسکے کان

مخلصاں ہستند دائم در خطر ۔۔۔ امتحانہا ہست در راہ اے پسر

جو ہیں مخلص ہے سدا ان کو خطر ۔۔۔ امتحاں ہیں راستے میں اے پسر

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا ۔۔۔ پر خطر گشتی نہ بیروں جہ بلا

عہد مت کر جب نہ ہو ممکن وفا ۔۔۔ پھر نہ محفوظ ہیں بلا سے باہر آ

باز گشتم سوئے قصہ کان فقیر ۔۔۔ عہد چوں بشکست در دم شد اسیر

پھر وہی قصہ سناؤں ۔ وہ فقیر ۔۔۔ توڑ کر یوں عہد ہو بیٹھا اسیر

غیرتِ حق گوشمالش داد زود — زانکہ فرمود است اوفوا بالعہود
غیرتِ حق نے سزا دی اسکو زود — کیونکہ فرمایا ہے اوفوا[1] بالعہود

درویش کا ہاتھ کاٹا جانا

اتفاقاً دزد چندے تاختند — واندر آں کہسار منزل ساختند
اتفاقاً چند چور آئے وہیں — اس پہاڑی میں ہوئے مسکن گزیں

بیست دزداں بُدند آنجا و بیش — بخش میکردند مسروقاتِ خویش
بیس تھے وہ بلکہ زائد بیس سے — مال تھے چوری کا باہم بانٹتے

شحنہ را غماز آگہ کردہ بود — مردمِ شحنہ درافتادند زود
شحنہ کو جاسوس نے دی تھی خبر — آگئے اس کے سپاہی جلد تر

ہم بد انجا پائے چپ و دستِ راست — جملہ ببریدند و غوغائے بخاست
کاٹے بائیں پاؤں سیدھے ہاتھ بھی — شور و غل سے ایک ہلچل مچ گئی

دستِ زاہد ہم بریدہ شد غلط — پاش را میخواست ہم کردن سقط
ہاتھ زاہد کا بھی سہواً کٹ گیا — چاہتے تھے پاؤں بھی وہ کاٹنا

در زماں آمد سوارے بس گزیں — بانگ زد بر عواں کاے سگ ببیں
آگیا ناگاہ اتنے میں اک سوار — ہر سپاہی سے کہا۔ اے نابکار

ایں فلاں شیخ ست و ابدالِ خدا — دستِ او را تو چرا کردی جدا
ہے فلاں یہ شخص ابدالِ خدا — ہاتھ اس کا کیوں کیا تم نے جدا

آں عواں بدرید جامہ تیز رفت — پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت
وہ سپاہی پھاڑ کر کپڑے چلے — واقعے سب جا کے شحنہ سے کہے

[1] اپنے عہد وفا کرو۔

گر تو نام اوش خواهی روان　　هین بو الخیر تیناتی خوان

پہلا نام اُن کا جو چاہے جاننا　　کہہ انہیں بو الخیر تیناتی تھا

شیخ اقطع کی کرامت

در عریش او را یکے زائر بیافت　　کو بہر دو دست خود زنبیل بافت

دیکھا اک زائر نے چھپر میں انہیں　　بنتے تھے زنبیل جو تھی ہاتھ میں

گفت او را اے عدوئے جان خویش　　در عریشم آمدی سر کردہ پیش

بولے - اپنی جان کا تو ہے عدو　　آ گیا کیونکر مرے چھپر میں تو

ہیں چرا کردی شتاب اندر سباق　　گفت از افراط مہر و اشتیاق

تو نے سبقت مجھ سے کی بے نفاق!　　بولا مجھ کو تھا بڑا ہی اشتیاق

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا　　لیک مخفی دار این را اے کیا

مسکرا کے پھر کہا اس سے کہ آ　　ہاں مگر سب سے چھپاتا ماجرا

تا نمیرم من مگو این با کسے　　نے قرینے نے حبیبے نے خسے

رکھنا میری زیست تک اسکو نہاں　　اپنے بیگانوں سے کہہ دینا نہ ہاں

بعد ازاں قومی دگر از روزنش　　مطلع گشتند بر بافیدنش

بعد ازاں روزن سے قوم اک دوسری　　اُن کے یوں بننے سے واقف ہو گئی

گفت حکمت را تو دانی کردگار　　من کنم پنہاں تو کردی آشکار

بولے حکمت تو جانے کردگار　　میں چھپاتا ہوں کرے تو آشکار

آمد الہامش کہ یکچندے بدند　　کہ دریں غم بر تو منکر میشدند

یوں ہوا الہام تھے کچھ آدمی　　جو کبھی تکذیب کرتے تھے تری

کہ مگر سالوس بود او در طریق　　کہ خدا رسواش کرد اندر فریق

ہاں طریقت میں وہ اک مکار تھا　　اس لئے رسوا خدا نے کر دیا

من نخواهم کان رمه کافر شوند — در ضلالت در گمان بد روند
میں نے یہ چاہا کہ وہ کافر نہ ہوں — ہوں نہ گمرہ، بدگمانی کر کے یوں

این کرامت بهر دیم آشکار — که بپیچید دست اندر وقت کار
یہ کرامت ہم نے کر دی آشکار — تا مدد تجھ کو پہنچے وقت کار

تا که این بیچارگان بدگمان — رد نگردند از جناب آسمان
یہ جو بیچارے نہ ہوویں بدگمان — رد نہ کر دیں فیض آسمان

من ز تنهایی کرامت را ز پیش — خود تسلی دادمے از ذات خویش
اس کرامت سے بھی پہلے میں مجھے — خود تسلی دیتا اپنی ذات سے

این کرامت بهر ایشان ادمست — واین چراغ از بهر این ظلمت
یہ کرامت دکھائی ان کے لیے — یہ چراغ اب ہیں جلے انکے لیے

تو ازان بگذشتهٔ کز مرگ تن — ترسی از تفریق اجزائے بدن
تو ہے بالاتر، کہ مرگ جسم سے — عضو کی تفریق ہونے سے ڈرے

وهم تفریق از سرایت رفت — دفع وهم از بهر رشید نیک بخت
وہم تجھ میں ہے کہاں تفریق کا — دفع وہم اب تجھ کو باطن سے ملا

فرعون کے جادوگر

ساحران را گفت فرعون لعین — کرد تهدید و سیاست بر زمین
ساحروں سے یوں کہا فرعون نے — ہیں سزا دونگا سیاست کے لیے

که ببرم دست و پاتان از خلاف — پس برآرمتان ندارمتان معاف
دست و پا کاٹوں پہنچے ہو تم خلاف — اور لٹکا دوں۔ کروں میں کیوں معاف

او چنان پنداشت کایشان در همان — وهم و تخویف و وساوس و گمان
وہ یہ سمجھا سب یونہی ڈرتے رہیں — وہم و وسواس و گمان و خوف ہیں

که بود شان لرزه تخویف و ترس	از تو ترسیها و تهدیدات نفس
خوف سے لرزاں بدن انکے رہیں	نفس کی دھمکی سے وہ ڈرتے رہیں
او همی دانست کایشان بسته اند	بر دریچهٔ نور دل بنشسته اند
وہ نہ سمجھا تھا کہ یہ آزاد ہیں	نور دل کے در پہ سب آباد ہیں
سایهٔ خود را ز خود دانسته اند	چابک و چست و گش و برجسته اند
اپنا سایہ جسم کو ہیں جانتے	شاد ہیں چالاک چستی ہیں بھرے
هاون گردون اگر صد بارشان	خرد کوبد اندریں گلزارشاں
گر فلک کی اوکھلی سو بار بھی	ریزہ ریزہ انکو کردے دائمی
اصل آن ترکیب را چون دیده اند	از فروع وهم کم ترسیده اند
اصل ہیں ترکیب کی دیکھے ہوئے	وہ نہیں ڈرتے فروع وہم سے
این جهان وهم است اندر ظن مایست	گر رود در خواب دستی باک نیست
یہ جہاں ہے وہم ظن سے ہاں گذر	خواب میں گر ہاتھ کٹ جائے نہ ڈر
گر بخواب اندر سرت ببرید گاز	هم سرت بر جاست هم عمرت دراز
خواب میں گر سر چھری سے کٹ گیا	عمر تیری بڑھ گئی ۔ سر ہے بچا
گر ببینی خواب خود را دو نیم	تندرستی چون بخیزی نیست بیم
خواب میں دو ٹکڑے گر آئیں نظر	جب اٹھے ہو تندرستی [illegible]
حاصل اندر خواب نقصان بدن	نیست باک از دو صد پاره شدن
الغرض نقصان بدن کا خواب سے	کچھ نہیں ہے گو سیکڑوں ٹکڑے کرے
این جهان را که بصورت قائم است	گفت پیغمبر که حلم نائم است
اس جہاں کا ہے جو صورت پر قیام	خواب کی صورت کہیں خیر الانام
از ره تقلید تو کردی قبول	سالکان این دیده پیدا بی رسول
کر لیا تقلید سے تونے قبول	سالکوں نے اسکو دیکھا بے رسول

روز در خوابی مگو کاین خواب نیست | سایہ فرع است اصل جز مہتاب نیست

تو ہے سوتا یہ نہ کہہ کب خواب ہے | سایہ ہے شاخ، اصل بس مہتاب ہے

خوابت ار بیداریست آں داں اے عضد | کو بہ بیند خفتہ کو در خواب شد

خواب بیداری ہے گویا اے جواں | خفتہ کیا سمجھے کہ ہے خواب گراں

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام | بے خبر زاں کوست در خواب دوم

وہ تو یہ جانے کہ ہوں سویا ہوا | اصل میں یہ خواب ہے وہ دوسرا

کوزہ گر گر کوزہ را بشکند | چوں بخواہد باز خود قائم کند

کوزہ گر، کوزہ کوئی توڑے اگر | پھر وہ جب چاہے بنا دے جوڑ کر

کور را ہر گام باشد ترس چاہ | با ہزاراں ترس مے آید براہ

اندھے کو ہے ہر قدم پر خوفِ چاہ | سیکڑوں خطروں میں چلتا ہے وہ راہ

مردِ بینا دید عرض راہ را | پس بداند او مغاک و چاہ را

مردِ بینا دیکھتا ہے راہ کو | جانتا ہے ہر گڑھے اور چاہ کو

پا و زانویش نلرزد ہر دمے | رو ترش کے آرد او از ہر غمے

پاؤں اور زانو لرزتے ہی نہیں | ترش رُو وہ کب ہو اور اندوہگیں

خیز فرعونا کہ ما آں نیستیم | کہ بہر بانگے ز غولے بیستیم

دیکھ اسے فرعون ایسے ہم نہیں | بانگ غولی پر ٹھہرتے ہیں کہیں

خرقہ ما را بدرد دوزندہ ہست | ورنہ خود ما را برہنہ تن بہست

پھاڑ خرقہ، سینے والا ہے خدا | یوں بھی ہم خوش ہیں نہ گر اس نے سیا

بے لباس ایں خواب اندر کنار | خوش بگیریم اے عدوئے نابکار

بے لباس اس خواب سے ہوں ہمکنار | خوش ہوں اس سے اے عدوئے نابکار

خوشتر از تجرید از تن و مزیج | نیست اے فرعون بے الہام گیج

سب سے بہتر ہے جدائی جسم سے | سمجھ تو اے فرعون بے الہام اٹھ

ایک خچّر اور ایک اونٹ

گفت استر با شتر اے خوش رفیق ۔ در فراز و شیب و در راہ عمیق

بولا خچّر اونٹ سے یوں اے رفیق ۔ اونچا نیچا جب ہو رستہ یا عمیق

تو نیائی در سر و خوش میروی ۔ من ہمے آیم بسر در چوں غوی

سر کے بل گرتا نہیں تو بے گماں ۔ اور میں گرتا ہوں اکثر ناگہاں

من ہمے افتم برو در ہر دمے ۔ خواہ در خشکی و خواہ اندر نمے

منہ کے بل گرتا ہوں میں تو ہر گھڑی ۔ خواہ وہ خشکی ہو کوئی یا تری

ایں سبب را باز گو با من کہ چیست ۔ تا بدانم من کہ چوں باید زیست

کچھ سبب اس کا بتا آخر مجھے ۔ تا کہ رستہ مجھ کو جینے کا ملے

گفت از چشم تو چشم من یقیں ۔ بیگماں روشن تر است و دوربیں

بولا تیری آنکھوں سے آنکھیں مری ۔ دور بیں ہیں اور بہت ہے روشنی

بعد ازاں ہم از بلندی ناظرم ۔ زیں سبب در رہ بچشمم حاضرم

میں بلندی سے ہوں سب کچھ دیکھتا ۔ منہ کے بل گرتا نہیں یوں برملا

خوش برآیم بر سر کوہ بلند ۔ آخر عقبہ ببینم ہوشمند

خوش خوش آتا ہوں سر کوہ بلند ۔ گھاٹی کو میں دیکھتا ہوں ہوشمند

پس ہمہ پستی و بالائی راہ ۔ دیدہ ام را وا نماید ہم الٰہ

یہ بلندی راہ کی یہ پستیاں ۔ کرتا رہتا ہے خدا مجھ پہ عیاں

ہر قدم من از سر بینش نہم ۔ از عثار و اوفتادن وا رہم

ہر قدم رکھتا ہوں میں دانائی سے ۔ لغزش اور گرنے سے بچنے کے لئے

تو نبینی پیش خود یک دو سہ گام ۔ دانہ بینی و نبینی رنج دام

دیکھتا ہے تو فقط دو تین گام ۔ دانہ کو دیکھے نہ دیکھے رنج دام

یستوی الاعمیٰ لدیکم والبصیر — فی المقام والنزول والمسیر
ہے برابر کور اور بینا تمہیں — ہر جگہ ہر منزل اور ہر سیر میں

چوں جنین اور رحم حق جاں دہد — جذب اجزا در مزاج او نہد
جب رحم میں بچے کو حق جان دے — جذب اجزا کا طبیعت میں رکھے

از خورش او جذب اجزا میکند — تار و پود جسم خود را می تند
کھانے سے وہ جذب اجزا کو کرے — تانا بانا جسم کا اپنے تنے

تا چہل سالش بجذب جزو ہا — حق حریصش کردہ باشد در نما
جذب اجزا کے لیے چالیس سال — ہے حریص اس کو بناتا ذوالجلال

جذب اجزا روح را تعلیم کرد — چوں نداند جذب اجزا شاہ فرد
جب سبق وہ روح کو دے جذب کا — جذب اجزا کیوں نہ جانے کبریا

جامع ایں ذرہ ہا خورشید بود — بے غذا اجزات را داند ربود
جمع ان ذروں کو سورج نے کیا — تیرے اجزا کو چلائے بے غذا

آں زمانے کہ در آئی تو ز خواب — ہوش و حس رفتہ را خواہد شتاب
جس گھڑی بیدار ہو تو خواب سے — ہوش و حس رفتہ کو پھر دیکھ لے

تا بدانی کاں ازو غائب نشد — باز آید چونکہ فرماید کہ عُد
ہو یقیں تجھ کو نہ تھے وہ منتشر — لوٹ آئیں جب وہ فرمائے کہ پھر

حضرت عزیرؑ کا گدھا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرت — کہ بپوسیدہ است و ریزیدہ برت
اے عزیرا! اپنے گدھے پر غور کر — سڑ گیا اور گل گیا پیش نظر

پیش تو گرد آوریم اجزاش را — آں سر و دُم و دو گوش و پاش را
کردیں اجزا جمع تیرے سامنے — کان، دُم، سر، پاؤں ہوں باہم ملے

دست نے تا جزو برہم مے نہم ۔ پارہا را اجتماعے میدہم
ہاتھ پاؤں اور کریں اجزا بہم ۔ جمع کر کے جوڑ دیں ٹکڑوں کو ہم

درنگر در صنعت پارہ زنے ۔ کو ہمے دوزد کہن بے سوزنے
دیکھ پارہ دوز کی صنعت ذرا ۔ بے سوئی سیتا ہے ٹکڑے پر ملا

ریسمان و سوزنے نے وقت خرز ۔ آنچنان دوزد کہ پیدا نیست درز
وقت سینے کے نہیں ڈورا سوئی ۔ یوں سئے ۔ باقی نہ چھوڑے درز بھی

چشم بکشا حشر را پیدا ببیں ۔ تا نماند شبہات در یوم دیں
آنکھ کھول اور دیکھ ظاہر حشر کو ۔ تا قیامت میں تجھے پھر شک نہ ہو

تا ببینی جامعیتم را تمام ۔ تا نلرزی وقت مردن ز اہتمام
جمع کرنا تو مرا دیکھے تمام ۔ وقت مرنے کے نہ گھبرائے بہام

ہمچنانکہ وقت خفتن ایمنی ۔ از فوات جملہ حسہائے تنی
جس طرح سوتے میں ہے اے میکچو ۔ اپنی حس کے فوت سے بیخوف تو

بر حواس خود نلرزی وقت خواب ۔ گرچہ میگردد پریشان و خراب
اور حسوں کا ڈر نہیں کچھ وقت خواب ۔ گو وہ ہوتی ہیں پریشان اور خراب

ایک شیخ کا اپنے بچوں کی موت پر نہ رونا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں ۔ آسمانی شمع بر روئے زمیں
تھا کبھی کوئی بزرگ رہنما ۔ جو زمیں پہ آسمانی شمع تھا

چون نبی در میان امتاں ۔ در کشائے روضۂ دار الجناں
جیسے مرسل امتوں کے درمیاں ۔ کھول دیتا ہے در باغ جناں

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش ۔ چون نبی باشد میان قوم خویش
ہے نبی کا قول ۔ شیخ پیشوا ۔ قوم میں اپنی ہے مثل انبیا

یک صباحی گفتش اہل بیت او	سخت دل چونی بگو اے نیکخو
اس سے یوں اک روز بیوی نے کہا	سخت دل تو کیوں ہے اے مرد خدا
ما ز ہجر و مرگ فرزندان تو	نوحہ میداریم باپشت دو تو
ہم ترے بچوں کے ہجر و مرگ سے	نوحہ خواں ہیں اور جاتے ہیں جھکے
تو نے گریی نے زاری چرا	یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا
تو نہیں روتا نہ ہے نالہ سرا	رحم کیا دل میں نہیں تیرے ذرا
چوں ترا رحمے نباشد در دل	پس چہ امیدست ما را زتو کنوں
رحم جب بالکل نہیں دل میں ترے	تجھ سے کیا امید پھر کوئی رکھے
ما بامید تو ایم اے پیشوا	گر نہ بگذاری تو ما را در فنا
ہم تری امید پہ ہیں پیشوا	رنج سے تو ہم کو کر دیگا رہا
چوں بیارایند بہر حشر تخت	خود شفیع ما توئی آں روز سخت
تخت جب محشر میں داور کا بچھے	تو شفاعت اس مصیبت میں کرے
در چناں روز و شب بے زینہار	ما باکرام تو ہم امیدوار
جبکہ ہوں اپنے لیے اماں لیل و نہار	ہم ہیں تیرے لطف کے امیدوار
دست ما و دامن تست آں زماں	کہ نماند ہیچ مجرم را اماں
جو ہمارا ہاتھ اور دامن ترا	جبکہ اماں پائیں نہ اہل خطا
گفت پیغمبر کہ روز رستخیز	کے گذارم مجرماں را اشک ریز
تو [illegible] روز جزا	مجرموں کو کب رکھوں نالہ سرا
من شفیع عاصیاں باشم بجاں	تا رہانم شاں ز اشکنجہ گراں
میں شفیع عاصیاں ہوں گا بلا	تا کروں آن کو مصیبت سے رہا
عاصیان و اہل کبائر را بجہد	وا رہانم از عتاب نقض عہد
وہ گنہگار سب اہل کبیرہ کو بچا	تا نہ نقض عہد کی پائیں سزا

دیکھو صفحہ ۱۹۰

صالحانِ امتم خود فارغند ۔ از شفاعتہائے من روزِ گزند
صالح امت ہیں فارغ برملا ۔ ہاں شفاعت سے مری روزِ جزا

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بود ۔ گفتِ شاں چوں حکمِ نافذ میرود
خود شفاعت وہ کریں گے نیک ذات ۔ حکم بن کر ہو گی جاری ان کی بات

ہیچ وازر وزرِ غیرے بر نداشت ۔ من نیم وازر خدایم بر فراشت
بار اٹھاتا ہے کسی کا کوئی کب ۔ بوجھ اُٹھواتا ہے مجھ سے کبریا رب

آنکہ بے وزرست شیخست اے جواں ۔ در قبولِ حق چو اندر کف کماں
جو کہ ہے بے بوجھ ہے شیخ اے جواں ۔ تابعِ حق جیسے ہاتھوں میں کماں

شیخ کہ بود پیر یعنی مو سپید ۔ معنیِ ایں مو بداں اے نا امید
شیخ بوڑھا بال ہوں جس کے سفید ۔ اس کے تو معنی سمجھ ۔ اے نا امید

ہست آں موئے سیہ ہستیِ او ۔ تا ز ہستیش نماند تارِ مو
بال کالے اس کی ہستی ہیں پسر ۔ تار ہے باقی نہ ہستی بال بھر

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست ۔ گر سیہ مو باشد او خود یا دو موست
پیر وہ ہے جس کی ہستی خود ہٹے ۔ بال کالے ہوں کہ ہوں تل چاولے

ہست آں موئے سیہ وصفِ بشر ۔ نیست آں مو موئے ریش و موئے سر
بال کالے کیا ہیں؟ اوصافِ بشر ۔ کب وہ موئے ریش ہیں یا موئے سر

عہد در عیسیٰ بر آرد صد نفیر ۔ کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر
تھا یہ گہوارے میں عیسیٰ کا بیان ۔ ہم ہیں شیخ و پیر اور کب ہیں جواں

گر رہید از بعضِ اوصافِ بشر ۔ شیخ نبود کہل باشد اے پسر
گر نہیں بعض اس میں اوصافِ بشر ۔ پیر کامل وہ کہاں ہے اے پسر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کبیرہ گناہ کرنے والے لوگ ۔

در یکے موئے سیہ کاں صفت ماست ۔ نیست بر او شیخ و مقبول خداست

گر نہیں چہرے پہ اک موئے سیاہ ۔ شیخ ہے وہ اور ہے مقبول الٰہ

چوں بود موئیش سپید ار با خود است ۔ او نہ پیر است و نہ خاص ایزد است

بال جس کے ہوں سپید اور ہو خودی ۔ وہ نہیں پیر اور خاص ایزدی

در سر موئے ز وصفش باقیست ۔ او نہ از عرش خدا آفاقیست

بال بھر جو وصف باقی ہو کہیں ۔ وہ ہے دُنیا دار - مرد حق نہیں

ما ہمہ امیدواران تو ہیم ۔ ریزہ چین خوان احسان تو ہیم

ہم تو ہیں امیدوار اب سب ترے ۔ ریزہ چیں ہیں ہاں ترے احسان کے

لیک با ایں جملہ چوں بے شفقتی ۔ بہر فرزنداں چرا بے رافتی

باوجود اس کے بھی بے شفقت ہے تو ۔ اپنے فرزندوں سے بے اُلفت ہے تو

یا مگر خود دل نمے سوزد ترا ۔ باز گو اے شیخ مارا ماجرا

یا پگھلتا خود نہیں ہے دل ترا ۔ کچھ تو کہہ اے شیخ ہم سے ماجرا

شیخ کا نہ رونے کے واسطے عذر کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق ۔ کہ ندارم رحم و مہر دل شفیق

شیخ بولا یہ نہ تو جان اے رفیق ۔ رحم سے میرا نہیں ہے دل شفیق

بر ہمہ کفار مارا رحمت است ۔ گرچہ جان جملہ کافر نعمت است

رحم مجھ کو کافروں پر بھی ہے اب ۔ کافر نعمت ہیں گو وہ سب کے سب

بر سگانم رحمت و بخشایش است ۔ کہ چرا از سنگہاشاں مالش است

رحم کتوں پر بھی آتا ہے مجھے ۔ کیوں انہیں پتھر سے سب ہیں مارتے

[1] یہاں سے اس بزرگ کی بیوی کا قول پھر شروع ہوا۔

آں سگے کہ میگزد گویم دعا — کہ ازیں خو وارہانش اے خدا

کتا جب کاٹے میں کرتا ہوں دعا — تو چھڑا دے اس کی یہ عادت خدا

ایں سگاں را ہم دریں اندیشہ دار — کہ نباشند از خلائق سنگسار

فکر کتوں کی یہ رہتی ہے مجھے — سنگسار اب ہوں نہ یہ مخلوق سے

زاں بیاورد اولیا را بر زمین — تا کندشاں رحمۃ للعالمین

اولیا کو لائے وہ سوئے زمیں — تا بنا دے رحمۃ للعالمین

خلق را خواند سوی درگاہ خاص — حق را خواند کہ وافر کن خلاص

وہ سوئے درگاہ حق سب کو بلائیں — صدق وافر ہونے کی مانگیں دعائیں

جہد بنماید ازیں سو بہر پند — چوں نشد گوید خدایا در مبند

زور دیتے ہیں نصیحت میں بڑا — کچھ نہ ہو تو بولیں در کھول اے خدا

رحمت جزوی بود مر عام را — رحمت کلی بود ہمام[۱] را

رحمت جزوی ہے بہر خلق عام — رحمت کلی ہے بہر ہر ہمام

رحمت جزوش قرین گشتہ بکل — رحمت دریاست ہادی سبل

رحمت جزوی ہے کل سے بس قریب — رحمت دریا ہے ہادی بالیقیں

رحمت جزوی بکل پیوستہ شد — رحمت کل را تو ہادی بیں بود

رحمت جزوی ہے کل سے مل گئی — رحمت کل کو تو ہادی جان اُٹھی

تا کہ جزو است و نداند راہ بحر — ہر غدیرے را کند اشباہ بحر

جز ہے جبتک راہ دریا جانے کیا — ہوتا ہے تالاب پر شک بحر کا

چوں نداند راہ یم[۲] کے رہ برد — سوئے دریا خلق را چوں آورد

کیا کرے جب یاد راہ یم نہ ہو — لائے کیونکر سوئے دریا خلق کو

---

۱ مقبول خدا ۔

۲ دریا ۔

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او | رہ برد تا بحر ہمچون سیل جو

بحر سے مل جائے - تو بے شبہ و شک | لے کے جاتے سیل بن کر بحر تک

ور کند دعوت بہ تقلیدے بود | نز عیان و وحی و تائیدے بود

گر کرے تبلیغ تقلیدی ہے | کب عیاں با وحی تائیدی ہے

گفت پس چون رحم داری بر ہمہ | ہمچو چوپانے بگرد این رمہ

بولی بیوی - تو ہے سب پر مہربان | جیسے گلّہ کے لئے ہو گلّہ بان

چون نداری نوحۂ فرزند خویش | چونکہ فصادِ اجل شان زد بہ نیش

کیوں نہیں پھر نوحہ خواں فرزندوں کا | جن پہ نشتر ہے اجل کا لگ چکا

چون گواہ رحم اشک دیدہ ہاست | دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست

ہیں گواہ رحم آنسو آنکھ کے | تیری آنکھیں کیوں ہیں خالی اشک سے

شیخ دانا زین عتابش گرم شد | ور سخن یکبارہ بے آزرم شد

شیخ کی غصے سے تیوری چڑھ گئی | بے مروت ہو گیا یکبارگی

رو بزن کرد و گفتش کاے عجوز | خود نباشد فصل دے ہمچون تموز

بولا عورت سے کہ سن اے پیرزاں | فصل گل ہوتی ہے کب فصل خزاں

جملہ گر فرزند ایشان مردہ اند | غائب و پنہان ز چشم دل کہ اند

مر گئے ہیں جو - ہیں زندہ سب کے سب | چشم دل سے ہیں بھلا پوشیدہ کب

من چو بینم شان معین پیش خویش | از چہ رو رو را کنم ہمچون تو ریش

دیکھتا ہوں ان کو اپنے سامنے | منہ کو تیری طرح پیٹوں کس لئے

گرچہ بیرون شد از دورِ زمان | با منند و گرد من بازی کنان

گو نہیں دنیا میں اب وہ ذی شرف | کھیلا کرتے ہیں مرے چاروں طرف

گریہ از ہجران بود یا از فراق | با عزیزانم وصالست و عناق

ہجر سے روتی ہے جان بے قرار | اور فرزندوں سے ہوں میں ہمکنار

خلق اندر خواب مے بینند شاں — من بہ بیداری ہمے بینم عیاں

خلق انکو دیکھتی ہے خواب میں — جاگتے میں دیکھتا ہوں میں انہیں

ز نہاں خود را ہمے پنہاں کنم — برگ حس را از درخت افشاں کنم

ہر سے خود کو چھپا لیتا ہوں میں — حس کے پتوں کو گرا دیتا ہوں میں

حس اسیر عقل باشد اے فلاں — عقل اسیر روح باشد ہم بداں

حس اسیر عقل ہے سن اے اخی — عقل ہوتی ہے اسیر روح ہی

دست بستہ عقل را جاں باز کرد — کارہائے بستہ را ہم ساز کرد

عقل کے عقدے کو کھولا جان نے — اور بگڑے جو کام۔ جاری ہو گئے

حسہا و اندیشہ بر آب صفا — ہمچو خس بگرفتہ روئے آب را

حس اور اندیشہ ہے آب صفا پہ — ہو خس و خاشاک جیسے اس پہ سیر

دست عقل آں خس بیکسو میبرد — آب پیدا میشود پیش خرد

دست عقل اس حس کو جب یکسو کرے — آب پیدا ہو خرد کے سامنے

خس بس انبوہ بود بر جو چو حباب — خس چو یکسو رفت پیدا گشت آب

تھی بہت خس نہر پر مثل حباب — خس ہٹی تو ہو گیا ظاہر پھر آب

چونکہ دست عقل نکشاید خدا — خس فزاید از ہوا بر آب ما

گر نہ خالق ہاتھ کھولے عقل کے — خس ہمارے پانی پہ بڑھتی رہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او — از ہوا خنداں و گریاں عقل تو

پانی کو ہر لحظہ وہ کر دے نہاں — ہنستی روتی ہے ہوا سے عقل ہاں

چونکہ تقوی بست دو دست ہوا — حق کشاید ہر دو دست عقل را

بندش تقوی سے جب ہو بستہ دست ہوا — عقل کے ہاتھوں کو کھولے گا خدا

پس حواس چیرہ محکوم تو شد — چوں خرد سالار و مخدوم تو شد

ہو گئے محکوم وہ غالب حواس — جب ہوئی سردار عقل حق شناس

حس را بیخواب خواب اندر کند — تا کہ غیبتہا ز جاں سر بر زند

جس کو بیداری میں دیتی ہے سُلا — غیب سے ہو رُوح تیری آشنا

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا — ہم ز گردوں بر گشاید بابہا

خواب دیکھے عالمِ بیدار میں — آسماں سے تجھ پہ دروازے کھلیں

ایک شیخ نابینا کا قرآن پڑھنا

دید در ایام آں شیخ فقیر — مصحفے در خانۂ پیرِ ضریر

دیکھا اُن روزوں میں اک درویش نے — ایک قرآں گھر میں اندھے پیر کے

پیش او مہماں شد او وقتِ تموز — ہر دو زاہد جمع گشتہ چند روز

اس کا وہ مہمان گرما میں ہوا — دونوں زاہد مل کے بیٹھے ایک جا

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست — چونکہ نابیناست ایں درویش راست

سوچا یہ قرآں کا اس جا کام کیا — جبکہ نابینا ہے یہ پیر باصفا

اندریں اندیشہ تشویشش فزود — کہ جز او را نیست اینجا باش و بود

فکر اس اندیشے میں اسکی بڑھ گئی — یاں سوا اس کے نہیں رہتا کوئی

اوست تنہا مصحفے آویختہ — من نیم گستاخ یا آمیختہ

وہ ہے تنہا اور قرآں ہے یہاں — میں نہیں گستاخ اور بے باک ہاں

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم — تا بہ صبرے بر مرادے بر زنم

تا کہ پوچھوں، صبر کرلوں، چپ رہوں — صبر سے مقصود میں تا حاصل کروں

صبر کرد و بود چندے در حرج — کشف شد کالصبر مفتاح الفرج

صبر سے تھا کچھ دنوں تک حرج — کھل گیا ہے صبر مفتاح الفرج

صبر گنج است اے برادر صبر کن — تا شفا یابی تو زیں رنج کہن

صبر ہے گنج اسکے برادر صبر کر — تجھ کو غم سے ہو شفا حاصل مگر

صبر سوئے کشفِ ہر سر رہبرست	صبر تلخ آمد برِ او شکرست
صبر کشفِ راز میں ہے رہنما	صبر کڑوا۔ پھل ہے میٹھا برملا

حضرتِ لقمانؑ کا صبر کرنا

رفت لقمان سوئے داؤدؑ از صفا	دید کو میکرد ز آہن حلقہا
خدمتِ داؤدؑ میں لقمانؑ گئے	دیکھا حلقے ہیں بنائے لوہے کے
جملہ را با ہمدگر درمے فگند	ز آہن و پولاد آں شاہِ بلند
ایک کو ڈالتے دوسرے میں ڈالتے	وہ بنا کر آہن و فولاد سے
صنعتِ زرّاد او کم دیدہ بود	در عجب میماند و وسواسش فزود
صنعت ایسی پہلے کی دیکھی نہ تھی	بڑھ گیا وسواس اور حیرت ہوئی
کایں چہ شاید بود واپرسم ازو	کہ چہ مے سازی ز حلقہ تو بتو
ان سے آخر پوچھنا تو چاہیئے	حلقے کیوں رکھتے ہیں یہ اوپر تلے
باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست	صبر با مقصود زوتر رہبرست
پھر کہا ہے صبر ہی لازم مجھے	صبر ہی مقصود کا رہبر ہے
چوں نپرسی زودتر کشفت شود	مرغِ صبر از جملہ پرّاں تر بود
گر نہ پوچھے بھید کھل جائے یہ	صبر کا ہے مرغ سب سے تیز پر
ور بپرسی دیرتر حاصل شود	سہل از بے صبریت مشکل شود
اور جو پوچھے ہو بدیر اسکا اثر	سہل ہے صبری سے ہو دشوار تر
چونکہ لقمانؑ تن بزد اندر زماں	شد تمام از صنعتِ داؤدؑ آں
جبکہ لقمانؑ نے کیا صبر اس گھڑی	صنعتِ داؤدؑ پوری ہو گئی
پس زرہ سازید و در پوشید او	پیش لقمان حکیم صبر خو
بن چکا جب حلقہ۔ پھر پہنا اسے	سامنے لقمانؑ صبر انگیز کے

گفت ایں نیکو لباسست اے فتی ——— در مصاف و جنگ دفعِ زخم را
بولے یہ پوشش ہے اچھی۔ دیکھ لے ——— جنگ میں دفعِ جراحت کے لیے

گفت لقمانؑ صبر نیکو ہمدمیست ——— کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست
بولے لقمانؑ صبر بھی ہے ہمدمِ ——— دافعِ فکر و پناہِ رنج و غم

صبر را با حق قریں کرد اے فلاں ——— آخرِ والعصر را آگہ بخواں
صبر ہے نزدیک حق سے اے پسر ——— آخرِ[1] والعصر پڑھ اور غور کر

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید ——— کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید
گرچہ لاکھوں قسم کی ہیں کیمیا ——— کیمیائے صبر ہے سب سے سوا

شیخ نابینا کا باقی قصہ

مردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں ——— کشف گشتش حالِ مشکل در زماں
صبر مہماں نے کیا اور ناگہاں ——— حالِ مشکل ہو گیا اس پہ عیاں

نیم شب آوازِ قرآں را شنید ——— جست از خواب آں عجائب را بدید
نصف شب آوازِ قرآں کی سنی ——— نیند سے چونکا تو حیرت ہو گئی

کز مصحف کور میخواند درست ——— گشت بے صبر و ز کور آں حال جست
کور تھا قرآن فرفر پڑھ رہا ——— ہو گیا بے صبر۔ پوچھا ماجرا

گفت چوں در چشمہایت نیست نور ——— چوں ہمے بینی ہمے خوانی سطور
پوچھا۔ آنکھوں میں نہیں جب روشنی ——— سطریں آتی ہیں نظر کیونکر ابھی

آنچہ میخوانی بر آں افتادۂ ——— دست را بر حرفِ آں بنہادۂ
تو جو کچھ پڑھتا ہے اُس پر ہے نظر ——— انگلی سے رکھے ہوئے ہر حرف پر

[1] یعنی وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ حق کے اور صبر کے ساتھ وصیت کرتے ہیں۔

صنعت در سیر پیدا میکند ۔ کہ نظر بر حرف داری مستند

انگلی کی حرکت سے ظاہر ہے مگر ۔ ٹھیک پڑتی ہے نظر ہر حرف پر

گفت اے گشتہ ز جہل تن جدا ۔ ایں عجب میداری از صنع خدا

بولا جہل تن سے ہے تو جدا ۔ ہے تعجب صنعت خالق میں کیا

من ز حق درخواستم کاے مستعان ۔ بر قرائت من حریصم ہمچو جان

میں نے اپنے حق سے کی تھی التجا ۔ شوق ہے قرآن پڑھنے کا بڑا

نیستم حافظ مرا نورے بدہ ۔ در دو دیدہ وقت خواندن بے گرہ

میں نہیں حافظ مجھے دے روشنی ۔ پڑھتے وقت آنکھیں یہ کھل جائیں مری

باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں ۔ کہ بگیرم مصحف و خوانم عیاں

میری آنکھیں پھر مجھے مقسوم کر ۔ تا پڑھوں قرآن میں اسے دادگر

آمد از حضرت ندا کاے مرد کار ۔ اے بہر رنجے بما امیدوار

آئی خالق کی ندا اے مرد کار ۔ ہم سے تو ہر غم میں ہے امیدوار

حسن ظن است و امیدے خوش ترا ۔ کہ ترا گویم بہر دم بر تر آ

حسن ظن ہے اور امید ہے بھلا ۔ تجھ سے کہتا ہوں کہ آگے بڑھ کر آ

ہر زماں کہ قصد خواندن باشدت ۔ یا ز مصحفہا قرائت بایدت

قصد جب قرآن پڑھنے کا کرے ۔ یا کہ قرأت مصحف اللہ سے

من در آندم وادہم چشم ترا ۔ تا فروخوانی معظم جوہرا

میں تجھے اس وقت دوں آنکھیں ترا ۔ جو ہر اعظم پڑھے تو با خوشی

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من ۔ وا کشایم مصحف اندر خواندن

اس نے ایسا ہی کیا، میں جس گھڑی ۔ کھول کر قرآن پڑھتا ہوں کبھی

آں خبیرے کہ نشد غافل ز کار ۔ آں گرامی بادشاہ کردگار

جو نہیں ہے دل سے غافل وہ خبیر ۔ ہاں وہ سلطان گرامی و بصیر

باز بخشد بینشے آں شاہِ فرد | در زماں ہمچو چراغِ شب نورد
بخشتا ہے نور آنکھوں کا تجھے | اس گھڑی جوں شمع شب افروز کے

زیں سبب نبود ولی را اعتراض | ہرچہ بستانند فرستد اعتیاض
معترض کب اولیا ہیں اس سے | وہ جو کچھ لے اسکا بدلہ خوب دے

گر بسوزد باغت انگورے دہد | در میانِ ماتمت سورے دہد
گر جلا دے باغ تو انگور دے | اور ماتم میں دل مسرور دے

آں شل بے دست را دستے دہد | کانِ غمہا را دلِ مستے دہد
ہاتھ بخشے وہ جو اک بے دست کو | مست اس کے رحم سے مغموم ہو

لا نسلّم و اعتراض از ما برفت | چوں عوض مے آید از مفقود زفت
اعتراض اس پہ ہمارا ہے فضول | جب مراد دل عوض میں ہو حصول

چونکہ بے آتش مرا گرمی رسد | راضیم گر آتشِ ما را کشد
جبکہ بے آتش مجھے گرمی ملے | ہوں میں راضی۔ آگ اگر میری بجھے

چونکہ بے چشمت ببخشد دیدنے | اینچنیں کوریست چشمِ روشنے
جب وہ دے بے آنکھ تجھ کو روشنی | ہے اس اندھے پن میں بینائی بڑی

بے چراغے چوں دہد او روشنی | گر چراغت شد چہ افغاں می کنی
بے چراغ اس سے ملے جب روشنی | شمع بجھنے سے ہے پھر کیوں بیکلی

اولیاء اللہ کا قصہ

بشنو اکنوں قصۂ آں رہرواں | کہ ندارند اعتراضے در جہاں
قصہ سن اُن رہرووں کا اب ذرا | جو نہیں ہیں معترض اصلا باوفا

ز اولیا اہلِ دعا خود دیگر اند | کہ ہمے دوزند و گاہے می درند
اولیا کا اک گروہ اہلِ دعا | جو کبھی سیتا۔ کبھی ہے پھاڑتا

قوم دیگر مے شناسم ز اولیا — کہ دہاں شاں بستہ باشد از دعا

ایسی بھی ہے ایک قوم اولیا — جو ہے خاموش اور نہیں کرتی دعا

از رضا کہ ہست رام آں کرام — جستن دفع قضا شاں شد حرام

اس رضا سے جو کہ اُن کو ہے مدام — ڈھونڈنا دفعِ قضا کا ہے حرام

در قضا ذوقے ہمے بینند خاص — کفر شاں آید طلب کردن خلاص

ہے قضا میں بھی انہیں اک ذوقِ خاص — کفر ہے چاہیں اگر اپنی خلاص

حسن ظنے بر دلِ ایشاں کشود — کہ نپوشند از غمے جامہ کبود

حسن ظن سے اُنکے دل پر ہے کھلا — نیلا جامہ غم میں وہ رکھیں جدا

ہر چہ آید پیش ایشاں خوش بود — آب حیواں گردد ار آتش بود

سامنے جو آئے خوش ہیں شکرانہ — آگ بھی آئے تو ہو آبِ حیات

زہر در حلقوم شاں شکر بود — سنگ اندر راہ شاں گوہر بود

زہر اُن کے حلق میں شکر بنے — پتھر اُن کی راہ میں گوہر بنے

چونکہ یکساں بود شاں نیک و بد — از چہ باشد ایں ز حسن ظن خود

نیک و بد یکساں ہیں سب اُنکے لئے — حسنِ ظن سے اُن کو یہ ترجیح ہے

کفر باشد نزد شاں کردن دعا — کاے الٰہ از ما بگرداں ایں قضا

کفر ہے اُن کے لئے ایسی دعا — اے خدا تو پھیر لے ہم سے قضا

بہلول اور ایک صاحبدل

گفت بہلول آں یکے درویش را — چونی اے درویش واقف کن مرا

پوچھا اک درویش سے بہلول نے — حال کیا ہے کچھ پتہ مجھ کو تو دے

گفت چوں باشد کسے کہ جاوداں — بر مراد او رود کار جہاں

بدلا ایسا ہے کہ جیسے جاوداں — ہو تمنا پر کسی کی یہ جہاں

سیل جوہا بر مراد او روند | اختراں زانساں کہ او خواہد شوند

سیل دریا اس کی خواہش پہ چلیں | اور ستارے اس کی مرضی پر رہیں

زندگی و مرگ سرہنگان او | بر مراد او روانہ کو بکو

اور پیادے زندگی و موت کے | اس کی خواہش پہ ہوں ہر دم پھر رہے

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت | ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت

وہ جہاں بھی چاہے بھیجے تعزیت | اور جہاں بھی چاہے بھیجے تہنیت

سالکان راہ ہم بر گام او | ماندگان راہ ہم در دام او

اس کے قدموں پر ہیں سالک راہ کے | اور واماندہ ہیں پھندے میں پڑے

ہیچ دندانے نجنبد در دہاں | بے رضا و امر او فرمانرواں

دانت بھی ہلتا نہیں منہ میں کوئی | بے رضا و حکم اس کے ہر گھڑی

بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ | بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ

بے رضا اس کی نہ اک پتا گرے | بغیر حکم اس کے نہ کوئی بھی مرے

بے مراد او بجنبد ہیچ رگ | در جہاں زاوج ثریا تا سمک

بے مراد اس کے نہ کوئی رگ ہلے | اس زمیں تک سے لے کے اوج چرخ سے

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں | در فر سیمائے تو پیداست ایں

بولا اے شہ تو نے بالکل سچ کہا | تیری پیشانی سے ہے جلوہ نما

آں و صد چنداں اے صادق ولیک | شرح کن ایں را بیاں کن نیک نیک

یہ اور ایسے سو سخن سچ ہیں مگر | تھوڑی تھوڑی اس بیاں کی شرح کر

آنچناں کہ فاضل و مرد فضول | چوں بگوشش در رسد آرد قبول

تا کہ کوئی فاضل اور مرد فضول | گر سنے کر لے اسے فوراً قبول

آنچنانش شرح کن اندر کلام | کز ازاں ہم بہرہ یابد جان عام

اس طرح کر شرح میں اس کی کلام | جس سے بہرہ یاب ہوں سب خاص و عام

ناطق کامل چو خواں باشے بود | بر سرِ خوانش ز ہر آشے بود
ناطق کامل بچھائے خوان اگر | ہر غذا موجود ہو اس خوان پر

کہ نماند ہیچ مہماں بے نوا | ہر کسے یابد غذائے خود جدا
رہ نہ جاوے کوئی مہماں بے نوا | ہر کوئی پاوے غذا اپنی جدا

ہمچو قرآں کہ بمعنی ہفت توست | خاص را و عام را مطعم دروست
سات باطن جیسے ہیں قرآن کے | بہرہ ور سب خاص و عام اس سے ہوئے

گفت ایں باری یقیں شد پیش عام | کہ جہاں در امر یزدانست رام
بولا اس کا تو یقیں سب کو ہوا | یہ جہاں ہے زیر حکم کبریا

ہیچ برگے در نیفتد از درخت | بے قضا و حکم آں سلطان بخت
پیڑ سے گرتا نہیں پتا کوئی | حکم جب تک دے نہ خود اللہ ہی

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو | تا نگوید لقمہ را حق کادخلوا
منہ سے لقمہ جائے کب سوئے گلو | گر نہ لقمے سے کہے وہ کادخلوا[1]

میل و رغبت کاں زمام آدمیست | جنبش آں رام امر آں غنی ست
میل و رغبت باگ ہے انسان کی | جنبش و آرام ہے حکم غنی

در زمینہا و آسمانہا ذرہ | پر نجنباند نگردد پرہ
ایک ذرہ بھی زمین و چرخ پر | اڑ نہیں سکتا کرے جنبش اگر

جز بفرمان قدیم نافذش | شرح نتواں کرد جلدی نیست خوش
گر نہ ہو فرمان نافذ کی خوشی | شرح کب ممکن ہے جلدی ہے بری

کہ شمرد برگ درختاں را تمام | بے نہایت کے شود در نطق رام
کون سب پیڑوں کے پتے گن سکے | جو ہو بے حد نطق میں وہ کیا کرے

[1] داخل ہو جاؤ ٭

این قدر بشنو کہ چوں کلی کار
مے نگردد جز بامر کردگار

اس قدر سن لے کہ جملہ کار و بار
ہیں فقط موقوف حکم کردگار

چوں قضائے حق رضائے بندہ شد
حکم او را بندۂ خواہندہ شد

جب قضائے حق ہے بندے کی رضا
حکم اس کا بندہ کی خواہش بنا

بے تکلف نے پئے مزد و ثواب
بلکہ طبع او چنیں شد مستطاب

بے تکلف ہو نہ کچھ فکر ثواب
ہوتی ہے خود طبع اس کی مستطاب

زندگی خود نخواہد بہر خود
نے پئے ذوق حیات مستند

زندگی چاہے نہ خود اپنے لئے
اور نہ ذوق زندگی کے واسطے

ہر کجا امر قدم را مسلکیست
زندگی و مردگی پیشش یکیست

جس طرف ہے امر حق کا راستا
جینا اور مرنا اسے یکساں ہوا

بہر یزداں مے زید نے بہر گنج
بہر یزداں میرد نز خوف و رنج

حق سے جیتا ہے نہ فکر گنج سے
حق پہ مرتا ہے نہ خوف و رنج سے

ہست ایمانش برائے خواہ او
نے برائے جنت و اثمار و جو

اس کو ہے ایمان صرف اللہ کا
جنت اور نہروں پھلوں سے کام کیا

ترک کفرش ہم برائے حق بود
نے ز بیم آنکہ در آتش شود

ہے برائے حق ہی ترک کفر بھی
آگ کا اس کو نہیں ہے خوف بھی

اینچنیں آمد ز اصل آں خوئے او
نے ریاضت نے ز جست و جوئے او

فطرتاً خوگر ہے وہ اس بات کا
بے ریاضت بے تگ و دو برملا

آنگہاں خندد کہ او بیند رضا
ہمچو حلوائے شکر او را قضا

وہ ہنسے اس وقت جب دیکھے رضا
اور حلوا سے ہے آگے حکم قضا

بندۂ کش خوئے و خصلت ایں بود
نے جہاں بر امر و فرمانش رود

بندہ جس کی خو و خصلت یہ رہے
کیوں نہ دنیا حکم پہ اس کے چلے

پس چرا لابہ کند او یا دعا / کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا

کیوں کرے پھر وہ خوشامد اور دعا / یا الٰہی پھیر دے تو یہ قضا

مرگ او و مرگ فرزندان او / بہر حق پیشش چو حلوا در گلو[1]

اسکی موت اور اس کے فرزندوں کی یارو / بہر حق ہے مثل حلوا خوش گوار

نزع فرزنداں بر آں باوفا / چوں قطائف پیش شیخ بینوا

جاں کنی بیٹوں کی اس کے سامنے / جیسے لوزینہ[1] گدا کے واسطے

پس چرا گوید دعا الّا مگر / در دعا بیند رضائے دادگر

پس دعا وہ کیوں کرے کوئی مگر / دیکھے جو اس میں رضائے دادگر

آں شفاعت واں دعا نہ رحم خود / میکند آں بندۂ صاحب رشد

وہ شفاعت ہے نہیں ہے کچھ دعا / وہ کرے بہر ہدایت بہر ملا

رحم خود را او ہماں دم سوختہ است / کہ چراغ عشق حق افروختہ است

اس نے رحم اپنا جلایا بر ملا / جب چراغ عشق حق روشن کیا

دوزخ اوصاف او عشق است و او / سوخت مر اوصاف او را مو بمو

عشق دوزخ اسکے ہے اوصاف کی / پھونک ڈالے اس نے اوصاف اسی ہی

ہر طروقے ایں فروقے کے شناخت / چوں دقوقی کو درایں دولت بتاخت

جانا ہر سالک نے کب اس فرق کو / جس طرح جانا دقوقیؒ نے سنو

حضرت دقوقیؒ اور ان کی کرامت

آں دقوقی داشت خوش دیباجۂ / عاشق و صاحب کرامت خواجۂ

چہرہ زیبا تھا دقوقیؒ کو ملا / عاشق و صاحب کرامت تھے وہ تھا

[1] وہ لذیذ حلوا جس میں بادام پڑتے ہیں ۔

بر زمیں می‌شد چو مہ بر آسماں
شب رواں را گشتہ زو روشن دلاں

چلتے زمیں پہ جیسے ماہ آسماں
اور شب رواں سے تھے روشن دلاں

در مقامے مسکنے کم ساختے
کم دو روز اندر دہے انداختے

کم کسی جا اپنا کرتے تھے مقام
گاؤں میں دو دن سے کم رہتے مدام

گفت در یک خانہ باشم گر دو روز
عشق آں مسکن کند در من فروز

کہتے تھے اک گھر میں گر دو دن رہوں
عشق اس مسکن کا ہو دل میں فزوں

غرۃ المسکن احاذر ہا انا
انقلی یا نفس سافر للغنا

ہو نہ جاؤں اک جگہ کا شیفتا
کر سفر اے نفس تو بہر غنا

لا اعود خلق قلبی بالمکان
کی یکون خالصا فی الامتحان

دل نہ لوٹے گا مرا سوئے مکاں
تا رہے خالص یہ وقت امتحاں

روز اندر سیر بد شب در نماز
چشم اندر شاہباز او ہمچو باز

دن کو پھرتے رات کو پڑھتے نماز
تھی نگہ شہباز پہ وہ مثل باز

منقطع از خلق نے از بد خوئی
منفرد از مرد و زن نے از دوئی

تارک دنیا تھے، خوئے نیک تھی
مرد و زن سے تھے جدا لیکن دوئی

مشفقے بر خلق نافع ہمچو آب
خوش شفیعے و دعااش مستجاب

مہرباں خلقت پہ نافع مثل آب
تھے شفیق اور تھیں دعائیں مستجاب

نیک و بد را مہربان و مستقر
بہتر از مادر شہی تر از پدر

نیک و بد پر مہرباں تھے اور رفیق
ماں سے بہتر باپ سے بڑھکر شفیق

گفت پیغمبر شما را اے مہاں
چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں

مصطفےٰ کہتے تھے میں ہوں بیگماں
باپ کی صورت شفیق و مہرباں

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید
جزو را از کل چرا بر مے کنید

کیونکہ تم ہو میرے اجزا بے خطا
کیوں جدا کرتے ہو کل سے جزو بھلا

جزو از کل قطع شد بیکار شد	عضو از تن قطع شد مردار شد
جزو جب کل سے ہٹا بیکار ہے	عضو جب تن سے کٹا مردار ہے
تا نپیوندد بکل بار دگر	مردہ باشد نبودش از جاں خبر
کل سے جا کر پھر نہ وہ جب تک ملے	مثل مردہ بے خبر جاں سے رہے
ور بجنبد نیست خود آں را سند	عضو نو ببریدہ ہم جنبش کند
گر کرے جنبش سند اس کی نہیں	عضو نو ہلتا ہے کٹ کر بالیقیں
جزو ازیں کل گر برد یکسو رود	ایں نہ آں کل است کو ناقص شود
جزو اس کل سے کٹے تو ہو جدا	یہ نہیں وہ کل جو ناقص ہو فنا
قطع و وصل او نیاید در مقال	چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال
قطع و وصل اس کا ہے بیرون مثال	اس لئے ناقص رہی اس کی مثال
مر علی را بر مثالی شیر خواند	شیر مثل او نباشد گرچہ راند
شیر سے دی علیؑ کو گر مثال	شیر ان کا پا نہیں سکتا کمال
از مثال و مثل و فرق آں براں	جانب قصہ دقوقیؒ بازراں
چھوڑ بھی فرق و مثل کی بحث ہاں	قصہ خواجہ دقوقی کر بیاں

حضرت دقوقیؒ کا قصہ

آنکہ در فتوے امام خلق بود	گوئے تقوے از فرشتہ می‌ربود
وہ جو فتوے میں امام خلق تھے	تھے فرشتوں سے بھی تقوے میں بڑھے
آنکہ اندر سیر مہ را مات کرد	ہم ز دینداری او دیں رشک خورد
سیر میں چاند ان سے پیچھے ہی رہا	ان کی دینداری پہ دیں کو رشک تھا
با چنیں تقوے و اوراد و قیام	طالب خاصان حق بودے مدام
باوجود زہد و اوراد و قیام	تھی طلب خاصان مولا کی مدام

در سفر معظم مرادش آن بدے / کہ دمے با بندۂ خاصے زدے

تھا یہ مقصود سفر اُن کے لئے / کوئی خاصان الٰہی سے ملے

این ہمے گفتے چو میرفتے براہ / کن قرین خاصگانم اے الٰہ

راستہ چلتے تو کرتے تھے دُعا / خاص بندوں سے ملا دے اے خدا

یا رب آنہا را کہ بشناسد دلم / بندۂ و بستہ میان و مجملم

یا رب اُن کا جن کو دل ہے جانتا / جان سے اور دل سے میں بندہ ہوا

وآنکہ نشناسد تو اے یزدان جان / بر من محجوب شان کن مہربان

جن کو پہچانے نہ میرا دل یہاں / اُن کو بھی کر دے تو مجھ پر مہرباں

حضرتش گفتے کہ اے صدر مہین / این چہ عشقست و چہ استسقاست این

اُن سے کہتا تھا خدا اے با صفا / تشنگی کیسی ہے یہ اور عشق کیا

مہر من داری چہ میجوئی دگر / چون خدا با تست چہ جوئی بشر

میں ہوں تیرا پھر تلاش غیر کیا / ساتھ ہوں میں پھر بشر سے واسطہ

او بگفتے یا رب اے دانائے راز / تو گشودی در دلم راہ نیاز

وہ یہ کہتے حق سے اے دانائے راز / تو نے دل میں کھول دی راہ نیاز

در میان بحر اگر بنشستہ ام / طمع در آب سبو ہم بستہ ام

میں جو ہوں دریا میں بیٹھا اے غنی / طمع مٹکے کی بھی ہے پھر لازمی

ہمچو داؤدم نود نعجہ مراست / طمع در نعجہ حریفم ہم بخاست

عورتیں نوے ہیں مجھ داؤد سا / طمع ہے جفت مقابل کا بجا

حرص اندر عشق تو فخرست و جاہ / حرص اندر غیر تو ننگ و تباہ

حرص تیرے عشق میں ہے فخر و جاہ / ما سوا کی حرص ہے شرم و گناہ

شہوت و حرص نران بیشی بود / وآن حیزان ننگ و بدکیشی بود

حرص و شہوت نر کی آگے ہی رہی / ننگ و خواری بلکہ ہے نامرد کی

ك نعجہ [illegible] درست ہے

حرص مرداں از رہ پیشی بود ۔ در مخنث حرص سوئے پس رود

حرص ہے مردوں کی آگے بیگماں ۔ ہیجڑے کی حرص ہے پیچھے نہاں

آں یکے حرص از کمال مردی است ۔ واں دگر حرص افتضاح و سردی است

حرص پہلی باعث مردانگی ۔ دوسری رسوائی و نامردمی

آہ سرے ہست اینجا بس نہاں ۔ کہ سوئے خضرے شود موسیٰؑ رواں

اس میں بھی اک بھید تھا بیشک نہاں ۔ خضرؑ کی جانب ہوئے موسیٰؑ رواں

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست ۔ بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست

جیسے مستسقی نہ ہو پانی سے سیر ۔ جو ملے اس پر نہ ہو قائم پذیر

بے نہایت حضرتست ایں بارگاہ ۔ صدر را بگذار صدر تست راہ

بے حد و پایاں ہے اس کی بارگاہ ۔ صدر کیسا یہ تو صرف اسکی ہے راہ

حضرت موسیٰؑ کی رازطلبی

از کلیم حق بیاموز اے کریم ۔ بیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیمؑ

سیکھ کلیمؑ اللہ سے سیکھ اے کریم ۔ کہتے اک مشتاق سے ہیں یوں کلیمؑ

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری ۔ طالب خضرم ز خود بینی بری

مرتبہ یہ اور یہ پیغمبری ۔ خضرؑ کا طالب ہوں نخوت سے بری

موسیاؑ تو قوم خود را ہشتہ ۔ در پئے نیکو پئے سر گشتہ

تو نے اپنی قوم چھوڑی موسیاؑ ۔ اک بزرگ نیک کے پیچھے پڑا

کیقبادی رستہ از خوف و رجا ۔ چند گردی چند جوئی تا کجا

تو ہے سلطاں خوف سے چھوٹا ہوا ۔ ڈھونڈتا کب تک پھریگا جا بجا

آں تو با تست و تو واقف بریں ۔ آسمانا چند پیمائی زمیں

اپنا حصہ تو نے پایا بالیقیں ۔ آسماں اک کب تک تو ناپیگا زمیں

گفت موسیٰؑ ایں ملامت کم کنید ‏ ‏ آفتاب و ماہ را رہ کم زنید
بولے موسیٰؑ یہ ملامت کم کرو ‏ ‏ چاند سورج کے نہ تم رہزن بنو

میروم تا مجمع البحرین من ‏ ‏ تا شوم مصحوب سلطان زمن
مجمع البحرین کی دُھن ہے ہمیں ‏ ‏ بادشاہ خضرؑ تا ہم سے ملیں

اجعل الخضر لامری سببا ‏ ‏ ذاک او امضی و اسری حقبا
ہے وسیلہ خضر میرے کام کا ‏ ‏ یا کروں سیر و سیاحت سالہا

سالہا پرم ز پر و بالہا ‏ ‏ سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
ہیں جو برسوں لے کے پر و بال اڑوں ‏ ‏ برسوں کیسے گو ہزاروں سال اڑوں

میروم یعنی نمے ارزد بداں ‏ ‏ عشق جاناں کم مداں از عشق ناں
پر یہ پھرنا عشق سے کم ہے کہیں ‏ ‏ عشق جاناں عشق ناں سے کم نہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو ‏ ‏ داستان آں دقوقیؒ باز گو
کیا ٹھکانا اے اخی اس بات کا ‏ ‏ قصۂ شیخ دقوقیؒ پھر سنا

قصۂ حضرت دقوقیؒ کی طرف رجوع

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ ‏ ‏ گفت سافرت مدیٰ فی خافقیہ
کہتے ہیں وہ[۱] آن پہ ہو فضل خدا ‏ ‏ مشرق و مغرب میں ہوں برسوں پھرا

سالہا رفتم سفر از عشق ماہ ‏ ‏ بے خبر از راہ و حیراں در الٰہ
عشق مہ میں ہے کیا برسوں سفر ‏ ‏ تھا میں حیراں راستے سے بے خبر

پا برہنہ رفتہ ام بر خار و سنگ ‏ ‏ زانکہ من حیرانم و بیہوش و دنگ
میں تھا ننگے پاؤں کانٹوں پر رواں ‏ ‏ کیونکہ میں حیراں ہوں اور وارفتہ ہاں

[۱] یعنی دقوقی علیہ الرحمۃ

تو مبیں این پایہا را بر زمیں | زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں

تو نہ دیکھ ان پاؤں کو یوں خاک پہ | کیونکہ عاشق دل پہ کرتے ہیں سفر

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز | دل چہ داند کوست مست دلنواز

راہ و منزل اور کوتاہ و دراز | سمجھے کیا دل جو ہے مست دلنواز

ایں دراز و کوتہ اوصاف تن ست | رفتن ارواح دیگر رفتن ست

وصف تن ہے یہ دراز و کم - فنا | روح کا جانا ہے - جانا دوسرا

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل | نے بگامے بود منزل نے بنقل

نطفہ سے تو عقل تک ہے آیا چلا | یہ سفر بے نقل اور بے پاؤں کے تھا

سیر جاں بیچوں بود در دور و دیر | جسم ما از جاں بیاموزید سیر

سیر جاں ہے پاک دور و دیر سے | سیر کرنا جاں سے سیکھا جسم نے

سیر جاں ہر کس نبیند جان من | لیک سیر جسم باشد در علن

سیر جاں ہوتی ہے جان من نہاں | اور سیر جسم ہوتی ہے عیاں

سیر جسمانہ رہا کرد او کنوں[۱] | میرود بیچوں نہاں در شکل چوں

سیر جسمانی جو چھوڑی اس نے تا گماں | شکل چوں میں ہیں چلتے بے چوں بے گماں

گفت اے بینندۂ مشتاق ار | تا بہ بینم در بشر انوار یار

کہتے ہیں آئے دل چلا مشتاق وار | تا بشر میں دیکھ لوں انوار یار

تا ببینم قلزمے در قطرۂ | آفتابے درج اندر ذرۂ

تا کہ اک قطرے میں دریا دیکھ لوں | ذرے میں سورج کا جلوا دیکھ لوں

چوں رسیدم سوئے یک ساحل بگام | بود بیگہ گشتہ روز و وقت شام

آخر اک ساحل پہ پہنچا شاد کام | وصل پہنچا کہتا دن - ہوگیا تھا وقت شام

[۱] یعنی جب تو جسم کی سیر چھوڑ کر روح کی سیر کریگا - تو تجھ سے نور چمکے گا ؏

ساحلِ دریا پر سات شمعوں کا نظر آنا

هفت شمع از دور دیدم ناگہاں — اندراں ساحل شتابیدم بداں

سات شمعیں میں نے دیکھیں ناگہاں — دور سے پہنچا کنارے تک دواں

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں — برشدہ خوش تا عنانِ آسماں

روشنی اور شعلہ ہر اک شمع کا — آسماں پر تھا درخشاں برملا

خیرہ گشتم خیرگی ہم خیرہ گشت — موجِ حیرت عقل را از سر گذشت

تھا میں حیراں، خیرگی حیرت کو تھی — موجِ حیرت عقل کے سر سے بڑھی

کایں چگونہ شمعہا افروختہ ست — ویں دو دیدہ خلق از آنہا دوختہ ست

کس طرح شمعیں یہ روشن ہیں یہاں — اور ہیں لوگوں کی آنکھوں سے نہاں

خلق جویانِ چراغ گشتہ بود — پیش آں شمعے کہ بر مہ میفزود

خلق ہے جویا چراغِ کشتہ کی — شمع کو چھوڑا جو مہ سے بڑھ گئی

چشم بندی بُد عجب بر دیدہا — بندشاں میکرد یہدی من یشا[۱]

کیا ہے آنکھوں پر نظر بندی تھا — بند ہے ہر آنکھ "یہدی من یشاء"

اُن ساتوں شمعوں کا ایک ہو جانا

باز میدیدم کہ میشد ہفت یک — نورِ او بشگافتہ جیبِ فلک

مل گئے ساتوں شمع سے پھر اک بنی — چیرتی پردہ تھی اس کی روشنی

باز آں یکبار دیگر ہفت شد — مستی و حیرانیِ من زفت شد

سات پھر ہو گئیں یکبارگی — مستی و حیرت مری حد سے بڑھی

[۱] وہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

اتصالاتے میان شمعہا که نیاید بر زبان و گفت ما
اتصال اُن شمعوں میں ایسا ہوا کہ نہیں سکتی زباں جس کو ادا

آنکه یک دیدن کند ادراک آن سالہا نتوان نمودن از زبان
ایک ہونا اُن کا جس پر ہو عیاں مدتوں تک بند ہو اُس کی زباں

آنکه یکدم بیندش ادراک ہوش سالہا نتوان نمودن آن بگوش
ہوش و ادراک اس کو دیکھیں ایکبار کان تک پہنچے نہ قصہ زینہار

چونکه پایانے ندارد رو الیک زانکه لا احصی ثناء ما علیک
نور بے پایاں ہے اسکا اور بسیط ہو نہیں سکتی صفت اس کی محیط

پیشتر رفتم دوان کان شمعہا تا چه چیز است از نشان کبریا
دیکھنے شمعوں کو میں آگے بڑھا دیکھوں کیا ہے یہ نشانِ کبریا

میشدم مدہوش و بیخویش و خراب تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
تھا میں مدہوش اور بیخود اور خراب گر پڑا جلدی میں اور دوڑا اشتاب

ساعتے بیعقل و بیہوش اندرین اوفتادم بر سر خاک زمین
اک گھڑی بے ہوش اور بے عقل تھا خاک میں غلطاں زمیں پر تھا پڑا

باز با ہوش آمدم برخاستم در روش گوئی نه سر نه پا ستم
پھر جو ہوش آیا وہاں سے میں اُٹھا بے سر و پا تھا، میں گویا چل رہا

سات شمعوں کا سات مرد بن جانا

هفت شمع اندر نظر شد هفت مرد نورشان میشد بسقف لاجورد
سات شمعیں ہو گئیں سات آدمی آسماں تک نور تھا اُن کا اُچی

پیش آن انوار نور روز درد از صلابت نورہا را مے سپرد
آگے اُن کے ماند دِن کا نور تھا تیزیوں سے نور تھا پھیلا ہوا

باز حیران گشتم اندر صنعِ رب ‏ ‏ ‏ کاینچنین چوں شد چگونہ است العجب
صنع رب سے میں بہت حیران تھا ‏ ‏ ‏ کیوں ہوا ایسا یہ کیا ہے ماجرا
پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم ‏ ‏ ‏ تاچہ حالست اینکہ میگرد و سرم
دیکھنے کو اور کچھ آگے بڑھا ‏ ‏ ‏ واقعہ کیا ہے کہ سر پھرنے لگا

پھر اُن سات مردوں کا سات درخت بن جانا

باز ہر یک مرد شد شکلِ درخت ‏ ‏ ‏ چشمم از سبزیِ ایشاں نیکبخت
بن گیا ہر مرد پھر شکل درخت ‏ ‏ ‏ آنکھ تھی سبزی سے انکی نیک بخت
زانبہیِ برگ پیدا نیست شاخ ‏ ‏ ‏ برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے شاخیں تھیں نہاں ‏ ‏ ‏ پتے بھی میووں میں پوشیدہ تھے ہاں
ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ ‏ ‏ ‏ سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ
پیڑ کی شاخیں تھیں سدرہ تک رسا ‏ ‏ ‏ سدرہ کیا تھیں وہ تو بیرون خلا
بیخ ہر یک رفتہ از قعرِ زمیں ‏ ‏ ‏ زیرتر از گاو و ماہی بد یقیں
تھیں جڑیں انکی سوئے قعرِ زمیں ‏ ‏ ‏ گائے اور مچھلی سے نیچے بالیقیں
بیخ شاں از شاخ خنداں روئے تر ‏ ‏ ‏ عقل زاں اشکالہا زیر و زبر
جڑ تھی شاخوں سے زیادہ پُر بہار ‏ ‏ ‏ عقل تھی زیر و زبر بے اختیار
میوہ کہ بشگافیدے عیاں ‏ ‏ ‏ ہمچو آب از میوہ جستے نور آں
جو کہ میوے پھٹ گئے تھے ظاہرا ‏ ‏ ‏ نور مثل آب جاری اُن سے تھا

اُن درختوں کا مخلوق کی آنکھوں سے پوشیدہ رہنا

آں عجب تر کہ بر ایشاں میگذشت ‏ ‏ ‏ صد ہزاراں خلق از صحرا و دشت
پھر تعجب یہ گذرتے رہتے تھے ‏ ‏ ‏ لوگ اُدھر لاکھوں سواد دشت سے

زار زوئے سایہ جاں میباختند | از گلیمے سایباں مے ساختند

آرزوئے سایہ میں دیتے تھے جان | تھے وہ کمبل کا بناتے سائباں

سایۂ آں زاغ نے دیدند ہیچ | صد تفو بر دیدہائے پیچ پیچ

سایہ اُن کا آ نہ سکتا تھا نظر | لعنت ایسے دیدۂ پُر پیچ پر

ختم کردہ قہر حق بر دیدہا | کہ نہ بیند ماہ را بیند سہا

ختم اُن آنکھوں پہ تھا قہر خدا | تا نہ دیکھیں چاند اور دیکھیں سُہا

ذرّۂ را بیند و خورشید نے | لیک از لطف و کرم نومید نے

ذرّہ کو دیکھیں نہ دیکھیں مہر کو | نا امید اس کے کرم سے تھے نہ گو

کاروانہا بینوا ویں میوہا | پختہ میریزد چہ سحرست ای خدا

قافلے مفلس ہیں اور میوے یہاں | پک کے جھڑتے ہیں یہ ہے جادو کا سماں

سیب پوسیدہ ہمے چینید خلق | درہم افتادہ ز یغما خشک حلق

چن رہی ہے سیب پوسیدہ کو خلق | لوٹتے ہیں سب کا ہوتا ہے خشک حلق

گفت ہر برگ و شکوفہ آں غصون | دمبدم یا لیت قومی یعلمون

کہتے تھے پتّے شگوفے سرنگوں | دم بدم "یا لیت قومی یعلمون"[1]

بانگ می آید ز سوئے ہر درخت | سوئے ما آئید خلق شوربخت

ہر درخت سبز دیتا تھا صدا | شورہ بختو! اِدھر آؤ ذرا

بانگ مے آید ز غیرت بر شجر | چشم شاں بستیم کلا لا وزر

یہ ندا غیرت سے تھی ہر پیڑ پر | کر دیں آنکھیں بند۔ کلا لا وزر[2]

گر کسے میگفت شاں کایں سو روید | تا ازیں اشجار مستسعد شوید

کوئی کہتا تھا اگر دوڑو اِدھر | ان درختوں سے رہو تا بہرہ ور

۱ کاش میری قوم مجھے پہچانتی ۔

۲ باز آؤ ۔ یہ قیامت نہ چھوڑے گی ۔

جملہ میگفتند کایں مسکیں مست است — از قضاء اللہ دیوانہ شدست
سب یہ کہتے تھے کہ یہ مست و گدا — ہے قضائے حق سے پاگل ہو گیا

مغز ایں مسکیں ز سودائے دراز — وز ریاضت گشت فاسد چوں پیاز
مغز میں اس کے ہے سودائے دراز — ہے ریاضت سے سڑا جیسے پیاز

او عجب میماند یارب حال چیست — خلق را ایں پردۂ اضلال چیست
دم بخود تھے[۱] حیراں، اے خدا یہ حال کیا — اِن پہ گمراہی کا ہے یہ جال کیا

خلق گوناگوں با صد رائے و عقل — یک قدم ایں سوئے نآرند نقل
سیکڑوں رائیں ہیں اس مخلوق کی — اِس طرف آتی نہیں اک گام بھی

عاقلان و زیرکاں زاں اتفاق — گشتہ منکر زیں چنیں باغی و عاق
عاقل و دانا ہیں کیا جھگڑے پڑے — منکر اور اس درجہ باغی ہو گئے

یا منم دیوانہ و خیرہ شدہ — دیو بر من غالب چیرہ شدہ
یا ہوں میں دیوانہ و حیراں ہوا — اور غالب مجھ پہ ہے شیطاں ہوا

چشم میمالم بہر لحظہ کہ من — خواب می بینم خیال اندر زمن
آنکھیں ملتا ہوں میں ہر دم خستہ حال — دیکھتا ہوں خواب یا ہے یہ خیال

خواب چہ بود بر درختاں میروم — میوہا شاں میخورم چوں نگروم
خواب کیا جاتا ہوں میں پیڑوں کے پاس — میوے کھاتا ہوں غلط کیوں ہو قیاس

باز چوں من بنگرم در منکراں — کہ ہمی گیرند زیں بستاں کراں
منکروں پر ڈالتا ہوں جب نظر — وہ کنارہ کش ہیں گلشن سے ادھر

با کمال احتیاج و افتقار — ز آرزوئے نیم غورہ جاں سپار
باوجود احتیاج و فقر ہاں — ضعف نصف انگور پہ دیتے ہیں جان

[۱] یعنی دقوقی علیہ الرحمۃ

ز اشتیاق و حرص یک گک درخت — میزنند این بینوایان آہ سخت
پتوں کا ہے شوق اور حرص درخت — مفلسی میں بھر رہے ہیں آہ سخت

در ہزیمت زین درختان زین ثمار — این خلائق صد ہزار اندر ہزار
ان پھلوں پیڑوں سے وہ ہیں بھاگتے — لوگ لاکھوں اور کروڑوں دیکھیے

باز میگویم عجب ہیں بیخودم — دست بر شاخ خیالی در زدم
پھر یہ کہتا ہوں کہ ہوں بیخود ہوا — ہاتھ ہے شاخ خیالی پر مرا

ہین بخوان استیأس الرسل ای عمو — تا بظنوا انہم قد کذبوا
پڑھ - کہ نا امید پیغمبر ہوئے — اپنے کو جھوٹا گماں کرنے لگے

این قرائت خواں بتخفیف کذب — این بود کہ خویش بیند محتجب
کذبوا پڑھ ذال کی تخفیف سے — صاف معنی ہیں وہ نادم ہو گئے

در گمان افتاد جان انبیا — ز اتفاق منکری اشقیا
انبیا کیا کیا گماں میں پڑ گئے — کافروں کے حیلہ و انکار سے

جاءہم بعد التشکک نصرنا — ترک شان گو بر درخت جان برآ
آئیں بعد شک ہماری نصرتیں — آ درخت جاں پہ تو اور چھوڑ انہیں

میخورد میوہ ال کش و زیست — ہر دم و ہر لحظہ سحر آموز لیست
میوہ وہ کھاتا ہے جو ہے خوش نصیب — سحر آموزی ہے ہر دم اسے حبیبا

خلق گویان العجب این بانگ چیست — چونکہ صحرا از درخت و بر تہیست
لوگ کہتے تھے یہ کیسی ہے صدا — دشت تو خالی ہے پیڑوں سے پڑا

[1] سورۂ یوسفؑ کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حتیٰ اذا استیأس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا الخ یعنی جب کافروں کی مہلت اور انکار اس حد تک پہنچ گیا۔ کہ پیغمبر مایوس ہو گئے۔ اور اپنے جھوٹا ہونے کا گمان کرنے لگے۔ یعنی انکے عذاب اور سزا سے مایوس ہو کر قیامت کے وعدہ میں شک کرنے لگے۔

تنگ گشتم از دم سودائیاں — کہ بنزدیک شما باغست و خواں

تنگ ہوں کرتے ہیں سودائی بیاں — ہے تمہارے پاس گلشن اور خواں

چشم میمالم کہ اینجا باغ نیست — یا بیابانیست یا مشکل رہیست

آنکھ ملتا ہوں کہ گلشن ہے کدھر — یا ہے جنگل یا ہے مشکل رہگذر

ای عجب چندیں درازا ویں ماجرا — چوں بود بیہودہ ہزل و خطا

ہے تعجب ماجرا اتنا بڑا — کس طرح ہو ہزل کیونکہ ہو خطا

من ہمے گویم چو ایشاں ای عجب — ایں چنیں مہرے چرا زد صنع رب

مثل اُن کے میں بھی کہتا ہوں اجی — صنع رب کی مہر ایسی کیوں لگی

زیں تنازعہا محمدؐ در عجب — در تعجب نیز ماندہ بولہب

تھا انہیں جھگڑوں سے احمدؐ کو عجب — اور تعجب میں رہا تھا بولہب

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف — تا چہ خواہد کرد سلطان شگرف

اس میں اور اُس فرق میں ہے امتیاز — دیکھئے کرتا ہے کیا وہ بے نیاز

اے دقوقی تیز دو تر ہیں خموش — چند گوئی چند چوں قحط ست گوش

تیز دو ہے تو دقوقی ارے خموش — کب تک آخر یہ بیاں ہے قحط گوش

ساتوں درختوں کا پھر ایک درخت ہو جانا

گفت راندم پیشتر من نیکبخت — باز شد آں ہفت جملہ یک درخت

بولے جب آگے بڑھا میں نیک بخت — ساتوں مل کر ہو گئے پھر اک درخت

ہفت میشد فرد میشد ہر دمے — من چساں میگشتم از حیرت ہمے

سات ہو جاتے تھے پھر ہوتے تھے ایک — دیکھ کر میں تھا تحیر میں دلیک

بعد ازاں دیدم درختاں در نماز — صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز

پھر عبادت میں درخت آئے نظر — صف بصف مثل جماعت خاک پر

یک درخت از پیش مانند امام — دیگران اندر پس او در قیام
آگے تھا اِک پیڑ مانندِ امام — کر رہے تھے دوسرے پیچھے قیام

آن قیام و آن رکوع و آن سجود — از درختان بس شگفتم می‌نمود
اُن درختوں کے رکوع و سجدہ سے — کیا کہوں میں، سخت حیرت تھی مجھے

یاد کردم قول حق را آن زمان — گفت و النجم و الشجر یسجدان
قول حق یاد آ گیا، مجھ کو اِدھر — سجدہ کرتے ہیں مجھے نجم و شجر

این درختان را نه زانو نه میان — این چه ترتیب نماز است آنچنان
تھے نہ زانو اور نہ پیڑوں کی کمر — ایسی ترتیب نماز آئی نظر

آمد الہام خدا کای با فروز — می عجب داری ز کار ما ہنوز
آیا الہام خدا، اے بافروز — تو مرے کاموں سے حیراں ہے ہنوز

اُن سات درختوں کا سات مرد بن جانا

بعد دیری گشت آنہا ہفت مرد — جملہ در قعدہ پی یزدان فرد
بعد ازاں وہ ہو گئے سات آدمی — کر رہے تھے قعدہ میں یاد اللہ کی

چشم می‌مالم کہ آن ہفت ارسلان — تا کیانند و چہ اند از جہان
آنکھ مَلتا تھا کہ یہ ساتوں جواں — کون ہیں، رہتے ہیں، پہنچے ہیں کہاں

چون بنزدیکی رسیدم من ز راہ — کردم ایشان را سلام از انتباہ
جیسے ہی میں پہنچا پاس اُن کے الکلام — با ادب ہو کر کیا میں نے سلام

قوم گفتندم جواب آن سلام — ای دقوقی مفخر و تاج کرام
بولے کر کے وہ جوابی پھر سلام — اے دقوقی فخر والوں کے امام

گفتم آخر چون مرا بشناختند — پیش ازین بر من نظر انداختند
پوچھا میں نے کیسے پہچانا مجھے — اس سے پہلے تو نہ دیکھا تھا مجھے

از ضمیرِ من بدانستند زود ‏ ‏ یکدگر را بنگریدند از فرود

وہ ضمیر اور حالِ دل پہچان کے ‏ ‏ پھر لگے اک دوسرے کو دیکھنے

پاسخم داده که اے جانِ عزیز ‏ ‏ چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز

یوں دیا مجھ کو جواب اسکے باصفا ‏ ‏ تجھ پہ بھی یہ راز پوشیدہ ہے کیا

بر دلے کو در تحیّر با خداست ‏ ‏ کے شود پوشیدہ از چیزے کہ ہست

ایسے دل پر ہے جو حیرانِ خدا ‏ ‏ راز پوشیدہ ہے کوئی کب رہا

گفتم از سوئے حقایق بشکفید ‏ ‏ چوں ز اسم و حرفِ رسمی و آفشید

بولا میں، آخر حقیقت کچھ کہو ‏ ‏ تم جو اسم و رسم سے آگاہ ہو

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی ‏ ‏ آں ز استغراق داں نز جاہلی

بولے کوئی نام اگر بھولے ولی ‏ ‏ وہ ہے استغراق، کب ہے جاہلی

بعد ازاں گفتند ما را آرزوست ‏ ‏ اقتدا کردن بتو اے پاک دوست

پھر وہ سب بولے ہمیں ہے آرزو ‏ ‏ مقتدی بننے کی اے فرخندہ خو

گفتم آرے یک ساعت کہ من ‏ ‏ مشکلاتے دارم از دورِ زمن

میں یہ بولا، ہاں مگر ٹھہرو ذرا ‏ ‏ ہے ابھی کچھ مشکلوں کا سامنا

تا شود آں حل بصحبتہائے پاک ‏ ‏ کہ بصحبت روید انگورے ز خاک

تا وہ حل ہوں آج قربِ پاک سے ‏ ‏ آ گئے ہیں انگور مل کر خاک سے

دانۂ پُر مغز را خاکِ دژم ‏ ‏ خلوتی و صحبتی کرد از کرم

دانۂ پُر مغز کو بھی خاک نے ‏ ‏ اپنا ہم صحبت بنایا لطف سے

خویشتن در خاک کلی محو کرد ‏ ‏ تا نماندش رنگ و بوئے سرخ و زرد

خاک میں جب محو بالکل ہو گیا ‏ ‏ رنگ و بو کی قید سے بس وہ چھٹا

از پسِ آں محو قبض او نماند ‏ ‏ پر گشاد و بسط شد مرکب براند

ہو گیا پھر قبض اس کا وہ فنا ‏ ‏ وہ کشاد و بسط سے تھا آشنا

پیش اصل خویش چون بیخویش شد — رفت صورت جلوهٔ معنیش شد

آگے اپنی اصل کے بے خود ہوئے — ہٹ گئی صورت، تو پھر معنی کھلے

سر چنیں کردند ہیں فرماں تراست — تف دل زاں سر چنیں کردن بخاست

سر ہلا کر سب یہ بولے۔ ہے بجا — دل کی گرمی بڑھ گئی جب سر ہلا

ساعتے باآں گروہِ مجتبے — چوں مراقب گشتم و از خود جدا

اس گروہِ باصفا میں اے فتا — ہو کے بیخود جب مراقب میں ہوا

ہم دراں ساعت ز ساعت رست جاں — زانکہ ساعت پیر گرداند جواں

جان ساعت سے ہوئی میری جدا — کیونکہ ساعت سے جواں بوڑھا ہوا

جملہ تلوینہا ز ساعت خاستہ است — رست از تلویں کہ از ساعت برست

ہیں یہ سب ساعت سے گوناگوں یہاں — جب چھٹا ساعت سے پھر تلویں کہاں

چوں ز ساعت ساعتے بیروں شوی — چوں نماند محرمِ بیچوں شوی

جبکہ تو ساعت سے اک ساعت چھٹا — محرم اسرار بے چوں ہو گیا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست — زانکہ آنسو جز تحیر راہ نیست

ساعتی بے ساعتی سے بے خبر — جز تحیر کون ہے اس راہ پر

ہر نفر را بر طویلہ خاص او — بستہ اند اندر جہان جستجو

ہر نفر کو اک طویلہ خاص پر — جستجو سے وہ ہے رکھتا باندھ کر

منتصب بر ہر طویلہ رایضے — جز بدستورے نیاید رافضے

ہر طویلہ میں ہے اک چابک سوار — بے اجازت کچھ نہیں ہوتا ہے کار

از ہوس از یک طویلہ گر رود — در طویلہ دیگرے اندر شود

گر ہوس میں اک طویلے سے وہ جائے — دوسرے دیسے طویلے میں پھر آئے

در زماں آخرچیان چست خوش — گوشۂ افسار او گیرند و کش

متنشقہ داروغے پھر آئیں وہاں — باگ ڈور ان کی وہ کھینچیں میاں

حافظان را گر نہ بینی اے عیار ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ — اختیارت را ببیں بے اختیار

گر نگہبانوں سے ہوں آنکھیں نہ چار — اختیار آئیں نظر بے اختیار

اختیارے می کنی و دست و پا — بر کشادستت چرا حبسی چرا

ہے جو زعم اختیار اور دست و پا — کھول ہاتھ اپنے مقید کیوں ہوا

دقوقی کا اس جماعت کی امامت کرنا

روئے در انکار حافظ بردہ — نام تہدیدات نفسش کردہ

تو نگہبانوں سے ہے منکر ہوا — نام ہے تہدید نفس اسکا رکھا

ایں سخن پایاں ندارد تیز رو — ہیں نماز آمد دقوقی پیش شو

یہ سخن لمبا ہے چل جلدی ذرا — اے دقوقی آ پڑھ نماز، آگے تو آ

اے یگانہ ہیں دوگانہ برگزار — تا مزین گردد از تو روزگار

اے یگانہ کر دوگانہ تو ادا — تا یہ عالم تجھ سے ہو آراستہ

اے امام چشم روشن الصلا — چشم روشن باید اندر پیشوا

اے امام چشم روشن، الصلا — پیشوا کو چشم روشن ہے روا

در شریعت ہست مکروہ اے کیا — در امامت پیش کردن کور را

ہے شریعت میں یہ مکروہ و خطا — اندھے کو کرنا امامت میں کھڑا

گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ — چشم روشن بہ اگر باشد سفیہ

گرچہ وہ حافظ ہو اور چست و فقیہ — آنکھ بینا چاہیئے گو ہو سفیہ

کور را پرہیز نبود از قذر — چشم باشد اصل پرہیز و حذر

کیا نجاست سے بچے کور اے اخی — آنکھ ہی تو اصل ہے پرہیز کی

او پلیدی را نہ بیند در عبور — ز آنکہ اندر فعل و قولش نیست نور

گندگی کو دیکھ سکتے ہیں نہ کور — اُس کا فعل و قول ہے محروم نور

کور ظاہر در نجاست ظاہر است　　کور باطن در نجاسات سِر است

کورِ ظاہر کی نجاست ظاہری　　کورِ باطن کی نجاست باطنی

این نجاست ظاہر از آبے رود　　وان نجاست باطن افزون میشود

ظاہرا ناپاکی پانی سے مٹے　　ہاں مگر ناپاکی باطن کی بڑھے

جز بآب چشم نتوان شستن آں　　چوں نجاسات بواطن شد عیاں

آنکھ کے پانی سے دُھل سکتی ہے ہاں　　باطنی جب اِک نجاست ہو عیاں

چوں نجس خوانده ست کافر را خدا　　آں نجاست نیست در ظاہر ورا

جب نجس کہتا ہے کافر کو خدا　　وہ نجاست اسکی کب ہے ظاہرا

ظاہر کافر ملوث نیست زیں　　آں نجاست ہست در اخلاق دیں

ظاہر کافر نہیں اس سے بھرا　　ہے نجس اخلاق دیں میں وہ ہوا

ایں نجاست بوش آید بیست گام　　واں نجاست بوش از رے تا بشام

اس نجاست کی ہے بو بیس گام　　اور اُس کی بو ہو رے سے تا بہ شام

بلکہ بوئش آسمانہا بر رود　　بر دماغ حور و رضواں بر شود

بلکہ جائے آسماں تک اس کی بو　　تا دماغ حور و رضواں شو بشو

آنچہ میگویم بقدر فہم تست　　مردم اندر حسرت فہم درست

دیں بقدرِ فہم یہ باتیں مری　　فہم کامل کی مجھے حسرت رہی

فہم آبست و وجود تن سبو　　چوں سبو بشکست ریزد آب او

فہم پانی ہے وجودِ تن سبو　　جب سبو ٹوٹے ہو پانی شو بشو

ایں سبو را پنج سوراخست ژرف　　اندرو نے آب ماند خود نہ برف

اس سبو میں پانچ ہیں سوراخ ژرف　　پانی ٹھہرے گا نہ اس میں اور نہ برف

؎ ژرف سخت اور بڑے ۔ ۱۲

امر غضوا غضّۃ ابصارکم[1]	ہم شنیدی راست ننہادی قدم
بند کر لو آنکھ — حق نے کہ دیا	اس کو سن کر بھی نہ تم سنبھلے ذرا
از دہانت نطق فہمت را برد	گوش چوں ریگست فہمت را خورد
نطق منہ سے لے کے جاتے فہم کو	کان مثل ریگ کھا جاتے فہم کو
ہمچنیں سوراخہائے دیگرت	میکشاید آب فہم مضمرت
اس طرح سوراخ جو ہیں دوسرے	فہم کا پانی بہاتے ہیں ترے
گر ز دریا آب را بیروں کنی	بیعوض آں بحر را ہاموں کنی
پانی دریا سے جو تو باہر کرے	لاجرم دریا کو مثل بر کرے
بیگہست ار نہ بگویم حال را	مدخل اعواض را و ابدال را
ہوتا گر موقع تو میں کرتا بیاں	مدخل[2] اعواض و ابدال اے جواں
کاں عوضہا واں بدلہا بحر را	از کجا آید ز بعد خرجہا
وہ عوض اور وہ بدل اس بحر کے	خرج کے بعد آتے ہیں کس منبع سے
صد ہزاراں جانور زو می چرند	ابرہا ہم از برونش میبرند
سیر ہو جاتے ہیں لاکھوں جانور	ابر لے جاتے ہیں پانی کھینچ کر
باز دریا آں عوضہا میکشد	از کجا دانند اصحاب رشد
پھر ہے وہ دریا عوض کو کھینچتا	جو ہیں نیکوکار اسے کب جانتا
قصہ ہا آغاز کردیم از شتاب	ماند بے مخلص درون ایں کتاب
کر دئے آغاز قصے زود تر	مثنوی میں رہ گئے وہ مختصر
اے ضیاء الحق حسام الدین راد	کہ فلک و ارکاں چو تو شاہے نزاد
اے ضیاء الحق حسام الدین سخی	کب فلک نے شہ جنے تجھ سا کوئی مثنوی

[1] اپنی آنکھوں کو چھپا لو ؛

[2] یعنی عوض اور تبدیلیوں کے مدخل کا بیان کرتا ؛

تو بنا در آدمی در جان و دل — ای دل و جاں از قدوم تو خجل

ہاں تو ہی تو ہے بنائے جان و دل — جان و دل ہیں تیرے جلووں سے خجل

چند گویم مدح قوم ما مضیٰ — قصد من زآنہا تو بودی زاقتضا

اگلی قوموں کی جو میں نے مدح کی — مقتضا سے قصد تیری ذات تھی

خانہ خود را شناسد خود دعا — تو بنام ہر کہ خواہی کن ثنا

اپنا گھر پہچانتی ہے خود دعا — چاہے جس کے نام سے تو کر ثنا

بہر کتمان مدیح از نامحل — حق نہادست ایں حکایات و مثل

مدح بے جا کے چھپانے کے لئے — دیں حکایات و مثل اللہ نے

حق پذیرد کسرۂ دارد معاف — کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف

کرتا ہے خالق شکستہ کو قبول — ہو جو کور آنکھوں سے اشکوں کا نزول

گرچہ آں مدح از تو ہم آمد خجل — لیک بپذیرد خدا جہد المقل

تو خجل ہے تجھ سے خود مدح حقیر — ہے قبول حق مگر سعی فقیر

مرغ و ماہی داند آں ابہام را — کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را

مرغ و ماہی جانیں اس ابہام کو — مجملاً میں نے سراہا نام کو

تا برو آہ حسوداں کم وزد — تا خیالش را بدنداں کم گزد

حاسدوں کو کم ہو موقع آہ کا — دانت ہو تخئیل کا اس سے جدا

خود خیالش را کجا یابد حسود — در وثاق موش طوطی کے غنود

کب خیال اس کا حسود زار پائے — طوطا کب سوراخ میں چوہے کے جائے

آں خیال و بود از احتیال — موئے ابروئے و نیست آں نیم ہلال

مکر و حیلہ سے ہے اسکا ہر خیال — چاند کب ہے اسکے ابرو کا ہے بال

باز گردم زانکہ قصہ شد دراز ۔۔۔ وقت تنگ و خلق موقوف نماز

لوٹتا ہوں کیونکہ قصہ دراز ۔۔۔ وقت تنگ اور خلق مشتاقِ نماز

دقوقی کے پیچھے اس جماعت کا مقتدی ہونا

پیش در شد آں دقوقی در نماز ۔۔۔ قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز

پس امام ان کے دقوقی ہو گئے ۔۔۔ قوم تھی اطلس وہ اس پہ نقش تھے

اقتدا کردند آں شاہاں قطار ۔۔۔ در پئے آں مقتدائے نامدار

اقتدا کی باندھ کر سب نے قطار ۔۔۔ مقتدا کے پیچھے جو تھا نامدار

چونکہ با تکبیرہا مقروں شدند ۔۔۔ ہمچو قرباں از جہاں بیروں شدند

کہہ کے جب تکبیر وہ باہم ملے ۔۔۔ مثلِ قرباں دہر سے باہر ہوئے

معنیٔ تکبیر اینست اے امیم ۔۔۔ کاے خدا پیشِ تو ما قرباں شدیم

معنیٔ تکبیر یہ ہیں اے فتا ۔۔۔ تجھ پہ ہم ہو گئے ہیں قرباں اے خدا

وقتِ ذبح اللہ اکبر میکنی ۔۔۔ ہمچنیں در ذبحِ نفسِ کشتنی

وقتِ ذبح اللہ اکبر تو کہے ۔۔۔ ایسے ہی جب نفس کو قرباں کرے

گوی اللہ اکبر و ایں شوم را ۔۔۔ سر ببر تا وا رہد جاں از عنا

اور کہہ اللہ اکبر نفس کا ۔۔۔ کاٹ سر تا جان غم سے ہو رہا

تن چو اسمعیل جاں ہمچوں خلیل ۔۔۔ کرد جاں تکبیر بر جسمِ نبیل

جسم اسمعیل جاں مثلِ خلیل ۔۔۔ جاں نے کی تکبیر تن پر اے نبیل

گشت کشتہ تن ز شہوتہا و آز ۔۔۔ شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز

ہو گیا تن کشتۂ حرص و آز ۔۔۔ ہو گئے بسم اللہ سے بسمل در نماز

چوں قیامت پیشِ حق صفہا زدہ ۔۔۔ در حساب و در مناجات آمدہ

جوں قیامت پیشِ حق باندھیں صفیں ۔۔۔ پھر مناجات اور حسابوں میں بندھا

ایستاده پیش یزدان اشک ریز — بر مثال راست خیز رستخیز

سامنے خالق کے روتے ہوں کھڑے — ہو قیامت جس طرح دن حشر کے

حق ہمی گوید چه آوردی مرا — اندرین مهلت که دادم من ترا

پوچھے رب الہا ہے کیا میرے لئے — ایسی فرصت میں جو میں نے دی تجھے

عمر خود را در چه پایان برده‌ای — قوت و قوت در چه فانی کرده‌ای

عمر اپنی ختم کیونکر تو نے کی — تیری وہ قوت فنا کیونکر ہوئی

گوهر دیده کجا فرسوده‌ای — پنج حس را در کجا پالوده‌ای

آنکھ کا موتی کہاں تو نے گھسا — پانچ حس کو صاف کس جا ہے کیا

گوش چشم و هوش گوهرهای عرش — خرج کردی چه خریدی تو ز فرش

آنکھ کان اور ہوش گوہر عرش کے — خرچ کر کے کیا خریدا فرش سے

دست و پا دادمت چون بیل و کلند — من ببخشیدم ز خود آن کی شدند

دست و پا تیشہ کی صورت ہیں تجھے — میں نے بخشے خود کہاں سے آئے تھے

همچنین پیغامهای دردناک — صد هزاران آید از یزدان پاک

ایسے ہی پیغام لاکھوں دردناک — بھیجے گا مخلوق کو یزداں پاک

در قیام این گفتها دارد رجوع — وز خجالت شد دوتا اندر رکوع

تا قیام اس گفتگو میں تھا رجوع — پھر خجالت سے ہوا جھک رکوع

قوت استادن از خجلت نماند — در رکوع از شرم تسبیحی بخواند

شرم سے قوت اقامت کی نہ تھی — تو رکوع اس نے کیا تسبیح کی

باز فرمان می‌رسد بردار سر — از رکوع و پاسخ حق برشمر

حکم خالق آئے گا پھر سر اٹھا — اور سن جو ہے جواب اللہ کا

سر برآرد از رکوع آن شرمسار — باز اندر رو فتد آن خامکار

سر اٹھائے وہ خجل اور شرمسار — منہ کے بل پھر گر پڑے عصیاں شعار

مرغ بے ہنگامی اے بدبخت رو ‌ ‌ ترک ما گو خون ما اندر مشو

جا کہ اب تو مرغ بے ہنگام ہے ‌ ‌ چھوڑ ہم کو ہم سے اب کیا کام ہے

رو بگرداند بسوئے دست چپ ‌ ‌ در تبار و خویش گویندش کہ خپ

منہ جو بائیں سمت پھیرے، مبتلا ‌ ‌ کہ دور ہو مکار۔ بولیں اقربا

ہین جواب خویش گو با کردگار ‌ ‌ ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار

دے جواب اللہ کو اے نابکار ‌ ‌ کون ہیں ہم کہہ نہ ہم سے بار بار

نے ازیں سو نے از آں سو چارہ شد ‌ ‌ جان آں بیچارہ دل صد پارہ شد

ہر طرف سے جب ہوئیں مایوسیاں ‌ ‌ دل ہوا ٹکڑے ہوئی مغموم جاں

از ہمہ نومید گردد آں دغا ‌ ‌ پس برآرد ہر دو دست اندر دعا

سب سے نا امید جب ہو جائے وہ ‌ ‌ ہاتھ اٹھا کے لب پہ دعا یہ لائے وہ

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا ‌ ‌ اول و آخر توئی و منتہا

[illegible] ایسا مایوس سب سے آسرا ‌ ‌ اول و آخر ہے تو اور انتہا

در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں ‌ ‌ تا بدانی کایں بخواہد شد یقیں

دیکھ اشارے یہ نمازوں میں عیاں ‌ ‌ ایسا ہونا ہے یقیں کر بیگماں

دقوقی کا اہل کشتی کی فریاد سننا

بچہ بیروں آر از بیضہ نماز ‌ ‌ سر مزن چوں مرغ بے تعظیم و ساز

بچہ اس بیضہ سے کر لے آشکار ‌ ‌ مرغ ناکارہ کی صورت سر نہ مار

آں دقوقی در امامت کرد ساز ‌ ‌ اندر آں ساحل در آمد در نماز

کی دقوقی نے امامت با نیاز ‌ ‌ ساحل دریا پہ پڑھتے تھے نماز

و آں جماعت در پئے او در قیام ‌ ‌ اینت زیبا قوم و بگزیدہ امام

ان کے پیچھے تھا جماعت کا قیام ‌ ‌ منتخب اچھا کیا تھا یہ امام

در بیابانی واقعهٔ غیب آمد غنود	حزم را سیلاب کے اندر ربود
واقعاتِ غیب اک آئیں نظر	حزم کو کب سیل لیجاتے پھر
حزم چه بود بدگمانی در جهان	دم بدم دیدن بلائے ناگهان
حزم کیا ہے بدگمانی جہاں	دیکھنا ہر دم بلائے ناگہاں
آن چنانکه ناگهان شیرے رسید	مرد را بربود و در بیشه کشید
بس اچانک جس طرح اک شیر آئے	مرد کو وہ پھاڑ کے جنگل لے کے جائے
او چه اندیشد در آن بردن ببین	تو همان اندیش اے استاد دین
اس کو لیجانے میں اندیشہ ہو کیا	تو بھی سوچ ایسا ہی اے مرد خدا

مردِ حازم[۱] کے تصورات

می کشد شیر قضا در بیشه ها	جان ما مشغول کار و پیشه ها
کھینچتا جنگل میں ہے شیر قضا	کام میں مشغول ہیں ہم بر ملا
آن چنان کز فقر می ترسند خلق	زیر آب شور رفته تا بحلق
ایسے ہی جو فقر سے ڈرتی ہے خلق	کھاری پانی میں ہے ڈوبی تا بہ حلق
گر بترسندے از آن فقر آفرین	گنجهاشان کشف گشتے در زمین
ہوتا کچھ فقر آفریں سے خوف اگر	گنج ان کو خاک میں آتے نظر
جمله شان از خوف غم در عین غم	در پے هستی دویده در عدم
خوف غم سے عین غم میں ہیں پڑے	ہے عدم کی سیر ہستی کے لئے

[۱] حزم و حازم کی تصریح دفتر سوم میں پہلے کی جاچکی ہے۔

گفت من با حق دعاها کرده‌ام ۔ اندرین لابه بسی خون خورده‌ام

بولا میں نے کی ہے خالق سے دعا ۔ خون دل ہے اس خوشامد میں پیا

من یقین دارم دعا شد مستجاب ۔ سر بزن بر سنگ ای منکر خطاب

ہے یقین میری دعا تھی مستجاب ۔ مار سر پتھر پہ تو شاہ خراب

گفت گرد آیید هین ای مسلمین ۔ ژاژ بشنید و فشار این لعین

بولا دوڑو اے مسلمانو ذرا چلو ۔ اس لعین کی بہکی باتیں دیکھ لو

ای دعا تا چند خایی ژاژ را ۔ حجت قاطع بگو چه بود دعا

اے دعا بیہودہ گوئی ہے کیا ۔ لا دلیل اپنی کوئی ۔ کیا ہے دعا

ای مسلمانان دعا مال مرا ۔ چون از آن او کند بهر خدا

مال میرا ہو منو کیونکر دعا ۔ اس کا کر دیگی ۔ کہو بہر خدا

گر چنین بودی همه عالم بدی ۔ یک دعا املاک بردی مرد کدی

ایسا ہی ہوتا اگر ۔ فہو المراد ۔ سب دعا سے چھین لیتے جائداد

گر چنین بودی گدایان ضریر ۔ محتشم گشته بدندی و امیر

ایسا گر ہوتا ۔ تو یہ سارے فقیر ۔ بنتے دولت والے اور ہوتے امیر

روز و شب اندر دعا و اندر ثنا ۔ لابه گویان که تو ده مال ای خدا

روز و شب جو کرتے رہتے ہیں دعا ۔ دے ہمیں تو مال و دولت اے خدا

تا تو ندهی هیچ کس ندهد یقین ۔ ای گشاینده تو بگشا بند این

تو نہ دے تو کون دیگا بالیقیں ۔ کھول اے مشکل کشا عقدہ کہیں

مکسب کوران بود لابه و دعا ۔ جز لب نانی نیابند از عطا

سب اندھوں کا خوشامد اور دعا ۔ صرف روٹی ان کو ملتی ہے عطا

قوم گفتند این مسلمانست کو ۔ دین فروشنده دعا را ظلم جوست

قوم بولی یہ مسلماں بھی نہیں ۔ ہے فروشندہ دعا کا بالیقیں

بعد ازیں حلیه دعا و ایں فغاں — گاو اندر خانه دیدم ناگہاں
رہ چکا جب یہ دعا اور یہ فغاں — گائے میں نے گھر میں دیکھی ناگہاں

چشم من روشن شد از بہرِ قوت — شادیِ آں کہ قبول آمد قنوت
ہوں نہ تا بچی وہ ہرگز قوت کی — خوش تھا میری التجا پوری ہوئی

کشتم آں را زانکہ ہم در شکرِ آں — کہ دعائے من شنید آں غیب‌داں
شکر کرکے میں نے مارا اسے — ہاں دعا میری سنی اللہ نے

فیصلہ حضرت داؤدؑ کا حکم سنانا

گفت داؤدؑ ایں سخنہا را بشو — حجتِ شرعی دریں دعوے بگو
بولے داؤدؑ اب یہ باتیں چھوڑ تو — حجتِ شرعی بیاں کر مدعو

تو روا داری کہ من بے حجتے — بنہم اندر شرع باطل سنتے
بے حجت تو روا رکھتا ہے کیا — شرع میں ڈالوں اصول باطل روا

ایں کہ بخشیدت خریدی وارثی — ریع را چوں می‌ستانی حارثی
کس نے بخشی اسکا تو وارث ہے کیا — تو جو حاصل لیتا ہے حارث ہے کیا

کسب را ہمچوں زراعت داں عمو — تا نکاری دخل نبود آں تو
کسب ہے مثل زراعت اے اخی — بوئے بن وہ ملک ہے کیونکر تری

آنچہ کاری بدروی آں آنِ تست — ورنہ ایں بیداد بر تو شد درست
تو جو بوئے اور کاٹے ہے ترا — ورنہ یکسر ظلم ہے یہ اور خطا

رو بدہ مالِ مسلماں کژ مگو — رو بجو وام و بدہ باطل مجو
پھیر دے مال مسلماں جلد جا — قرض لے کر دے اسے کہنا ہے کیا

گفت اے شہ تو ہمیں می‌گوئیم — کہ ہمی گویند اصحابِ ستم
بولا اے شہ تو نے بھی وہ ہی کہا — ظلم والوں نے کہا جو بر ملا

فقیر کا خدا کے سامنے زاری کرنا

پیر ز دل آہے برآورد و بگفت | اے خدائے بے کجا طاق و جفت[۱]

دل سے اک آہ اس نے کھینچی اور کہا | طاق بھی ہے اور جفت ہے تو اے خدا

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سوز | در دل داؤد انداز آں فروز

سجدہ کر کے بولا اے دانائے راز | تو دل داؤد پہ افشا کر یہ راز

ور دلش بنما تو آنچہ اندر دلم | اندر افگندی بہ لطف اے مفضلم

جو مرے دل کو دیا اسکو بھی دے | مجھ میں جو پیدا کیا اس راز سے

ایں بگفت و گریہ در شد ہا ہائے | تا دل داؤد بیروں شد ز جائے

ہائے ہائے کر کے جب رونے لگا | حضرت داؤد کا دل ہل گیا

گفت ہیں امروز اے خواہان گذار | مہلتم دہ ایں باقی را مکاو

بولے اس کو آج تو اسے مدعی | دے مہلت کچھ نہ کر جلدی ابھی

تا روم من سوئے خلوت در نماز | پرسم ایں احوال از دانائے راز

تا پڑھوں خلوت میں جا کر میں نماز | پوچھوں کیا ہے اس سے دانائے راز

خوئے دارم در نماز آں التفات | معنی قرۃ عینی فی الصلوٰۃ[۲]

ہیں نمازیں میری ایسی جیسا نور | روشنی ہے میری آنکھوں کی نماز

روزن جانم کشادہ است از صفا | می رسد بے واسطہ نامہ خدا

روزن جاں ہے صفائی سے کھلا | آ رہی ہے بے واسطہ وحی خدا

تا مہ و باراں و نور از روزنم | می فتد در خانہ ام از [illegible] ہم

چاندنی انوار کی بیشہ نور کا | میرے گھر میں ہے برستا ہر ملا

۱ یعنی اے خدا تو سب سے علیحدہ بھی ہے اور سب کے ساتھ بھی

۲ نماز میں میری آنکھوں کی روشنی ہے

گائے والے کو حضرت داؤدؑ کا حکم دینا

بعد از آں داؤدؑ گفتش اے عنود — جملہ مال خویش او را بخش زود

بعد ازاں اس سے کہا داؤدؑ نے — اپنا سارا مال اسکو بخش دے

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت — تا نگردد ظاہر از وے اشتمت

ورنہ ہوگا مشکلوں کا سامنا — ظلم کھل جائے گا میں نے کہہ دیا

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید — کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید

خاک اڑا کر اور کپڑے پھاڑ کر — بولا ہے بیداد مجھ پر بیشتر

یکدمے دیگر بدیں تشنیع راند — باز داؤدش بہ پیش خویش خواند

طعنے وہ دیتا رہا اس قسم کے — پھر بلایا پاس اپنے داؤدؑ نے

گفت چوں بختت نبود اے بخت کور — ظلمت آمد اندک اندک در ظہور

بولے اندھے بے نصیب اندھا ترا — ظلم تیرا تھوڑا تھوڑا ہے کھلا

دیدہ آنگاہ صدر و پیش گاہ — اے دریغ از چوں تو خر خاشاک را

دیکھی اس دم تو نے یہ انصاف گاہ — تجھ پہ افسوس اے گدھے اے خاک پا

رو کہ فرزندان تو با جفت تو — بندگان او شدند افزوں مگو

جا کہ تیرے بچے اور بیوی تری — ہو گئے اسکے غلام اب واقعی

سنگ بر سینہ ہمیزد با دو دست — میدوید از جہل خود بالا و پست

پتھروں سے کوٹتا سینے کو تھا — جہل سے تھا آگے پیچھے بھاگتا

خلق ہم اندر ملامت آمدند — کز ضمیر کار او غافل بدند

لوگ بھی تھے سب ملامت کر رہے — وہ تھے ناواقف ضمیر کار سے

ظالم از مظلوم کے داند کسے — کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے

ظالم و مظلوم جانے کوئی کیا — مثل خس جب ہو ہوا میں مبتلا

گر بہ بینیدم کہ دارم شاخہا ‖ گاوِ دوزخ را بہ بینید از ملا

دیکھو ہیں یہ میرے سر پہ سینگ کیا ‖ بلکہ میں ہوں گاوِ دوزخ برملا

دنیا میں بھی اعضا کا گواہی دینا

پس ہمیں جا دست و پایت گزند ‖ بر ضمیر تو گواہی مے دہند

پس یہیں ہے ہاتھ پاؤں کا زیاں ‖ تیرے دل کے بھید کا جو ہیں نشاں

چوں موکل مے شود بر تو ضمیر ‖ کہ بگو تو اعتقادت اے اسیر

جب موکل تجھ پہ ہو تیرا ضمیر ‖ اور کہے تو صاف اسے مردِ حقیر

خاصہ در ہنگام خشم و گفتگو ‖ میکند ظاہر سرت را مو بمو

خاص کر غصے میں ہو جب گفتگو ‖ بھید کھل جائیں ترے سب مو بمو

چوں موکل مے شود ظلم و جفا ‖ کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا

جب موکل تجھ پہ ہو جور و جفا ‖ کر دے گر ظاہر کہے اسے دست و پا

چوں ہمے گیرد گواہ سر لگام ‖ خاصہ وقت جوش خشم و انتقام

کھینچتا ہے جب لگام ایسا گواہ ‖ خاصکر ہو جبکہ [illegible]

پس ہمانکس کہ موکل میکند ‖ تا لوائے راز بر صحرا زند

جو کہ ہے اس کو موکل برملا ‖ بھید خود جنگل میں دیتا ہے اڑا

پس موکلہائے دیگر روزِ حشر ‖ ہم تواند آفرید از بہر نشر

پس موکل دوسرے بھی روزِ حشر ‖ کچھ بھی کر سکتا ہے پیدا بہر نشر

اے بد و دست آمدہ در ظلم و کیں ‖ گوہرت پیداست حاجت نیست ایں

دونوں ہاتھوں سے تو کرتا ہے جفا ‖ ہیں عیاں جوہر ترے [illegible] ہے کیا

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند ‖ بر ضمیر آتشینت واقفند

ظلم کی تشہیر سے کیا فائدہ ‖ سب ضمیر آتشیں جانیں ترا

نفسِ تو ہر دم بر آرد صد شرار   کہ بہ بینندم منم اصحابِ نار

نفس سے اُڑتے ہیں تیرے سو شرار   دیکھ لیں سب، ہیں ہمیں اصحابِ نار

جزوِ نارم سوئے کُل خود روم   من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم

سوئے کل جاتا ہوں جزوِ نار ہوں   نور ہوں تو جانبِ خالق بڑھوں

ہمچناں کایں ظالمِ حق ناشناس   بہرِ گاوے کرد چندیں التباس

جس طرح یہ ظالمِ نا آشنا   گائے کی خاطر ہے شبہوں میں بڑا

او از و صد گاو برد و صد شتر   نفس اینست اے پدر از وے ببر

او نے اس سے سو لئے شتر گائیں بھی   چھوڑ اس کو، نفس ہے یہ اے اخی

نیز روزے با خدا زاری نکرد   یا ربے نامد از و روزے بدرد

رو یا پیشِ حق نہ اک دن یہ کبھی   اور صدا یا رب کی بھولے سے نہ دی

کاے خدا خصمِ مرا خوشنود کن   گر منش کردم زیاں تو سود کن

تو مرے دشمن کو خوش کر اے خدا   گر بُرا میں نے کیا تو کر بھلا

گر خطا کُشتم دیت بر عاقلہ است   عاقلہ جانم تو بودی از الست

کی خطا، تو عاقلہ پر خوں بہا   عاقلہ تو ہے ازل سے اے خدا

سنگ میگردد باستغفار دُر   ایں بود ز انصافِ نفسِ ایجانِ حُر

سنگ استغفار سے موتی بنے   ہو یہ سب کچھ نفس کے انصاف سے

لوگوں کا اس درخت کی طرف جانا

چونکہ بیروں شد سوئے آں درخت   گفت دستش را ازپس پشت سخت

جب وہ باہر پیڑ کی جانب گئے   بولے باندھو ہاتھ اُسکے پیچھے سے

تا گناہ و جرمِ او پیدا کنم   تا لوائے عدل بر صحرا زنم

تا کہ میں اُس کا گنہ پیدا کروں   عدل اپنا ظاہر صحرا کروں

کاں فلاں خواجہ چہ شد حالش چہ گشت ۔ ہمچنانکہ جوشد از گلزار کشت

کیا ہوا وہ خواجہ حال اسکا ہے کیا ۔ جیسے سبزہ جوش میں ہو باغ کا

جوشش خون باشد آں و جستہا ۔ خارشش دلہا و بحث و ماجرا

جوشش خوں ہوتی ہے ایسی جستجو ۔ دل میں خارش اور بحث و گفتگو

چونکہ پیدا گشت سر کار او ۔ معجزۂ داؤدؑ شد فاش و دو تو

بھید جب اس کام کا سب پہ کھلا ۔ معجزہ داؤدؑ سے ظاہر ہوا

خلق جملہ سر برہنہ آمدند ۔ سر بسجدہ بر زمینہا میزدند

سر برہنہ دوڑی وہ خلقت تمام ۔ گر پڑے سجدوں میں سارے خاص و عام

ما ہمہ کوران اصلی بودہ ایم ۔ وانچہ میفرمودہ نشنودہ ایم

اور کہا در اصل ہم اندھے رہے ۔ آپ کے فرمان ہم نے کب سنے

وز تو ما صد گوں عجائب دیدہ ایم ۔ لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم

سیکڑوں دیکھے عجائب آپ سے ۔ اپنے اندھے پن سے پر معذور تھے

سنگ با تو در سخن آمد شہیر ۔ کز برائے غزو طالوتؔ بگیر

اے نبیؑ! کہیں تم سے باتیں سنگ نے ۔ لو مجھے تم لڑنے کو طالوتؔ سے

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدی ۔ صد ہزاراں خصم را برہم زدی

تین پتھر ایک گوپھن ساتھ تھا ۔ لاکھوں ہی اعدا کو برہم کر دیا

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد ۔ ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد

پھر وہ سنگ کے لاکھوں ٹکڑے ہو گئے ۔ خون دشمن کا پیا ہر ایک نے

آہن اندر دست تو چوں موم شد ۔ چوں زرہ سازی ترا معلوم شد

موم دست پاک میں لوہا ہوا ۔ جب زرہ سازی ہوئی دست آشنا

ؔ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ گذرا ہے ؂

نے تو بودی سالہا مہمانِ من — نے رسیدت بیکراں احسانِ من
کیا نہ تو برسوں مرا مہماں رہا؟ — تجھ پہ کیا احساں نہ تھا میں نے کیا
سرِّ مہرِ ما شنیدستند خلق — شرم دارد رو چو نعمت خورد حلق
راز الفت اپنا ہے مشہورِ خلق — شرم آئے منہ کو نعمت کھائے حلق
او ہمے گفتش چہ گوئی ترّہات — نہ ترا دانم نہ نام تو نہ جات
کہتا وہ کیا بک رہا ہے بے لگام — کون ہے تو کیا نشاں ہے کیا ہے نام
پنجمیں شب بر دبارانے گرفت — کاسماں از بارشش شد در شگفت
پانچویں شب کو غضب بارش ہوئی — جس سے حیرت آسماں تک کو بھی تھی
چوں رسید آں کارد اندر استخواں — حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں
خواجہ پر جب آئی ایسی کچھ بلا — کھٹکھٹائی کنڈی اور پھر دی صدا
چوں بصد الحاح آمد سوئے در — گفت آخر چیست اے جانِ پدر
تو خوشامد سے وہ آیا سوئے در — بولا آخر کیا ہے اے جانِ پدر
گفت من آں حقہا بگذاشتم — ترک کردم آنچہ من پنداشتم
بولا میں نے چھوڑے اپنے حق تمام — تھا جو کچھ سمجھا غلط تھا لاکلام
پنج سالہ رنج دیدم پنج روز — جانِ مسکینم دریں سرما و سوز
پنج سال اس غم سے میں نے پنج روز — جانِ مسکیں میری تھی سردی پہ سوز
یک جفا از خویش و از یار و تبار — در گرانی ہست چوں سیصد ہزار
اپنوں کی اور اپنے یاروں کی جفا — ہوتی ہے سختی میں لاکھوں سے سوا
زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش — جانش خو گر بود با مہر و وفاش
کچھ توقع ظلم کی اس سے نہ تھی — خو گرِ مہر و وفا تھا وہ اسی
ہر چہ بر مردم بلا و شدت است — از پئے آں کز خلافِ عادت است
جو کچھ لوگوں پہ شدت اور بلا — ہے خلافِ عادت اس کا سبب ہوتا

نفس گوید چونکہ کشتی گاوِ من — زانکہ گاوِ نفس باشد نقشِ تن

گائے ماری، نفس کرتا ہے سخن — گائے کیا ہے نفس کی ہے نقشِ تن

خواجہ زادہ عقل ماندہ بینوا — نفسِ خونی خواجہ گشت و پیشوا

خواجہ زادہ عقل ہے بس بینوا — نفسِ خونی خواجہ بن بیٹھا بڑا

روزیِ بیرنج میدانی کہ چیست — قوتِ ارواح ست و ارزاقِ نبیست

روزیِ بے رنج کیا ہے اسے شنا — رزقِ نوری اور روحوں کی غذا

لیک موقوفست بر قربانِ گاو — گنج اندر گاو دان اے گنج کاو

گائے کی قربانی پہ ہے منحصر — گائے میں سمجھ گنج اے گنج پاشِ راز

دوش چیزے خوردہ ام ورنہ تمام — دادمے در دستِ فہمِ تو زمام

کھالیا کچھ میں نے کل ورنہ تمام — تیرے دستِ فہم میں دیتا لگام

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ ای — ہر چہ مے آید ز پنہان خانہ ایست

کل جو کچھ کھایا وہ ہے افسانہ سا — راز کچھ پردے سے نکلے ہے بس برملا

چشم بر اسباب از چہ دوختیم — گر ز خوش چشمان کرشم آموختیم

[illegible]

ہست بر اسباب اسبابے دگر — در سبب منگر در آن افگن نظر

سبب لائیں اور ان اسباب پہ — اس سبب کو چھوڑ ان پہ غور کر

انبیا در قطعِ اسباب آمدند — معجزاتِ خویش بر کیوان زدند

انبیا قطعِ سبب کو آئے تھے — [illegible]

بے سبب مر بحر را بشگافتند — بے زراعت چاشِ گندم یافتند

بے سبب دریا کو ٹکڑے کر دیا — [illegible] زراعت کے لیا

اے عشق میں نے روزِ ازل میں عشق کی کچھ نعمت کھائی ہے - اس لئے بھید نہیں کہہ سکتا - ورنہ تجھ پہ ظاہر کر دیتا ؂

مغز جو از پوست دارد صد ملال	**مغز نغز آن را حلال آمد حلال**
مغز جو کو پوست سے ہیں سو ملال	اور مغز نادر اس کو ہے حلال
چونکہ قشر عقل صد برہاں دہد	**عقل کل کے گام بے ایقاں نہد**
عقل کا چھلکا دلیلیں لاکھ دے	عقل کل پر بے یقیں کب کچھ کرے
عقل دفترہا کند یکسر سیاہ	**عقل عقل آفاق دارد پر ز ماہ**
دفتروں کو عقل بس کالا کرے	عقل عقل آفاق کو روشن رکھے
از سیاہی و ز سپیدی فارغست	**نور ماہش بر دل و جاں بازغست**
وہ سیاہی اور سپیدی سے ہے دور	ہے دل و جاں پہ درخشاں اسکا نور
ایں سیاہ و آں سفید از قدر یافت	**زاں شب قدر است کاختر وار تافت**
ہے سیاہی اور سپیدی قدر کی	ہے ضیا دونوں میں شام قدر کی
قیمت ہمیان و کیسہ از زر است	**بے زر است ہمیان و کیسہ ابتر است**
کیسہ کی وقعت بھلا بے زر ہو کیا	کیسۂ بے زر ہے ناقص اے فتا
ہمچنانکہ قدر تن از جاں بود	**قدر جاں از پرتو جاناں بود**
جس طرح توقیر تن کی جان سے ہے	جان کی قیمت پرتو جاناں سے ہے
گر بدے جاں زندہ بے پرتو کنوں	**ہیچ گفتے کافراں را میتوں**
زندہ رہتی جان بے پرتو اگر	کافروں کو مردہ کہتا کون ادھر
ہیں بگو کہ ناطقہ جو مے کند	**تا بقرنے بعد ما آبے رسد**
یوں سمجھ جو نہر کھودے ناطقا	ہم سے قرنوں بعد پانی آئے گا
گرچہ ہر قرنے سخن آرے بود	**لیک گفتۂ سابقاں یارے بود**
گو کہ ہوں اہل سخن ہر قرن میں	اگلوں کی باتیں انہیں امداد دیں
نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور	**شد گواہ صدق قرآں اے شکور**
کیا نہیں توریت و انجیل و زبور	صدق قرآنی کے شاہد اے شکور
روزی بے رنج جو و بے حسیب	**کز بہشت آورد جبریل سیب**
روزی بے رنج ڈھونڈ اور بے حساب	سیب جنت لائے جبریل اسے شتاب

بلکہ رزقے از خداوند بہشت ‎ ‎ بے صداع باغباں بے رنج و کشت
بلکہ روزی خالق فردوس دے ‎ ‎ کرکے فارغ باغبان و کشت سے

زانکہ نفع نان در آں نان داد اوست ‎ ‎ بدہدت آں نفع بے توسیط پوست
دکھلا روٹی میں اسی نے فائدہ ‎ ‎ فائدہ دیگا وہی بے واسطہ

ذوق پنہاں نقش ناں چوں سفرہ است ‎ ‎ ناں بے سفرہ ولی را بہرہ است
ذوق پنہاں نقش، جوں سفرہ پناں ‎ ‎ ناں بے خواں اولیا کو ہے بہاں

رزق جانی کے بری باسعی و جست ‎ ‎ جز بعدل شیخ کو داود تست
رزق روحی سعی سے ہے حاصل کہاں ‎ ‎ غیر مرشد جو کہ ہے داؤد ہاں

نفس چوں با شیخ بیند کام تو ‎ ‎ از بن دنداں شود او رام تو
شیخ سے وابستہ جب دیکھے تجھے ‎ ‎ نفس تیرا رام ہو بندہ بنے

صاحب آں گاو رام آنگاہ شد ‎ ‎ کز دم داود او آگاہ شد
گائے والا اس گھڑی بندہ بنا ‎ ‎ جب دم داؤد سے واقف ہوا

عقل گاہے غالب آید در شکار ‎ ‎ بر سگ نفست کہ باشد شیخ یار
عقل غالب آسکے گی وقت شکار ‎ ‎ نفس کے کتے پہ جب ہو شیخ یار

نفس اژدرہاست با صد زور و فن ‎ ‎ روئے شیخ او را زمرد دیدہ کن
نفس تیرا، مکر کا ہے اژدہا ‎ ‎ تو زمرد روئے مرشد کا دکھا

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا ‎ ‎ دستش از داماں مکن یکدم رہا
اژدہے سے ہو اگر بچنا تجھے ‎ ‎ چھوڑ تو دامن نہ اسکا ہاتھ سے

خاک شو در پیش شیخ باصفا ‎ ‎ تا ز خاک تو بروید کیمیا
خاک ہو جا سامنے تو شیخ کے ‎ ‎ کیمیا پیدا ہو تیری خاک سے

گر تو صاحب گاو را خواہی زبون ‎ ‎ چوں خراں بخشش کن و سوئے رو
چاہئے رسوائی جو صاحب گاؤ کی ‎ ‎ جوں خراں تو جھٹ اکھاڑ اسکی الی

چوں بہ نزدیک ولی اللہ شود — آں زباں صد گز بود کوتہ شود

جائے جب آگے ولی اللہ کے — تو زباں سو گز کی بھی چھوٹی ہوئے

صد زباں و ہر زبانش صد لغت — زرق و دستانش نیاید در صفت

سو زبانیں ہر زباں سو لغت — مکر و حیلہ اُن کا بیرون از صفت

مدعی گاؤ نفس آمد فصیح — صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح

مدعی گاؤ ہے گویا فصیح — دلیلیں لاکھ بالکل ناصحیح

شہر را بفریبد الا شاہ را — رہ نتاند زد شہ آگاہ را

دھوکا دے دے شہریاں شاہ کو — رہ نہ دے سکے دھوکا شاہ آگاہ کو

نفس را تسبیح و مصحف در یمین — خنجر و شمشیر اندر آستین

نفس کے ہاتھوں میں قرآں کی تسبیح — ہے خنجر اور شمشیر آستیں میں

مصحف و سالوس او باور مکن — خویش با او ہمسر و ہمدم مکن

مصحف اس کے مکر کا باور نہ کر — اس کو تو ہمراز اور ہمسر نہ کر

سوئے حوضت آورد بہر وضو — واندر اندازد ترا در قعر جو

حوض پہ لائے وضو کے واسطے — ڈال دے کچھ قعر دریا میں تجھے

عقل نورانی و نیکو طالب است — نفس ظلمانی برو چوں غالب است

عقل نورانی ہے طالب نیک کی — نفس ظلماتی ہے کیوں غالب اتنی

زانکہ او در خانۂ عقل تو غریب — بر در خود سگ بود شیر مہیب

وہ ہے گھر میں عقل کے تیرے غریب — ہوتا ہے کتا بھی اپنے گھر پہ شیر

باش تا شیراں سوئے بیشہ روند — ویں سگان کور آنجا بگروند

صبر کر تا شیر جائیں دشت جا — اندھے کتے اس جگہ پھر غل مچائیں

مکر نفس و تن نداند عام شہر — او نگردد جز بوحی القلب قہر

نفس یا دل سے مکر جانیں جو عام — جز یہ وحی دل نہیں ہوتا وہ رام

حضرتِ عیسیٰ کا بھاگ کر پہاڑ پر چڑھنا

عیسیٰ مریم بکوہے میگریخت — شیر گوئی خونِ او میخواست ریخت

عیسیٰ مریم گئے اک کوہ پر — بھاگ کر تھا شیر گویا حملہ ور

آں یکے در پئے دوید و گفت خیر — در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر

پیچھے پیچھے دوڑ کر اک نے کہا — کون ہے پیچھے جو یوں ہے بھاگتا

با شتاب او آنچناں میتاخت جفت — کز شتابِ خود جوابِ او نگفت

تیز تھے وہ بھاگنے میں اسقدر — بات کچھ اس سے نہ کی بھاگے مگر

یک دو میدان در پئے عیسیٰ براند — پس بجد و جہد عیسیٰ را بخواند

کھیت دو کھیت اسکے پیچھے وہ گیا — بعد صد کوشش پھر اس نے دی صدا

کز پئے مرضاتِ حق یک لحظہ بیست — کہ مرا اندر گریزت مشکلیست

ٹھہرو اک لمحہ خدا کے واسطے — بھاگنا آپ کا سخت مشکل ہے مجھے

از کہ ایں سو میگریزی اے کریم — نہ پیت شیر و نہ خصم و خوف و بیم

کس سے تم یوں بھاگتے ہو اے کریم — شیر ہے پیچھے نہ ہے دشمن کا بیم

گفت از احمق گریزانم برو — میرہانم خویش را بندم مشو

بولے میں ہوں احمقوں سے بھاگتا — ہو نہ سد راہ اپنی ہو کے چلتا بنا

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی — کہ شود کور و کر از تو مستوی

بولا ۔ ہو تم تو مسیحا بر ملا — اندھے بہرے تم سے پاتے ہیں شفا

گفت آرے گفت آں شہ نیستی — کہ فسونِ غیب را ماویستی

بولے ہاں ہاں بولا ہے وہ شاہ تو — جو فسونِ غیب سے آگاہ تو

چوں بخوانی آں فسوں بر مردۂ — بر جہد چوں شیر صید آوردۂ

جسپہ تو پڑھتا ہے فسوں پھر جان پا — شیر کی صورت سے اٹھتا جھوم کر

گفت آری آن منم گفتا که تو ۔۔۔ نے ز گل مرغاں کنی اے خوبرو

بولے ہاں وہ میں ہوں پھر بولا کہ تو ۔۔۔ مٹی سے چڑیاں بناتے خوبرو

بر دمی بر مردہ تا جاں شود ۔۔۔ در ہوا اندر زماں پراں شود

دم جو پھونکے ان پہ دم حاصل کریں ۔۔۔ اور ہوا میں وقتاً اڑنے لگیں

گفت آری گفت پس اے روح پاک ۔۔۔ ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک

بولے ہاں ۔ بولا کہ پھر اسے جان پاک ۔۔۔ کر جو چاہے آپ ہے کس سے باک

با چنیں برہاں کہ باشد در جہاں ۔۔۔ کہ نباشد مر ترا از بندگاں

ہے جہاں میں کون اتنا محتشم ۔۔۔ جو نہیں چاکر ترا اے محتشم

گفت عیسیٰ کہ بذات پاک حق ۔۔۔ مبدع تن خالق جاں در سبق

بولے عیسیٰ ہے قسم اللہ کی ۔۔۔ جان و تن کا ہے جو خالق وانی

حرمت ذات و صفات پاک او ۔۔۔ کہ بود گردوں گریباں چاک او

ہاں قسم اس ذات کی جو پاک ہے ۔۔۔ آسماں جس کا گریباں چاک ہے

کاں فسون و اسم اعظم را کہ من ۔۔۔ بر کر و بر کور خواندم شد حسن

وہ فسوں وہ اسم اعظم جب پڑھا ۔۔۔ اندھوں بہروں کو ہوئی حاصل شفا

بر کہ سنگیں بخواندم شد شگاف ۔۔۔ خرقہ را بدرید بر خود تا بناف

جب پڑھا کہسار پہ وہ پھوٹ گیا ۔۔۔ خرقہ کو تا ناف پھاڑا پیٹ تک

بر تن مردہ بخواندم گشت حی ۔۔۔ بر سر لاشی بخواندم گشت شی

جب پڑھا مردے پہ مردہ جی اٹھا ۔۔۔ جو نہ تھا کچھ وہ فقط کچھ ہو گیا

خواندم آں را بر دل احمق بود ۔۔۔ صد ہزاراں بار و درمانی نشد

دوستی سے دل پہ احمق کے پڑھا ۔۔۔ لاکھوں بار اور کچھ اثر اسکا نہ تھا

سنگ خارا گشت و زاں خو بر نگشت ۔۔۔ ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت

سنگ بدلا خو سے احمق تھی وہی ۔۔۔ ریت تھی جس سے نہ کوئی شے اگی

وان دگر عور و برہنہ لاشہ تاز — لیک دامنہائے جامۂ او دراز
تیسرا بالکل برہنہ ننگا تھا — دامن اُن کے تھے دراز اسے متقی

گفت کور اینک گروہے میرسند — من ہمے بینم کہ چہ قومند و چند
بولے اندھے ایک قوم آتی ہے اب — دیکھتے ہیں ہم کہ وہ کتنے ہیں سب

گفت کر آرے شنیدم بانگشاں — کہ چہ می گویند پیدا و نہاں
بولے بہرے ہاں سنی اُنکی صدا — ظاہر و باطن ہیں وہ کہتے ہیں کیا

آں برہنہ گفت ترساں زیں منم — کہ ببرند از درازے دامنم
بولے ننگے ہے یہ اندیشہ ہمیں — وہ نہ دامن کو ہمارے پھاڑ دیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند — خیز بگریزیم پیش از زخم و بند
اندھے بولے لو وہ نزدیک آ گئے — بھاگنا نقصاں سے پہلے چاہیئے

کر ہمے گوید کہ آرے مشغلہ — میشود نزدیک تر یاراں ہلہ
بولے بہرے ٹھیک ہے یہ برملا — شور و غل نزدیک ہم سے ہو گیا

آں برہنہ گفت آوہ دامنم — از طمع ببرند و من ناایمنم
وہ برہنہ بولے دامن سے ہے ڈر — پھاڑ لیں بیٹھیں گے اسے وہ بے ہنر

شہر را ہشتند بیروں آمدند — در ہزیمت در دہے اندر شدند
چھوڑ کر سب شہر باہر آ گئے — اور سب اک گاؤں میں جا کر چھپے

اندر آں دہ مرغ فربہ یافتند — لیک ذرہ گوشت بر وے نے نژند
گاؤں میں اک مرغ موٹا سا ملا — گوشت جس میں ایک ذرہ بھی نہ تھا

کور دیدہ آں کر آوازش شنید — عور بگرفتہ بدامن درکشید
کور نے دیکھا سنی کر نے صدا — اور لیا دامن میں ننگے نے اٹھا

مرغ مردہ خشک وز زخم کلاغ — استخوانہا زار گشتہ چوں بناغ
زخم سے کوے کے مردہ مرغ تھا — ہڈیاں کھنچیں تار تار اسکے با صفا

پس طلب کردند و دیگے یافتند ‏ — ‏ بے سر و بے بن سبک بشتافتند
ڈھونڈ کر وہ دیگ لائے اک وہاں ‏ — ‏ تھا نہ پیندا اور نہ سر تھا بیگماں

بر سر آتش نہادند آں سہ تن ‏ — ‏ مرغ فربہ را بدیگ اندر زدن
بل کے پھر تینوں نے رکھا آگ پر ‏ — ‏ دیگ میں اس مرغ فربہ کو ادھر

آتشش کردند چنداں اے پسر ‏ — ‏ کاستخواں شد پختہ گوشتش پختہ تر
پھر جلائی آگ اتنی اے پسر ‏ — ‏ گوشت اور ہڈیاں تھیں پختہ تر

زاں ہمہ خوردند چوں از صید شیر ‏ — ‏ ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر
کھایا پھر جوں شیر کھاتا ہے شکار ‏ — ‏ سیر آسودہ کھا کر ہو گئے وہ فیل وار

ہر سہ زاں خوردند بس فربہ شدند ‏ — ‏ چوں سہ پیل بس بزرگ و فربہ شدند
تینوں اس کو کھا کے موٹے ہو گئے ‏ — ‏ تینوں فیلوں کی طرح فربہ ہوئے

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں ‏ — ‏ در نگنجیدے ز زفتی در جہاں
مرغ کھا کر اتنے پھولے وہ جواں ‏ — ‏ بس سما سکتے نہ تھے دنیا میں ہاں

با چنیں گبزی و ہفت اندام زفت ‏ — ‏ از شکاف تنگ بیروں جستند و رفت
تھے اگرچہ موٹے اور اتنے بڑے ‏ — ‏ لیکن اک سوراخ سے باہر ہوئے

راہ مرگ خلق ناپیدا رہیست ‏ — ‏ در نظر ناید کہ آں بے جا رہیست
خلق کے مرنے کا چھپا رستہ یہاں ‏ — ‏ بے نشاں ہے راہ، نظر آئے کہاں

نک پیاپے کارواں ہا مقتفی ‏ — ‏ زیں شکاف در کہ ہست آں مختفی
آگے پیچھے قافلے سب ہیں رواں ‏ — ‏ اس شگاف در سے جو ہے بے نشاں

بر در ار جوئی نیابی آں شکاف ‏ — ‏ سخت ناپیدا و چندیں زفاف
در پہ ڈھونڈو گے تو نہ پاؤ گے درز بھی ‏ — ‏ ہے بہت پوشیدہ طاقوں میں چھپی

اے ضیاء الحق حسام الدین عیاں ‏ — ‏ باز باید گفت شرح ایں بیاں
اے ضیاء الحق حسام الدینؒ ہاں ‏ — ‏ شرح اس کی چاہیے کرنی بیاں

گر ستانی پارهٔ گریان شود ‏ ‏ ‏ پاره گر بازش دهی خندان بود

چھین لے کوئی تو وہ رونے لگیں ‏ ‏ ‏ اور گر دے واپس تو پھر وہ ہنسیں

چون نباشد طفل را دانش دثار ‏ ‏ ‏ گر بخندد اش ندارد اعتبار

عقل بچوں کو نہیں ہوتی ہے یار ‏ ‏ ‏ رونے ہنسنے کا نہیں کچھ اعتبار

محتشم چون عاریت املاک دید ‏ ‏ ‏ پس بر آن مال دروغین میطپید

ملک سمجھا عارضی دولت امیر ‏ ‏ ‏ حرص تھا ہے مال باطل کی اسیر

خواب می بیند که او را هست مال ‏ ‏ ‏ ترسد از دزدی که بر باید جوال

دیکھتا ہے خواب ہیں مال و منال ‏ ‏ ‏ چوروں سے ڈرتا ہے لیجائیں نہ مال

چون ز خوابش بر کشاید گوش کش ‏ ‏ ‏ پس ز ترس خویش تسخر آیدش

آنکھ جب اس کی کھلے گی خواب سے ‏ ‏ ‏ پھر ہنسی اس ڈر پہ آئے گی اسے

همچنین لرزانی این عالمان ‏ ‏ ‏ که بود شان عقل و علم این جهان

عالموں کا بھی ہے ڈرنا ایسا ہی ‏ ‏ ‏ جن کو علم اور عقل ہے اس دہر کی

از پی این عاقلان ذو فنون ‏ ‏ ‏ گفت ایزد در نبی لا یعلمون

بس انہیں کے واسطے اے ذو فنون ‏ ‏ ‏ قول حق قرآن میں ہے لا یعلمون

هر یکی ترسان ز دزدی کسی ‏ ‏ ‏ خویشتن را علم پندارد بسی

ہر کوئی چوری سے ہے سہما ہوا ‏ ‏ ‏ اپنے کو عالم بڑا ہے جانتا

گوید او که روزگارم می برند ‏ ‏ ‏ خود ندارد روزگار سودمند

کہتا ہے وہ یوں کہ ہے دنیا گزند ‏ ‏ ‏ خود نہیں اس کا زمانہ سودمند

گوید از کارم بر آوردند خلق ‏ ‏ ‏ غرق بیکاری است جانش تا به حلق

کہتا ہے ضائع ہے دنیا بیشتر ‏ ‏ ‏ غرق بیکاری ہے سر سے تا گلا

عور ترسان که منم دامن کشان ‏ ‏ ‏ چون رهانم دامن از چنگالشان

ننگا ڈرتا ہے کہ دامن ہے بڑا ‏ ‏ ‏ ہاتھ سے کس طرح ان کے دوں چھڑا

صد ہزاراں فضل دارد از علوم ❊ جان خود را مے نداند از ظلوم

لاکھ علم و فضل وہ ہے جانتا ❊ ظلمت جاں سے نہیں ہے آشنا

داند او خاصیت ہر جوہرے ❊ در بیان جوہر خود چوں خرے

جانے ہر جوہر کی خاصیت ضرور ❊ اپنے جوہر کے بیاں میں بے شعور

کہ ہمے دانم یجوز و لایجوز ❊ خود ندانی تو یجوزی یا عجوز

کہتا ہے جانوں یجوز و لایجوز ❊ تو نہ جانے اس کو ہرگز اے عجوز

ایں روا واں ناروا دانی و لیک ❊ خود روا یا ناروائی بیں تو نیک

تو روا اور ناروا جانے و لیکے ❊ خود روا یا ناروا ہے۔ دیکھ نیک

قیمت ہر کالہ میدانی کہ چیست ❊ قیمت خود را ندانی احمقیست

دام ہر ساماں کے تو ہے جانتا ❊ اپنی قیمت خود نہ جانے احمقا

سعدہا و نحسہا دانستہ ❊ ننگری سعدی تو یا ناشستہ

سعد بھی تو جانتا ہے نحس بھی ❊ اپنی بھی دیکھی کبھی نیکی بدی

جان جملہ علمہا اینست ایں ❊ کہ بدانی من کیم در یوم دیں

جان ہے بس سارے علموں کی یہی ❊ حشر میں پہچانے خود کو آپ ہی

آں اصول دیں بدانستی و لیک ❊ بنگر اندر اصل خود گر ہست نیک

تو اصول دیں تو سمجھا ہے مگر ❊ غور کچھ اپنی حقیقت پر بھی کر

از اصولینت اصول خویش بہ ❊ کہ بدانی اصل خود اے مرد مہ

ہے اصولی سے اصول اپنا بھلا ❊ تا تو اپنی اصل سے ہو آشنا

۱ جائز اور ناجائز ۔

۲ بڑھیا ۔

اہلِ سبا کی خوشی اور ناشکری

اصلِ شاں بد بود آں اہلِ سبا — میرمیدندے ز اصحابِ لقا

اصل ہی اہلِ سبا کی تھی بُری — بھاگتے تھے انبیاء سے دُور ہی

دادِ شاں چندیں ضیاع و باغ و راغ — از چپ و از راست از بہرِ فراغ

ہر سمت انکو ہوئے تھے دشت و باغ — ہر طرف سے انکو حاصل تھا فراغ

بسکہ مے افتاد از پُری ثمار — تنگ مے شد معبرہ بر رہگذار

میوے افزونی سے گرتے بیشمار — تنگ تھی رہگیر پہ ہر رہگذار

آں نثارِ میوہ رہ را میگرفت — از پُری میوہ رہرو در شگفت

راہ میووں کی نچھاور سے تھی بند — اور رہرو کو تحیر تھا دوچند

سلہ بر سر بر درختستانِ شاں — پُر شدے ناخواستہ از میوہ فشاں

جاتے لے کر سامنے جب پیڑ کے — خود بخود میووں سے بھرتے ٹوکرے

باد آں میوہ فشاندے بے کسے — پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے

میووں کو ٹپکاتی رہتی تھی ہوا — میووں سے بھرتے تھے دامن برملا

خوشہائے زفت تا زیر آمدہ — بر سر و روئے روندہ میزدہ

جھوم کر جھکتے تھے جب خوشے بڑے — منہ پہ لگتے تھے وہ ہر رہگیر کے

مردِ گلخن تاب از پُری زر — بستہ بودے بر میاں زریں کمر

صاحبِ اموال بھٹ بھونجا بھی تھا — وہ بھی تھا پٹکا سنہری باندھتا

سگ کلیچہ کوفتے در زیرِ پا — تخمہ بودے گرگِ صحرا از نوا

کتّے کے پاؤں میں کلیچے تھے پڑے — بھیڑیا بیمار سوءِ ہضم سے

گشتہ ایمن شہر و دِہ از دزد و گرگ — بز نترسیدے ہم از گرگِ سترگ

شہر و دہ محفوظ از دزد و گرگ تھے — بھیڑ ڈرتی تھی نہ ہرگز گرگ سے

تو عدوی این خوشی با آدمی ۔ گشت ناخوش هر چه پیشت کف زدی
اپنی خوشیوں کا تو ہے دشمن بنا ۔ پایا جو کچھ اس سے تو ناخوش ہوا

هر که او شد آشنا و یار تو ۔ شد حقیر و خوار در دیدار تو
جو کوئی تیرا ہوا یار آشنا ۔ خوار وہ تیری نظر میں ہو گیا

هر که او بیگانه باشد با تو هم ۔ پیش او تو بس همی‌ستی محترم
تجھ سے بیگانہ رہا جو بیش و کم ۔ وہ رہا تیری نظر میں محترم

این هم از تاثیر آن بیماریست ۔ زهر او در جمله خلقان ساریست
ہاں اثر ہے یہ اسی بیماری کا ۔ زہر اس کا سب میں ہے دوڑا ہوا

دفع آن علت بباید کرد زود ۔ که شکر با آن حدث باید نمود
چاہئے علت یہ کرنا جلد دور ۔ شکر پیدا چاہئے کرنا ضرور

هر خوشی کاید بتو ناخوش بود ۔ آب حیوان گر رسد آتش شود
خوشی تجھ کو ملے ہے ناخوشی ۔ آب حیواں آگ ہو اے مدعی

کیمیای مرگ و جسک است آن صفت ۔ مرگ گردد زان حیات عاقبت
کیمیائے رنج و غم ایسی ہے یار ۔ زندگی بھی موت ہو انجام کار

بس غذائی که زوی دل زنده شد ۔ چون بیاید در تن تو گنده شد
تو غذا ہے اس سے دل زندہ ہوا ۔ جب وہ آئی جسم میں گندہ ہوا

بس عزیزی که بناز اشکار شد ۔ چون شکارت شد بر تو خوار شد
ہو گیا جو ناز کا تیرے شکار ۔ پاس رہ کر وہ ہوا آخر کو خوار

آشنائی عقل با عقل از صفا ۔ چون شود هر دم فزون باشد ولا
آشنائی عقل کی ہو عقل سے ۔ دوستی ہر دم صفائی سے بڑھے

آشنائی نفس با هر نفس پست ۔ تو یقین میدان که دم دم کاستست
آشنائی نفس کر ہے نفس سے ۔ تو یقیں کر لے وہ ہر لحظہ گھٹے

زانکہ نفست گرد علت مے تند | معرفت را زود فاسد مے کند

گرد و علت کیونکہ نفس اسکا پھرے | معرفت کو جلد تو فاسد کرے

گر نخواہی دوست را فردا نفیر | دوستی با عاقل و با عقل گیر

گر نہ چاہے تو تنفر دوست کا | عقل اور عاقل سے رہنا اپنا بڑھا

از سموم نفس چوں با علتی | ہر چہ گیری تو مرض را آلتی

نفس کی گرمی سے بیمار ہے تو | اسکی ہر شے آلۂ آزار تو

گر بگیری گوہرے سنگے شود | ور بگیری مہر دل جنگے شود

تو جو موتی لے تو وہ پتھر بنے | لے محبت دل کی جھگڑے میں بنے

ور بگیری نکتۂ بکر لطیف | بعد درکت گشت بے ذوق و کثیف

نکتہ نادر ملے تجھ کو لطیف | بعد آگاہی ہو بے ذوق و کثیف

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد | چیز دیگر گو بجز آں اے عضد

یہ پرانا ہے اسے بہت سن چکا | اب بتا دے اور کچھ اسکے سوا

چیز دیگر تازہ و نو گفتہ گیر | باز فردا زو شوی بیزار و نفیر

دوسری چیز اک اچھوتی سن گیا | دوسرے دن اس سے بھی نفرت ہے

دفع علت کن چو علت خو شود | ہر حدیث کہنہ پیشت نو شود

دفع علت کر کہ علت ہو وہ خو | پھر نیا کہ ہے پرانی بات کو

تا کہ از کہنہ برآرد شاخ نو | بشکفد صد خوشہ از کہنہ زمو

تا نکالے شاخ سے تازی | شاخ سے پھولیں نئے خوشے ابھی

ما طبیبانیم شاگردان حق | بحر قلزم دید ما را فانفلق

ہیں طبیب اور ہم ہیں شاگرد خدا | دیکھا قلزم نے جو ہم کو پھٹ گیا

آں طبیبان طبیعت دیگرند | کہ بدل از راہ نبضے بنگرند

دوسرے ہیں وہ طبیعت کے طبیب | دل کی حالت نبض سے دیکھیں عجیب

گفت افزون را تو بفروش و بخر / بذل جان و بذل جاہ و بذل سر

گفتگوئے بیہودہ کو بیچ دے / بذل جان و جاہ و سر کو مول لے [1]

تا ثنائے تو بگوید فضل ہو / کہ حسد دارد فلک بر جاہ او

تا کرے تیری ثنا فضل خدا / آسماں کو ہو حسد اس جاہ کا

چون طبیبان را نگہدارید دل / خود بہ بینید و شوید از خود خجل

پاس خاطر ہے طبیبوں کا اگر / خود خجل ہو جاؤ گے تم دیکھ کر

دفع این کوری بدست خلق نیست / لیک اکرام طبیبان از ہدیست

دست خلقت میں یہ اندھا پن نہیں / کہ طبیبوں کی ہدایت کا یقین

این طبیبان را بجان بندہ شوید / تا بمشک و عنبر آگندہ شوید

ان طبیبوں کا تو دل سے ہو غلام / تا کہ ہو لے مشک و عنبر سے مدام

قوم کا انبیاء پر تہمت لگانا

قوم گفتند این ہمہ زرق است و مکر / کی خدا نائب کند از زید و بکر

قوم بولی ہے یہ حیلہ اور مکر / ہوں جو نائب یوں خدا کے زید و بکر

ہر رسول شاہ باید جنس او / آب و گل کو خالق افلاک کو

شاہ کا قاصد ہو اس کی جنس کا / آب و گل سے اور خدا سے میل کیا

مغز خر خوردیم تا ما چون شما / پشہ را داریم ہمراز ہما

مغز خر کھایا تمہاری طرح کیا / جانیں کیوں مچھر کو ہمراز ہما

کو ہما کو پشہ کو گل کو خدا / ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را

کیا ہما مچھر کہاں گل اور خدا / ذرے کو سورج سے کیا نسبت بھلا

[1] خرچ کرنا۔ دے ڈالنا ۔

ایں چہ نسبت ویں چہ پیوندے بود   تا کہ در عقل و دماغے در رود
جوڑ یہ کیسا ہے یہ نسبت ہے کیا   عقل میں کیونکر سمائے واہ وا
تا کجا ایں گفت بیہودہ کجا   ایں چہ زرقست و چہ شیدست و دغا
بیہودہ گوئی ہے آخر تا کجا   یہ ہے کیسا حیلہ اور مکر و دغا
خود کجا کو آسماں کو ریسماں   مے نگیرد مغز ما ایں داستاں
خود کہاں اور آسماں رسی کہاں   فہم میں آتی ہے کب یہ داستاں
غالباً ما عقل داریم ایں قدر   گندنا را مے شناسیم از گزر
غالباً ہے عقل ہم میں اس قدر   گندنا گاجر کی ہے ہم کو خبر

خرگوشوں کا قصہ

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت   من رسول ماہم و با ماہ جفت
یہ مثل وہ ہے کہا خرگوش نے   چاند کا قاصد ہوں اسکی جنس سے
کز رمہ پیلاں بر آں چشمہ زلال   جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
ہاتھیوں کے گلہ سے اک چشمے پہ   تھے مصیبت میں شکاری جانور
جملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور   حیلہ کردند چوں کم بود زور
دور سب چشمے سے اور محروم تھے   زور کم تھا مکر ہی کرنے لگے
از سر کہ بانگ زد خرگوش زال   سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال
یہ صدا دی کوہ سے خرگوش نے   ہاتھیوں کو چاند پہلا دیکھ کے
کہ بیا رابع عشر اے شاہ پیل   تا درون چشمہ یابی ایں دلیل
چودھویں شب کو تو آ اے شاہ پیل   تا ملے چشمے میں تجھ کو یہ دلیل
شاہ پیلاں من رسولم پیش بیست   بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
میں ہوں قاصد شاہ پیلاں آ ادھر   قاصدوں کو کون دیتا ہے ضرر

ماہ مے گوید کہ اے پیلاں روید　　چشمہ آن ماست زاں یکسو شوید

چاند کہتا ہے کہ اے فیلو بڑھو　　ہے ہمارا چشمہ اسکو چھوڑ دو

ورنہ من تا کور گردانم ستم　　گفتم از گردن بروں انداختم

ورنہ سب کو کور کر دوں ظلم سے　　کہہ دیا اب کچھ نہیں ذمے مرے

ترک این چشمہ بگوئید و روید　　تا ز زخم تیغ من ایمن شوید

چھوڑ دو چشمے کو اور آگے بڑھو　　تاکہ زخم تیغ سے ایمن رہو

نک نشان آنست کاندر چشمہ ماہ　　مضطرب گردد ز پیل آب خواہ

یہ نشانی ہے کہ اس چشمے میں ماہ　　مضطرب ہو جب ہو ہاتھی آب خواہ

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہ پیل　　تا درون چشمہ یابی آں دلیل

آ وہاں اس رات کو اے شاہ پیل　　تاکہ تو چشمے میں پائے یہ دلیل

چونکہ ہفت و ہشت از مہ بگذرید　　شاہ پیل آمد ز چشمہ میخورید

ساتویں یا آٹھویں تھی چاند کی　　آیا اس چشمے پہ شاہ پیل بھی

چونکہ زد خرطوم پیل آں شب در آب　　مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب

سونڈ پانی میں جو ماری بے حجاب　　چاند کا پانی میں دیکھا اضطراب

پیل باور کرد از وے آں خطاب　　چوں درون چشمہ مہ کرد اضطراب

فیل کو آیا یقیں پیغام کا　　مضطرب جب چاند چشمے میں ہوا

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ　　بعد از آں نامد یکے ز ایشاں ہمہ

ڈر گئے ہاتھی پھرے سب بے خبر　　پھر وہاں آیا نہ کوئی بھول کر

مانہ زاں پیلاں گو ایم اے گروہ　　کاضطراب ماہ آرد مان شکوہ

ہم تو وہ ہاتھی نہیں ہیں اے گروہ　　چاند سے جو ہو ہمیں خوف شکوہ

انبیا کا جواب دینا

انبیا گفتند آوه پندِ جاں — سخت تر کردے سفیہان بندتاں

انبیاؑ بولے نصیحت نے کیا — مشکلوں کو اور بھی مشکل سوا

اے دریغا کہ دوا در رنجتاں — گشت زہر و قہر جاں آہنجتاں

بدنصیبی سے تمہاری یہ دوا — ہو گئی زہر اور ہلاکت دی بڑھا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را — چوں خدا بگماشت پردہ خشم را

شمع سے آنکھوں کی تاریکی بڑھی — قہرِ حق نے پردہ ڈالا واقعی

چہ ریاست جست خواہیم از شما — کہ ریاستماں فزونست از سما

تم سے ہم چاہیں حکومت کیا بھلا — ہے ریاست اپنی برتر[1] از سما

چہ شرف یابد ز کشتی بحرِ دُر — خاصہ کشتیٔ ز سرگیں گشتہ پُر

کیا شرف دریا کو کشتی سے ملا — پھر وہ کشتی جس میں گوبر ہو بھرا

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود — آفتابے اندرو ذرہ نمود

ہائے صد افسوس چشمِ کور پر — آفتاب آیا اُسے ذرہ نظر

کادمے کو بود بے مثل و ندید — دیدۂ ابلیس جز طینے ندید

جیسے آدمؑ بے نظیر و مثل تھے — آنکھ میں ابلیس کی مٹی سے تھے

چشمِ دیوانہ بہارش دے نمود — زاں طرف جنبید کورا خانہ بود

چشمِ مجنوں میں بہاریں ہیں خزاں — اس طرف سے ہٹ گئی گھر تھا جہاں

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ — پیشِ بے دولت بگردد او ز راہ

دولت آئے راہ میں آ کے قریب — اور اس رستے کو چھوڑے بدنصیب

[1] آسماں سے بڑھ کر

اے بسا معشوق کآید ناشناخت ۔ پیش بدبختے نداند عشق باخت

آئے معشوق اکثر اس کے سامنے ۔ اور بدقسمت نہ عشق اس سے کرے

احمقاں را اینچنیں حرماں چراست ۔ مے نسازد مکرہاں را راہِ راست

کم نصیبی احمقوں کی ہے یہ کیا ۔ کب ملا مکرہ کو سیدھا راستا

ایں غلط دیدہ را حرمانِ ماست ۔ ویں مقلب قلب را سوئے قضاست

بدنصیبی ہے غلط بیں پر ملا ۔ پھیرتی ہے قلب کو سوئے قضا

چوں بتِ سنگیں شما را قبلہ شد ۔ لعنت و کوری شما را ظلہ شد

ہے بتِ سنگیں تمہارا قبلہ گاہ ۔ لعنت و کوری ہیں ہے تم کو پناہ

چوں نشاید سنگ آں انبازِ حق ۔ چوں نشاید عقل و جاں ہمرازِ حق

کس طرح پتھر شریکِ حق بنے ۔ جب نہ عقل و روح بھی پائے بنے

پشۂ مردہ ہما را شد شریک ۔ چوں نشاید زندہ ہمرازِ ملیک

مردہ پتھر ہو ہم آغوشِ ہما ۔ اور نہ زندہ شاہ کا ہو آشنا

یا مگر مردہ تراشیدہ شماست ۔ پشۂ زندہ تراشیدۂ خداست

مردہ پتھر ہے تراشا تم نے یا ۔ زندہ پتھر کو تراشے کبریا

عاشقِ خویشید و صنعتگر زخویش ۔ دُمِ ماراں را سرِ مارے ست کیش

عاشق اپنی اپنی صنعت پر ہو تم ۔ سانپ کا سر دین ہے نزدیکِ دُم

نے دراں دُم دولتے و نعمتے ۔ نے دراں سر راحتے و لذتے

دولت و نعمت ہے اس دُم میں کہاں ۔ سر میں کب ہے راحت و لذت نہاں

گردِ سر گرداں بود آں دُمِ مار ۔ لائق اند و درخورند آں ہر دو یار

گرد سر پھرتی ہے اکثر دُمِ مار ۔ لائق اپنے اپنے ہیں دونوں وہ یار

آنچناں گوید حکیمِ غزنوی ۔ در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی

سن یہ کہتے ہیں حکیمِ غزنوی ۔ اس الٰہی[1] نامہ میں اے متقی

[1] کتاب کا نام ہے ٭

کم فضولی کن تو در حکم قدر ❊ در خور آمد شخص خر با گوش خر

ہاں خدا کے حکم میں حجت نہ کر ❊ جسم خر ہے بس سزائے گوش خر

شد مناسب عضوہا و ابدانہا ❊ شد مناسب وصف ہا با جانہا

ہیں مناسب سارے اعضا جسم کے ❊ ہے مناسب جان کو اوصاف سے

وصف ہر جانے مناسب باشدش ❊ بیگماں جائیکہ حق بتراشدش

وصف ہوتا ہے مناسب جان کے ❊ بیگماں حق جس طرح ترتیب دے

چوں صفت با جاں قرین کردست او ❊ پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو

جب قرین جاں صفت کو کر دیا ❊ چشم و رخ سے ہے مناسب بر ملا

شد مناسب وصفہا در خوب و زشت ❊ شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت

ہیں مناسب وصف خوب و زشت کے ❊ ہیں مناسب حرف جو حق نے لکھے

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین ❊ چوں قلم در دست کاتب اے حسین

دیدہ و دل انگلیوں کے درمیاں ❊ دست کاتب میں قلم جیسے رواں

اصبع لطف ست و قہر اندر میاں ❊ کلک دل با قبض و بسطے زیں بناں

انگلیوں میں قہر کی اور لطف کی ❊ بسط و قبض کلک دل ہے اے اخی

اے قلم بنگر گر اجلالیستی ❊ کہ میان اصبعان کیستی

اے قلم! کر غور اگر ہے کچھ صفا ❊ انگلیوں میں کس کی مسکن ہے ترا

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع است ❊ فرق تو بر چار راہ مجمع ست

انگلیوں میں قصد و جنبش ہے تری ❊ اور چورا ہے پہ سر ہے واقعی

ایں حروف حالہات از نسخ اوست ❊ عزم و فسخت[1] ہم ز عزم و فسخ اوست

ہیں حروف حال اس کے نسخ سے ❊ عزم و فسخ آپکے ہے عزم و فسخ سے

[1] ارادہ کرنا اور ارادہ کو توڑ دینا ۔

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست — زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست
گریہ زاری کے سوا چارہ نہیں — ہر قلم آگاہ گردش سے کہیں
ایں قلم داند ولے بر قدر خود — قدر خود پیدا کند در نیک و بد
یہ قلم ہے قدر اپنی جانتا — ڈھونڈ لے اپنے لیے اچھا برا

ہر کسی کو مثال دینے کا حق نہیں

آنچہ در خرگوش و پیل آویختند — تا ازل را با حیل آمیختند
قصہ میں خرگوش کے اور پیل کے — دی ازل کو نسبتیں ہیں مکر سے
کے رسد تاں ایں مثلہا ساختن — سوئے آں درگاہ پاک انداختن
یہ مثل دینا بھلا کب چاہیے — سامنے درگاہ ڈالا جاہ کے
آں مثل آوردن آں حضرتست — کہ بعلم سر و جہر او آیتست
ہاں مثل کہنا خدا کو ہے روا — ظاہر و باطن کو جو ہے جانتا
تو چہ دانی سر چیزے تاش کل — تا بزلفے یا برخ آری مثل
گونگا بن تو بھید کیا ہے جانتا — زلف و رخ کی جو مثل کہنے لگا
موسیٰؑ آں را کہ عصا دید و نبود — اژدہا بد سر او لب بر کشود
دیکھا موسیٰؑ نے عصا اور وہ نہ تھا — بھید جب ظاہر ہوا تھا اژدہا
چوں چناں شاہے نداند سر چوب — تو چہ دانی سر ایں دام و حبوب
بھید لکڑی کا نہ جب اُن پہ کھلا — دام و دانہ کا تو سمجھے بھید کیا
چوں غلط شد چشم موسیٰؑ در مثل — چوں شود موشے فضولے مدخل
چشم موسیٰؑ نے مثل میں کی خطا — موش بیہودہ ہے جو کہ دخل کیا
آں مثالت را چو اژدرہا کند — تا بپاسخ جزو جزوت بر کند
جب مثل کو تیری وہ اژدر کرے — ٹکڑے ٹکڑے ہیں جواب اُسکا ملے

این مثل آورد ابلیس لعین | تا که شد ملعون حق تا یوم دین

یہ مثل لایا تھا ابلیس لعین | ہو گیا مردود حق تا یوم دین

این مثال آورد قارون از لجاج | تا فرو شد در زمین با تخت و تاج

اک مثل لایا جو قارون مکر سے | دھنس گیا مٹی میں گنج زر لیے

این مثال آورد نمرود جهول | تا که پشه مغز سر خوردش عجول

اک مثل نمرود لایا بے حیا | مغز اک مچھر نے اسکا کھا لیا

این مثال اندیش گشته قوم عاد | کاستخوان شان خرد و مرد آمد ز باد

اک مثال ایسی ہی لائی قوم عاد | ہڈیاں تک کر گئی برباد باد

این مثال آورد شداد لئیم | تا که شد محروم از هر دو نعیم

اک مثل شداد لایا دہر میں | اور نہ پائیں اس نے دونوں جنتیں

این مثال آورد فرعون از غلط | تا که اندر آب دریا شد سقط

اک مثل فرعون لایا بے وفا | غرق وہ دریا میں آخر ہو گیا

این مثال آورد هر بدبخت دل | تا که شد در قعر دوزخ سرنگوں

الغرض جس نے بھی دی ایسی مثال | وہ جہنم میں گیا برگشتہ حال

این مثالت را چو زاغ و بوم دان | کز ایشان پست شد صد خاندان

اس مثل کو اپنی زاغ و بوم جان | جن سے آخر مٹ گئے سو خاندان

قوم نوح کا مثالیں دینا

نوح اندر بادیه کشتی بساخت | صد مثل گو از پے تسخر بتاخت

نوح نے کشتی بنائی دشت میں | دیں تمسخر سے مثالیں سب نے انہیں

در بیابانے که چاه و آب نیست | میکند کشتی چه نادان ابلهیست

اس بیاباں میں جہاں پانی نہیں | حمق ہے کشتی بنانا بالیقیں

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز ۔ واں یکے میگفت پیش ہم بساز

ایک کہتا تھا کہ ہاں کشتی چلا ۔ ایک کہتا تھا کہ اس میں پر لگا

آں یکے میگفت و نالش کز ہواست ۔ واں یکے میگفت پیشش کز مراست

ایک کہتا تھا۔ ہے کچھ پچھلا سرا ۔ ایک کہتا تھا۔ کہ ہے نا سرا

آں یکے میگفت بالانش کجاست ۔ واں یکے میگفت پائش کز چراست

ایک کہتا تھا کہ بالاں ہے کہاں ۔ ایک کہتا تھا۔ ہے ٹیڑھا پاؤں ہاں

واں یکے میگفت کایں خنک تہی ست ۔ واں یکے میگفت ایں خر بہر کیست

ایک کہتا تھا۔ یہ ہے مشک سوتی ۔ ایک کہتا تھا۔ یہ ہے کس کی گدھی

آں یکے میگفت چوں میخورد ۔ ورنہ بارت کے بمنزل میبرد

ایک کہتا تھا یہ کیونکر کھا سکی ۔ ورنہ کیونکر بوجھ پھر سے جا سکی

آں یکے میگفت بیکاری مگر ۔ یا شدی ذوالنون و عقلت شد ز سر

ایک کہتا تھا۔ تو ہے بیکار بھی ۔ یا ہے بوڑھا۔ عقل ہے جاتی رہی

او ہمے گفت ایں بفرمان خدا ست ۔ ایں ہمہ بیگار خواہد گشت کاست

نوح کہتے تھے کہ خدا کے حکم سے ۔ ہے یہ سب کچھ دل لگی سے کیا تمھیں

ایک چور کی کہانی

آں مثل بشنو کہ شب دزدے عنید ۔ در بن دیوار حفرہ مے برید

یہ مثل سن یا ایک دزد دل قوی ۔ نقب زن تھا جڑ میں اک دیوار کی

نیم بیدارے کہ او رنجور بود ۔ طقطق آہستہ اش را میشنود

نیم بیدار اک وہاں بیمار تھا ۔ کھٹ کھٹ آہستہ سے وہ سنتا رہا

رفت بر بام و فرو آویخت سر ۔ گفت او را در چہ کاری اے پدر

کوٹھے پہ جا کر جھکایا اُسنے سر ۔ پوچھا یہ کیا کر رہا ہے اے پدر

خیر باشد نیم شب چہ می کنی　　تو کہ گفتہ دہل زن اے سنی

خیر باشد، نصف شب، کیونکر، کہاں　　بولا میں ہوں ڈھول والا بیگماں

در چہ کاری گفت میکوبم دہل　　گفت کو بانگ دہل اے بوسبل

پیٹتا ہوں ڈھول میں اے متقی　　بولا آوازیں کہاں ہیں ڈھول کی

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را　　نعرۂ یا حسرتا وا ویلتا

بولا کل سن لے گا تو اس کی صدا　　نعرۂ واحسرتا - واحسرتا

من چو رفتم بشنوی بانگ دہل　　آں زماں واقف شوی بر جزو کل

جب میں جاؤنگا سنے گا تو صدا　　پھر سمجھ میں تیری سب کچھ آئیگا

آں دروغست کش دبر ساختہ　　سرّ آں کش را تو ہم نشناختہ

جھوٹ تھا اور تھی بناوٹ برملا　　بھید اُس کا بھی نہ تجھ پر کھل سکا

در غلط افتادہ اے نیم خام　　پختہ شو در آتش او والسلام

بھول میں تو ہے پڑا اے نیم خام　　آگ میں اس کی ہو پختہ - والسلام

سرّ آں خرگوش داں دیو فضول　　کہ بہ پیش نفس تو آمد رسول

مان لے خرگوش، شیطاں کو فضول　　بن کے آیا نفس کے آگے رسول

تا کہ نفس گول را محروم کرد　　ز آب حیوانے کہ از وے خضر خورد

کر دیا محروم تیرے نفس کو　　آب حیواں سے خضر پیتے تھے جو

منکروں کی خرگوش والی مثل کا جواب

واژگونہ کردۂ معنیش را　　کفر گفتی مستعد شو نیش را

تو نے معنی اس کے اُلٹے لے لئے　　کفر بولا ہے سزا تیرے لئے

اضطراب ماہ گفتی در زلال　　کہ بترسانید پیلاں را شغال

چاند کو پانی میں لرزے تھے بڑے　　اور ڈرایا پیلوں کو خرگوش نے

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب — خشیت پیلان ز مہ در اضطراب

ہاتھیوں کو قصے میں خرگوش کے — تو ڈرا سے اضطراب ماہ سے

این چہ باشد آخر اے کوران خام — ماہ کہ شد زبونش خاص و عام

کیا ہے اس کے سامنے ماہِ تمام — جس سے ہیں مغلوب یہ سب خاص عام

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک — چہ عقول و چہ نفوس و چہ ملک

چاند کیا کیا آفتاب اور کیا فلک — کیا یہ عقلیں، اور کیا نفس و ملک

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد — چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد

کیا وحوش اور کیا طیور اور کیا جماد — کیا ملوک اور کیا گدا کیا کیقباد

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار — چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار

کیا یہ دریا، شہر کیا، کیا کوہسار — کیا مہینے سال، کیا لیل و نہار

چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار — چہ خریف و صیف و چہ دے و چہ بہار

کیا یہ خاک و آب اور کیا باد و نار — سردی گرمی کیا-خزاں کیا، کیا بہار

جملہ اندر حکم و در فرمان او — ہمچو گوئی در خم چوگان او

سب اسی کے حکم اور فرمان میں — گیند کی صورت ہیں اس چوگان میں

آفتاب آفتاب آفتاب — اینچہ مے گویم مگر ہستم بخواب

آفتاب آفتاب آفتاب — کیا کہا ہیں نے؟ مگر ہوں محو خواب

صد ہزاران شہر را خشم شہاں — سرنگوں کرد است اے بدگوہراں

لاکھوں ہی شہروں کو اسکے خشم نے — کر دیا برباد، بد ہیں دیکھ لے

کوہ بر خود می شگافد صد شگاف — آفتابے چون خزلے در کسوف

سو جگہ سے کوہ ہیبت سے پھٹے — اور سورج مثل چکی کے پھرے

خشم مردان خشک گرداند سحاب — خشم مردان کرد عالم را خراب

غصہ مردوں کا سکھاتا ہے سحاب — غصہ مردوں کا کرے دنیا خراب

خاصه خشمِ شاہ آں شاہِ شہاں ‖ گردد از وے ریزہ ریزہ آسماں

خاص کر وہ غصہ شاہِ شہاں ‖ ٹکڑے ٹکڑے جس سے ہو یہ آسماں

بنگرید اے مردگانِ بے حنوط ‖ در سیاستگاہ شہرستانِ لوط[۱]

دیکھو تم اے بے حیا مردہ دلو ‖ اس سیاست گہ میں قومِ لوط[۱] کو

پیل خود چہ بود کہ سہ مرغِ پراں ‖ کوفتند آں پیلگاں را استخواں

فیل کیا تین اڑنے والے مرغوں نے ‖ ہاتھیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے

اضعفِ مرغاں ابابیلست و او ‖ پیل را بدرید و نپذیرد رفو

ہے ابابیل ایک چھوٹا جانور ‖ رکھ دیا ہاتھی کو اس نے پھاڑ کر

کیست کو نشنید آں طوفانِ نوح ‖ یا مصافِ لشکرِ فرعون[۲] و روح

ہے سنا کس نے نہیں طوفانِ نوح ‖ یا وہ جنگِ لشکرِ فرعون و روح

روح شاں بشکست و اندر آب ریخت ‖ ذرہ ذرہ آبشاں برہم بیخت

روح نے توڑا دیا ان کو بہا ‖ ذرہ ذرہ ان کو پانی نے کیا

کیست کو نشنید احوالِ ثمود[۳] ‖ وانکہ صرصر عادیاں را مے ربود

اور سنا کس نے نہیں حالِ ثمود[۳] ‖ عادیوں کا لے گئی آندھی وجود

چشم بارے در چناں پیلاں کشا ‖ کہ بدندے پیل کش اندر وغا

دیکھ تو ان ہاتھیوں کو بھی ذرا ‖ پیل کش تھے جو وغا میں برملا

آنچناں پیلان و شاہانِ ظلوم ‖ زیرِ خشمِ دل ہمیشہ در رجوم

ایسے ہاتھی اور ظالم شہریار ‖ دل کے غصے سے ہوئے ہیں سنگسار

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے ‖ میروند و نیست غوثے رحمتے

تا ابد ہیں ظلمت و ظلمات میں ‖ اور نہیں اُنکی معاون رحمتیں

۲ حضرت موسیٰؑ

نامِ نیک و بد مگر نشنیده اید — جمله دیدند و شما نادیده اید

نامِ نیک و بد نہیں ہے کیا سنا — سب نے دیکھا۔ تم نہیں ہو آشنا

دیدهٔ نادیده مے آرید لیک — چشمتان را واکشاید مرگِ نیک

دیکھ کر انجان بنتے ہو مگر — موت کھولے گی یہ آنکھیں بے خبر

گر دو عالم پُر بود خورشید و نور — چوں روی در ظلمتے مانندِ کور

دونوں عالم پُر ہوں مہر و نور سے — تو مثالِ کور ظلمت میں پڑے

بے نصیب آئی از آں نورِ عظیم — بستہ روزن باشی از ماہِ کریم

بے نصیب اس نور سے آخر رہے — بند روزن ہو خدا کے چاند سے

تو درونِ چاہ رفتستی ز کاخ — چہ گناه دارد جہانہائے فراخ

محل سے تو خود کنوئیں میں ہے گرا — اس میں پھر دنیا کی ہے تقصیر کیا

جان کہ اندر وصفِ گرگے ماند او — چوں ببیند روئے یوسف را نکو

جان جس میں بھیڑیے کا گن بھرا — روئے یوسف کس طرح دیکھے بھلا

لحنِ داؤدی بسنگ و کہ رسید — گوش آں سنگیں دلانش کم شنید

سنگ و کہ تک لحنِ داؤدی گیا — لیکن ان سنگیں دلوں نے کب سنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد — ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد

آفریں اس عقل پہ اے بد نہاد — ہر گھڑی۔ واللہ اعلم بالرشاد

صدقوا رسلاً کراما یا سبا — صدقوا روحاً سباہا من سبا

انبیا کو جانو سچ اہلِ سبا — روح رہبر کو بھی مانو بر ملا

صدقوہم ہم شموسٌ طالعة — یؤمنوکم من مخازی القارعة

ہاں کرو تصدیق مہرِ ضو فشاں — جو قیامت سے تمہیں دیگا اماں

صدقوہم ہم بدورٌ زاهرة — قبل ان یلقوکم بالساهرة

سب کشا ہو بدر کی تصدیق میں — پیشتر اس سے کہ موت آئے کہیں

صدقوہم ہم مصابیح الدجیٰ ‏ ‏ اکرموہم ہم مفاتیح الرجا
شمع ہیں۔ لازم ہے۔ تصدیق مزید ‏ ‏ قدر جانو، ہیں اُمیدوں کی کلید

صدقوا من لیس یرجو خیرکم ‏ ‏ لا تضلوا لا تصدوا غیرکم
کب اُمید اُن کو تمہاری خیر کی ‏ ‏ چھوڑو ضد۔ در پئے نہ ہو اوروں کے بھی

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل ‏ ‏ ہندوے آں ترک باش از جان و دل
فارسی گو ہوں یہ عربی چھوڑ دے ‏ ‏ ہو غلام ترک دل اور جان سے

حزم کے معنی اور صاحبِ حزم کی مثال

ہیں گواہیہائے شاہاں بشنوید ‏ ‏ بگرویدند آسمانہا بگروید
اب گواہی بادشاہوں کی سنو ‏ ‏ آسماں مانے ہیں، تم بھی مان لو

یا بحالِ اولیناں بنگرید ‏ ‏ یا سوئے آخر بحزمے بر پرید
حال دیکھو اوّل مخلوق کے ‏ ‏ یا اُڑو پچھلوں کی جانب حزم سے

حزم چہ بود در دو تدبیر احتیاط ‏ ‏ از دو آں گیری کہ دور ست از خباط
حزم کیا ہے، احتیاطِ سعی یار ‏ ‏ کرنا دو چیزوں سے اک کو اختیار

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز ‏ ‏ نیست آب و ہست ریگ پائے سوز
ایک بولا سات دن اس راہ میں ‏ ‏ ہے نہ پانی پاؤں ریتے سے جلیں

آں دگر گوید دروغ ست ایں بداں ‏ ‏ کہ بہر شب چشمہ بینی رواں
دوسرا بولا کہ یہ ہے جھوٹ ہاں ‏ ‏ روز شب کو چشمہ اک دیکھے رواں

حزم آں باشد کہ برگیری تو آب ‏ ‏ تا رہی از ترس و باشی در صواب
حزم یہ ہے پانی کو تو ساتھ لے ‏ ‏ تا یہ آسانی رہا ہو خوف سے

گر بود در راہ آب ایں را بریز ‏ ‏ ور نباشد وائے بر مردِ ستیز
گر ملے پانی تو اس کو پھینک دے ‏ ‏ اور نہ ہو تو اس سے آخر کام لے

اے خلیفہ زادگاں دادے کنید — حزم بہر روز میعادے کنید
اے خلیفہ زادو، عدل اب تم کرو — حزم محشر کے لئے سب تم کرو

آں عدوئے کز پدرتاں کیں کشید — سوئے زندانش ز علیین کشید
وہ عدو، دشمن جو تمہارے باپ کا — خلد سے زنداں میں لایا برملا

آں شہِ شطرنجِ دل را مات کرد — از بہشتش سخرۂ آفات کرد
ہارا اس سے شاہِ شطرنجِ دلی — خلد سے لا کر اذیت اسکو دی

چند جا بندش گرفت اندر نبرد — تا بکشتی درفگندش روئے زرد
چالیں اس کی بند کر لیں چند جا — کشتت ایسی دی کہ چہرہ فق ہوا

اینچنیں کردست با آں پہلواں — سست سستش منگرید اے دیگراں
ہے وہ ایسا ہی بہادر پہلواں — سست تم اس کو نہ جانو بیگماں

مادر و بابائے آں[1] اما حسود — تاج و پیرایہ بچالاکی ربود
باپ ماں سے وہ ہمارے یوں چلا — تاج اور خلعت سب اُن سے چھین گیا

کردشاں آنجا برہنہ و زار و خوار — سالہا بگریست آدمؑ زار زار
کر دیا ننگا اُنہیں اور زار و خوار — روئے برسوں تک پھر آدمؑ زار زار

کز اشکِ چشمِ او روئید نبت — کہ چرا اندر جریدۂ لاست ثبت
آنسوؤں سے اُن کے بس سبزہ اُگا — "دفتر لا" میں تھا کیوں لکھا گیا

تو قیاسے گیر طراریش را — کہ چناں سرور کند زو ریش را
اس کی چالاکی پہ بھی تو غور کر — انکی طاقت کو گھٹایا کس قدر

الحذر اے گل پرستاں از شرش — تیغ لاحول زنید اندر سرش
گل پرستو اس کے شر سے تم ڈرو — تیغ لاحول اسکے سر پہ مار دو

[1] شیطان کی طرف اشارہ ہے۔

کہ ہمے بیند شما را از کمیں ‌‌ — کہ شما او را نمے بینید ہیں

دیکھتا رہتا ہے تم کو گھات سے — تم مگر اس کو نہیں ہو دیکھتے

دانۂ صیاد رہ پیدا و انہا — دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا

ذاتِ صیاد و دانے سے سدا — دانہ ظاہر اور پوشیدہ دغا

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر — تا نہ بندد دام بر تو بال و پر

تو جہاں بھی دانہ دیکھے کر حذر — تا نہ باندھے دام تیرے بال و پر

چوں کہ دیدی دانہ بگذر ای حمام — ورنہ چوں خوردی در افتادی بدام

اے کبوتر بھاگ، دانہ ہو جہاں — دام میں ورنہ پھنسے گا ناگہاں

شاد مرغے کو بترکِ دانہ گفت — در ریاضِ قدس بہرش گل شگفت

مرغ وہ خوش ہے جو دانہ چھوڑ دے — قدس کے باغوں میں پھول اسکا کھلے

ہم بداں قانع شد و از دام رست — ہیچ دامے پر و بالش را نہ بست

اس پہ قانع ہو کے چھوٹا دام سے — بال و پر آ سکے نہ پھندے میں پھنسے

غیر محتاط مرغ کا حال

باز مرغے فوقِ دیوارے نشست — دیدہ سوئے دانۂ دامے ببست

مرغ اک بیٹھا کسی دیوار پر — دام اور دانے پہ تکتی اسکی نظر

یک نظر او سوئے صحرا میکند — یک نظر حرصش بدانہ مے کشد

جانبِ صحرا تھی اسکی اک نظر — اک نگاہِ حرص اس کی دانے پر

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد — ناگہانے از خرد خالیش کرد

اس نظر اور اس نظر میں جنگ تھی — ناگہاں عقل اسکی رخصت ہو گئی

رفت و دانہ خورد و اندر دام ماند — صایدش کشت و بخورد و گام راند

اڑ کے دانہ کھایا، پھندے میں پھنسا — مارا، کھایا اور شکاری چل دیا

باز مرغے کاں تردد وا گذاشت | زاں نظر بر کند و بر صحرا گماشت

دوسرا مرغ، اس تردد سے چھٹا | پھیر کر نظریں سوئے صحرا گیا

شاد پرّ و بال او بخشا لہ | تا امام جملہ آزاداں شد او

بال و پر اس کے بچے۔ وہ خوش ہوا | ہو گیا سردار ہر آزاد کا

ہر کہ او را مقتدا سازد بزیست | در مقام امن و آزادی نشست

جس نے کی تقلید اس کی۔ وہ بچا | امن و آزادی میں مسکن ہو گیا

زانکہ شاہ حازماں آمد دلش | تا گلستان و چمن شد منزلش

کیونکہ اس کا دل تھا سلطان حزم کا | باغ گلشن اس کی منزل بن گیا

حزم ازو راضی و او راضی ز حزم | اینچنیں کن گر کنی تدبیر و عزم

حزم اس سے خوش۔ وہ راضی حزم سے | کر یونہی عزم و تدبیر گر کرے

بارہا در دام حرص افتادہٗ | حلق خود را در بریدن دادہٗ

حرص کے پھندے میں تو اکثر پھنسا | اور اپنے آپ کٹوایا گلا

بازت آں توّاب لطف آزاد کرد | توبہ پذرفت و شما را شاد کرد

پھر کیا آزاد رحمت نے تجھے | توبہ کی مقبول خوش کر دے تجھے

گفت اِن عُدتم کذا عُدنا کذا | نحن زوّجنا الفعال بالجزا

بولا کہ تم مجھ سے پھرو تو میں پھروں | ساتھ ہیں فعل و جزا۔ کہتا تو ہوں

چونکہ جفتے را بر خود آورم | آید آں جفتش روانہ لاجرم

پاس جب اپنے بلاؤں ایک کو | دوسرا آنے کو پھر مجبور ہو

جفت کردیم ایں عمل را با اثر | چوں رسد جفتے رسد جفتِ دگر

ہے عمل جوڑا اثر کا بر ملا | ایک جب پہنچے تو پہنچے دوسرا

چوں رباید غارتے از جفت شوے | جفت آید پیش او شوئے بجوئے

تا اگر جوڑے سے ہو جائے جدا | مادہ اپنے نر کو ڈھونڈے بر ملا

بار دیگر سوئے ایں دام آمدید ‌ ‌ خاک اندر دیدۂ توبہ زدید
پھر اسی پھندے کی جانب آئے تم ‌ ‌ خاک بھر چشم توبہ لائے تم

باز آں تواب بکشود آں گرہ ‌ ‌ گفت ہاں بگریز و ایں سو پا منہ
پھر خدا نے وہ گرہ کھولی، کہا ‌ ‌ یاں قدم اپنا نہ رکھ تو، بھاگ جا

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید ‌ ‌ جانِ تاں را جانب آتش کشید
آیا جب پروانہ پھر نسیان کا ‌ ‌ جان تیری سوئے آتش لے گیا

کم کن اے پروانہ نسیان و شکے ‌ ‌ در پر سوزیدہ بنگر تو یکے
کم کر اسے پروانے شک اور سہو کو ‌ ‌ جن کے پر سوزاں ہیں انکو دیکھ تو

چوں رہیدی شکرِ آں باشد کہ ہیچ ‌ ‌ سوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ
تو چھٹا۔ کر شکر اس کا بس یہی ‌ ‌ پھر نہ اس دانے کی خواہش ہو کبھی

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او ‌ ‌ روزیئے بیدام و بیخوف عدو
جب کرے تو شکر تجھ کو بخش دے ‌ ‌ روزی وہ بے دام اور بے خوف کے

شکرِ آں نعمت کہ تاں آزاد کرد ‌ ‌ نعمتِ حق را بباید یاد کرد
شکرِ نعمت کر کہ آزادی ملی ‌ ‌ یاد کر وہ نعمتیں اللہ کی

چند اندر رنجہا و در بلا ‌ ‌ گفتۂ زو ام رہا کن اے خدا
جب تو رنجوں اور بلاؤں میں پھنسا ‌ ‌ کی دعا یا رب مجھے کر دے رہا

تا چنیں خدمت کنم احساں کنم ‌ ‌ خاک اندر دیدۂ شیطاں کنم
نیک ہونگا اور کروں گا بندگی ‌ ‌ خاک ڈالوں آنکھ میں شیطان کی

چوں خلاصت داد حق از امتحاں ‌ ‌ ہمچنانستی کہ بودی ہمچناں
جب رہائی امتحاں سے حق نے دی ‌ ‌ آہ تو جیسا تھا ہے پھر ویسا ہی

چوں رہا کردت فرامش کردیش ‌ ‌ جانِ خود را مست و بیہش کردیش
پھر رہا ہو کر بھلا ڈالا اسے ‌ ‌ ہو گیا بے ہوش، کیا کہئے ترے

کتوں کی کہانی

سگ زمستان جمع گردد استخوانش　　ز حجم سرما خرد گرداند چنانش

کتا جاڑے میں سکڑ کر رہ گیا　　جاڑے کی شدت نے چھوٹا کر دیا

گو بگوید کایں قدر تن کہ ہستم　　خانہ از سنگ باید کردنم

کہتا تھا اس مختصر تن کے لئے　　گھر تو پتھر کا بنانا چاہیئے

چونکہ تابستان بیاید من بچنگ　　بہر سرما خانہ سازم ز سنگ

گرمیوں کا اب جو موسم آئے گا　　بہر سرما گھر بناؤں سنگ کا

چوں کہ تابستان بیاید از کشاد　　استخوانہا پہن گردد پوست شاد

بعد ازاں جب گرمیوں کی فصل آئے　　ہڈیاں پھیلیں بدن آرام پائے

زفت گردد پا کشد در سایہ　　کاہلے سیرے غرے خود رایہ

پھول جائے اور سائے میں گھسے　　سست کاہل اور تن آسان بنے

گوید او چوں زفت بیند خویش را　　در کدامیں خانہ گنجم اے کیا

خود کو فربہ دیکھ کر دے یہ صدا　　کون سے گھر میں سماؤں اے خدا

گویدش دل خانہ سازے عمو　　گوید او در خانہ کے گنجم بگو

دل کہے اس سے کہیں تو گھر بنا　　وہ کہے گھر میں سماؤں گا میں کیا

استخوان حرص تو در وقت درد　　در ہم آید خرد گردد در نورد

درد میں تیری ہوس کی ہڈیاں　　چھوٹی ہو جائیں سمٹ کر بیگماں

گوئی از توبہ بسازم خانہ　　در زمستان باشدم کاشانہ

توبہ کر کے تو کہے لوں گھر بنا　　ہو مرا جاڑوں میں کاشانہ بنا

چوں بشد رنج و شدت آں حرص زفت　　ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت

جب گیا رنج اور ہوس دونی ہوئی　　مثل سگ وہ فکر گھر کی بجھی گئی

شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بود / شکر بارہ کے سوئے نعمت رود
شکرِ نعمت بہتر از نعمت رہے / شکر کرنے والا خواری کب سہے

شکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست / زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست
جانِ نعمت شکر ہے نعمت ہے پوست / کیونکہ لائے شکر تجھ کو سوئے دوست

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ / صیدِ نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ
شکر ہوش اور شکرِ نعمت جان لے / صید کر نعمت کو دامِ شکر سے

نعمتِ شکرت کند پُر چشم و میر / تا کنی صد نعمت ایثارِ فقیر
شکر کی نعمت تجھے کر دے امیر / دے تو مال و زر اگر مانگے فقیر

سیر نوشی از طعام و نقلِ حق / تا رود از تو شکم خواری و دق
ہو غذائے حق سے پھر سیری تجھے / اور شکم خواری و دق جاتی رہے

نعمتِ ہا بہر اشکرے کنید / تا سرِ منحوس خود را بشکنید
شکرِ نعمت کا کرو اللہ کی / اور توڑ دو اپنا پندارِ خودی

شکر جذبِ نعمت او فزوں کند / کفرِ نعمت مرد را کافر کند
نعمتوں کو شکر دیتا ہے بڑھا / کفرِ نعمت دیتا ہے کافر بنا

منکروں کا انبیا کو نصیحت سے جبریانہ منع کرنا

قوم گفتند اے نصوحان بس بود / آنچہ گفتید ار دریں دہ کس بود
قوم بولی ہے یہ کافی پند اگر / گاؤں میں ہو سننے والا اک بشر

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق / کس نداند برد بر خالق سبق
دل پہ قدرت نے دیے تالے لگا / حق پہ غالب کون آتا ہے بھلا

لہ گدائی ۱۲

نقش ما ایں کرد آں تصویر گر | ایں نخواہد شد بگفت و گو دگر
نقش جب نقاش نے ایسا کیا | گفتگو سے اس میں تبدیلی ہو کیا

سنگ را صد سال گوئی لعل شو | کہنہ را صد بار گوئی باش نو
سو برس پتھر سے کہ، ہو جا گہر | کہنہ سے سو بار کہ، پھر ہو بہم

خاک را گوئی صفاتِ آب گیر | آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر
خاک سے کہنا کہ مثلِ آب ہو | دودھ ہو یا شہد کہنا آب کو

نار را گوئی کہ نورِ محض شو | پشہ را گوئی کہ سوئے باد رو
نور ہو جا نور، کہنا نار سے | پشہ سے کہنا کہ آندھی میں اڑے

قلب را گوئی کہ زرِ پاک شو | یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو
کھوٹے سے کہنا کہ سونا ہو کھرا | یا کہ تو اکسیر ہو جا بے بہا

ہیچ از آں اوصاف دیگر گوں شوند | آب کے گردد عسل اے ارجمند
ان کے بدلیں گے مگر اوصاف کیا | شہد پانی کس طرح ہو اے فتا

خالقِ افلاک و ہم افلاکیاں | خالقِ آب و تراب و خاکیاں
خالقِ افلاکی و افلاک نے | خالقِ انسان و آب و خاک نے

آسماں را داد دوران و صفا | آب و گل را تیرہ روئی و نما
آسماں کو دی صفا گردش بھی دی | آب و گل کو تیرگی، بالیدگی

کے تواند آسماں دُردی گزید | کے تواند آب و گل صفوت خرید
آسماں کب تیرگی حاصل کرے | اور صفائی آب و گل کب لے سکے

قسمتے کردہ است ہر یک را رہے | کے کہ گردد بجہدت چوں کہے
سب کو اک اک راہ ہے تقسیم کی | کاہ کب کوشش سے تیری کہ بنی

انبیاء کا جبریوں کو جواب

انبیا گفتند کارے آفرید	وصفہائے کہ نتاں زاں سر کشید
انبیاء بولے کہ ہاں حق نے دیا	وصف سب کو اور نہ کوئی پھر سکا
وآفرید او وصفہائے عارضی	کہ کسے مبغوض میگردد رضی
وصف کچھ اس نے دیئے ہیں عارضی	ہے کبھی وہ خشمگیں راضی کبھی
سنگ را گوئی کہ زر شو بیہدہ است	مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست
کہنا پتھر سے "ہو زر" ہے ناروا	تانبے سے کہنا کہ زر ہو ہے بجا
ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز است	خاک را گوئی کہ گل شو جائز است
ریت سے کہنا کہ گل ہو ناروا	خاک سے کہنا کہ گل ہو ہے بجا
رنجہا داد است کانرا چارہ نیست	آں بمثل لنگی و فطس و عمیست
دکھ ہیں بعض ایسے نہیں جن کی دوا	لنگ ہونا ۔ فطس[1] یا کوری فنا
رنجہا داد است کانرا چارہ ہست	آں بمثل لقوہ و درد سر است
بعض تکلیفوں کا چارہ ہے مگر	جیسے لقوہ اور جیسے درد سر
ایں دواہا ساختہ بہر ائتلاف	نیست ایں درد و دواہا از گزاف
یہ دوائیں ہیں برائے ائتلاف[2]	کب ہیں یہ درد و دوا لاف و گزاف
بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست	چوں بجد جوئی بیاید آں بدست
بلکہ اغلب درد دکھ کا ہے علاج	ڈھونڈے کوشش سے تو پائے آج

[1] چوڑی ناک والا ہونا ۔

[2] الفت کرنا ۔

منکروں کا دوبارہ جبریانہ حجتیں کرنا

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما — نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا

قوم بولی دکھ ہمیں ایسے کہاں — جو دواؤں سے ہوں اچھے بیگماں

سالہا گفتند زیں افسون و پند — سخت تر میگشت زاں ہر لحظہ بند

مدتوں پند و فسوں ہوتے رہے — پیچ مستحکم زیادہ ہو گئے

گر دوا را ایں مرض قابل بدے — آخر از وے ذرہ زائل شدے

قابل درماں مرض ہوتا اگر — کچھ تو کم ہوتا دواؤں سے ادھر

سدہ چوں شد آب ناید در جگر — گر خورد دریا رود جائے دگر

جب پڑے سدہ جگر پانی نہ لے — اور جا جائے اگر دریا پیئے

لاجرم آماس گیرد دست و پا — تشنگی را نشکند آں استقا

سوج جائیں دست و پا انجام کار — پیاس پانی سے نہ کم ہو زینہار

انبیاء کا جواب

انبیاء گفتند نومیدی بد است — فضل و رحمتہائے باری بیحد است

انبیاء بولے یہ ہے مایوسی بڑی — رحمتیں ہیں بے شمار اللہ کی

از چنیں محسن نشاید ناامید — دست در فتراک ایں رحمت زنید

ایسے محسن سے ہیں کیوں نومیدیاں — دامن رحمت کو تھامو بیگماں

اے بسا کارے کہ اول صعب گشت — بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت

اول اول مشکل اکثر کام تھے — بعد ازاں آسان وہ سب ہوگئے

بعد نومیدی بسے امیدہاست — از پس ظلمت بسے خورشیدہاست

ہیں امیدیں بعد نومیدی بہت — اور سورج زیر تاریکی بہت

خود گرفتم کہ شما سنگیں شدید — قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید

ہم نے مانا۔ تم بہت سنگیں ہوئے — قفل کانوں اور دل پر ہیں لگے

ہیچ ما را با قبولے کار نیست — کارِ ما تسلیم و فرمان کردنیست

ہم کو منوانے سے حاصل ہے فراغ — ہے ہمارا کام تسلیم و بلاغ

او بفرمودستمان این بندگی — نیست ما را از خود این گویندگی

فرض کی ہے اس نے ہم پر بندگی — ہم یہ کب کہتے ہیں اپنے آپ ہی

جان برائے امرِ او داریم ما — گر بریگے گوید او کاریم ما

جان ہے احکام کی تعمیل کو — وہ کہے۔ تو ریت میں بھی بیج بو

امرِ حق را ما گروہے ربیا — میرسانیم این رسالت با شما

حکمِ حق جو کچھ ہے۔ وہ اب لے لیا — ہم تمہیں پہنچاتے ہیں اہلِ سبا!

غیرِ حق جانِ نبی را یار نیست — با قبول و ردِ خلقش کار نیست

غیرِ حق ہے کون یارِ انبیا — خلق کی ہاں اور نہیں سے کام کیا

مزدِ تبلیغِ رسالاتش ازوست — زشت و دشمن رو شدیم از بہرِ دوست

اس رسالت کا عوض دیگا وہی — دوست کی خاطر ہے سب سے دشمنی

ما بریں درگہ ملولاں نیستیم — تا ز بُعدِ راہ ہر جا بیستیم

سر جھکے اس درگاہ سے کب ہیں ہٹیں — گو ہے راہ دور، ہر جا کیوں رکیں

دل فرو بستہ و ملول آنکس بود — کز فراقِ یار در محبس بود

دل گرفتہ وہ رہے اسے دوست — جو فراقِ یار سے زنداں میں ہو

دلبر و مطلوب با ما حاضر ست — در نثارِ رحمتش جاں شاکر ست

دلبر و مطلوب جب ہے ہمکنار — جان شاکر اسکی رحمت پر نثار

در دلِ ما لالہ زار و گلشنے ست — پیری و پژمردگی را راہ نیست

ہے ہمارے دل میں باغ و لالہ زار — پیری و پژمردگی ہے در کنار

ہین گلوئے خود مبرید اے جہاں — اینچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں

تم گلا اپنا نہ کاٹو بر ملا — ایسا لقمہ جب ہے منہ تک آ گیا

راہہائے صعب پایاں بردہ ایم — رہ براہل خویش آساں کردہ ایم

سخت رستے ہم نے آساں کر دیا — سہل اپنوں پر اسے ہاں کر دیا

ہین بجوئید از نجوم سعد راہ — زآنکہ در ظلمت رید و قعر چاہ

سعد جو تارے ہیں ڈھونڈو اُن سے راہ — جاؤ کیوں تاریکیوں میں سوئے چاہ

ہر کہ مارا گشت پیرو باز رست — از عذاب نار و در جنت نشست

جس نے کی دل سے ہماری پیروی — بچ گیا دوزخ سے وہ جنت ملی

وآنکہ نشنید از شقاوت پند ما — در عذاب جاوداں شد مبتلا

اور شقاوت سے سنی جس نے نہ پند — ہے عذاب جاوداں میں آہ بند

قوم کا انبیا پر پھر اعتراض کرنا

قوم گفتند ار شما سعد خودید — نحس مائید و ضدید و مرتدید

قوم بولی تم ہو نیک اپنے لئے — نحس و مرتد ہو ہمارے واسطے

جان ما فارغ بد از اندیشہا — در غم افگندید مارا و عنا

جان فکروں سے ہماری تھی رہا — تم نے ہم کو غم میں ڈالا بر ملا

ذوق جمعیت کہ بود و اتفاق — شد ز فال زشت تاں صد افتراق

ذوق جمعیت جو ہم میں تھا بھرا — بد شگونی سے وہ ابتر ہو گیا

طوطی نقل و شکر بودیم ما — مرغ مرگ اندیش گشتیم از شما

ہم تو سب تھے طوطی نقل و شکر — مرغ مرگ اندیش ہیں تم سے مگر

ہر کجا افسانۂ غم گستریست — ہر کجا آوازۂ مستنکریست

ہے جہاں افسانۂ غم گستری — ہے جہاں شہرت بری جاری ہوئی

ہر کجا اندر جہاں فالِ بدیست	ہر کجا مسخ نکالے ہو خدیست
فال بد کا جس جگہ مذکور ہے	اور بد بختی کا جس جا شور ہے
در مثالِ قصہ و فالِ شماست	در غم انگیزی شمارا مشتہاست
ہے تمہارے قصہ کی گویا مثال	یہ غم انگیزی میں ہے تم کو کمال

انبیا کا انہیں پھر جواب دینا

انبیا گفتند فالِ زشت و بد	از میانِ جانِ تاں دارد مدد
انبیا بولے کہ یہ فالیں بری	ہیں اعانت سے تمہاری جان کی
گر تو جائے خفتہ باشی با خطر	اژدہا در قصدِ تو آید پسر
تو کہیں سویا ہوا ہو بے خطر	اژدہا آئے تری جانب پسر
مہربانے مر ترا آگاہ کرد	کہ بجہ زود ارنہ اژدرہات خورد
مہرباں آگاہ اک تجھ کو کرے	بھاگ ورنہ اژدہا کاٹے تجھے
تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی	فال چہ برجہ ببیں در روشنی
تو کہے کیوں ہے یہ بد فالی میاں	فال کیا، سب کچھ ہے روشن اور عیاں
از میانِ فالِ بد من خود ترا	میرہانم مے برم سوئے سرا
فال بد سے خود میں کرتا ہوں رہا	ان پہ لے جاؤں تا مرد خدا
چوں نبی آگہ کنندہ است از نہاں	کو بدید آنچہ ندید اہلِ جہاں
سب نبی ہیں واقفِ رازِ نہاں	دیکھتے ہیں جو نہ دیکھے اک جہاں
گر طبیبے گویدت غورہ مخور	کہ چنیں رنجے برآرد شور و شر
کھا نہ تو انگور کہہ دے چارہ گر	کیونکہ اس سے ہو گا تجھ کو شور و شر
تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی	پس تو ناصح را مؤثم میکنی
تو کہے کیوں فال دیتا ہے بری	کرتا ہے ناصح کو مجرم اسے اجی

ور منجم گویدت امروز ہیچ | آنچناں کارے مکن اندر پسیچ

اک منجم تجھ سے یوں کہہ دے اگر | کام ایسا آج کے دن تو نہ کر

زانکہ نیکو نیست وز امروز ہاں | تا نگردی نادم و خاسر ازاں

کیونکہ دن کچھ آج کا اچھا نہیں | ہو نہ تو شرمندہ و نادم کہیں

صد رہ ار بینی دروغ اختری | یکدو بارہ راست آید مشتری

جھوٹ سو بار اس کا تو پائے نجوم | سچ ہو گر اک بار ۔ مانے لیے تو ہم

ایں نجوم ما نشد ہرگز خلاف | صحتش چوں ماند از تو در غلاف

اور نجوم اپنا نہیں جھوٹا کبھی | اس کی صحت تم سے آخر کیوں چھپی

آں طبیب و آں منجم از گماں | میکنند آگاہ و ما خود از عیاں

اس طبیب اور اس نجومی کا گماں | کرتا ہے آگاہ ، ہم ہیں خود عیاں

دود مے بینیم و آتش از کراں | حملہ مے آرد بسوئے منکراں

دیکھتے ہیں ہم کہ آتش اور دھواں | حملہ در ہیں منکروں پہ بے گماں

تو ہمے گوئی خمش کن زیں مقال | کہ زیان ماست قال شوم فال

تم یہ کہتے ہو کہ چھوڑو یہ مقال | اس سے ہے نقصان یہ ہے شوم فال

ایکہ نصح ناصحاں را نشنوی | فال بد با تست ہر جا میروی

تو نہیں سنتا ہے پند ناصحاں | فال بد ہے ساتھ جائیگا جہاں

افعیے بر پشت تو بر میرود | او ز بالائے بلندت آگہ کند

اژدہا چلتا ہے تیری پیٹھ پہ | وہ تجھے کوٹھے سے دیتا ہے خبر

گوئیش خاموش غمگینم مکن | گوید او خوش باش تو در فای سخن

تو کہے خاموش رہ غمگیں نہ کر | وہ کہے تیری خوشی اے بے خبر

چوں زند افعی دہاں بر گردنت | تلخ گردد جملہ شادی کردنت

منہ کو جب گردن پہ مارے اژدہا | تلخ ہوں سب تیری خوشیاں برملا

پس بگوئی بہانہ دا اے فلاں / چوں نبد پیدی گریبان و دہاں
تو کہے اُس سے۔ جو تھا یہ واقعہ / کیوں نہ تو نے مجھ سے چلا کر کہا

یا ز بالایم تو سنگے میزدی / تا مرا از جد بجوے آں بدی
تو مجھے اوپر سے پتھر مارتا / تا کہ میں پہچان جاتا وہ بلا

او بگوید نے کہ مے آزردہ / تو بگوئی نے کہ شادم کردہ
وہ کہے۔ آزردہ تھا تو ہو گیا / تو کہے۔ تو نے ہی مجھ کو خوش کیا

گفت من کردم جوانمردی و پند / تا رہانم من ترا زیں جنگ بند
وہ کہے۔ کی تھی جوانمردی و پند / تا کہ توڑوں میں یہ تیرا جنگ بند

از لئیمی حق آں نشناختی / مایہ ایذا و طغیاں ساختی
حق لئیمی سے نہ پہچانا مگر / اور رکھا الزام ایذا بے خبر

ایں بود خوئے لئیمان دنی / بد کند با تو چو نیکوئی کنی
ہے لئیموں کی یہاں عادت یہی / تو کرے نیکی۔ تو وہ تجھ سے بدی

نفس را ازیں جبر میکن منحنش / کہ لئیم است و نسازد نیکوئیش
جب ہے کمزور کر نفس اے اخی / نیکی کب اس کے موافق آئے گی

با کریمے گر کنی احسان سزد / ہر یکے را او عوض ہفصد دہد
ہو بھلوں پہ گر کچھ احسان ہے بھلا / سات سو ہوں ایک کے بدلے عطا

با لئیمے چوں کنی قہر و جفا / بندہ گردد ترا بس با وفا
جب لئیموں پہ کرے قہر و جفا / بندے بن جائیں ترے اور با وفا

کافراں کارند در نعمت جفا / باز در دوزخ ندا شاں ربنا
کرتے ہیں کفار نعمت میں جفا / پھر کہیں دوزخ میں جا کر ربنا

کہ لئیماں در جفا صافی شوند / چوں وفا بینند خود جافی شوند
پاک ہوں۔ بدکاروں پہ جب ہو جفا / ظلم کرتے ہیں وہ جب دیکھیں وفا

عقبیٰ کی دوزخ اور دنیا کا زندان

مسجدِ طاعاتِ شاں خود دوزخ است ٭ پلّے بند مرغِ بیگانہ فخ است
ان کی مسجد ہے سقر اے خوش خصال ٭ ہے وہی اس مرغِ بیگانہ کو جال

ہست زنداں صومعۂ دزدِ لئیم ٭ کاندراں ذاکر شود حق را مقیم
ہے عبادت گاہ زنداں چور کی ٭ تا کرے خالق کی اس میں بندگی

چوں عبادت بود مقصود از بشر ٭ شد عبادتگاہِ گردنکش سقر
بندگی تھی چونکہ مقصودِ بشر ٭ ہے عبادت گاہ کافر کی سقر

آدمی را ہست در ہر کار دست ٭ لیک از مقصود ایں خدمت بدست
یوں تو ہر اک کام کا تھا آدمی ٭ خدمت اس میں یہ مگر مقصود تھی

ما خلقت الجن و الانس ایں بخواں ٭ جز عبادت نیست مقصود از جہاں
ما خلقت[51] الجن والانس " پڑھو ٭ مقصدِ خلقت عبادت جان لو

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود ٭ گر تو اش بالش کنی ہم میشود
گرچہ[52] صرف اک فن ہو مقصودِ کتاب ٭ اس پہ گر تکیہ کرے ہو کامیاب

لیک از مقصود ایں بالش نبود ٭ علم بود و دانش و ارشاد سود
تکیہ کرنا گو نہ تھا مقصد فنا ٭ علم تھا، دانائی تھی ارشاد تھا

گر تو میخے ساختی شمشیر را ٭ برگزیدی بر ظفر ادبیر را
میخ اگر تو نے کیا تلوار کو ٭ فتح پر غالب کیا ادبار کو

[51] قولہ تعالیٰ عزّ وجلّ ا۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی میں نے جن و انسان کو صرف عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے ٭

[52] یعنی ہر کتاب کا مقصد تو ایک فن یا علم کا سکھانا ہے۔ لیکن اگر تو کتاب سے صرف تکیہ لگا کر بھی بیٹھ جائے۔ تو وہ یہ کام بھی دیدیگی۔ حالانکہ کتاب کا مقصود بالذات یہ نہیں ٭

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست ... لیک ہر یک آدمی را معبدیست

گو ہے مقصود بشر علم و ہدیٰ ... ہے مگر ہر شخص کا معبد جدا

معبدِ مرد کریم اکرمتہ ... معبدِ مرد لئیم اسقمتہ

ہے سعادت معبدِ مرد کریم ... ہے شقاوت معبدِ مردِ لئیم

مر لئیماں را بزن تا سر نہند ... مر کریماں را بدہ تا بر دہند

دے لئیموں کو سزا عاجز رہیں ... کر کریموں پر عطا تا نفع دیں

لاجرم حق ہر دو مسجد آفرید ... دوزخ آنہا را و اینہا را مزید

اس لئے خالق نے دیں دو مسجدیں ... دوزخیں ان کو، اور انکو جنتیں

حق تعالیٰ کا سرکشوں کو مطیع کرنا

ساخت موسیٰ قدس در بابِ صغیر[1] ... تا فرود آرند سر قوم زحیر

چھوٹا موسیٰ نے کیا در قدس[1] کا ... سر جھکائے تا کہ قوم بے وفا

زانکہ جباراں بدند و سرفراز ... دوزخ آں بابِ صغیرست و نیاز

کیونکہ وہ تھے پُر جفا اور سرفراز ... تھا وہ چھوٹا در انہیں دوزخ طراز

آنچنانکہ حق ز لحم و استخواں ... از شہاں بابِ صغیرے ساخت ہاں

اس طرح خالق نے ہڈی گوشت سے ... چھوٹے دروازے بنائے شاہوں[2] سے

اہلِ دنیا سجدۂ ایشاں کنند ... چونکہ سجدہ کبریا را دشمن اند

اہل دنیا اُن کے سجدوں میں گرے ... سجدۂ خالق کے وہ دشمن جو تھے

ساخت سرگیں دانکے محرابِ شاں ... نام آں محراب میر و پہلواں

مثل سرگیں دیں یہ محرابیں بنا ... نام اُن کا شاہ و سلطاں رکھ دیا

[1] یعنی بیت المقدس +

[2] یعنی بادشاہوں کو ہڈی اور گوشت کے چھوٹے دروازے کی طرح پیدا کیا +

ہست طاغی بگلہ زریں قبا	ہست شاکر خستہ صاحب عبا
ہیں یہ باغی سروپہ زریں قبا	اور شاکر خستہ دل کہنہ عبا
شکر کے روید از املاک و نعم	شکر میروید ز بلوا و سقم
شکر کب پیدا ہو ملک و مال سے	شکر ہے پیدا دکھوں میں رنج و درد سے

خالی دستر خوان و صوفی

صوفیے بر میخ روزے سفرہ دید	چرخ میزد جامہا را میدرید
خوان اک صوفی نے دیکھا میخ پر	رقص میں اور وجد میں کھتا سربسر
بانگ میزد نک نوائے بے نوا	قحطہا و دردہا را نک دوا
کہتا تھا سامان بے ساماں ہے یہ	قحط کا اور درد کا درماں ہے یہ
چونکہ دود و سوز او بسیار شد	ہر کہ صوفی بود با او یار شد
جبکہ اس کا درد و غم افزوں ہوا	تھا جو صوفی غمگسار اس کا بنا
نعرہ ہا و ہوے میزدند	تا کہ چندیں مست و بیخود میشدند
نعرے اور ہا ہو کرتے تھے وہ	مست و بیخود اس طریقے سے ہوئے
بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست	سفرۂ آویختہ از ناں تہیست
ایک ناداں نے یہ صوفی سے کہا	خوان ہے بے نان کے لٹکا ہوا
گفت رو رو نقش بے معنیستی	بیخبر از خمش و عاشق نیستی
جا نا جا جا نقش بے معنی ہے تو	کب ہے بیخود اور کب شیدا ہے تو
عشق ناں بے ناں غذائے عاشق است	بند ہستی نیست ہر کو صادق است
عشق ناں بے ناں کرے عاشق سیر وہ	قید ہستی میں نہیں صادق ہے وہ
عاشقاں را کار نبود با وجود	عاشقاں را ہست بے سرمایہ سود
عاشقوں کو کام کیا ہے جسم سے	نفع ہے ان کو تو بے سرمایہ کے

بال نے و گرد عالم مے پرند	دست نے و گوز میدان مے برند
پر نہیں اڑتے ہیں وہ گرد جہان	گیند لے جاتے ہیں بے ہاتھوں کے ہاں
آں فقیرے کو ز معنی بوئے یافت	دست ببریدہ ہمے زنبیل بافت
بوئے معنی پائی جب درویش نے	بنتا تھا زنبیل وہ بے ہاتھ کے
عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند	چوں عدم یکرنگ و نفس واحداند
ہیں عدم میں سب یہ عاشق خیمہ زن	اور ہیں مثل عدم سب ایک تن
شیرخوارہ کے شناسد ذوق لوت	مر پری را بوئے باشد لوت پوت
کھانے کی لذت نہ جانے شیر خوار	اور خوشبو ہے غذا پریوں کی یار
آدمی کے بو برد از بوئے او	چونکہ خوئے اوست ضد خوئے او
اس کی بو پائے بھلا کب آدمی	اس کی خو ہے اس کی خو کی ضد ہوئی
پیش قبطی خوں بود آں آب نیل	آب باشد پیش سبطی جمیل
قبطیوں کے حق میں ہے خوں آب نیل	سبطیوں کے سامنے آب جمیل
جادہ باشد بحر ز اسرائیلیاں	غرق گہ باشد ز فرعون عوان
بحر دے اسرائیلیوں کو راہ دے	غرق پھر فرعونیوں کو وہ کرے
باد بر عادیاں گرز و تبر	لیک ہود و بر قومش ظفر
عادیوں کو ہو ہوا گرز و تبر	اور قوم ہود کو فتح و ظفر
گلستاں باشد برائے ابراہیم نار	لیک بر نمرود باشد زہر مار
گلستاں ہو نار ابراہیم پر	اور ہو نمرود پر زہر سے لبریز
بر سمندر باشد آتش خانداں	لیک باشد بر دگر مرغاں زیاں
آگ مسکن ہو سمندر کے لئے	دوسری چڑیوں کو وہ نقصان کی

سلہ ایک کیڑے کا نام ہے جو آگ میں رہتا ہے ۔

نزدِ عاشق درد و غم حلوا بود ۔ لیک حلوا بر خساں بلوا بود

درد و غم حلوا ہے عاشق کے لئے ۔ تلخ ہے لیکن یہ فاسق کے لئے

حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا عشق

آنچہ یعقوبؑ از رخِ یوسفؑ بدید ۔ وانچہ او از بوئے او اندر کشید

دیکھا یوسفؑ میں جو کچھ یعقوبؑ نے ۔ اور جو بوؑ اُن کو آئی دور سے

وانچہ در رشک بود و اندر ریشہ پدید ۔ خاص او بُد آں باخواں کے رسید

وہ انہی کے واسطے مخصوص تھی ۔ بھائیوں کو ان سے کب حاصل ہوئی

این ز عشقش خویش در چہ میکند ۔ واں بکیں از بہرِ او چہ میکند

چاہ میں اُن کی کنوئیں میں یہ گرے ۔ اور وہ کینے سے کنواں تھے کھودتے

سفرۂ او پیش ایں از ناں تہیست ۔ پیش یعقوبست پُر کو مشتہیست

خوان ان کا ان کے آگے تھا تہی ۔ سامنے یعقوبؑ کے پُر تھا بھی

روئے ناشستہ نبیند روئے حور ۔ لا صلوٰۃ گفت الا بالحضور

زشت رو کس طرح دیکھے روئے حور ۔ ہے نماز اس کی پڑھے جو با حضور

عشق باشد لوت و پوت جانہا ۔ جوع ازیں روئیست قوتِ جانہا

عشق ہی قوت و غذا ہے روح کی ۔ قوتِ جاں اس واسطے ہے بھوک ہی

جوعِ یوسفؑ بود بہرِ یعقوبؑ را ۔ بوئے نانش میرسید از دور جا

بھوک یوسفؑ کی تھی جو تھی یعقوبؑ کو ۔ دور سے پہنچی تھی ان کو ان کی بو

آنکہ بستد پیرہن را میشتافت ۔ بوئے پیراہانِ یوسفؑ می نیافت

تھا جو اُن کا پیرہن لے کر چلا ۔ بوئے یوسفؑ کا نہ تھا اسکو پتا

حاشیہ: حدیث لا صلوٰۃ الا بحضور القلب یعنی نماز صرف حضورِ قلب سے ہوتی ہے ۞

وآنکه صد فرسنگ زآنسو بد او ۔۔۔ چونکہ بد یعقوبؑ مے بوئید بو

اور جو یوسفؑ سے کوسوں دور تھے ۔۔۔ یعنی یعقوبؑ اس کی بو سونگھا کیے

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب ۔۔۔ حافظ علم ست آنکس بے حبیب

ہیں جو عالم عقل میں ناکامیاب ۔۔۔ علم کے حافظ ہیں وہ بھی بے حساب

مستمع از وے ہمے یابد مشام ۔۔۔ گرچہ باشد مستمع از جنس عام

سننے والا انکی بو سے سونگھتا ۔۔۔ عام کوئی سننے والا ہو تو کیا

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ ست ۔۔۔ چوں بدست آں نخاسے جاریہ ست

ہاتھ میں اسکے ہے کرتا عارضی ۔۔۔ جیسے لونڈی دست بائع میں اچھی

جاریہ پیش نخاسے سرسری ست ۔۔۔ در کف او از برائے مشتری ست

عارضی لونڈی سی ہے بائع کے لیے ۔۔۔ کیونکہ وہ ہے مشتری کے واسطے

قسمت حق ست روزی خواہ نے ۔۔۔ ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے

قسمت حق ہے نہ روزی خواہ کی ۔۔۔ ایک کو کب دوسرے کی رہ ملی

یک خیالے نیک باغ آں شدہ ۔۔۔ یک خیالے زشت راہ ایں زدہ

ہے خیال نیک باغ اس کے لیے ۔۔۔ بدخیالی راہ اس کی مار دے

آں خیالے از اثر باغے شدہ ۔۔۔ واں خیالے ہالکے پرہم زدہ

اک خیال اپنے اثر سے باغ تھا ۔۔۔ ایک نے بنا ہی کو برہم کر گیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت ۔۔۔ وز خیالے دوزخ و جائے گداخت

وہ ہے گلشن بنا لے جو خدا ۔۔۔ اور دوزخ لے خیالوں سے بنا

پس کہ داند راہ گلشنہائے او ۔۔۔ پس کہ داند جائے گلخنہائے او

کون جانے راہ اس کے باغ کی ۔۔۔ راہ کس کو اس کے گلخن کی ملی

دیدہ بان دل نہ بیند در مجال ۔۔۔ کز کدامیں کنج جاں آید خیال

پاسبان دل ہے مجبور مجال ۔۔۔ کون سی ترکیب سے آئے خیال

جز مگر آن دل که دارد عون حق ‌‌‌ — ‌‌‌ کون ورا نیست کرده کون حق
ہاں وہ دل جسکو مدد حق سے ملے — جس کی ہستی نیست کی اللہ نے

گر بدید مطلعش را از احتیال — بند کرده راه هر ناخوش خیال
دیکھتا جو مطلع کو حیلے سے — بند کرتا رستے بد تخییل کے

کے رسد جاسوس را آنجا قدم — که بود مرصاد و در بند قدم
دل کا جاسوس اس جگہ کب جا سکے — جس کی رہ قید قدم ہی میں ہے

دامن فضلش بکف کن کوروار — قبض اعمیٰ این بود اے شہریار
دامن اس کے فضل کا کورانہ لے — یہ گرفت اندھے کی ہے پہچان اسے

دامن او امر و فرمان وی است — نیک بختے که تقی جان وی است
دامن اس کا حکم اور فرمان ہے — نیک وہ ہے پاک جس کی جان ہے

آن یکے در مرغزار و جوئے آب — وان یکے پہلوے او اندر عذاب
ایک وہ جو سبزہ زار و نہر پہ — ایک وہ پہلو ہے جس کا قہر پہ

او عجب مانده که ذوق آن ز چیست — وین عجب مانده که این در حبس چیست
وہ تعجب میں کہ ذوق اسکا ہے کیا — یہ ہے حیران، قید میں کیوں ہے پھنسا

هین چرا خشکی که اینجا چشمہاست — هین چرا زردی که اینجا صد دواست
خشک لب کیوں ہے یہاں چشمے رواں — زرد رو کیوں ہے۔ دوائیں ہیں یہاں

هین بیا اے همنشین در انجمن — گوید اے جان من نیارم آمدن
آ یہاں اس بزم میں اے ہم نشیں — وہ کہے۔ آنے کی طاقت ہی نہیں

هین بیا جانا که پایت بسته نیست — گویدش نے نے نتانم تو بایست
یہ کہے آ پاؤں ہیں تیرے کھلے — تاب آنے کی نہیں ہے۔ وہ کہے

یک مثل آمد درین معنی بگفت — بو که یابی زین بیان سر نہفت
اک مثل اس بات پہ یاد آ گئی — شاید اس سے کچھ کھلے راز خفی

اندریں معنی بگویم قصۂ — گوش بکشا تا بری زاں حصۂ
ایک قصہ میں سناتا ہوں سنیے — کان کھول اور اپنا حصہ اس سے لے

ایک امیر اور اسکے غلام کی حکایت

در زمانے بود امیرے از کرام — بود سنقر نام اور ایک غلام
تھا جہاں میں اک امیر نیک نام — اور سنقر نامی اس کا تھا غلام

میر شد محتاج گرمابہ سحر — بانگ زد سنقر ہلا بردار سر
صبحدم حاجت تھی اس کو غسل کی — بولا اے سنقر تو جلدی اٹھ ابھی

طاس و مندیل و گل از التون بگیر — تا بگرمابہ رویم اے ناگزیر
لنگی اور مٹی اور لگن لونڈی سے لو — تا چلیں ہم جلد تر حمام کو

سنقر آمد طاس و مندیل نکو — برگرفت و رفت با او دو بدو
سنقر اٹھا لے کے لنگی اور لگن — ساتھ اس کے وہ چلا پھر بے سخن

مسجدے بر رہ بُد و بانگ صلا — آمد اندر گوش سنقر بر ملا
مسجد اک رستے میں تھی بانگ اذاں — گوش سنقر میں وہ آئی بیگماں

بود سنقر سخت مولع در نماز — گفت اے میر من اے بندہ نواز
تھا جو سنقر کو بہت شوق نماز — بولا اے سردار اے بندہ نواز

تو بدیں دکاں زمانے صبر کن — تا گزارم فرض و خوانم لم یکن
تو ذرا کر صبر اس دکاں پہ — میں نماز فرض پڑھ لوں دوڑ کر

رفت سنقر میر بر دکاں نشست — منتظر از بادۂ پندار مست
بیٹھا وہ دکاں پہ سنقر گیا — منتظر وہ پُر غرور اس کا رہا

میر او بہر دل آں زندہ جاں — کرد یکساعت توقف بر دکاں
خواجہ نے سنقر کی خاطر بر ملا — اک گھڑی تک صبر دکاں پہ کیا

چون امام و قوم بیرون آمدند | از نماز و وردها فارغ شدند

جب امام و قوم سب باہر ہوئے | ہو چکے فارغ اس نماز و ورد سے

سنقر آنجا ماند تا نزدیک چاشت | میر سنقر را زمانے چشم داشت

جا چاشت تک سنقر وہیں ٹھہرا رہا | اک گھڑی تک خواجہ کی نظروں میں تھا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں | گفت مے نگذاردم آن ذوفنون

بولا اے سنقر! تو آتا کیوں نہیں | بولا ہاں یہ چھوڑ سکتا ہے کہیں

صبر کن نک آمدم اے روشنی | نیستم غافل کہ در گوشِ منی

صبر کر خواجہ ابھی آتا ہوں ابھی | میں نہیں غافل ضرورت سے تری

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد | تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد

سات بار اس نے یونہی آواز دی | جان اس غم سے عاجز آ گئی

پاسخش این بود مے نگذاردم | تا بروں آیم ہنوز اے محترم

تھا جواب اس کا نہیں یہ چھوڑتا | تا ابھی میں باہر آؤں اے فتا

گفت آخر مسجد اندر کس نماند | کیست وا میدارد آنجات کہ نشاند

بولا مسجد میں نہیں کوئی رہا | کون ہے جس نے وہاں تجھ کو رکھا

گفت آنکہ بستہ استت از بروں | بستہ است او ہم مرا از اندروں

بولا باہر جس نے روکا ہے تجھے | روکتا ہے وہ مجھی اندر مجھے

آنکہ نگذارد ترا کائی دروں | مے نگذارد مرا کایم بروں

تجھ کو آنے دیتا جو اندر نہیں | مجھ کو جانے دیتا وہ باہر نہیں

آنکہ نگذارد کزیں سو پا نہی | او بدیں سو بست پائے ایں رہی

جو تجھے چلنے نہیں دیتا وہاں | میرے پاؤں باندھتے ہیں اس نے یہاں

ماہیاں را بحر نگذارد بروں | خاکیاں را بحر نگذارد دروں

مچھلیوں کو باہر آنے دے نہ بحر | خاکیوں کو اندر آنے دے نہ بحر

اصل ماہی ز آب و حیوان از گلست — حیلہ و تدبیر اینجا باطلست

مچھلی پانی سے ہے حیواں خاک سے — حیلہ و تدبیر اس جا کیا چلے

قفل زفتست و گشایندہ خدا — دست در تسلیم زن اندر رضا

تالا محکم کھولنے والا خدا — اختیار اے دوست کر صبر و رضا

ذرہ ذرہ گر شود مفتاحہا — این گشایش نیست جز از کبریا

ذرے ذرے سے اگر کنجی بنے — قفل بے [illegible] خدا کب کھل سکے

چون فراموشت شود تدبیر خویش — یابی آن بخت جوان از پیر خویش

بھول جائے اپنی جب تدبیر تو — پیر سے پھر پائے اپنی آبرو

چون فراموش خودی یادت کنند — بندہ گشتی آنگہ آزادت کنند

وہ دلائیں یاد اگر بھولا ہے تو — اور کریں آزاد اگر بندہ ہے تو

گر تو خواہی حری و دل زندگی — بندگی کن بندگی کن بندگی

چاہیے آزادی اگر اور زندگی — بندگی کر بندگی کر بندگی

از خودی بگذر کہ تا یابی خدا — فانی حق شو کہ تا یابی بقا

تو خودی کو چھوڑ تا پاسکے خدا — اس میں فانی ہو تو مل جائے بقا

گر ترا باید وصال راستین — محو شو واللہ اعلم بالیقین

آرزو گر ہے حقیقی وصل کی — محو ہو واللہ اعلم اے اخی

انبیا کا کافروں سے ناامید ہونا

انبیا گفتند با خاطر کہ چند — میدہیم این او آنرا وعظ و پند

انبیا سب دل میں یوں کہنے لگے — پند کرتے ہیں اسے ہم اور اسے

چند کوبیم آہن سرد ز غے — در دمی آن در قفس ہین تا بکے

ٹھنڈا لوہا کوٹتے کب تک رہیں — دم دیں جان اس پنجرے میں ہم کیوں بھلا

جنبش خلق از قضا و عدہ است — تیزی دنداں ز سوز معدہ است
ہوتی ہے حرکت قضا و وعدہ سے — تیزی دنداں ہے سوز معدہ سے

عقل اوّل راند بر عقل دوم — ماہی از سر گندہ گردد نے ز دم
عقل ثانی پر ہے عقل اوّلیں — مچھلی سر سے گلتی ہے دم سے نہیں

لیک ہم میدان خر میراں چو تیر — چونکہ بلّغ[1] گفت حق شد ناگزیر
تو گدھا اپنا بھگا مانند تیر — حق نے بلّغ جب کہا ہے ناگزیر

تو نمیدانی کہ آخر چیستی — جہد کن چندانکہ دانی کیستی
کون ہے آخر نہیں تو جانتا — سعی کر اور پھر سمجھ تو خود ہے کیا

چون نہی بر پشت کشتی بار را — بر توکل میکنی آں کار را
بار جب تو پشت کشتی پہ رکھے — تو توکل اپنے مولا پہ کرے

تو نمی دانی کہ از ہر دو کیی[2] — غرقہ اندر سفر یا ناجیی
یہ نہیں معلوم ہو انجام کیا — غرق ہو یا پار ہو بیڑا ترا

گر بگوئی تا ندانم من کیم — در نخواہم تاخت بر کشتی و یم
گر کہے جب تک نہ جانوں کون ہوں — جانب کشتی و دریا کیوں چلوں

من درین رہ ناجیم یا غرقہ ام — کشف گرداں کز کدامین فرقہ ام
مجھ کو اب بچنا ہے یا ہے ڈوبنا — کھول دے مجھ پہ کہ اب ہونا ہے کیا

من نخواہم رفت این رہ با گماں — بر امید خشک ہمچوں دیگراں
ہیں گماں پر راہ چل سکتا نہیں — خشک سا کر کے مثل اوروں کے یقیں

ہیچ بازرگانی ناید ز تو — زانکہ در غیب است سرّ این دو رو
تو تجارت کچھ نہ تجھ سے ہو سکے — غیب میں یہ راز دونوں ہیں چھپے

سلہ[1] تبلیغ کر۔ پیغام پہنچا ۔

سلہ[2] یعنی ڈوبنے والا ہوں یا نجات پانے والا ۔

تاجر ترسندہ طبع شیشہ جاں — در طلب نے سود دارد نے زیاں
تاجر خائف جو ہے اور شیشہ جاں — ہے طلب میں تارکِ سود و زیاں

بل زیاں دارد کہ محروم است و خوار — نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار
بلکہ وہ نقصان اٹھائے خوار ہو — نور وہ پائے جو شعلہ خوار ہو

چونکہ بر بوکست جملہ کارہا — کار دیں اولیٰ کزاں یابی رہا
حصر امیدوں پہ ہے جب ہر کام کا — کار دیں بہتر ہے، تا ہو تو رہا

نیست دستورے درینجا قرع باب — جز امید اللہ اعلم بالصواب
کوئی ہوتا ہی نہیں یاں کامیاب — بے امید، اللہ اعلم بالصواب

مقلد کا ایمان خوف و رجا ہے

در ہمی ہر پیشہ امید است و بوک — گرچہ گردنشاں ز کوشش شد چو دوک
ہے ہر اک پیشہ یہاں امید سے — گرچہ گردن سعی سے تکلہ بنے

بامداداں چوں سوئے دکاں رود — بر امید و بوک روزی می رود
ہو روانہ صبحدم سوئے دکاں — اور روزی کی توقع پر رواں

بوک روزی نبودت چوں می روی — خوف حرماں ہست تو چونی قوی
جانئے کیوں شاید نہ ہو روزی تری — خوفِ حرماں ہے تو پھر کیوں ہے قوی

خوف حرمان ازل در کسب لوت — چوں نکردت سست اندر جستجوت
کسب میں ہے خوفِ حرمانِ ازل — ہو نہ جائے سست کیوں تیرا عمل

گوئی ارچہ خوف حرماں ہست پیش — ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
تو کہے گو خوف حرماں ہے سوا — کاہلی میں اور بھی ہے بڑھ گیا

ہست در کوشش امیدم بیشتر — دارم اندر کاہلی افزوں خطر
کوششوں میں ہیں امیدیں بیشتر — کاہلی میں ہے زیادہ کچھ خطر

سے نامرد پن

پس چرا در کار دیں اے بدگماں — دامنت میگیرد ایں خوف زیاں

کار دیں میں پھر یہ کیوں اے بدگماں — تیرا دامنگیر ہے خوف زیاں

یا ندیدی کاہل ایں بازار را — در چہ سود اند انبیاء و اولیاء

یا نہ دیکھا حال اس بازار کا — سود میں ہیں انبیاء و اولیاء

زیں دکان رفتن چہ کان شان و نمود — اندریں بازار چہ بستند سود

کیا ملی شان اُن کو اس دکان سے — کیا اُٹھائے فائدے بازار کے

آتش آں را رام چوں خلخال شد — بحر ایں را رام چوں حمال شد

آگ جوں پازیب ہے بس انکی رام — بحر ہے حمال کی صورت غلام

از دم آں مردہ زندہ شدہ — ابر آں را سایہ بان آمدہ

مردے اُن کے دم سے زندہ ہوگئے — اُن کے سر پہ ابر بنے سائے گئے

آہن آں را رام ہمچوں موم شد — باد آں را بندہ و محکوم شد

لوہا موم اُن کے کیے سے ہو گیا — ہو گئی محکوم پھر ان کی ہوا

شد ورا در دفع دشمن چوب مار — عنکبوتے شد مرایں را پردہ دار

تھا عصا دفع عدو کو مثل مار — مکڑی اُنکے واسطے تھی پردہ دار

اولیاء اللہ پوشیدہ ہیں

قوم دیگر سخت پنہاں میروند — شہرۂ خلقان ظاہر کے شوند

رہتی ہے پوشیدہ قوم اک دوسری — صاحبِ خلقت کے ظاہر کب ہوئی

اینہمہ دارند و چشم ہیچکس — بر نیفتد بر کیا شاں یک نفس

ان میں سب کچھ ہے مگر پھر بھی نظر — ان کی عظمت پہ نہیں پڑتی بشر

ہم کرامت شاں ہم ایشاں در حرم — نام شاں را نشنوند ابدال ہم

ہیں حرم میں وہ بھی اُنکے بخشش بھی — کب انہیں ابدال تک جانے کوئی

یا نمیدانی کرمہائے خدا | کو ترا میخواند اینسو کہ بیا
کیا نہیں تو جانتا لطفِ خدا | جو بلاتا ہے تجھے اس سمت آ

شش جہت عالم ہمہ اکرامِ اوست | ہر طرف کہ بنگری اعلامِ اوست
شش جہت میں اسکے اکرام اور نور | جس طرف دیکھے اُسی کا ہے ظہور

گر کہ پیشہ گویدت آتش در آ | اندر آ زود و مگو سوزد مرا
گر کہے تجھ سے کریم، آتش میں آ | جلد جا اور یہ نہ کہہ۔ جل جاؤنگا

کو ز آتش نرگس و نسریں کند | وز میانش غنچہا سر بر زند
آگ کو وہ نرگس و نسریں کرے | اس میں سے غنچے اُگائے پھول کے

در حقیقت آتش از ہیبت چو ما | گاہ زر و ستارخوانِ انبیاست
خوف سے ہے آگ پانی اے فتا | دھوتی ہے اگر وہ خوانِ انبیا

حضرت انس رض بن مالک کا دسترخوان

از انس فرزند مالک آمدہ است | کہ بمہمانیِ او شخصے شدہ است
ہے انس رض فرزند مالک کا بیاں | اُن کے گھر میں آیا تھا اک میہماں

او حکایت کرد کز بعد طعام | دید انس دستارخوانرا زرد فام
کہتا ہے وہ۔ کھا چکے جب ہم طعام | دیکھا دسترخواں انس رض نے زرد فام

چرکن و آلودہ گفت اے خادمہ | اندر افکن در تنورش یکدمہ
دیکھ کر میلا یہ لونڈی سے کہا | ڈال اسے تنور میں تو یہ ملا

در تنورِ پر ز آتش در فگند | آن زمان دستارخوان را ہوشمند
آگ کے تنور میں ڈالا دیا | اس نے دسترخواں کو لے مرد نیک

جملہ مہمانان در آن حیران شدند | انتظارِ دود و کندوری بدند
بیٹھے مہمان حیراں رہ گئے | کہتے دھوئیں کے منتظر بیٹھے ہوئے

اندر افتم از کمال اعتقید — نیستم زاکرام ایشاں نا امید
اعتقاد آ کود پڑتی ہیں وہیں — نا امیدی ان کی عظمت سے نہیں

سر در اندازم نہ ایں ستار خواں — زاعتماد ہر کریم راز داں
ڈال دوں میں سر بھی۔ دستر خواں کیا — اہل باطن پر بھروسا ہے بڑا

اے برادر خود بریں اکسیر زن — کم نباید صدق مرد از صدق زن
اے برادر! تو بھی رکھ اسپر قدم — کیوں ہو صدق مرد اک عورت سے کم

آں دل مردے کہ از زن کم بود — آں دلے باشد کہ کم زاشکم بود
مرد کا دل ہو اگر عورت سے کم — پیٹ سے بھی کم اسے کہتے ہیں ہم

آنحضرت کا قافلہ عرب کی فریاد رسی کرنا

اندراں وادی گروہے از عرب — خشک شد از قحط باراں شاں قرب
ایک وادی میں عرب کی قوم تھی — قحط سے تھی مشک بھی سوکھی پڑی

در میان آں بیاباں ماندہ — کاروانے مرگ بر خود خواندہ
وہ بیاباں میں تھے واماندہ پڑے — اور سب طالب تھے اپنی موت کے

ناگہانے آں مغیث ہر دو کون — مصطفیٰ پیدا شد از رہ بہر عون
ناگہاں کونین کے فریاد رس — مصطفیٰ پہنچے وہاں اک روز بس

دید کانجا کاروانے بس بزرگ — بر تف ریگ و رہے صعب سترگ
دیکھا اس جا اک بڑا سا قافلہ — گرم ریتی پہ پڑا ہے بے نوا

اشتراں شاں را زباں آویختہ — خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
سب زباں پر اونٹ کی سوکھی ہوئی — ریت پہ مخلوق ہے لیٹی ہوئی

رحمش آمد گفت ہیں زوتر روید — چند یارے سوئے آں کثباں دوید
رحم آیا اور فرمایا کہ ہاں — جاؤ اس ٹیلے کی جانب بیگماں

اکر سیاہے بر شتر مشک آورد | سوئے میر خود بزودی میبرد
ایک زنگی مشک پر لاتا ہے آب | جاتا ہے آقا کی جانب وہ شتاب

آں شتربان سیہ را با شتر | سوئے من آرید با فرمان مُر
ساربان کو ساتھ اس کے اونٹ کے | لاؤ میرے پاس میرے حکم سے

سوئے کفتاں آمدند آں طالباں | بعد یکساعت بدیدند آنچناں
آئے اس ٹیلے کی جانب کچھ جواں | بعد اک ساعت کے دیکھا بیکماں

بندۂ شد سیہ با اشترے | راویہ پُر آب چوں ہدیہ برے
ایک زنگی اونٹ پر تھا جا رہا | بھر کے مشک بھر کر بڑھا

پس بدو گفتند مے خواند ترا | ایں طرف فخر البشر خیر الوریٰ
پس کہا اس سے بلاتے ہیں تجھے | اس طرف سردار وہ کونین کے

گفت من نشناسم او را کیست او | گفت او آں ماہ روئے قند خو
بولا میں ان کو نہیں پہچانتا | بولے وہ ہیں ماہرو شیریں لقا

سید و سرور محمد نور جاں | مہتر و بہتر شفیع مجرماں
سید سرور محمد نور جاں | بہتر و افضل شفیع عاصیاں

نوعہا تعریف کردندش کہ ہست | گفت مانا او مگر آں ساحر است
مختلف کیں ان کی تعریفیں بڑی | بولا ہے شاید وہ جادوگر کوئی

کہ گروہے را زبوں کرد او بسحر | من نیایم جانب او نیم شبر
سحر سے اسنے کیا لوگوں کو خوار | اس کی جانب میں نہ جاؤں زینہار

کشکشانش آوریدند آں طرف | او فغاں داشت با تشنیع و تف
اس کو لے آئے وہاں وہ کھینچتے | شور و غل کرتا تھا وہ تشنیع سے

چوں کشیدندش بپیش آں عزیز | گفت نوشید آب و بردارید نیز
سامنے لائے جو حضرت کے شتاب | بولے پھر لو اور پی لو خوب آب

چاره‌ای از آن مشک او سیراب کرد | اشتران و هر کسی زان آب خورد

سب کو پانی دے دیا اس مشک سے | اونٹ اور سب سیر اس سے ہو گئے

راویه پر کرد از مشک او | ابر گردون خیره ماند از رشک او

مشک مشکیزے بھرے اس مشک سے | ابر کو حیرانیاں تھیں رشک سے

این کسی دیده است کز یک راویه | سرد گردد سوز چندین هاویه

یہ بھی دیکھا ہے کہیں اک مشک سے | پیاس اتنی دوزخوں کی بجھ سکے

این کسی دیده است کز یک مشک آب | گشت چندین مشک پر بے اضطراب

یہ کہیں دیکھا کہ صرف اک مشک آب | اتنی مشکوں کو بھرے بے اضطراب

مشک خود روپوش بود و موج فضل | می‌رسید از امر او از بحر اصل

مشک کی صورت میں موج فضل تھی | حکم رب سے بحر سے جو تھی ملی

آب از جوشش همی گردد هوا | وان هوا گردد ز سردی آب‌ها

جوش سے ہو جاتا ہے پانی ہوا | اور ہوا سردی سے پانی بن رہا

بلکه بے اسباب بیرون زین حکم | آب رویانید تکوین از عدم

بلکہ بے اسباب ــ بے تدبیر کے | پانی کو ہستی میں لایا نیست سے

تو ز طفلی چون سبب‌ها دیده‌ای | در سبب از جهل بر چفسیده‌ای

تو نے دیکھے ہیں لڑکپن سے سبب | اس لئے تجھ کو سبب کی ہے طلب

با سبب‌ها از مسبب غافلی | سوی این روپوش‌ها زان مایلی

یہ سبب روکیں مسبب سے تجھے | مائل اس روپوش پہ ہے اس لئے

چون سبب‌ها رفت بر سر می‌زنی | ربنا و ربنا‌ها می‌کنی

جب گئے اسباب پیٹے گا سر | ربنا آئے گا لب پہ بے خطر

رب همی‌گوید برو سوی سبب | چون ز صنعم یاد کردی ای عجب

رب کہے گا۔ جا سوئے اسباب جا | یاد کیوں صنعت سے تھا مجھ کو کیا

گفت زین پس من ترا بینم همه | ننگرم سوی سبب وان دمدمه

تو کہے چھوڑوں گا سب کو بعد ازیں | اب سبب پہ میں نہ لاؤں گا یقیں

گر بدیش رُدّوا لعادوا کار تست	اے تو اندر توبہ و میثاق سست
وہ کہے "رُدّوا لعادوا" تیرا کام	عہد اور توبہ میں تو ہے سست و خام
لیک من آں ننگرم رحمت کنم	رحمتم پرست بر رحمت تنم
میں نہ کچھ دیکھوں مگر رحمت کروں	ہوں میں راحم میری رحمت ہے فزوں
ننگرم عہدِ بدت بدہم عطا	از کرم اینِ دم چو میخواہی مرا
عہدِ بد کو میں نہ دیکھوں دوں عطا	کیا ہے تو مجھ سے کرم سے مانگتا
از من آید جملہ احسان و وفا	وز تو بدعہدی و نسیان و خطا
مجھ سے ہیں یہ سارے احسان و وفا	تجھ سے ہے بدعہدی ہے نسیاں اور خطا
حاصل آنکہ در سبب پیچیدۂ	لیک معذوری نہ ہیں اے ادبدۂ
مختصر یہ ہے سبب میں مبتلا	ہے مگر معذور دیکھا جو خطا
قافلہ حیراں شد از کار او	یا محمد چیست ایں اے بحر خو
قافلہ اس بات سے حیراں ہوا	یا محمد ہے عجب یہ ماجرا
کردۂ روپوش مشک خُرد را	غرقہ کردی ہم عرب ہم کُرد را
کر دیا پنہاں ایک مشک خُرد کو	غرق کر ڈالا عرب اور کُرد کو

رسول خدا کا معجزہ

اے غلام اکنوں تو پُر بیں مشک خود	تا نگوئی در شکایت نیک و بد
اے غلام اب اپنا مشکیزہ بھی دیکھ	تا نہ ہو شکوہ تجھے اس بات پر
آں سیہ حیراں شد از برہان او	می دمید از لامکاں ایمان او
زنگی اس برہان سے حیرت میں تھا	لامکاں سے اس کو ایماں مل گیا

لہ اگر تمہیں دنیا میں لوٹا دیں تو تم انہی منہیات کی طرف پھر لوٹ جاؤ ۔

سلہ دلیل - معجزہ ۔

چشمۂ پیدا ز ہوا پنہاں شدہ
منکشف رو پوش فیض آں شدہ

دیکھا اک چشمہ ہوا سے ہے رواں
منکشف ہے فیض اس سے بے نشاں

آں نظر روپوشہا ہم بر درید
تا معین چشمۂ غیبی رسید

پھاڑتی ہے وہ نظر سارے حجاب
غیب کے چشمے تلک ہے کامیاب

چشمہا پر آب کرد آں مرد غلام
شد فراموشش ز خواجہ وز مقام

رو دیا پر چشم ہو کر وہ غلام
بھولا وہ خواجہ کو اور اپنا مقام

دست و پایش ماند از رفتن براہ
زلزلہ افگند در جانش اِلٰہ

راستہ چلنے سے عاجز ہو گیا
زلزلہ سا جان میں اسکی پڑا

باز بہرِ مصلحت بازش کشید
کہ بخویش آ باز رو اے مستفید

مصلحت سے ہوش میں اسکو کیا
اور کہا آ اپنے میں آ منزل کو جا

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست
ایں زماں در رہ در آ چالاک و چست

ہوش میں حیراں ہے یہ حیرت سامنے
مستعد ہو اور اپنی راہ لے

دستہائے مصطفیٰؐ بر رو نہاد
بوسہائے عاشقانہ بس بداد

ہاتھ منہ پر شاہ والا کے رکھے
عاشقوں کی طرح کچھ بوسے دیئے

مصطفیٰؐ دستِ مبارک بر رخش
آں زماں مالید کرد او فرخش

مصطفیٰؐ نے ہاتھ چہرے پر ملے
شادماں اس کو کیا الطاف سے

شد سپید آں زنگی زادہ حبش
ہمچو بدر و روز روشن شد شبش

رنگ اس زنگی کا گورا ہو گیا
اور اس کی شب سے ہالا چاند کا

یوسفے شد در جمال و در دلال
گفتمش اکنوں بروبہ وا گوے حال

مثلِ یوسف حسن اس کا بڑھ گیا
بولے اب جا اور بیاں کر ماجرا

او ہمے شد بیخبر بے پا و دست
پائے می نشناخت در رفتن ز دست

ہو رہا تھا بے سر و پا مست سا
پاؤں کو وہ پھر تھا چلتا راستہ

پس بیامد با دو مشک پُر رواں ‎ ‎ سوئے خواجہ از نواحی کارواں
دو بھری مشکیں وہ زنگی لے چلا ‎ ‎ جانب خواجہ جو چھوڑا تھا قافلا
خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود ‎ ‎ کاں غلامش دیر مے آمد ز ورد
منتظر بیٹھا تھا رہ میں خواجہ بھی ‎ ‎ وہ غلام آیا نہ اب تک دیر کی

خواجہ کا غلام کو نہ پہچاننا

خواجہ از دورش بدید و خیرہ ماند ‎ ‎ از تحیر اہل آں دہ را بخواند
خواجہ نے دیکھا تو حیراں ہو گیا ‎ ‎ اور لیا سب گاؤں والوں کو بلا
راویہ ما اشتر ما ہست ایں ‎ ‎ پس کجا شد بندۂ زنگی جبیں
ہے ہماری مشک بھی اور اونٹ بھی ‎ ‎ بندۂ زنگی نہیں ہے اور ہی
آں یکے بدر است مے آید ز دور ‎ ‎ مے زند بر نور روز از روش نور
چاند ہے اک دور سے آتا نظر ‎ ‎ غالب اس کا نور نور روز پر
کو غلام ما مگر سرگشتہ شد ‎ ‎ یا بدو گرگے رسید و کشتہ شد
ہو گیا بے راہ شاید وہ غلام ‎ ‎ گرگ نے یا کام کر ڈالا تمام
یا مگر او را بکشت ایں بد گہر ‎ ‎ اشترش آورد اینجا از قدر
یا کیا قتل اسکو اس بدذات نے ‎ ‎ اونٹ اس کا لایا ہے [illegible]
چوں بیامد پیش گفتش کیستی ‎ ‎ از یمن زادے یا ترکیستی
جب وہ آیا کی یہ اس سے گفتگو ‎ ‎ ترک ہے تو یا یمن زادہ ہے تو
کو غلامم را چہ کردی است گو ‎ ‎ گر بکشتی وا نما حیلت مجو
کیا ہوا میرا غلام اب سچ بتا ‎ ‎ صاف کہہ دے قتل اگر اس کو کیا
گفت گر کشتم بتو چوں آمدم ‎ ‎ چوں بپائے خود دریں خوں آمدم
بولا کیوں آتا یہاں گر مارتا ‎ ‎ پاؤں سے اپنے میں ہوتا مبتلا

گفت نے نے در نگیرد با منست ‏ ‏ ‏ راست باید گفت سرّ این ست

بولا۔ یوں اب مخلصی پائیگا تو ‏ ‏ ‏ سچ بتا جو بات ہو اے حیلہ جو

گو غلام من بگفت اینک منم ‏ ‏ ‏ کرد است افضال یزداں روشنم

میرا بندہ ہے کہاں، میں ہوں کہا ‏ ‏ ‏ فضل خالق نے مجھے روشن کیا

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام ‏ ‏ ‏ صاحب فضلے و قدرے گشتہ ام

بدر ہوں اک صدر کو میں دیکھ کر ‏ ‏ ‏ ہوں میں اہل فضل و قدر اے خوش سیر

ہی چہ میگوئی غلام من کجاست ‏ ‏ ‏ ہیں بگو راہی ست از من جستہ راست

ہے کہاں بندہ مرا۔ اس نے کہا ‏ ‏ ‏ میں نہ چھوڑوں گا تجھے۔ سچ سچ بتا

گفت اسرار ترا با آں غلام ‏ ‏ ‏ جملہ واگویم یکایک من تمام

بولا تیرے بھید اور حال غلام ‏ ‏ ‏ میں بیاں اب تجھ سے کرتا ہوں تمام

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا ‏ ‏ ‏ تا باکنوں باز گویم ماجرا

جس گھڑی تو نے خریدا تھا مجھے ‏ ‏ ‏ میں سناؤں حال اب تک کے تجھے

تا بدانی کہ ہمانم در وجود ‏ ‏ ‏ گرچہ از شبدیز من صبحے گشود

تا یقیں آئے کہ ہوں تو میں وہی ‏ ‏ ‏ بن گئی ہے صبح رنگت رات کی

رنگ دیگر شد ولیکن جان پاک ‏ ‏ ‏ فارغ از رنگست و از ارکان خاک

رنگ کو بدلا۔ وہی ہے جان پاک ‏ ‏ ‏ دور اس سے رنگ اور ارکان خاک

تن شناساں زود ما را گم کنند ‏ ‏ ‏ آب نوشاں ترک مشک و خم کنند

مجھ کو کھو بیٹھے ہیں جو ہیں تن شناس ‏ ‏ ‏ مشک چھوڑیں، تن کی بجھ جاتی ہے پیاس

جاں شناساں از عددہا فارغند ‏ ‏ ‏ غرقۂ دریائے بیچونند و چند

جاں شناس اعداد سے فارغ رہیں ‏ ‏ ‏ غرق خود کو بحر بیچوں میں کریں

لہ یعنی غلام نے کہا ؎

جاں شو و از راہ جاں جاں را شناس | یار بینش شو نہ فرزند قیاس
جان ہو اور راہِ جاں سے جاں شناس | یارِ بینش بن نہ فرزندِ قیاس

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند | بہر حکمت بر دو صورت گشتہ اند
ایک ہے منبع ملک اور عقل کا | حکمتاً دو صورتیں ہیں برملا

آں ملک با عقل از یک گوہرند | در پئے ہم ہمچو دنبال و سرند
ہیں ملک اور عقل دونوں ہم گہر | آسکے پیچھے ہیں مثالِ دُم و سر

آں ملک چوں مرغ بال و پر گرفت | ویں خرد بگذاشت پر و فر گرفت
بال اور پر اُن فرشتوں کو ملے | عقل نے پر چھوڑے فر کے واسطے

لاجرم ہر دو مناصر آمدند | ہر دو خوش رو پشتِ ہمدیگر شدند
اس لئے دونوں معاون بن گئے | کر کے آپس میں مدد شاداں ہوئے

ہم ملک ہم عقل حق را واجدے | ہر دو آدم را معین و ساجدے
یہ ملک اور عقل کو حق کا یقیں | دونوں ہیں آدم کے ساجد اور معین

نفس و شیطاں بودہ ز اوّل واحدے | بودہ آدم را عدو و حاسدے
نفس و شیطاں بھی ازل سے ایک تھے | دشمن و حاسد جو آدم کے تھے

آنکہ آدم را بدن دید او رمید | و آنکہ نورِ مؤتمن دید او خمید
جس نے آدم کو بدن سمجھا پھرا | نور کا جس نے امیں دیکھا جھکا

آں دو دیدہ روشناں بودہ ازیں | ویں دو را دیدہ ندیدہ غیرِ طیں
وہ دو آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں | ان کو خاک آئی نظر اور کچھ نہیں

ایں بیاں اکنوں چو خر بر یخ بماند | چوں نشاید بر جہود انجیل خواند
برف میں یہ قصہ مثلِ خر پھنسا | قولِ انجیل اب یہودی کو سنا

سلہ غفلت اور دہ ہے

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ — کے تواں بربط زدن در پیش کر

کیا عمرؓ کا حال کہئے شیعوں سے — سامنے بہرے کے بربط کیا بجے

لیک گر در دہ بگوشہ یک کس است — ہاے وہوئے کہ بر آوردم بس است

یہ جو گاؤں کے ہے گوشے میں کوئی — ہاو ہو کافی ہے یہ میں نے جو کی

مستحقِ شرح را سنگ و کلوخ — ناطقے گردد مشرح با رسوخ

مستحق شرح کو سنگ و کلوخ — ناطق و شارح ہیں گویا با رسوخ

این نیاز مریمیؑ بود است و درد — کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد

یہ نیاز و درد مریمؑ ہے اچھی — دی شہادت بچےؑ نے اور بات کی

جزو او بے او برائے او بگفت — جزو جزوت گفت دارد در نہفت

اس کے جزو نے اس کی خاطر کچھ کہا — نطق اک پنہاں رکھے جزو جزو ترا

دست و پا شاہد شوندت اے رہی — منکری را چند دست و پا نہی

ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں ترے — منکری آخر کہاں تک تو کرے

ور نباشی مستحق شرح و گفت — ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت

مستحق اس شرح کا گر تو نہیں — تیرا گویا ناطقہ چپ ہو وہیں

خدا نے سب کچھ مطابق حاجت[۱] پیدا کیا

ہر چہ روئید از پئے محتاج رست — تا بیابد طالبے چیزے کہ جست

جو اُگا محتاج کی خاطر اُگا — تا ملے طالب کو جو ہے ڈھونڈتا

حق تعالیٰ گر سماوات آفرید — از برائے رفع حاجات آفرید

حق تعالیٰ نے فلک پیدا کئے — خلق کی حاجت برآری کے لئے

۱؎ مضبوطی سے ش

هر که جویا شد بیابد عاقبت | مایهٔ درد است اصل مرحمت

جس نے ڈھونڈا۔ اُس نے پایا عاقبت | درد ہی گویا ہے وجہ مرحمت

هر کجا دردے دوا آنجا رود | هر کجا فقرے نوا آنجا رود

درد ہو جس جا۔ دوا جائے وہاں | بھوک ہو جس جا۔ غذا جائے وہاں

هر کجا مشکل جواب آنجا رود | هر کجا پستی ست آب آنجا رود

ہو جہاں مشکل جواب اُس جا عیاں | ہے جہاں پستی، وہاں پانی رواں

آب کم جو تشنگی آور بدست | تا بجوشد آبت از بالا و پست

پانی کم پی، کر لے پیدا تشنگی | تا کہ جوش آب رحمت ہو اٹھی

تا نزاید طفلک نازک گلو | کے روان گردد ز پستان شیر او

ہو نہ پیدا بچہ جب تک بیگماں | چھاتیوں سے دودھ کیونکر ہو رواں

رو بدین بالا و پستیها بدو | تا شوی تشنه و حرارت را گرو

پیچھے اُوپر دوڑ کر تو ڈھونڈ آتے | تا ہو تشنہ اور تیری گرمی بڑھے

بعد ازاں از بانگ زنبور ہوا | بانگ آب جو بنوشی اے کیا

بعد ازاں تو ہر ہوا کے ساز سے | نہر کی آواز بے پردہ سنے

حاجت تو کم نباشد از حشیش | آب اگیری سوے او کشیش

تیری حاجت کم نہ ہو گی گھاس سے | پانی کو لے آئے گا تو کھینچ کے

گوش گیری آب او مے کشی | سوئے زرع خشک تا یابد خوشی

کان پکڑے، کھینچ کر پانی کو لائے | خشک کھیتی کی طرف اور چین پائے

زرع جان را کش جواهر مضمرست | ابر رحمت پر ز آب کوثرست

جان کی کھیتی میں جو ہر ہیں نہاں | آب کوثر ابر رحمت میں نہاں

تا سقاهم ربهم آید خطاب[1] | تشنه باش الله اعلم بالصواب

تا سقاهم ربہم آئے خطاب | تشنہ رہ واللہ اعلم بالصواب

[1] قولہ تعالیٰ و سقاهم ربهم شراباً طهوراً یعنی اُنکا رب انہیں شراب طہور پلائیگا

ایک کافرہ کا حضورؐ کی خدمت میں آنا

ہم ازاں دہ یک زنے از کافراں	سوئے پیغمبر دواں شد زامتحاں
کافرہ عورت تھی ایک اس گاؤں کی	امتحاناً آئی نزدیک نبیؐ
پیش پیغمبر در آمد با خمار	کودکے دو ماہہ زن را در کنار
چادر اوڑھے آئی تھی وہ کافرہ	گود میں بچہ تھا اک دو ماہ کا
گفت کودک سلم اللہ علیک	یا رسول اللہ قد جئنا الیک[1]
بولا بچہ - آپ پہ حق کا سلام	یا رسولؐ اللہ حاضر ہے غلام
مادرش از خشم گفتش ہیں خموش	کیت افگند ایں شہادت اندر گوش
ماں نے خاموش اس کو غصے سے کیا	جب گواہی اس کو یوں دیتے سنا
ایں کیت آموخت اے طفل صغیر	کز زبانت گشت در طفلی جہیر
یہ سکھایا کس نے اے طفل صغیر	جو زباں طفلی میں ہے یوں نطق گیر
گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل	در بیاں با جبرئیلم من رسیل
بولا حق نے معرفت جبریلؑ کی	ہم سخن جبریلؑ مجھ سے ہے ابھی
گفت کو گفتا کہ بالائے سرت	مے نہ بینی کن بیالا منظرت
بولی کس جا ہے - کہا سر پہ ترے	گو نظر آئیں نہ وہ سر پہ کھڑے
ایستادہ بر سر تو جبرئیل	مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل
سر پہ ہیں جبریلؑ وہ تیرے کھڑے	سیکڑوں راہیں بتاتے ہیں مجھے
گفت مے بینی تو گفتا کہ بلے	بر سرت تاباں چو بدرے کاملے
بولی آتا ہے نظر؟ بولا کہ ہاں	تیرے سر پر چاند بن کر ہیں عیاں

[1] اے اللہ کے رسولؐ تم پر اللہ کا سلام ہو۔ بے شک میں تمہارے پاس آیا ہوں۔

ہے بیاموزد مرا وصفِ رسول	پر علوم ہے رسانَد زین نزول
ہیں سکھاتے مجھ کو وصفِ مصطفیٰ	لا کے اسفل سے مجھے سوئے علا
پس رسولش گفت اے طفلِ رضیع	چیست نامت باز گو و شو مطیع
مصطفیٰ بولے کہ طفلِ شیر خوار!	کیا ہے تیرا نام کر دے آشکار
گفت نامم پیشِ حق عبد العزیز	عبدِ عزّیٰ پیشِ ایں یک مشتِ حیز
بولا میرا نام ہے عبد العزیز	"عبدِ عزّیٰ" پیش قوم بے تمیز
من ز عزّیٰ پاک و بیزار و بری	حقِ آنکہ دادت ایں پیغمبری
پاک ہوں عزّیٰ سے ۔ شاہد ہے خدا	آپ کو جس نے ہے پیغمبر کیا
کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر	درسِ بالغ گفتہ چوں اصحابِ صدر
دو مہینے کا وہ بچہ مثلِ بدر	گفتگو کامل کرے جوں اہلِ صدر
پس حنوط آندم ز جنت در رسید	تا دماغِ طفل و مادر بو کشید
آئی خوشبو اس گھڑی فردوس سے	بچے نے اور ماں نے بس سونگھا اُسے
ہر دو میگفتند کز خوفِ سقوط	جاں سپردن بہ بریں بوئے حنوط
دونوں کہتے تھے کہ خوفِ[1] سقوط سے	جان اس خوشبو پہ دینی چاہیے
آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند	جامد و نامیش صد صدق زند
جس کی تعریفیں شہنشہ خود کرے	اور سب مخلوق اُسے تحسیں کہے
آں کسے را کہ معرّف حق بود	جامد و نامیش صد صدق بود
ہیں جو کوئی عارفِ اللہ ہو	اس کی سب تصدیق کرتے ہیں شنو
آں کسے کش خدا حافظ بود	مرغ و ماہی مر ورا حارس شود
جس کا حافظ ہو خدائے انس و جاں	مرغ و ماہی سب ہوں اُسکے پاسباں

[1] یعنی اس خوف سے کہ یہ خوشبو آتے آتے بند نہ ہو جائے ۔

ایک عقاب کا موزۂ رسولؐ کو لے جانا

اندریں بودند کآواز صلا | مصطفیٰؐ بشنید از سوئے علا
تھیں یہی باتیں کہ آواز صلا | آسماں سے آئی سوئے مصطفیٰؐ

خواست آبے و وضو را تازہ کرد | دست و رو را شست او زاں آب سرد
پانی مانگا اور وضو تازہ کیا | ہاتھ منہ پانی سے دھویا برملا

ہر دو پا شست و بموزہ کرد رائے | موزہ را بربود یک موزہ ربائے
پاؤں دھو کر قصد موزے کا کیا | اور موزہ لے گیا موزہ ربا

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب | موزہ را بربود از دستش عقاب
سوئے موزہ ہاتھ حضرتؐ کا بڑھا | اک عقاب آیا وہ موزہ لے گیا

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد | پس نگوں کرد و ازاں مارے فتاد
وہ ہوا میں جو موزہ لے اڑا | جبکہ الٹا سانپ اس میں سے گرا

در فتاد از موزہ یک مارے سیاہ | زاں عنایت شد عقابش نیک خواہ
موزے میں سے سانپ اک کالا گرا | نیک خواہی جانور کی دیکھنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز | گفت ہیں بستاں و رو سوئے نماز
لایا پھر موزہ عقاب با نیاز | اور بولا لیجیے پڑھیے نماز

از ضرورت کردم ایں گستاخئے | من ز ادب دارم شکستہ شاخئے
تھی یہ گستاخی ضرورت سے مجھے | میں ہوں شرمندہ ادب سے سربسر

وائے کو گستاخ پا مے نہد | بے ضرورت کش ہوا فتوے دہد
وائے وہ گستاخ جو پاؤں رکھے | بے ضرورت اور ہوس کے حکم سے

پس رسولش شکر کرد و گفت ما | ایں جفا دیدیم و خود بود آں وفا
شکر کر کے مصطفیٰؐ نے یوں کہا | گو جفا تھی وہ مگر خود تھی وفا

موزہ بربودے و من دی رہم شدم ‏ ‏ ‏ ‏ تو غمم بردی و من در غم شدم
لے گیا تو موزہ۔ میں غصے ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ تھا مجھے غم اور تو غمخوار تھا

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود ‏ ‏ ‏ ‏ دل در آں لحظہ بخود مشغول بود
دی خدا نے گو کہ غیبوں کی خبر ‏ ‏ ‏ ‏ دل تھا مشغول اس گھڑی خود ہیں مگر

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست ‏ ‏ ‏ ‏ دیدنم آں غیب را ہم عکس تست
بولا تم سے دور یہ غفلت کہاں ‏ ‏ ‏ ‏ تھا تمہارا عکس مجھ پر ضو فشاں

مار در موزہ بہ بینم در ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ
سانپ موزے میں نظر آیا مجھے ‏ ‏ ‏ ‏ مجھ میں کیا ہے عکس تھے یہ آپ کے

عکس نورانی ہمہ روشن بود ‏ ‏ ‏ ‏ عکس ظلمانی ہمہ گلخن بود
عکس نورانی ہے روشن سر بسر ‏ ‏ ‏ ‏ عکس ظلمت کا ہے گلخن سر بسر

عکس عبد اللہ ہمہ نوری بود ‏ ‏ ‏ ‏ عکس بیگانہ ہمہ کوری بود
عکس عبد اللہ کا نوری ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ عکس بیگانہ ہے کوری اسے فنا

عکس ہر کس را بداں یکجاں ببیں ‏ ‏ ‏ ‏ پہلوے جنسے کہ میخواہی نشیں
عکس سب کا دیکھ لے اے با وفا ‏ ‏ ‏ ‏ چاہے جس کے پہلو میں پھر بیٹھ جا

اس حکایت میں ایک عبرت ہے

عبرتست ایں قصہ اے جاں مر ترا ‏ ‏ ‏ ‏ تا شوی راضی تو در حکم خدا
عبرت اس قصہ میں ہے تیرے لیے ‏ ‏ ‏ ‏ تا ہو راضی حکم سے اللہ کے

تا کہ زیرک باشی و نیکو گماں ‏ ‏ ‏ ‏ چوں ببینی واقعہ بد ناگہاں
تا کہ تو دانا رہے اور خوش گماں ‏ ‏ ‏ ‏ واقعہ جب ہو برا اک ناگہاں

دیگراں گردند زرد از بیم آں ‏ ‏ ‏ ‏ تو چو گل خنداں گہ سود و زیاں
دوسرے ہوں زرد اسکے خوف سے ‏ ‏ ‏ ‏ نفع یا نقصان جب ہو تو ہنسے

زانکہ گل گر برگ برگش میکنی ‌‌‌‌ ‌ خندہ نگذارد نگردد منثنی

پتی پتی پھول کی توڑے جو تو ‌ ہو نہ پژمردہ۔ نہ جائے رنگ و بو

گوید از خارے چرا افتم بہ غم ‌ خندہ را من خود ز خار آوردہ ام

یوں کہے کانٹے سے میں کیوں غم کروں ‌ خود ہنسی کو خار سے میں لایا ہوں

ہرچہ از تو یاوہ گردد از قضا ‌ تو یقیں داں کہ خریدت از بلا

تجھ سے لے لے کچھ اگر دستِ قضا ‌ کر یقیں۔ گویا بلاؤں سے چھٹا

ما التصوف قال وجدان الفرح ‌ فی الفؤاد عند اتیان الترح

ہے تصوف صرف وجدانِ سرور ‌ دل میں جب اندوہ کا دیکھے وفور

آں عقابش را عقابے داں کہ او ‌ در ربود آں موزہ را زاں نیکخو

اس بلا کو جان لے تو اک عقاب ‌ لے گیا جو موزہ نیکی مآب

تا رہاند پاش را از زخم مار ‌ اے خنک عقلے کہ باشد بےغبار

پاؤں اُن کا سانپ کی زد سے بچا ‌ عقل وہ جس میں نہ لغزش ہو ذرا

گفت لا تاسوا علی ما فاتکم ‌ ان اتی السرحان اردی شاتکم

فوت کچھ ہو جائے تو غمگیں نہ ہو ‌ بھیڑیا لے جائے چاہے بھیڑ کو

لیک ہرچہ آں فوت شد غمگیں مشو ‌ وانکہ گر شد کہنہ آید باز نو

فوت ہونے والی شے کا غم ہے کیا ‌ کہنہ ساماں جب گیا۔ آیا نیا

گر بلا آید ترا اندہ مبر ‌ ور زیاں بینی غم او را مخور

گر بلا آئے کوئی۔ تا غم نہ کر ‌ اور کچھ نقصاں ہو۔ تو غم نہ کر

کاں بلا دفع بلاہائے بزرگ ‌ واں زیاں منع زیانہائے سترگ

وہ بلا ہے سو بلاؤں کی فنا ‌ وہ زیاں دے سو زیانوں سے بچا

راحتِ جاں آمد اے جاں فوتِ مال ‌ مال چوں جمع آمد اے جاں شد وبال

جان کی راحت ہے ایجاں فوتِ مال ‌ مال جب ہو جمع ہے جی کا وبال

حضرتِ موسیٰؑ سے ایک شخص کی استدعا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں　　کہ بیاموزم زبانِ جانوراں
بولا یہ موسیٰؑ سے اک مردِ جواں　　جانور کی مجھ کو سکھلا دو زباں

تا بود کز بانگِ حیوانات و دد　　عبرتے حاصل کنم در دینِ خود
تا کہ میں آوازِ حیوانات سے　　عبرتیں حاصل کروں ہر بات سے

چوں زبانہائے بنی آدم ہمہ　　در پئے آبست و نان و دمدمہ
کیونکہ یہ انساں کی ساری بولیاں　　روٹی پانی کے لئے ہیں بیگماں

بو کہ حیوانات را دردِ دگر　　باشد از تدبیرِ ہنگامِ گذر
دردِ حیوانات ہو شاید دوسرا　　جس میں ہو تدبیر ہنگامِ فنا

گفت موسیٰؑ رو گذر کن زیں ہوس　　کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
بولے موسیٰؑ اس ہوس کو چھوڑ دے　　کیونکہ اس میں ہیں نہاں خطرے بڑے

عبرت و بیداری از یزداں طلب　　نز کتاب و از مقال و حرف و لب
عبرت و بیداری مانگ اللہ سے　　تو کتاب و حرف و لب سب چھوڑ دے

گرم تر شد مرد زاں منعش کہ کرد　　گرم تر گردد ہمے از منع مرد
منع کرنے سے وہ کچھ برہم ہوا　　منع کرنے سے ہے شعلہ بھڑکتا

گفت اے موسیٰؑ چو نورِ تو بتافت　　ہر کہ چیزے یافت از تو چیز یافت
بولا اے موسیٰؑ جو چمکا تیرا نور　　تجھ سے پایا جس نے پایا کچھ شعور

مر مرا محروم کردن زیں مراد　　لائقِ لطفت نباشد اے جواد
کرنا محروم اپنے مقصد سے مجھے　　کب ہے لائق تیرے لطف و جود کے

ایں زماں قائم مقامِ حق توئی　　یاس باشد گر مرا مانع شوی
اب ہے تو قائم مقام اللہ کا　　یاس ہو گی منع گر مجھ کو کیا

گفت موسیٰؑ یا رب این مرد سلیم — سخرہ کردستش مگر دیو رجیم
بولے موسیٰؑ کہتا ہے یا رب یہ کیا — اس پہ کیا شیطان غالب ہو گیا

گر بیاموزم زباں کارش بود — ور نیاموزم دلش بد مے شود
گر سکھا دوں تو اسے ہوگا زیاں — ورنہ ہو جائیگا بد دل یہ جواں

گفت اے موسیٰؑ بیاموزش کہ ما — رد نکردیم از کرم ہرگز دعا
دی ندا حق نے کہ موسیٰؑ دو سکھا — رد نہیں کرتے کسی کی ہم دعا

گفت یا رب او پشیمانی خورد — دست خاید جامہا را بر درد
بولے وہ ہوگا پشیماں اے خدا — ہاتھ چبا لیگا تو کپڑے پھاڑیگا

نیست قدرت ہر کسے را سازوار — عجز بہتر مایۂ پرہیزگار
راس قدرت ہر کسی کو کب ہوئی — عجز ہے سرمایۂ ہر متقی

فقر زیں رو فخر آمد جاوداں — کہ بہ تقوے ماند دستش جاوداں
اس لیے ہے فقر فخر جاوداں — ہاتھ تقوے میں ہے اس کا بیگماں

زاں غنا و زاں غنی مردود شد — کہ ز قدرت صبرہا بدرود شد
یوں ہیں مردود اب غنی اور یہ غنا — صبر ہے مقدور سے جاتا رہا

آدمی را عجز و فقر آمد اماں — از بلائے نفس پر حرص و غماں
عجز اور فقر آدمی کی ہے اماں — نفس کی حرص اور بلاؤں سے یہاں

آں غم آمد ز آرزوہائے فضول — کہ بداں خو کردہ است آں صید غول
ہیں فضول امیدیں سارے غم فزا — جس کا خوگر ہے حریص بیوفا

آرزوئے گل بود گل خوارہ را — گلشکر نگوارد آں بیچارہ را
خواہش گل ہوتی ہے گل خوار کو — خوشگوار اس کو کہاں گلقند ہو

حضرت موسیٰؑ کو وحی آنا

بعد از آں وحی آمد از حضرت کہ رو　　ہر چہ میگوید بلطف خود شنو
وحی پھر آئی کہ اے موسیٰؑ اٹھو　　وہ جو کچھ چاہے اُسے سکھلا بھی دو

گفت یزداں کہ بدہ بایست او　　بر کشاد اختیار آں دست او
حکم حق تھا۔ اس کے لائق اسکو دے　　قدرت اُس کو اختیاروں پر رہے

اختیار آمد عبادت را نمک　　ورنہ میگردد بناخواہ ایں فلک
ہے عبادت کا نمک یہ اختیار　　چرخ کی گردش تو بے خواہش ہے یار

گردش او را نہ اجر و نے عقاب　　کاختیار آمد ہنر وقتِ حساب
اجر ہی ہے اور نہ گردش پہ عذاب　　دیکھتے ہیں بس ہنر وقتِ حساب

جملہ عالم خود مسبح آمدند　　نیست زاں تسبیح جبری مزد مند
ساری دُنیا ہے یہاں تسبیح خواں　　نفع جبری کو مگر اس سے کہاں

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن　　تاکہ غازی گردد او یا راہزن
کہ نہ عاجز تیغ دیدے بے سخن　　تاکہ وہ غازی بنے یا راہزن

زانکہ کرمنا شد آدم ز اختیار　　نیم زنبور عسل شد نیم مار
چونکہ کرمنا کا سبب تھا اختیار　　نیم شہد اور ہو گیا وہ نصف مار

مومناں کان عسل زنبور وار　　کافراں خود کان زہرے ہمچو مار
سامنے مومن شہد ہیں یہ لے اٹھی　　اور کافر کان زہر مار کی

زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات　　تا چو نحلے گشت ریق او حیات
کھائی ہے مومن نے جو بہتر نبات　　تھوک ہی اسکا شہد اور آبِ حیات

باز کافر خورد شربت از صدید　　ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
کافروں نے شربتِ گندہ پیا　　اس نے اُن میں زہر پیدا کر دیا

مرد طالب کا مرغ اور کتے کی بولی سیکھنا

گفت موسیٰ ہین تو دانی در رسید — نطق این ہر دو شود بر تو پدید
بولے موسیٰ اچھا تو ہو دلفگار — نطق ان دونوں کا ہوگا آشکار

بامداداں آں بہائے امتحاں — ایستاد او منتظر بر آستاں
امتحاں کا جب سویرا ہو گیا — اپنے در پہ منتظر تھا وہ کھڑا

خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد — پارۂ نانِ بیات آثار زاد
خادمہ نے خواں جھاڑا تو گرا — روٹی کا ٹکڑا جو تھا باسی بچا

در ربود آنرا خروسے چوں گرو — گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو
مرغ وہ ٹکڑا اٹھا کر لے گیا — بولا کتا ظلم یہ ہم پر کیا

دانۂ گندم توانی خورد و من — عاجزم در دانہ خوردن در وطن
تو تو کھا سکتا ہے دانہ گیہوں کا — اور میں دانہ کھا نہیں سکتا [illegible]

گندم و جو را و باقی حبوب — تو توانی خورد و من نے اے طروب
گیہوں اور جو اور دانے بالیقیں — تو تو کھا سکتا ہے میں کھا سکتا نہیں

ایں لب نانے کہ قسم ماست آں — میربائی ایں قدر را از سگاں
روٹی کا ٹکڑا جو قسمت میں لکھا — وہ بھی یوں کتوں سے تو ہے چھینتا

مرغ کا کتے کو جواب دینا

پس خروسش گفت تن زن غم مخور — کہ عوض بدہد خدا زیں بہ دگر
مرغ بولا صبر کر اور غم نہ کھا — تجھ کو بھی اس کا عوض دیگا خدا

اسپ ایں خواجہ سقط خواہد شدن — روز فردا سیر خور کم کن حزن
گھوڑا اس خواجہ کا کل مر جائیگا — کل ملیگا پیٹ بھر کر غم نہ کھا

مر سگاں را عید باشد مرگ اسب — روزیِ وافر بود بے جہد و کسب

مرنا گھوڑے کا ہے بس کتوں کی عید — رزق مل جاتا ہے بے سعی مزید

اسب را بفروخت چوں بشنید مرد — پیش سگ شد آں خروس از شرم زرد

بیچا گھوڑا۔ جب یہ خواجہ نے سنا — مرغ اس کتے سے شرمندہ ہوا

روز دیگر ہمچناں ناں را ربود — آں خروس و سگ بر او لب بر گشود

دوسرے دن پھر وہ روٹی لے چلا — مرغ سے جھنجھلا کے کتے نے کہا

کاے خروس عشوہ دہ چند ایں دروغ — ظالمی و کاذبی و بے فروغ

اے فریبی مرغ کب تک یہ دروغ — تو ہے ظالم اور جھوٹا بے فروغ

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست — کور اختر گوئی محرومی ز راست

گھوڑا جو مرنے کو تھا۔ وہ ہے کہاں — تو نجومی کور ہے، او بد زباں

گفت او را آں خروس باخبر — کہ سقط شد اسپ او جائے دگر

بولا اس سے مرغ تھا جو باخبر — دوسری جا ہے گیا گھوڑا وہ مر

اسپ را بفروخت و جست او از زیاں — آں زیاں انداخت او بر دیگراں

گھوڑے کو بیچا۔ تو نقصاں سے بچا — دوسرے پر بار نقصاں کا پڑا

لیک فردا استرش گردد سقط — مر سگاں را باشد ایں نعمت فقط

کل مگر اس کا شتر مر جائیگا — کتوں کو ہوگا وہ نعمت بر ملا

زود استر را فروشید آں حریص — یافت از غم وز زیاں آں دم محیص

اونٹ کو بھی بیچ آیا آدمی — یوں زیان و غم سے پھر فرصت ملی

روز ثالث گفت سگ با آں خروس — اے امیر کاذباں با طبل و کوس

تیسرے دن مرغ سے سگ نے کہا — اک کھلا جھوٹوں کا تو ہے بادشا

تا بکے گوئی دروغ اے بے فروغ — دوغی اے نا اہل دوغی دوغ دوغ

جھوٹ تو بولے گا کب تک بے فروغ — دوغ ہے نا اہل تو بالکل ہی دوغ

لہ دیکھو صفحہ ۳۵۵

گفت او بفروخت اشتر را شتاب ‖ یک زیانش از غلام آید مصاب

بولا اس نے اونٹ کو بیچا شتاب ‖ اس کے خادم پر ہے لیکن کل عذا[illegible]

چوں غلامم او بمیرد نا گہا ‖ برسگ و خواہندہ ریزند[۱] اقربا

وہ مریگا تو بکیں گی روٹیاں ‖ ڈالینگے کتوں کو ردی پیہماں

ایں شنید و آں غلامش را فروخت ‖ رست از خسران و رخ را برفروخت

یہ سنا تو اس نے بیچا وہ غلام ‖ بچ گیا نقصان سے پھر لا کلام

شکرہا میکرد و شادیہا کہ من ‖ رستم از سہ واقعہ اندر زمن

شکر کرتا تھا خدا کا اور خوشی ‖ جان میری بچین جھگڑوں سے بچی

تا زبان مرغ و سگ آموختم ‖ دیدۂ سوء القضا را دوختم

میں نے مرغ و سگ کی جب سیکھی زباں ‖ بند کی آنکھیں قضا کی بے گماں

مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روز دیگر آں سگ محروم گفت ‖ کاے خروس ژاژخا کو طاق و جفت

دوسرے دن بولا کتا مرغ سے ‖ ہو گئے کیا اب وہ کل پرسوں ترے

چند چند آخر دروغ و مکر تو ‖ خود نپرد[۱] جز دروغ از وکر تو

جھوٹ اور مکاری آخر تا کجے ‖ آشیاں سے جھوٹ لے کر ہے اڑا

گفت حاشا از من و از جنس من ‖ کہ بگردیم از دروغے ممتہن

بولا مجھ سے یا مرے ہم جنس سے ‖ غیر ممکن ہیں بہانے جھوٹ کے

ما خروساں چوں مؤذن راستگو ‖ ہم رقیب آفتاب و وقت جو

مرغ ہیں مثل مؤذن راست گو ‖ ہیں رقیب آفتاب اور وقت جو

۱؎ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ یعنی تو مٹھا ہی مٹھا ہے لیکن تجھ میں نام کو نہیں۔

پاسبان آفتابیم از دل | گر کنی پالائش ما طشت نگوں
پاسباں سورج کے ہم ہیں برملا | گرچہ تو دے طشت ہیں ہم کو چھپا

پاسبان آفتاب اند اولیا | در بشر واقف ز اسرار خدا
پاسباں سورج کے ہیں سب اولیا | ہیں بشر میں واقف راز خدا

اصل ما را حق پئے بانگ نماز | داد ہدیہ آدمی را در جہاز
حق اذاں کے تئیں ہیں حق نے دیئے | نوحؑ کی کشتی میں انساں کے لیے

گر بنا ہنگام سہوا از ما رود | در اذان آں مقتل ما میشود
ہم اگر بے وقت دے بیٹھیں اذاں | سہو سے تو مارے جائیں بیگماں

گفت نا ہنگام حی علی الفلاح | خون ما را میکند خوار و مباح
کہنا بے ہنگام حی علی الفلاح | خوں ہمارا کرتا ہے بالکل مباح

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط | از خروس وحی جاں آمد فقط
جو ہے معصوم اور گنہ سے پاک ہے | مرغ وحی جاں وہ اسے بیباک ہے

آں غلامش مرد پیش مشتری | شد زیان مشتری آں یکسری
مشتری کے پاس جا کر وہ غلام | مر گیا نقصاں ہوا اس کا تمام

او گریزانید مالش را ولیک | خون خود را ریخت آں یا نیک
مال کو اپنے لیا اس نے بچا | یہ سمجھ اس کو کہ خون اپنا کیا

یک زیان دفع زیانہا میشدے | جسم و مال ماست جانہا را فدے
اک زیاں دافع ہے سو نقصان کا | مال و تن صدقہ ہیں بیشک جان کا

پیش شاہان در سیاست گستری | میدہی تو مال و سر را میخری
بادشہ دیتے ہیں جب تجھ کو سزا | مال دے کر جان لیتا ہے بچا

اعجمی چوں گشتہ اندر قضا | میگریزانی ز داور مال را
کیوں قضا کے باب میں ناداں ہوا | کیوں خدا سے مال رکھتا ہے بچا

او غنی است جز او جملہ فقیر — کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر

وہ غنی اس کے سوا سارے فقیر — بے عوض کہتا ہے کب "یہ لے" فقیر

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست — او پیاز گندہ اندہد ز دست

جب تک اس بچہ نہ دیکھے سیب کو — وہ پیاز گندہ کیوں چھوڑے۔ کہو

ایں ہمہ بازار بہر ایں غرض — بر دکانہا شستہ بہر ایں عوض

ہے یہ سب بازار لبریز غرض — اور ہر دکاں پہ رکھا ہے عوض

صد متاع خوب عرضہ میکنند — و اندروں دل عوضہا مے تنند

اپنا اپنا مال کرتے ہیں عیاں — ہے عوض کی آرزو دل میں نہاں

یک سلامے نشنوی اے مرد دیں — کہ نگیرد آخرت آں آستیں

اک سلام ایسا نہ تو ہرگز سنے — جو نہ آخر آستیں ہی تھام لے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام — من سلامے اے برادر والسلام

میں نہیں سنتا سلام خاص و عام — بے غرض کے اے برادر والسلام

جز سلام حق تو ہیں آں را بجو — خانہ خانہ جا بجا و کو بکو

جز سلام حق نہیں اس کو ڈھونڈنا تو — جا کے گھر گھر جا بجا اور کو بکو

از دہان آدمی خوش مشام — ہم پیام حق شنیدم ہم سلام

آدمی کے منہ سے جو ہے خوش کلام — میں پیام حق ہوں سنتا اور سلام

ویں سلام باقیاں بر بوئے آں — من ہمے نوشم بدل خوشتر ز جاں

ہیں سلام ان باقیوں کا بیگماں — جان و دل سے سن رہا ہوں شادماں

زاں سلام او سلام حق شدہ ست — کآتش اندر دودمان خود زدہ ست

ہے سلام اس کا سلام حق ہوا — آگ میں پھونکا ہے ساماں بہ ملا

مردہ است از خود شدہ زندہ برب — زاں بود اسرار حقش در دو لب

خود مرے اور ذات میں زندہ ہوئے — اس لئے واقف ہیں وہ اسرار سے

مردن تن در ریاضت زندگیست — رنج این تن روح را پایندگیست

تن ریاضت میں مرے ہے زندگی — رنج ہے تن کا اقامت جان کی

اُس شخص کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دوڑنا

گوش بنهاده بد آن مردِ خبیث — می شنود او از خروسش این حدیث

تھا لگائے کان وہ مردِ خبیث — سن رہا تھا مرغ کی ساری حدیث

چون شنید اینها دوان شد تیز و تفت — بر درِ موسیٰ کلیم اللہ رفت

جب سنی یہ بات تو بھاگا ہوا — آستانِ پاک موسیٰؑ پر گیا

رو همی مالید بر خاک او ز بیم — که مرا فریاد رس زین ای کلیمؑ

خاک پر ملتا تھا منہ وہ خوف سے — سن مری فریاد اے موسیٰؑ مرے

گفت رو بفروش خود را و بره — چونکہ استا گشتہ بر جہ ز چہ

بولے بیچ اپنے کو تو اور چھوٹ جا — تو ہے استاد اب کنوئیں سے باہر آ

بر مسلمانان زیان انداز تو — کیسہ ہمیانہا را کن دو تو

تو مسلمانوں کو اب پہنچا زیاں — بھر لے اپنے کیسے اور ہمیانیاں

من درون خشت دیدم این قضا — کو در آئینہ عیاں شد مر ترا

اینٹ میں دیکھی ہے میں نے وہ قضا — تو نے آئینے سے لی جس کی ضیا

عاقل اوّل بیند آخر را بدل — اندر آخر بیند از دانش مقل

پہلے سوچے عاقل آخر کا بدل — دیکھے صرف آخر میں احمق بے محل

باز زاری کرد کاے نیکو خصال — مر مرا در سر مزن در رو ممال

اس نے پھر رو کر کہا اے خوش خصال — دے نہ طعنے مجھ کو اور غم میں نہ ڈال

از من آں آمد کہ بودم ناسزا — ناسزایم را تو دہ حسن الجزا

ہو گیا ایسا کہ نالائق میں تھا — ناسزا کو دیجیے اچھی جزا

گفت تیر جست از شست ای پسر ۔ نیست سنت کاید او واپس ز سر
بولے چھوٹا شست سے تیر اے پسر ۔ یہ نہیں فطرت کہ آئے لوٹ کر

لیک در خواہم ز نیکو داوری ۔ تا کہ ایماں آں زماں با خود بری
ہاں میں خالق سے کروں گا یہ دعا ۔ مرتے دم ایماں کرے تجھ کو عطا

چونکہ ایماں بردہ باشی زندہ ای ۔ چونکہ با ایماں روی پایندہ ای
ساتھ ایماں کے مرے زندہ ہے تو ۔ ہے جو با ایمان تو پائندہ ہے تو

سجدہ کردش مرد کیں بارے بکن ۔ من بریدم خویش را از بیخ و بن
بولا جھک کر ایسا ہی کر دیجئے ۔ میں نے جڑ کاٹی ہے اپنے ہاتھ سے

گفت موسیٰ کایں بعون حق کنم ۔ چنگ زد دامان فضل او ز غم
بولے موسیٰ عون حق سے یہ کروں ۔ دامن اس کے فضل کا میں تھام لوں

ہم در آں دم حال بر خواجہ بگشت ۔ تا دلش شوریدہ آوردند طشت
حال خواجہ کا جو بگڑا دفعتاً ۔ دل نے پکڑا مائل قے کی لائے لگن

شورش مرگست نے ہیضہ طعام ۔ قے چہ سود دارد اے بدبخت خام
موت کی شورش ہے یہ ہیضہ نہیں ۔ فائدہ ہو سکتا ہے قے سے کہیں

چار کس بردند تا سوئے وثاق ۔ ساق میمالید او بر پشت ساق
لے گئے چار آدمی پھر اس کو گھر ۔ پاؤں وہ ملتا تھا اپنے پاؤں پر

پند موسیٰ نشنوی شوخی کنی ۔ خویشتن بر تیغ فولادی زنی
پند موسیٰ کی نہ شوخی سے سنی ۔ مار لی تلوار تو نے آپ ہی

شرم ناید تیغ را از جان تو ۔ آن تست ایں اے برادر آن تو
تیغ کو تجھ سے نہیں شرمندگی ۔ ملکیت ہے گو وہ اے بھائی تری

بلکہ جملہ مُردگانِ خاک را / زندہ سازیم ایں زماں ہم بہرِ تو ما

بلکہ مٹی میں ہیں مُردے جس قدر / زندہ ہم کر دیں ابھی چاہو اگر

گفت موسیٰؑ ایں جہانِ مُردنست / آں جہاں انگیز کانجا روشنست

بولے موسیٰؑ یہ تو ہے دارِ فنا / کر وہاں زندہ جو ہے ملکِ بقا

ایں فنا جا چوں جہانِ بود نیست / بازگشتِ عاریت بس سود نیست

دارِ ہستی جبکہ ہے دارِ فنا / کچھ دنوں کے لوٹنے سے فائدا

رحمتے افشاں برایشاں ہم کنوں / در نہاں خانہ لدینا محضرون ؎

اُن پہ بھی رحمت کر اپنی اے کریم / جو کہ ہیں درگاہ میں تیری مقیم

تا بدانند ایں زیانِ جسم و مال / سودِ جاں باشد رہاند از وبال

تا کہ سمجھیں یہ زیانِ جسم و مال / سُودِ جاں تھا چھٹ گیا جس سے وبال

پس ریاضت را بجاں شو مشتری / چوں سپردی تن بخدمت جاں بری

پس ریاضت کا ہو دل سے مشتری / ہو گیا جاں بر جو خدمت تونے کی

در ریاضت آیدت بے اختیار / سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار

گر ریاضت پائے تو بے اختیار / سجدۂ شکرانہ کر اے کامگار

چوں حقت داد ایں ریاضت شکر کن / تو نکردی اں ریاضت زامرِ کن

حق نے دی جب یہ ریاضت شکر کر / کی نہ تونے اس نے بھیجی ہے مگر

ایں حکایت بشنو و وعظے شمر / تا نگردی خستہ از نقص و ضرر

یہ حکایت سُن اور اسکو وعظ جان / تا نہ ہو نقص و ضرر سے خستہ جان

؎ یعنی وہ لوگ ہماری بارگاہ میں حاضر ہیں ۔

ایک عورت کی کہانی

آں زنے ہر سال زائیدے پسر　　بیش از شش مہ نبودے عمر ور

بچہ اک عورت کے ہوتا ہر برس　　چھ مہینے تک جیا کرتا تھا بس

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ　　نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے الٰہ

تیسرے چوتھے مہینے بھی کبھی　　مرتا تھا، عورت نے یوں فریاد کی

نہ مہم بار است و سہ ماہم فرح　　نعمتم زوتر رَوَد از قوسِ قزح[1]

نو مہینے بار، فرحت تین ماہ　　نعمتیں جلدی دھنک سے ہوں تباہ

پیش مردانِ خدا کردے نفیر　　ایں شکایت آں زن از درد نذیر

کرتی تھی فریاد اہل اللہ سے　　اور شکایت اس غم جانکاہ سے

بیست فرزندش چنیں در گور رفت　　آتشے در جانش وافتاد تفت

بیس لڑکے دفن تھے یوں ہی ہوئے　　آگ دل میں پڑ گئی تھی سوز سے

تا شبے بنمود او را جنتے　　باغِ سبزے خوشے بے صنعتے

دیکھی اک شب اس نے جنت کی فضا　　سبز و شاداب اک چمن بے مثل تھا

باغ گفتم نعمتِ بے کیف را　　کاصلِ نعمتہاست مجمعِ باغہا

باغ نعمت کو ہے میں نے کہہ دیا　　جو ہے اصلِ باغ و نعمت برملا

ورنہ لاعینٌ رأت[2] چہ جائے باغ　　گفت نورِ غیب را یزداں چراغ

ورنہ نادیدہ ہے وہ کیا ذکرِ باغ　　حق ہے نورِ غیب کو کہتا چراغ

مثل نبود آں مثالِ آں بود　　تا برد بو آنکہ او حیراں بود

وہ نہیں ہے مثل اور مثال اسکی بجا　　تاکہ جو حیراں ہو وہ پا سکے پتا

۱؎ یعنی گو دھنک بہت جلد چھپ جاتی ہے۔ مگر میری نعمت اس سے بھی جلد چھین لیجاتی ہے۔

۲؎ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔

حاصل آن زن بیامد مست شد	زان تجلی آن ضعیفه از دست شد
دیکھتے ہی مست عورت ہو گئی	اس تجلی سے وہ خود ہی کھو گئی
دید در قصری نبشته نام خویش	آن خود دانستش آن محبوب کیش
دیکھا نام اپنا لکھا اک قصر پر	اس کو اپنی ملک سمجھی خوش سیر
بعد از آن گفتند کاین نعمت ورا است	کو بجان بازی بجز صادق نخاست
پھر سنا اسکی فرشتوں نے کہا	ذوق جانبازی میں جو صادق رہا
خدمت بسیار می بایست کرد	مر ترا تا بر خوری زین چاشت خورد
چاہئے طاعت بہت کرنا تجھے	تا کہ اس نعمت کا پھل تجھ کو ملے
چون تو کاهل بودی اندر التجا	آن مصیبتها عوض دادت خدا
التجا کرنے میں تو کاہل رہی	یہ مصیبت اس کے بدلے حق نے دی
گفت یا رب تا بصد سال و فزون	اینچنینم ده بریز از من تو خون
بولی یا رب سو برس تک یا سوا	خوں بہا میرا مگر یہ کر عطا
اندر آن باغ او چو آمد پیش پیش	دید در وی جمله فرزندان خویش
باغ میں جس وقت وہ داخل ہوئی	اپنے سب بچوں کو دیکھا واں وہی
گفت از من گم شد از تو گم نشد	بی دو چشم غیب کس مردم نشد
بولی تو نے پاس اپنے ان کو اٹھا لیا	بیکے وہ چشم غیب مرد حق کہاں
تو نکردی فصد از بینی دوید	خون افزون تا ز تب جانت رهید
تو نہ لے فصد اور تیری ناک سے	خون نکلے اور تپ جاتی رہے
مغز هر میوه بهست از پوستش	پوست تن دان مغز آن دوستش
مغز ہر میوہ ہے بہتر پوست سے	پوست ہے تن مغز مطلب دوست سے
مغز نغزی دارد آخر آدمی	یکدمی آن را طلب گر زآدمی
مغز نادر ہے ملا انسان کو	آدمی ہے تو طلبگار اس کا ہو

حضرت امیر حمزہؓ کا بے زرہ جنگ میں آنا

در جوانی حمزہؓ عم مصطفیٰؐ	با زرہ میشد مدام اندر وغا[۱]
جب جواں تھے حمزہؓ حضرتؐ کے چچا	با زرہ جاتے تھے کرنے کو وغا
اندر آخر حمزہؓ چوں در صف شدے	بے زرہ سرمست در غزو آمدے
آخری پھر عمر کے اوقات میں	بے زرہ لڑتے تھے وہ غزوات میں
سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش	در فگندے در صف شمشیر خویش
آگے آگے تن کھلا سینہ کھلا	لڑتے تھے شمشیر لے کر برملا
خلق پرسیدند کاے عم رسولؐ	اے ہزبر صف شکن شاہ فحول
پوچھا لوگوں نے کہ اے عم مصطفیٰؐ	اے دلیر صف شکن شیر وغا
نے کہ لا تلقوا بایدیکم الیٰ	تہلکہ خواندی ز پیغام خدا
نے ہلاکت سے بچو قول خدا[۲]	کیا نہیں تم نے یہ قرآں میں پڑھا
پس چرا تو خویش را در تہلکہ	مے در اندازی چنیں در معرکہ
پڑتے ہو پھر تہلکہ میں کس لئے	جاتے ہو تم جب وغا کے واسطے
چوں جواں بودی تو زفت و سخت زہ	تو نرفتی سوئے صف بے زرہ
تم جواں تھے جبکہ اور مضبوط تھے	بے زرہ لڑنے نہ ہرگز تھے گئے
چوں شدی پیر و ضعیف و منحنی	پردہ ہائے لاابالی میزنی
جب ہوئے پیر اور ضعیف اور منحنی	کیوں طبیعت لاابالی ہو گئی
لاابالی وار با تیغ و سناں	مے نمائی دار و گیر و امتحاں
لاابالی ہو گئے تم تیغ و سناں	کیوں چلاتے ہو بوقت امتحاں

۱؎ جنگ لڑائی ۔

۲؎ اپنے ہاتھ ہلاکت کی طرف نہ بڑھاؤ ۔

تیغ حرمت مے ندارد پیر را　　کے بود تمییز تیغ و تیر را

تیغ سے حرمت نہیں کچھ پیر کو　　کب وہ جانے تیغ کو اور تیر کو

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو　　کشتہ گردد راست بہ دستِ عدو

کب روا ہے تم سا اک شیرِ وغا　　قتل ہو دشمن کے ہاتھوں برملا

زیں نسق غمخوارگانِ بے خبر　　پند مے دادند او را از عبر

اس طرح وہ غمگسارِ بے خبر　　اُن کو عبرت تھے دلاتے بیشتر

حضرت حمزہؓ کا جواب

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جواں　　مرگ میدیدم وداعِ ایں جہاں

کہتے تھے حمزہؓ کہ جب میں تھا جواں　　موت تھا میرے لئے ترکِ جہاں

سوئے مردن کس برغبت کے رود　　پیشِ اژدرہا برہنہ کے شود

کون رغبت موت کی جانب کرے　　کون جائے اژدہے کے سامنے

لیک از نورِ محمدؐ من کنوں　　نیستم ایں شہرِ فانی را زبوں

اب یہ ہے اعجازِ نورِ مصطفیٰؐ　　میں نہیں مغلوبِ دنیائے فنا

از بروں حسّ لشکرگاہِ شاہ　　پُر ہمے بینم ز نورِ حق سپاہ

خیمۂ شاہی بہ باطن برملا　　نورِ حق کی فوج سے دیکھوں بھرا

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب　　شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب

خیمہ میں خیمہ طناب اندر طناب　　شکر ہے اب ہو چکا ختم خواب

آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است　　امرِ لاتلقوا بگیرد او بدست

جس کو مرنا تہلکہ ہو اے فتا　　حکم "لا تلقوا" ہے اس کو برملا

آنکہ مردن پیش او شد فتحِ باب　　سارِعوا آید مر او را در خطاب

موت جس کے واسطے ہے فتحِ باب　　"سارعوا" بے شبہ ہے اسکو خطاب

سارعوا جلدی کرو

الحذر اے مرگ بیناں بارعوا ‏ ‏ ‏ ‏ العجل اے حشر بیناں سارعوا

مرگ بینو! ہاں ذرہ بچو ‏ ‏ ‏ ‏ حشر بینو! ہاں بہت جلدی کرو

الصلا اے لطف بیناں افرحوا ‏ ‏ ‏ ‏ البلا اے قہر بیناں اترحوا

الصلا اے لطف بینو شاد ہو ‏ ‏ ‏ ‏ حسرتا اے قہر بینو! غم کرو

ہر کہ یوسفؑ دید جاں کردش فدا ‏ ‏ ‏ ‏ ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدیٰ

جس نے یوسفؑ دیکھا۔ جاں کر دی فدا ‏ ‏ ‏ ‏ گرگ دیکھا جس نے رستے سے پھرا

مرگ ہر یک اے پسر ہمرنگ اوست ‏ ‏ ‏ ‏ آئنہ صافی یقیں ہمرنگ روست

موت ہر اک کی ہے اُس سے ہم نوا ‏ ‏ ‏ ‏ مُنہ سے ہے ہمرنگ ہر صاف آئنا

پیش ترک آئینہ را خوش رنگیست ‏ ‏ ‏ ‏ پیش زنگی آئنہ ہم زنگیست

پیش ترکی آئنہ خوش رنگ ہے ‏ ‏ ‏ ‏ پیش زنگی آئنہ پُر زنگ ہے

آنکہ می ترسی ز مرگ اندر فرار ‏ ‏ ‏ ‏ آں ز خود ترسانی اے جاں ہوش دار

موت سے ڈر کر جو کرتا ہے فرار ‏ ‏ ‏ ‏ خوف اپنی ذات سے ہے ہوشیار

زشت روئے تست نے رخسار مرگ ‏ ‏ ‏ ‏ جانِ تو ہمچوں درخت و مرگ برگ

زشت رو تُو ہے۔ نہیں رُخسارِ مرگ ‏ ‏ ‏ ‏ جان تیری ہے درخت اور موت برگ

از تو رستست ار نکویست ار بدست ‏ ‏ ‏ ‏ ناخوش و خوش ہم ضمیرت از خود است

تجھ سے اُگتی ہے ہر اک نیکی، بدی ‏ ‏ ‏ ‏ ہے ضمیروں سے خوشی اور ناخوشی

گر بخارے خستہ خود کشتہ ‏ ‏ ‏ ‏ ور حریر و قز دری خود رشتہ

خارِ غم ہے خود ترا بویا ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ اور جو ریشم میں ہے تو ہے خود بنا

لیک نبود فعل ہمرنگ جزا ‏ ‏ ‏ ‏ ہیچ خدمت نیست ہمرنگِ عطا

ہے مگر کب فعل ہم رنگ جزا ‏ ‏ ‏ ‏ اور کب خدمت ہے ہمرنگِ عطا

مزد مزدوراں نمے ماند بکار ‏ ‏ ‏ ‏ کاں عرض ویں جوہرست و پایدار

اجرتِ مزدور کب ہے مثلِ کار ‏ ‏ ‏ ‏ وہ عرض ہے۔ یہ ہے جوہر پائدار

آنکہ سختی و زورست و عرق | وین ہمہ سیمست و زر پر طبق
وہ ہے سختی اور طاقت اور عرق | یہ ہے چاندی اور سونے کا طبق

گر ترا آید ز جائے تہمتے | کردہ مظلومے دعا و رحمتے
گر کوئی تہمت لگے تجھ پہ اچی | اور ہو وہ بد دعا مظلوم کی

تو ہمے گوئی کہ من آزادہ ام | بر کسے من تہمتے ننہادہ ام
تو یہ کہتا ہے کہ ہوں آزاد ہی | میں نے تہمت کب کسی پر ہے رکھی

تو گنا ہے کردۂ شکل دگر | دانہ کشتی دانہ کے ماند ببر
ہے خطا کاری تری شکل دگر | دانہ بویا کب وہ ہو مثل ثمر

او زنا کرد و جزا صد چوب بود | گوید او من کے زدم کس را بعود
بد سو کر ایک زانی کے لگے | وہ کہے لکڑی سے مارا تھا کسے

نے جزائے آن زنا بود این بلا | چوب کے ماند زنا را در جزا
یہ بلا کب اس زنا کی تھی سزا | چوب تو ہرگز نہیں مثل زنا

مار کے ماند عصا را اے کلیم | درد کے ماند دوا را اے حکیم
سانپ کب مثل عصا ہے اے کلیم | درد کب مثل دوا ہے اے حکیم

تو بجائے آن عصا آب منی | چون بیفگندی شد آن شخص سنی
تو عصا کے بدلے جب آب منی | ڈالے تو پیدا ہو اس سے آدمی

یار شد یا مار شد آن آب تو | زان عصا چون است این اعجاب تو
یار ہو یا مار ہو پانی ترا | اس عصا سے پھر تعجب کیوں ہوا

ہیچ ماند آب آن فرزند را | ہیچ ماند نیشکر مر قند را
پانی اور بچے سے پھر نسبت ہے کیا | قند گنے سے نہیں ملتی ذرا

سنی پیستہ

چون سجودی یا رکوعی مرد کشت ‌ ‌ شد در آن عالم سجود او بہشت

جب رکوع و سجدہ انساں نے کیا ‌ ‌ سجدہ اس عالم میں جنت ہو گیا

چونکہ پرید از دہانش حمد حق ‌ ‌ مرغ جنت ساختش رب الفلق

حمد خالق منہ سے تیرے جب اڑی ‌ ‌ مرغ جنت حکم رب سے بن گئی

حمد و تسبیحت نماند مرغ را ‌ ‌ گرچہ نطفہ مرغ بادست و ہوا

ہو مشابہ مرغ سے تسبیح کیا ‌ ‌ ہے اگرچہ مرغ کا نطفہ ہوا

چون ز دستت رفت ایثار و زکات ‌ ‌ کشت این دست آن طرف نخل و نبات

تو کرے ہاتھوں سے ایثار و زکات ‌ ‌ اس طرف اس سے ہم آگئے نخل و نبات

آب صبرت آب جوئے خلد شد ‌ ‌ جوئے شیر خلد مہر تست و ود

صبر کا پانی ہے نہر جناں ‌ ‌ اور محبت جوئے شیر خلد ہاں

ذوق طاعت گشت جوئے انگبین ‌ ‌ مستی و شوق تو جوئے خمر بین

ذوق طاعت نہر ٹھہرے شہد کی ‌ ‌ شوق و مستی جوئے بادہ لے اٹھی

این سببہا آن اثرہا را نماند ‌ ‌ کس نداند چونش جائے آن نشاند

ہیں سبب کب مثل ان آثار کے ‌ ‌ کون جانے یہ عوض ہیں کیوں بنے

این سببہا زین بفرمان تو بود ‌ ‌ چار جو ہم مر ترا فرمان نمود

یہ سبب فرمان میں تیرے جو تھے ‌ ‌ خلد کی نہریں ہو گئیں تابع ترے

ہر طرف خواہی روانش میکنی ‌ ‌ آن صفت چون بد چنانش میکنی

جس طرف چاہے رواں اسکو کرے ‌ ‌ جو صفت تھی فعل بھی ویسے ہو گئے

چون منی تو کہ در فرمان تست ‌ ‌ نسل تو در امر تو آیند چست

جیسے تیرے حکم میں تیری منی ‌ ‌ نسل بھی تابع ہے تیرے حکم کی

میدود در امر تو فرزند تو ‌ ‌ کہ منم جزوت کہ کردی اش گرو

حکم تیرا ہے اسکے فرزند پہ ‌ ‌ میں ترا ہی جزو ہوں رکھا ہے

آں صفت در امر تو بود اینجہاں　　ہم در امر تست آں جوہا رواں

وہ صفت تھی حکم میں تیرے یہاں　　بس یونہی وہ آبجو ئیں ہیں وہاں

آں درختاں مر ترا فرماں برند　　کاں درختاں از صفاتت با برند

تابع فرماں ہیں وہ پیڑ اب ترے　　پھل درختوں میں ہیں تیرے وصف کے

چوں بامر تست اینجا ایں صفات　　پس بامر تست آنجا آں جنات

حکم میں تیرے یہ صفتیں ہیں یہاں　　حکم میں تیرے جنا ان کی وہاں

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رست　　آں درختے گشت ازاں زقوم رست

زخمی جب مظلوم کو تو نے کیا　　وہ تھوہر کا پیڑ فوراً بن گیا

چوں ز خشم آتش تو در دلہا زدی　　مایۂ نار جہنم آمدی

آگ دی غصہ کی جب دل میں لگا　　مایۂ نار جہنم تو ہوا

آتشت اینجا چو آدم سوز بود　　آنچہ از وے زاد مرد افروز بود

آگ اس جا تیری آدم سوز تھی　　اس کی پیداوار مرد افروز تھی

آتش تو قصد مردم مے کند　　نار کز وے زاد بر مردم زند

آگ تیری موت ہے انسان کی　　آدمی سوز اسکے شعلے ہیں ابھی

آں سخنہائے چو مار و کژدمت　　مار و کژدم گشت میگیرد دمت

سانپ بچھو سی ہیں جو باتیں تری　　سانپ بچھو بن کے کاٹیں گی یہی

اولیا را داشتی در انتظار　　انتظار رستخیزت گشت نار

دوستوں کو منتظر تو نے رکھا　　ایسا کرنا تجھ کو دوزخ ہو گیا

وعدۂ فردا و پس فردائے تو　　انتظار حشرت آمد وائے تو

وعدہ کل کا اور پرسوں کا ترا　　انتظار حشر ہے وا حسرتا

منتظر مانی در آں روز دراز　　در حساب آفتاب جانگداز

منتظر تو بھی رہے روز دراز　　زیر خورشید و حساب جانگداز

که آسمان را منتظر میداشتی ۔ تخم فردا ره روم میکاشتی

آسماں کو منتظر رکھتا تھا تو ۔ بیج کل کے واسطے بوتا تھا تو

چشم تو تخم سعیر دوزخست ۔ ہین بکش این دوزخت را کان فخست

آنکھ تیری بیج دوزخ کا ہے یار ۔ جال ہے یہ، ہاں بجھائیے اسکی نار

کشتن این نار نبود جز بنور ۔ نورک اطفا نارنا نحن الشکور

آگ یہ کب بجھ سکے بے نور کے ۔ ہاں بجھا دے آگ اپنے نور سے

گر تو بے نورے کنی خاکے بدست ۔ آتشت زنده است در خاکستر است

ہاتھ میں گر خاک لے بے نور کے ۔ آگ خاکستر میں پھر دہکا کرے

آن تکلف باشد و روپوش ہین ۔ نار را نکشد بغیر نور دین

ہے وہ پردہ اور تکلف بالیقیں ۔ ہے بجھاتا آگ کو بس نورِ دیں

تا نبینی نور دین ایمن مباش ۔ کاتش پنہان بود یکروز فاش

ہو نہ جب تک نور بے پروا نہ ہو ۔ بھڑکے گی اکدن، ہے پنہاں آگ جو

نور بین وان ہم بر آب چفس ۔ چونکه داری آب از آتش مترس

نور پانی ہے حفاظت اس کی کر ۔ پانی ہے جب پاس آتش سے نہ ڈر

آب آتش را کشد آتش مجو ۔ مے بسوزد نسل فرزندان او

ہاں نہ ڈھونڈ آتش کہ پانی نے بجھا ۔ نسل فرزندوں کی دیتا ہے جلا

سوئے آن مرغابیان رو چند چند ۔ تا ترا در آب حیوان بکشند

چند دن مرغابیوں کے پاس جا ۔ آب حیواں میں تجھے کھینچیں وہ تا

مرغ خاکی مرغ آبی ہم تنند ۔ لیک ضد اندو آب و روغنند

مرغ خاکی مرغ آبی ہم جمال ۔ ضد ہیں لیکن آب و روغن کی مثال

لہ تیرا نور ہماری آگ بجھا دے ۔ کہ ہم تیرے شکر کرنے والوں میں سے ہیں+

هر یکے بر اصل خود را شده اند — اختیاطے کن بهم مانندہ اند
اپنی اپنی اصل پر ہیں رواں — دیکھ آپس میں ہیں یہ یکساں بیگماں

ہمچنانکہ وسوسہ و وحی الست — ہر دو معقولند لیکن فرق ہست
جس طرح وحی الست اور وسوسہ — دونوں ہیں معقول لیکن فرق ہے

ہر دو دلالان بازار ضمیر — رختہا را می ستایند اے امیر
دونوں ہیں دلال بازار ضمیر — بیچتے ہیں اسباب و سامان اے امیر

گر تو صراف دلی فکرت شناس — فرق کن سر دو فکرت چون نخاس[۱]
گر نہیں صراف اور فکرت شناس — فرق دو فکروں میں کر مثل نخاس

ور ندانی این دو فکرت از گمان — لا خلابہ[۲] گو و مشتاب و مران
دونوں فکروں کو نہیں تو جانتا — چھوڑ مکر و حیلہ اور آگے نہ جا

تا نماند در تفکر جان تو — غبن ناید بر تو و بر خوان تو
تا نہ تیری جان فکروں میں رہے — غبن کو تیرے نہ نقصاں ہو سکے

خرید و فروخت میں دفع نقصان کا حیلہ

آن یکے یارے پیمبر را بگفت — کہ منم در بیعہا با غبن جفت
اک صحابی نے پیمبر سے کہا — بیع میں مجھ کو زیاں ہے برملا

مکر ہر کس کو فروشد یا خرد — ہمچو سحر است و ز راہم می برد
مکر اس کا جو کرے بیع یا کرے — سحر ہے گمرہ جو کرتا ہے مجھے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرر — شرط کن سہ روز خود را اختیار
بولے جب بیع میں کچھ مکر پاؤ — شرط کر لے تین دن کا اختیار

[۱] بردہ فروش [۲] اذا بایعت فقل لا خلابۃ ولی الخیار ثلثۃ ایام
ترجمہ جس وقت خرید و فروخت کرے تو کہدے کچھ فریب نہیں مجھکو تین دن اختیار ہے

زیں تانی زاید اقبال و سرور ۔ ایں تانی بیضۂ دولت چوں طیور
ہے تانی وجہِ اقبال و سرور ۔ بیضۂ دولت ہے مانندِ طیور

باش تا اعضائے تو چوں بیضہا ۔ مرغہا زاید اندر انتہا
بیضۂ اعضا سے اپنے ہوشیار ۔ مرغ تا پیدا کریں انجام کار

بیضۂ باز ار چہ ماند در شبہ ۔ بیضۂ کنجشک را او دور ہست رہ
گو کہ ہے ہم شکل انڈا باز کا ۔ فرق ہے چڑیا کے انڈے سے بڑا

دانی اے عاقل کہ ماند سیں بہ شیں ۔ در نوشتن لیک اندر نقطہ بیں
سین گو ہے شین سے ملتا ہوا ۔ غور کر نقطوں میں لیکن اسے فنا

دانۂ آدمی بدانۂ سیب نیز ۔ گرچہ ماند فرقہا داں اے عزیز
ایک سے ہیں دانۂ سیب و بہی ۔ فرق کو اُن کے سمجھ لیکن اخی

برگہا ہمرنگ باشد در نظر ۔ میوہا ہر یک بود نوع دگر
پتے گو ہم رنگ آتے ہیں نظر ۔ میووں میں ہے فرق لیکن سر بسر

برگہا و جسمہا مانندہ اند ۔ لیک ہر جائے بہ ریعے زندہ اند
برگ و تن اشجار کے یکساں، مگر ۔ زندہ ہیں حاصل میں وہ ہر جائے پر

خلق در بازار یکساں میروند ۔ آں یکے در ذوق و دیگر دردمند
سب چلیں بازار میں یکساں مگر ۔ ہے کوئی خوش اور کوئی رنجیدہ تر

ہمچناں در مرگ یکساں میرویم ۔ نیم در خسران و نیمے خسرویم
ایسے ہی مر کر ہیں ہم یکساں رواں ۔ آدھے ہیں ناشاد، آدھے شادماں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو ۔ از بلال و از ہلال و کار او
یہ سخن بے انتہا ہے اب سنا ۔ حال لوگوں کو بلال رضہ زار کا

حضرتِ بلالؓ کا خوشی سے انتقال کرنا

چون بلال از ضعف شد ہمچون ہلال ۔ رنگِ مرگ افتاد بر روئے بلالؓ

تھے بلالؓ آزار سے مثلِ ہلال ۔ چہرے پہ تھا رنگِ مرگ اور تھے نڈھال

جفتِ او دیدش بگفتا واحرب ۔ پس بلالش گفت نے نے واطرب

دیکھا زوجہ نے - کہا واحسرتا ۔ اور کہتے تھے بلالؓ اس سے - خوشا

تاکنوں اندر حرب بودم ز زیست ۔ تو چہ دانی مرگ چہ عیش است و چیست

زندگی سے تھا میں الجھن میں پڑا ۔ کیا خبر تجھ کو - ہے عیشِ مرگ کیا

این ہمی گفت و رخش در عین گفت ۔ نرگس و گلبرگ و لالہ مے شگفت

وہ یہ کہتے اور رُخ پہ لاجواب ۔ کھل رہا تھا نرگس و لالہ - گلاب

تابِ رُو و چشمِ پُر انوارِ او ۔ مے گواہی داد بر گفتارِ او

تابِ رُخ اور چشمِ پُر انوار کی ۔ تھی گواہی دے رہی گفتار کی

ہر سیہ دل مے سیہ دیدی ورا ۔ مردمِ دیدہ سیہ آمد چرا

وہ سیہ دل کی نظر میں تھے سیاہ ۔ مردمِ دیدہ ہوئے کیسے سیاہ

مردمِ نادیدہ باشد روسیاہ ۔ مردمِ دیدہ بود مرآتِ ماہ

پتلی جو اندھی ہو - وہ ہے روسیاہ ۔ پتلی جو بینا ہو - ہے مرآت[1] ماہ

خود کہ بیند مردمِ دیدہ ترا ۔ در جہاں جز مردمِ دیدہ فزا

آنکھ کی پتلی تجھے دیکھے گی کیا ۔ خاص ہے اہلِ نظر کا دیکھنا

چوں بغیرِ مردمِ دیدہ اش ندید ۔ پس بغیرِ او کہ در رنگش رسید

تھا نظر والوں نے جو دیکھا اسے ۔ رنگ کو بھی تھے وہی پہچانتے

[1] آئینہ ۔

پس جز او جملہ مقلد آمدند — در صفات مردم دیدہ بلند

ماسوا اس کے مقلد ہیں تمام — مردم دیدہ کے وصفوں میں مدام

گفت جفتش الفراق ای خوش خصال — گفت نے نے الوصالست الوصال

بولی زوجہ الفراق اے خوش خصال — ہنس کے فرمایا یہ ہے عین وصال

گفت جفت امشب غریبی میروی — از تبار و خویش غائب میشوی

بولی زوجہ ہے مسافر آج تو — چھوڑ کر سب کو چلا اے نیک خو

گفت نے نے بلکہ امشب جان من — میرسد خوش از غریبی در وطن

ہنس کے فرمایا غلط ہے بلکہ جاں — پہنچی وطن کی سمت غربت سے رواں

گفت ای جان جو دلم واحسرتا — گفت نے نے جان من وا دولتا

بولی میرے جان و دل واحسرتا — بولے جان من! تو کہہ وا دولتا

گفت آن رویت کجا بینیم ما — گفت اندر خلوت خاص خدا

بولی اب دیکھوں گی یہ صورت کہاں — بولے خلوت میں خدا کی بیگماں

حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است — گر نظر بالا کنی نے سوے پست

حلقۂ خاص اس کا ہے تجھ سے ملا — چھوڑ پستی کو، نظر اوپر اٹھا

اندران حلقہ ز رب العالمین — نور میتابد چو در حلقہ نگین

حلقے میں ہے نور رب العالمین — ایسا تاباں جیسے حلقے میں نگیں

گفت ویران گشت این خانہ دریغ — گفت اندر مہ نگر منگر بمیغ

بولی صد افسوس گھر ویراں ہوا — بولے مہ کو دیکھ بادل کو ہٹا

موت سے جسم کے ویران ہونے کی حکمت

کرد ویران تا کند معمورتر — قوم انبہ بود و خانہ مختصر

کرتا ہے ویراں کہ ہو معمور تر — تھی زیادہ قوم گھر تھا مختصر

لہ دیکھو صفحہ ۳۷۷ ج

من چو آدم بودم اول حبس کرب — پر شد اکنون نسل جانم شرق و غرب
پہلے جوں آدمؑ تھا میں محبوس کرب — بھر گئے اب نسل و جاں شرق و غرب

من گدا بودم درین خانہ چو چاہ — شاہ گشتم قصر باید بہر شاہ
میں کنوئیں میں گھر کے تھا مثل گدا — چاہیے اب محل ہیں سلطان ہوا

قصرہا خود مر شہاں را مانس است — مردہ را خانہ و مکاں گورے بس است
محل ہے مرغوب شاہوں کو مگر — مردے کو کافی ہے اک تاریک گھر

انبیا را تنگ آمد ایں جہاں — چوں شہاں رفتند اندر لامکاں
تنگ ہے دنیا برائے انبیا — لامکاں جاتے ہیں مثل بادشا

مردگاں را ایں جہاں بنمود فر — ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر
آئی مردوں کو بڑی دنیا نظر — ظاہرا وسعت بباطن تنگ تر

گر نبودی تنگ ایں افغاں ز چیست — چوں دوتا شد ہر کہ در وے بیش زیست
تنگ ہو دنیا نہ گر رونا ہو کیوں — جو زیادہ دن جئے ٹیڑھا ہو کیوں

در زمان خواب چوں آزاد شد — زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد
خواب میں جو وقت آزادی ملی — اس جگہ جاں کو خوشی کیسی ملی

روح از ظلم طبیعت باز رست — مرد زندانی ز فکر حبس رست
جاں ہوئی ظلم طبیعت سے رہا — جیسے فکر قید سے قیدی چھٹا

ایں زمین و آسماں بس فراخ — سخت تنگ آمد بہنگام مناخ
یہ زمیں یہ آسماں باصد کشود — تھے بہت ہی تنگ ہنگام ورود

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ — خندہ او گریہ فخرش جملہ ننگ
چشم بند اک ہے فراخ اور سخت تنگ — ہنسنا رونا اس کا اور فخر اسکا ننگ

١ حاشیہ صفحہ گذشتہ ١ - ارواح سے مراد ہے ۔

دُنیا اور خوابِ کی تشبیہ

ہمچو گرمابہ کہ تفسیدہ بود	تنگ آئی جانت بخسیدہ شود
جس طرح حمام جب وہ گرم ہو	تنگ آئے تو۔ ہو اُلجھن جسم کو
گرچہ گرمابہ عریض است و طویل	زاں تپش تنگ آیدت جان کلیل
گرچہ ہو حمام چوڑا اور طویل	ہو تپش سے جان تنگ اور بس کلیل
تا بروں نائی نبگشاید دلت	پس چہ سود اندر فراخے منزلت
گر نہ نکلے تو، نہ خوش ہو دل ترا	پھر کشادہ گھر سے کیا ہے فائدا
یا کہ کفش تنگ پوشی اے غوی	در بیابانِ فراخی میروی
جیسے جوتا تنگ پہنے تو اخی	اور کھلے جنگل میں تو جائے کبھی
آں فراخی بیاباں تنگ گشت	بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت
تنگ تجھ پر ہو فراخی دشت کی	ہو وہ صحرا تجھ کو زنداں آکری
ہر کہ دید او مر ترا از دور گفت	کو در آں صحرا چو لالہ بر شگفت
دُور سے جو تجھ کو دیکھے۔ وہ کہے	مثل لالہ کے شگفتہ دل تجھے
او نداند کہ تو ہمچوں ظالماں	از بروں در گلشنے جان در فغاں
کیا خبر اس کو تو مثل ظالماں	باغ ہے باہر سے۔ اندر سے فغاں
خواب تو آں کفش بیروں کردن است	کہ زمانے جانت از زنداں برست
خواب تیرا ہے وہ جوتا پھینکنا	قید سے ہے جان دم بھر کو جدا
اولیا را خواب ملک است اے فلاں	ہمچو آں اصحاب کہف اندر جہاں
اولیا کی ملک ہے خواب اے فلاں	جیسے وہ اصحابِ کہف شادماں
خواب می بینند و آنجا خواب نے	در عدم در می روند و باب نے
خواب میں ہیں خواب گو اُس جا نہیں	جائیں بے در کے عدم میں بالیقیں

خانۂ تنگ و درون چنگلوک	کردہ ویراں تا کند قصرِ ملوک
تنگ گھر اور اس میں لنجے آدمی	کر دیا ویراں کہ ہو محل شہی
چنگلوکم چوں جنیں اندر رحم	نہ مہہ گشتم شدہ نقل آں نہم
ہوں میں لنجا، جوں رحم میں بچہ تھا	ہو چکے نو ماہ - میں پیدا ہوا
گر نباشد دردِ زہ با مادرم	من دریں زنداں میانِ آذرم
دردِ زہ میں مبتلا گر ہو نہ ماں	میں رہوں اس قید میں آتش بجاں
مادرِ طبعم ز دردِ مرگِ خویش	میکند زہ تا رہد برّہ ز میش
ماں مری فطرت کی دردِ مرگ سے	مضطرب ہے تا کہ بُز بچہ جنے
تا چرد آں برّہ در صحرائے سبز	ہیں رحم بکشا کہ گشت آں برّہ گبز
سبز صحرا میں وہ بچہ تا چرے	بچہ موٹا ہے - رحم اب کھول دے
دردِ زہ گر رنجِ آبستن شود	بر جنیں اشکستنِ زنداں بود
حاملہ پر دردِ زہ گو ہے بلا	بچہ پر ہے ٹوٹ جانا قید کا
حاملہ گریاں ز زہ کاین المناص	واں جنیں خنداں کہ پیش آمد خلاص
حاملہ ہے دردِ زہ میں مبتلا	بچہ ہنستا ہے ہوا میں تو رہا
ہرچہ زیرِ چرخ ہستند امّہات	از جماد و از بہیمہ وز نبات
جتنی مائیں ہیں زمیں پر نیک بخت	یہ جمادات اور حیواں اور درخت
ہر یکے از دردِ غیرے غافلند	جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند
دوسرے کے درد سے غافل ہیں سب	ہاں جو دانا ہیں[1] نہیں غافل وہ کب
آنچہ کوسہ داند از خانہ کساں	بلہ از خانہ خودش کے داند آں
ہے جو کچھ بے ریش کو گھر[2] کی خبر	ریش[3] والا کب وہ جانے اے پسر

[1] صاحب دل ہو [2] وجود سے مراد ہے ۔
[3] دنیا دار ۔

آنچہ صاحب دل بداند حال تو ۔۔۔ تو ز حال خود ندانی اے عمو
صاحب دل حال جو جانے ترا ۔۔۔ تجھ کو بھی آتا نہیں اپنا پتا

آنچہ بیند در جبینت اہل دل ۔۔۔ کے ببینی در خود اے از خود خجل
جو ترے ماتھے میں دیکھیں اہل دل ۔۔۔ تو اسے کس طرح دیکھے اے خجل

غفلت کالی اور تاریکی جسم سے ہے

غفلت از تن بود چوں تن روح شد ۔۔۔ بیند آں اسرار را بے ہیچ بد
تن سے غفلت ہے جو ہو تن جان تب ۔۔۔ دیکھے پھر اسرار کو بے لاگ سب

چوں زمین برخاست از جو فلک ۔۔۔ نے شب و نے سایہ ماند نے دلک
جب زمیں اٹھ جائے جوف چرخ سے ۔۔۔ پھر نہ یہ سایہ نہ تاریکی رہے

ہر کجا سایہ است و شب یا سایکہ ۔۔۔ از زمیں باشد نہ از خورشید و مہ
ہے جہاں بھی رات اور سایہ کہیں ۔۔۔ وہ زمیں سے ہے نہ سورج چاند سے

دود پیوستہ ہم از ہیزم بود ۔۔۔ نے ز آتش ہائے مستنجم بود
لکڑیوں سے یہ دھواں ہے بیکراں ۔۔۔ آتش روشن سے کب نکلے دھواں

وہم افتد در خطا و در غلط ۔۔۔ عقل باشد در اصابتہا فقط
غلطیوں سے اور خطا سے وہم ہو ۔۔۔ ہے فقط مشہور طیبان دانائی کو

ہر گرانی و کسل خود از تن است ۔۔۔ جان ز خفت جملہ در پریدن است
ہر گرانی اور کسل ہے جسم سے ۔۔۔ جان اڑے کی تن کو سوتا دیکھ کے

روئے سرخ از کثرت خونہا بود ۔۔۔ روئے زرد از جنبش صفرا بود
کثرت خوں سرخ کرتی چہرے کو ۔۔۔ کثرت صفرا سے چہرہ زرد ہو

رو سفید از قوت بلغم بود ۔۔۔ باشد از سودا کہ رو ادہم بود
ہو سفید اب منہ تو ہے بلغم بڑھا ۔۔۔ اور کالا ہو تو سودا ہے سوا

در حقیقت خالق آثار اوست — لیک جز علت نبیند اہل پوست

خالق آثار ہے از بسکہ دوست — صرف علت دیکھتے ہیں اہل پوست

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست — از طبیب و علت او را چارہ نیست

مغز جو نکلا نہیں ہے پوست سے — علت و دوراں کی کیا ہے دوا کیے

چون دوم بار آدمی زادہ بزاد — پائے خود بر فرق علتہا نہاد

دوسری بار آدمی پیدا ہوا — پاؤں اپنا سر پہ علت کے رکھا

علت اولی نباشد دین او — علت آخری ندارد کین او

دین اس کا علت اولیٰ کہاں — کینہ ہے با علت آخری کہاں

می پرد چون آفتاب اندر افق — با عروس صدق و صورت چون تتق

اڑتا ہے جیسے افق میں آفتاب — صدق کی ہمرہ دلہن ہے بے حجاب

بلکہ بیرون از افق وز چرخہا — بے مکاں باشد چو ارواح و نہی

بلکہ باہر اس افق اور چرخ سے — بے مکاں رہتا ہے جوں ارواح کے

بل عقول ما چو سایہ ہائے او — مے فتد از ہر طرف بر پائے او

بلکہ یہ عقلیں ہماری سایہ دار — ہر طرف ہیں اُسکے قدموں پہ نثار

نص[۵۱] مطلق کی تشبیہ

مجتہد ہر گہ کہ باشد نص شناس — اندر آں صورت نیندیشد قیاس

مجتہد ہوتا ہے جس دم نص شناس — کب وہ اس صورت میں کرتا ہے قیاس

چون نیابد نص اندر صورتے — از قیاس آنجا نماید عبرتے

نص جو صورت میں سما سکتی نہیں — ہے قیاس اک عبرت اس جا بالیقیں

۵۱ موشگافی۔ قرآن مجید کی وہ آیتیں جو متشابہ کاموں میں امتیاز کرتی ہیں
کلام صریح و ظاہر۔ ۵۲ تتق۔ سراپردہ

نصّ وحیِ روحِ قدسی داں یقیں ۔۔۔ واں قیاسِ عقلِ جزوی تحتِ ایں

نصّ کو وحیِ روحِ قدسی کر یقیں ۔۔۔ ہے قیاسِ عقلِ جزوی کمتریں

عقل از جاں گشت با ادراک و فر ۔۔۔ روح اورا کی شود زیرِ نظر

عقل کو ہے روح سے ادراک و فر ۔۔۔ روح ہے ادراک کی زیرِ نظر

لیک جاں در عقل تاثیرے کند ۔۔۔ زاں اثر آں عقل تدبیرے کند

عقل میں کرتی ہے لیکن جان اثر ۔۔۔ اس اثر سے عقل ہے تدبیر گر

نوح وار ار صدمتے زد بر تو روح ۔۔۔ کو یم و کشتی و کو طوفانِ نوحؑ

نوحؑ کی مانند صدمہ دے جو روح ۔۔۔ پھر کہاں کشتی، کہاں طوفانِ نوحؑ

عقل اثر را روح پندارد ولیک ۔۔۔ نورِ خور از قرصِ خور دور است نیک

عقل اثر کو روح سمجھی ہے مگر ۔۔۔ نور سورج کا ہے اس سے دور تر

زاں بقرصے سالکے خورسند شد ۔۔۔ کہ ز نورش سوئے قرص افگند شد

قرص سے سالک جبھی مسرور ہے ۔۔۔ قرص پر بھی بس اسی کا نور ہے

زانکہ ایں نورے کہ اندر سافلست ۔۔۔ نیست دائم روز و شب او آفلست

کیونکہ ہے جو نور سفلی میں عیاں ۔۔۔ ہے وہ فانی رات دن بجھتا ہے ہاں

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا ۔۔۔ غرقۂ آں بحر باشد دائما

قرص میں رکھتا ہے جو اپنا مقام ۔۔۔ غرق وہ دریا میں رہتا ہے مدام

نہ سحابش رہ زند نہ خود غروب ۔۔۔ وا رہید او از فراقِ سینہ کوب

ہے غروب و ابر سے وہ بے نیاز ۔۔۔ اور فرقت سے نہیں اسکو گداز

اصلِ ایں کس جملگیش از افلاک بود ۔۔۔ یا مبدّل گشت اگر از خاک بود

اصل ایسوں کی ہے بس افلاک سے ۔۔۔ یا ہوئی تبدیل گو تھی خاک سے

زانکہ خاکی را نباشد تابِ آں ۔۔۔ کہ زند بر وے شعاعے جاوداں

کیونکہ ہے خاکی میں تاب اتنی کہاں ۔۔۔ کہ نہیں پھینکے اس پہ اپنی جاوداں

گر زند بر خاک دائم نورِ خور — آنچناں سوزد کہ ناید در شمر

خاک پر خور ہو جو دائم ضو فشاں — جل اُٹھے وہ اس طرح بس الاماں

دائم اندر آب کارِ ماہی است — مار را با او کجا ہمراہی است

رہتی ہے مچھلی ہی پانی میں سدا — ساتھ مچھلی کے رہے کیا سانپ کیا

لیک در کہ مارہائے پُر فنند — اندریں یم ماہیانی مے کنند

ہیں پہاڑوں میں مگر مکار مار — مچھلی اس دریا کی وہ بنتے ہیں یار

مکرِ شاں گر خلق را شیدا کند — ہم ز دریا تا سرِ شاں سوا کند

مکر اُن کا خلق کو شیدا کرے — بیقراری بحر میں ترسوا کرے

واندریں یم ماہیانِ پُر فنند — مار را از سحر ماہی مے کنند

اور دریا میں ہیں پُر فن مچھلیاں — سحر سے مچھلی بنا دیں سانپ ہاں

کہ تو ماری شو قرینِ ماہیاں — تا شوی چوں ماہیاں در یم رواں

سانپ ہے تو مچھلیوں کے پاس آ — مثلِ ماہی ہو رواں دریا میں جا

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال — بحرِ شاں آموختہ سحرِ حلال

ہیں جلالی بحر کی جو مچھلیاں — سحر ہیں دریا سے سیکھی بیگماں

پس محال از تابِ ایشاں حال شد — نحس آنجا رفت و نیکو فال شد

بن گیا حال آنکے پرتو سے محال — نحس جا کر اس جگہ ہو نیک فال

زہر آنجا رفت و شکر شد یقیں — سنگ آنجا رفت و شد دُرِّ ثمیں

زہر اس جا جا کے شکر ہو گیا — پتھر اس جا رہ کے گوہر ہو گیا

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر — مے نہ بیند چیز یہ بشر چشمِ بشر

خاک زر پتھر گہر اور پاؤں سر — جنبہ بشر دیکھتے نہ کچھ چشمِ بشر

تا قیامت گر بگویم زیں کلام — صد قیامت بگذرد ویں ناتمام

تا قیامت گر کہوں میں یہ کلام — حشر ہو سو بار، یہ کب ہو تمام

سننے والوں و مریدوں کے آداب

مصرع اول	مصرع ثانی
بر ملولان این مکرر کردنست	نزد من عمرے مکرر بردنست
ہے گراں تکرار ہر بے ذوق پر	مجھ کو ہے عمرِ دوبارہ یہ مگر
شمع از برقِ مکرر بر شود	خاک از تابِ مکرر زر شود
شمع جلے آگ کی تکرار سے	آتشِ پیہم سے مٹی زر بنے
گر ہزاران طالبند و یک ملول	از رسالت باز میماند رسول
ہوں اگر طالب ہزاروں اک ملول	اور رہے تبلیغ سے خامش رسول
این رسولانِ ضمیر رازگو	مستمع خواہند اسرافیل خو
بس سمجھ وہ ہے رسولِ رازگو	سننے والا چاہیے اسرافیل خو
نخوتے دارند و کبرے چون شہان	چاکری خواہند از اہلِ جہان
بادشاہوں کی سی نخوت ان میں ہے	خلق سے خدمت کی حسرت ان میں ہے
تا ادبہاشان بجا گہ ناوری	از رسالتشان چگونہ بر خوری
گر نہ لائے تو ادب اُن کا بجا	ہو تجھے تبلیغ سے کیا فائدا
کے رسانند آن امانت را بتو	تا نباشی پیششان راکع دوتو
کب امانت پھر وہ پہنچائیں تجھے	تو نہ اُن کے سامنے جب تک جھکے
ہر ادب شان کے ہمی آید پسند	کامدند ایشان ز ایوانِ بلند
ہر ادب اُن کو کب آتا ہے پسند	ہے مقام اُن کا اک ایوانِ بلند
نے گدایانند کز ہر خدمتے	از تو دارند اے مزور منتے
وہ گدا کب ہیں کہ لے کر خدمتیں	اے فریبی یوں ترے احسان لیں

ل دوبارہ زندگی پانا جو نایاب شے ہے ۔

لیک با بے رغبتیہائے ضمیر — صدقۂ سلطان بیفشان وا مگیر

لوگ بے رغبت بھی ہوں گر اے رسول — صدقۂ شہ ان کو دے اے با اصول

اسپ خود را اے رسول آسماں — در ملولاں منگر و اندر جہاں

اپنا گھوڑا اے رسول آسماں — ان ملولوں پر نہ جا کر دے رواں

فرخ آں ترکے کہ استیزہ نہد — اسپش اندر خندق آتش جہد

وہ سپاہی خوب جو لڑتا رہے — آگ کی خندق میں گھوڑا ڈال دے

گرم گرداند فرس را آنچناں — کہ کند آہنگ اوج آسماں

اس طرح گھوڑے کو گرمائے وہاں — بس کرے وہ قصد اوج آسماں

چشم را از غیر و غیرت دوختہ — ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ

غیر اور غیرت سے بند آنکھیں کئے — خشک و تر کو مثل آتش پھونک دے

گر پشیمانی برو عیبے کند — آتش اول در پشیمانی زند

عیب اگر اس پر پشیمانی لگائے — آگ میں پہلے اسی کو وہ جلائے

خود پشیمانی نروید از عدم — چوں ببیند گرمی صاحب قدم

خود پشیمانی نہ ہو پیدا بہم — دیکھ لے گر، گرمیٔ صاحب قدم

ہر حیوان کا اپنے دشمن سے بچنا

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را — گرچہ حیوانست الا نادرا

شیر کی بو سے ہے گھوڑا آشنا — ہے عجب حیوان ہو کر یہ ذکا

بل عدوے خویش را ہر جانور — خود بداند از نشان و از اثر

اپنے ہر دشمن کو ہر اک جانور — جانتا ہے با نشان و با اثر

روز خفاش نیارد بر پرید — شب برون آید چو دزداں جہید

دن میں چمگادڑ کبھی اڑتی نہیں — رات کو اڑتی ہے تنہا بالیقیں

برنیاید بوم از ہم و کرِ خود — شب رود بر کار سازد مکرِ خود
آشیاں سے باہر الو بھی نہ آئے — رات ہو تو چال دھوکے کی چلائے

از ہمہ محروم تر خفاش بود — کہ عدوِ آفتابِ فاش بود
سب سے بدقسمت یہ چمگادڑ رہی — بن گئی بدخواہ جو خورشید کی

نے تواند در مصافش زخم خورد — نے بنفرین تاندش مہجور کرد
زخم لڑ کر بھی نہ اس کو دے سکے — اور نہ نفرت سے جدا اسکو کرے

آنکہ آں خورشید از احسان و جود — بر نہ درّاند ز قہرش تار و پود
ہے یہ احسان و کرم خورشید کا — قہر سے اس کو نہیں جو دیکھتا

آفتابے کہ بگرداند قفاش — از برائے غصہ و قہرِ خفاش
آفتاب ایسا جو منہ کو پھیر لے — ایک چمگادڑ کا غصہ دیکھ کے

غایتِ لطف و کمالِ او بود — ورنہ خفاشش کجا مانع شود
ہے یہ اُسکا غایتِ لطف و کمال — ورنہ چمگادڑ جو روکے کیا مجال

دشمن ار گیری بجاے خویش گیر — تا بود ممکن کہ گردانی اسیر
دشمنی کرتا ہے تو ہمسر سے کر — تا کہ غلبہ اُس پہ ممکن ہو پھر

قطرہ با قلزم کہ استیزہ کند — ابلہ است او ریش خود برمیکند
ایک قطرہ بحر سے جھگڑا کرے — ابلہی سے خود کو وہ رسوا کرے

حیلت او از سبالش نگذرد — چنبرۂ حجرۂ قمر چوں بر درد
مگر اس کا مونچھوں سے کب بڑھ سکے — توڑے ہالہ چاند کو کس طور سے

با عدوئے آفتاب ایں بد عتاب — اے عدوئے آفتابِ آفتاب
دشمنِ خورشید پر تھا یہ عتاب — اے عدوئے آفتابِ آفتاب

اے عدوئے آفتابے کز فرش — مے بلرزد آفتاب و اخترش
اے عدو اُس آفتابِ نور کے — مہر و اختر کانپیں جس کے خوف سے

تو عدوئے او نۂ خصم خودی ۔ چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی

تو عدو اس کا نہیں اپنا ہوا ۔ آگ کو کیا غم جو تو لکڑی بنا

اے عجب از سوزشت او کم شود ۔ یا ز درد و غصہ ات درہم شود

ہے عجب سوزش سے تیری کم ہو وہ ۔ یا کہ تیرے غصے سے درہم ہو وہ

رحمتش نے رحمت آدم بود ۔ کہ مزاج رحم آدم غم بود

رحمت اس کی رحمتِ انساں نہیں ۔ رحم آدم ہے سوائے غم کہیں

رحمتِ مخلوق باشد غصہ ناک ۔ رحمت حق از غم و غصہ ست پاک

رحمتِ مخلوق تو ہے غصہ ناک ۔ رحمت حق ہے غم و غصہ سے پاک

رحمتِ بیچون چنیں داں اے پسر ۔ ناید اندر وہم از وے جز اثر

رحمتِ حق کو تو جاں ایسا پسر ۔ وہم میں مطلق نہ آئے جز اثر

ظاہر ست آثار و میوہ رحمتش ۔ لیک کے داند جز او ماہیتش

ہے اثر رحمت کا اس کی ظاہرا ۔ ماہیت ہے کون لیکن جانتا

مثال تقلید اور تحقیق میں فرق

ہیچ ماہیات اوصاف کمال ۔ کس نداند جز بآثار و مثال

کوئی ماہیاتِ اوصافِ کمال ۔ جانتا کب ہے بجز شبہ و مثال

طفل ماہیت نداند طمث را ۔ جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا

بے خبر لڑکا جماع لطف سے ۔ ماسوا اس کے کہ تو حلوا کہے

طفل را انبود ز وطی زن خبر ۔ جز کہ گوئی ہست آنخوش چوں شکر

طفل کو صحبت سے زن کی کیا خبر ۔ ہاں بجز اس کے کہ تو کر دے شکر

کے بود ماہیتِ ذوق جماع ۔ مثل ماہیات حلوا اے مطاع

کب ہوئی ماہیتِ ذوق جماع ۔ مثل ماہیاتِ حلوا اے مطاع

لیک نسبت کرد از روئے باخوشی ۔ با تو آں عاقل کہ تو کودک وشی

نسبت اچھی چیز سے دی ہے مگر ۔ اس ذکی نے تجھ کو بچہ جان کر

تا بداند کودک آں را از مثال ۔ گر نداند ماہیت یا عین حال

تاکہ سمجھے بچہ از راہِ مثال ۔ گو نہ جانے ماہیت کا عین حال

پس اگر گوئی بدانم دور نیست ۔ ور بگوئی کہ ندانم زور نیست

گر کہے میں جانتا ہوں ٹھیک ہے ۔ گر کہے ناآشنا ہوں ٹھیک ہے

گر کسے گوید کہ دانی نوحؑ را ۔ آں رسولِ حق و نورِ روح را

کوئی گر پوچھے کہ جانے نوحؑ کو ۔ اُس رسولِ حق کو نورِ روح کو

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر ۔ ہست از خورشید و مہ مشہور تر

گر کہے تو کیوں نہ جانوں وہ قمر ۔ چاند اور سورج سے ہے مشہور تر

کودکانِ خرد در کتابہا ۔ و آں اماماں جملہ در محرابہا

مدرسوں میں چھوٹے بچوں نے پڑھا ۔ مسجدوں میں بھی اماموں نے ندا

نام او خوانند در قرآں صریح ۔ قصہ اش گویند از ماضی فصیح

نام ہے اس کا کھلا قرآن میں ۔ قصہ ماضی بھی لوگ اسکا کہیں

راست گو دانستہ از روئے وصف ۔ گرچہ ماہیت نشد از نوحؑ کشف

تجھ کو سب سچا کہیں از روئے صفت ۔ ماہیت کا نوحؑ کی گر ہو نہ کشف

ور بگوئی من چہ دانم نوحؑ را ۔ ہمچو او کے داند او را اے فتیٰ

اور جو کہہ دے کیا میں جانوں نوحؑ کو ۔ اُن کو جانے وہی جو نوحؑ ہو

مور لنگم من چہ دانم پیل را ۔ پشہ کے داند اسرافیلؑ را

لنگڑی چیونٹی کیا میں جانوں فیل کو ۔ کب یہ مچھر سمجھے اسرافیلؑ کو

ایں سخن ہم راست است از روئے آں ۔ کہ بماہیت ندانیش اے فلاں

اس طرح یہ بات بھی سچی ہے ہاں ۔ ماہیت ان کی نہیں تجھ پہ عیاں

عجز از ادراک ماہیت عمو حالت عامہ بود مطلق مگو
عجز یہ ادراک کا ہے بالیقیں عام حالت ہے مگر مطلق نہیں

زانکہ ماہیات و سرّ سرّ آں پیش چشم کاملاں باشد عیاں
کیونکہ ماہیات اور سرّ نہاں کاملوں پر صرف ہوتے ہیں عیاں

در وجود از سرّ حق و ذات او دورتر از وہم استبصار کو
سرّ حق و ذات جسموں میں نہاں دور ان کے وہم بینش سے کہاں

چونکہ او مخفی نماند از محرماں ذات وصفی چیست کاں ماند نہاں
محرموں سے چونکہ وہ مخفی نہیں ذات وصفی چھپ بھی سکتی ہے کہیں

عقل بحثے گوید ایں دور است و گو بے ز تاویلے محالے کم شنو
بحثی کہتا ہے نا ممکن ہے جا سن نہ بے تاویل مشکل مسئلا

قطب گوید مر ترا اے سست حال آنچہ فوق حال تست آید محال
قطب کہتا ہے کہ سن اے سست حال عقل سے جو دور ہو وہ ہے محال

واقعاتے کہ کنونت بر کشود نے کہ اول ہم محالت مے نمود
واقعے جو تجھ پہ اب ظاہر ہوئے کیا وہ سب پہلے پہل مشکل نہ تھے

چوں رہانیدت زدہ زنداں کرم تیہ را بر خود مکن حبس از ستم
قید سے دس کی چھڑایا جود نے تنگ دنیا کو نہ کر اب ظلم سے

چوں خلاصی یافتی از صد بلا فقر را بر خود مکن رنج و عنا
سو بلاؤں سے ہوا ہے جب رہا فقر کو اپنے نہ کر رنج و عنا

سہل گیر و تا نگردد مشکلات ورنہ شد شکر چو زہر قاتلت
کر اسے آساں تا مشکل نہ ہو ہے جو شکر وہ سم قاتل نہ ہو

سوئے بحث خویش تازاں اے حسن کایں سخن پایاں ندارد جان من
بحث کی جانب تو اپنی لوٹ جا اس سخن کی بھی ہے کوئی انتہا!

نسبت اثبات با نفی از نخست — گر بیانش میکنی بر گو درست

مثبت و منفی کی نسبت ہے ملا — گر بیاں کرتا ہے کر بالکل بجا

نفی آں یک چیز و اثباتش رواست — چوں جہت شد مختلف نسبت دو تاست

نفی و اثبات ایک شے کی ہے روا — جب جہت ہو مختلف، نسبت سوا

ما رمیت اذ رمیت از نسبت است — نفی و اثبات است ہر دو مثبت است

ما رمیت تو ہے نسبت سے عیاں — نفی اور اثبات مثبت ہیں یہاں

نفی و اثبات میں جمع و تفریق

آں تو افگندی کہ بر دست تو بود — تو نیفگندی کہ حق قوت نمود

تو نے پھینکا جو ترے ہاتھوں میں تھا — تو نے کیا پھینکا یہ تھا زور خدا

زور آدم زادہ را حدے بود — مشت خاک اشکست لشکر کے شود

ایک حد ہے زورِ آدم کے لئے — بھاگتی ہے فوج مشت خاک سے

مشت مشت تست افگندن ز ماست — زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست

تیری مٹھی سے ہمارا پھینکنا — نفی و اثبات اس طرح ہوگا روا

یعرفون الانبیا اضداد ہم — مثل ما لا یشتبہ اولادہم

نبیوں کو دشمن ہیں یوں پہچانتے — جیسے ہیں لڑکوں کو اپنے جانتے

ہمچو فرزندان خود دانند شاں — منکراں با صد دلیل و صد نشاں

مثل فرزند اُن کو منکر جان لیں — سو دلیلوں سے انہیں پہچان لیں

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند — خویشتن را بر ندانم میزنند

پھر کریں رشک و حسد سے وہ نہاں — وہم نادانستگی سے بیگماں

پس چو یعرف گفت چوں باشد دگر — گفت لا یعرفہم غیری قدر

جب کہا یعرف تو کیوں جانے دگر — بولا "لا یعرفہم غیری" مگر

۱ دیکھو صفحہ ۳۹۱

اِنّہم تحت قبائی کامنون ‌ ‌ ‌ جز کہ یزداں شاں اند ز آزموں

ہیں مرے زیرِ قبا سب اولیا ‌ ‌ ‌ کون اُن کو بجز خدا ہے جانتا

ہم بہ نسبت گیر ایں مفتوح را ‌ ‌ ‌ کہ بہ بی و ندانی نوح را

جان اِسی نسبت سے اس مفتوح کو ‌ ‌ ‌ تو نہ جانے اور جانے نوح کو

زیں نسق بسیار آمد در خبر ‌ ‌ ‌ کاں بہ نسبت باشد اے جانِ معتبر

ہے کچھ ایسی ہی حدیثوں میں خبر ‌ ‌ ‌ بات نسبت سے ہو اسے جاں معتبر

درویش کامل کی فنا و بقا

گفت قائل در جہاں درویش نیست ‌ ‌ ‌ ور بود درویش آں درویش نیست

ہیں کہاں درویش قائل نے کہا ‌ ‌ ‌ اور جو ہے بھی تو ہے وہ درویش کہاں

ہست از روئے بقا آں ذاتِ او ‌ ‌ ‌ نیست گشتہ وصفِ او در وصفِ ہُو

ہست از روئے بقا ہے اسکی ذات ‌ ‌ ‌ وصف حق میں ہیں فنا اُس کی صفات

چوں زبانہ شمع پیش آفتاب ‌ ‌ ‌ نیست باشد ہست باشد در حساب

جیسے نورِ شمع پیش آفتاب ‌ ‌ ‌ نیست ہو اور ہست از روئے حساب

ہست باشد ذاتِ او تا تو اگر ‌ ‌ ‌ بر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر

ہست اس کی ذات ہے اور تو اگر ‌ ‌ ‌ روئی رکھ دے تو جلا دے وہ شرر

نیست باشد روشنی ندہد ترا ‌ ‌ ‌ کردہ باشد آفتاب او را فنا

نیست ہو نور روشنی کب دے تجھے ‌ ‌ ‌ آفتاب اس کو فنا فورًا کرے

در دو صد من شہد یک وقیہ خل ‌ ‌ ‌ چوں در افگندی و در وے گشت حل

شہد دو سو من ہو سرکہ آدھ پاؤ ‌ ‌ ‌ اور ان دونوں کو آپس میں ملاؤ

حاشیہ صفحہ گذشتہ ‌ ‌ انہیں کوئی میرے سوا نہیں پہچانتا۔

نیست باشد طعمِ خل چون می چشی | ہست آں وقیہ فزوں چوں میکشی

ہو نہ کچھ اس کا مزہ گر تو چکھے | آدھ پاؤ تول میں بڑھتا رہے

پیشِ شیرے آہوئے بیہوش شد | ہستیش در ہستِ او روپوش شد

شیر کے آگے ہرن بے ہوش ہوا | اس کی ہستی ہوگئی اس میں فنا

ایں قیاسِ ناقصاں بر کارِ رب | جوششِ عشق ست نہ از ترکِ ادب

یہ قیاسِ ناقص اور افعالِ رب | جوشِ الفت ہے نہیں ترکِ ادب

نبضِ عاشق بے ادب بر مے جہد | خویش را در کفۂ شہ مے نہد

نبضِ عاشق کی ہے جنبش بے ادب | کفۂ سلطاں سے ملاتا ہے نسب

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں | با ادب تر نیست زو کس در نہاں

بے ادب تر اس سے دُنیا میں کہاں | ہے مگر وہ با ادب باطن میں ہاں

ہم بنسبت داں وفاق اے منتجب | ایں دو ضد با ادب با بے ادب

جان اسی نسبت سے ان میں دوستی | با ادب اور بے ادب ضد ہیں اگی

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری | کہ بود دعوائے عشقش ہمسری

بے ادب نکلے جو دیکھے ظاہرا | عشق کا دعویٰ اسے ہو برملا

چوں بباطن بنگری دعوی کجاست | او و دعوی پیشِ آں سلطاں فناست

دیکھے باطن میں تو پھر دعویٰ کہاں | پیشِ سلطاں وہ بھی، دعویٰ بھی فنا

مات زید زید اگر فاعل بود | لیک فاعل نیست کو عاطل بود

اتُ زیدٌ میں ہے فاعل زید اگر | فی التحقیقت کب ہے فاعل اے پسر

او ز روئے لفظِ نحوی فاعلست | ورنہ او مفعول و موتش قاتلست

نحو کی رو سے اسے فاعل سمجھ | ورنہ اس کا موت کو قاتل سمجھ

فاعلی چہ کو چناں مقہور شد | فاعلیہا جملہ از وے دور شد

فاعلی کیا وہ تو خود مقہور ہے | فاعلی جو کچھ ہے اس سے دور ہے

وکیل صدرِ جہاں کا قصہ

در بخارا بندۂ صدرِ جہاں ۔ متہم شد گشت از صدرش نہاں

اک بخارا میں غلام صدر تھا ۔ صدر سے وہ متہم ہو کر چھپا

مدت دہ سال سرگرداں بگشت ۔ گہ خراساں گہ کہستاں گاہ دشت

دو برس تک ہر طرف پھرتا رہا ۔ وہ خراساں اور کہستاں میں تھا

از پسِ دہ سال او از اشتیاق ۔ گشت بے طاقت ز ایامِ فراق

دس برس کے بعد ابھرا اشتیاق ۔ ہو گیا دل اس کا بے صبرِ فراق

گفت تابِ فرقتم زیں پس نماند ۔ صبر کی داند خلاعت را نشاند

بولا اب طاقت جدائی کی نہیں ۔ صبر ہوتا ہے جدائی میں کہیں

از فراق ایں خاکہا شورہ بود ۔ آب زرد و گندہ و تیرہ بود

ہجر سے ہو جاتی ہے کھاری زمیں ۔ پانی گندہ اور گدلا بالیقیں

باد جاں افزا وخم گردد وبا ۔ آتشی خاکستری گردد ہبا

خوشگوار آب و ہوا ہو ناگوار ۔ خاک آتش ریزہ بن جاتے غبار

باغ چوں جنت شود دار المرض ۔ زرد و ریزاں برگ او اندر حرض

باغ جنت ایسے مرض خانہ بنیں ۔ زرد پتے ہو کے ناقص گر پڑیں

عقل درّاک از فراق دوستاں ۔ ہمچو تیر انداز اشکستہ کماں

عقل عالی دوستوں کے ہجر سے ۔ مثل تیر افگن کماں ٹوٹی رہے

دوزخ از فرقت چناں سوزاں شدست ۔ پیر از فرقت چنیں لرزاں شدست

ہجر سے دوزخ ہے سوزاں اس قدر ۔ پیر ہے فرقت سے لرزاں اس قدر

گر بگویم از فراق چوں شرار ۔ تا قیامت یک بود از صد ہزار

گر بیاں فرقت کا ہو جو ہے شرار ۔ ایک ہی کا لاکھ میں سے ہو شمار

بیں ز شرحِ سوزِ او کم زن نفس ۔۔۔ ربِّ سلِّم ربِّ سلِّم گو و بس

شرح اس کے سوز کی ہے ناروا ۔۔۔ رکھ سلامت اے خدا کر التجا

ہر چہ از وے شاد گشتی در جہاں ۔۔۔ از فراقِ او بیندیش آں زماں

جس سے تو دُنیا میں ہے شاداں ہوا ۔۔۔ کر کچھ اندیشہ بھی اس کے ہجر کا

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد ۔۔۔ آخر از وے جست و ہمچوں باد شد

جس سے تو ہے خوش، بہت تھے اس سے شاد ۔۔۔ ہجر سے آخر ہوئے پھر نامراد

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ ۔۔۔ پیش از آں کو بجہد از تو تو بجہ

تجھ سے بھی بھاگے نہ دل اس سے لگا ۔۔۔ بھاگنے سے اس کے پہلے ہو جدا

ہمچو مریمؑ گوئے پیش از فوتِ ملک ۔۔۔ نفس را اکا عوذ بالرحمٰن منک

مثلِ مریمؑ کہ تو پیش فوتِ ملک ۔۔۔ نفس سے۔ اعوذ بالرحمٰن منک[1]

حضرت مریمؑ کے پاس روح القدس کا آنا

دید مریم صورتے بس جاں فزا ۔۔۔ جاں فزائے دلربائے در خلا

دیکھی اک مریمؑ نے صورت جاں فزا ۔۔۔ عین خلوت میں کہ جو تھی دلربا

پیش او بر رست از روئے زمیں ۔۔۔ چوں مہ و خورشید آں روح الامیں

آگے آئے پھاڑ کر سطحِ زمیں ۔۔۔ چاند سورج کی طرح روح الامیںؑ

از زمیں بر رست خوبی بے نقاب ۔۔۔ آنچناں کز شرق روید آفتاب

حسن یوں نکلا زمیں سے بے نقاب ۔۔۔ جس طرح مشرق سے نکلے آفتاب

لرزہ بر اعضائے مریمؑ اوفتاد ۔۔۔ کو برہنہ بود و ترسید از فساد

لرزہ سا مریمؑ کے اعضا میں پڑا ۔۔۔ تھیں برہنہ خوف سا ان کو ہوا

[1] تجھ سے خدا کی پناہ۔

صورتے کز یوسف[1] دیدے عیاں — دست از حیرت بریدے چوں زناں

حضرت یوسف جو صورت دیکھتے — جوں[1] زناں ہاتھوں کو اپنے کاٹتے

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل — چوں خیالے کہ برآرد سر ز دل

مثل گل مٹی سے وہ پیدا ہوئے — جس طرح تخیّل نکلے قلب سے

گشت مریم[2] بیخود و بیخویش او — گفت بجہم در پناہِ لطف ہو

ہو گئیں مریم[2] جو بیخود اور تباہ — بولیں یا اللہ دے مجھ کو پناہ

زانکہ عادت کردہ بود آں پاک جیب — در ہزیمت رخت بردن سوئے غیب

کیونکہ عادت تھی یہ ان معصوم کی — لیتی تھیں غم میں پناہِ ایزدی

چوں جہاں را دید ملکے بے قرار — حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار

دیکھا دُنیا کو جو ملک بے قرار — حزم کر کے لے لیا حق کا حصار

تا بگاہِ مرگ حصنے باشدش — کہ نیابد خصم راہ مقصدش

تا کہ وہ مرنے تک اک قلعہ بنے — راہ دشمن بھی نہ اس میں پا سکے

از پناہِ حق حصارے بہ ندید — یورتگہ نزدیک آں دژ بر گزید

اس سے بہتر قلعہ کوئی بھی نہ تھا — قلعہ کے نزدیک گھر بنوا لیا

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز — کہ ازو میشد جگرہا تیر دوز

دیکھے جب غمزے وہ اسکے عقل سوز — پہنچی سینے تک نگاہِ تیر دوز

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش ہمہ — خسروانِ عقل بیہوشش ہمہ

شاہ و لشکر اس کے سب حلقہ بگوش — عقل کے سلطاں بیٹھے محروم ہوش

صد ہزاراں شاہ مملوکش بحق — صد ہزاراں بدر را دادہ بدق

ملکیت میں اسکی تھے سلطاں ہزار — ماند کر ڈالے مہ تاباں ہزار

[1] یعنی جس طرح انہیں دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے ۔

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند ‏ ‏ عقلِ کلّش چوں بہ بیند کم زند
زہرہ کو گویائی کا زہرہ نہ تھا ‏ ‏ عقلِ کل کو بھی تھا سکتہ ہو گیا

من چہ گویم چوں مرا بر دوختست ‏ ‏ دمگہم را دمگہِ او سوختست
گیا لبوں میں، مجھ کو مائل کر لیا ‏ ‏ حلق میرا حلق سے اس کے جلا

دودِ آں نارم دلیلم من برو ‏ ‏ دور از آں شہ باطل ما عبّرو
ہوں دھواں اُس آگ کا حجت نما ‏ ‏ سب کچھ اس سے دُور اور باطل ہوا

خود نباشد آفتابے را دلیل ‏ ‏ غیرِ نورِ آفتابِ مستطیل
ہو دلیل آفتاب اسے یار کیا ‏ ‏ نورِ خورشیدِ درخشاں کے سوا

سایہ کہ بود تا دلیلِ او بود ‏ ‏ ایں بس استش کہ ذلیلِ او بود
سایہ کیا ہے جو دلیل اسکی بنے ‏ ‏ ہے مناسب بس ذلیل اس سے رہے

ایں جلالت در دلالت صادق است ‏ ‏ جملہ ادراکات پس او سابق است
برتری اُس کی صداقت کی دلیل ‏ ‏ درک پیچھے وہ ہے سابق اے خلیل

جملہ ادراکات بر خرہائے لنگ ‏ ‏ او سوارِ باد پران چوں خدنگ
درک ہیں بارِ خرانِ سست و لنگ ‏ ‏ وہ سوارِ باد پا مثلِ خدنگ

گر گریزد کس نیابد گردِ شہ ‏ ‏ ور گریزند او بگیرد پیشِ رہ
گر کوئی بھاگے نہ پائے گرد بھی ‏ ‏ اور وہ بڑھ جائے آگے لے ابھی

جملہ ادراکات را آرام نے ‏ ‏ وقتِ میدان است وقتِ جام نے
درک ہیں بے چین اس سے لا کلام ‏ ‏ وقتِ میداں ہے نہیں ہے وقتِ جام

آں یکے وہمے چو بازے می پرد ‏ ‏ واں یکے چوں تیغ مغفر می درد
وہم ہے اک جو اڑے مثل ہوا ‏ ‏ خود مثلِ تیغ کاٹے دوسرا

واں دگر چوں کشتیے با بادبان ‏ ‏ واں دگر اندر تراجع ہر زماں
مثلِ کشتی ایک ہے با بادباں ‏ ‏ اور اک مائل بہ رجعت ہے یہاں

چوں شکارے می نمایدشاں ز دور — جملہ حملہ مے نمایند آں طیور

دور سے آتا ہے جب صید اک نظر — ہو گئے ہیں طائر سب اس پر حملہ ور

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند — ہمچو چغداں سوئے ہر ویراں روند

جب وہ غائب ہو تو حیرت میں ہیں — چغد ساں ہر سمت جنگل میں اڑیں

منتظر چشمے بہم یک چشم باز — تا کہ پیدا گردد آں صید نیاز

منتظر اک آنکھ بند اور اک کھلی — تا کہ ظاہر صید وہ پھر ہو کبھی

چوں بماند دیر گویند از ملال — صید بود آں خود عجب یا بد خیال

دیر ہو جائے تو پھر با صد ملال — یوں کہیں وہ صید تھا یا اک خیال

مصلحت آنست تا یکساعتے — قوتے گیرند و زور از راحتے

مصلحت یہ ہے کہ دم لیں اک گھڑی — قوتیں آرام سے پائیں نئی

گر نبودے شب ہمہ خلقان ز آز — خویشتن را سوختندے ز اہتزاز

گر نہ ہوتی شب تو خلقت حرص سے — جلتی، ہر اک سمت پھر کے دوڑ کے

از ہوس وز حرص سود اندوختن — ہر کسے دادے بدن را سوختن

لینے کو حرص و ہوس سے فائدا — ہر کوئی دیتا بدن اپنا جلا

شب پدید آید چو گنج رحمتے — تا رہند از حرص خود یکساعتے

گنج رحمت کی طرح آتی ہے رات — حرص سے تا پائیں اک ساعت نجات

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو — آں صلاح تست آیس دل مشو

قبض اسے راہرو اگر ہو آشکار — وہ ہے اک اصلاح یوں ہے بیقرار

زانکہ در خرج از آں بسط و گشاد — خرج را دخلے بباید ز اعتداد

خرچ ہونے کے لئے اس بسط کے — خرچ کو بھی جمع میں کچھ دخل ہے

گر ہمارہ فصل تابستاں بدے — سوزش خورشید در بستاں زدے

گر ہمیشہ فصل گرمی کی رہے — سوزش خورشید گلشن پھونک دے

منبتش را سوختے از بیخ و بن — کہ دگر تازہ نگشتے آن کہن
پھونکتی سبزے کو وہ جڑ پیڑ سے — تازہ ہو سکتا نہ وہ پھر سوکھ کے

گر ز سرما بیست آن وے مشفق ست — صیف خندانست اما محرق ست
سخت ہے سردی مگر ہے پھر بھی نرم — اچھی ہے گرمی مگر ہے پھر بھی گرم

چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بین — تازہ باش و چین میفگن بر جبین
قبض ہو تو بسط کر اس میں خیال — رہ شگفتہ بل نہ تو ماتھے پہ ڈال

کودکان خندان و دانایان ترش — غم جگر را باشد و شادی ز شش
رنج ہو دانا کو بچوں کو خوشی — ہو جگر میں درد شش میں تازگی

چشم کودک ہمچو خر در آخر ست — چشم عاقل در حساب آخر ست
چشم کودک تھان پر جیسے ہو خر — آنکھ ہے دانا کی آخر بیں مگر

او در آخر چرب مے بیند علف — وین ز قصاب آخرش بیند تلف
وہ طویلے میں ہے چارہ دیکھتا — اور یہ قصاب سے نقصان زدہ

آن علف تلخست کان قصاب داد — بہر لحم ما ترازوے نہاد
گھاس کڑوی ہے قصائی نے جو دی — گوشت لینے کو ترازو ہے رکھی

رو ز حکمت خور علف کان را خدا — بے عوض دادست از محض عطا
چارہ کھا حکمت کا جس کو کبریا — بے عوض دیتا ہے از راہِ عطا

فہم نان کردی نہ حکمت اے رہی — چونکہ حق گفتست کلوا من رزقہ
روٹی سمجھا تو نہ حکمت اے غبی — جب کہا حق نے کلوا من رزقہ

رزق حکمت بہ بود در مرتبت — کان گلوگیرت نگردد عاقبت
رزقِ حکمت مرتبے میں ہے سوا — جو نہ بالآخر ترا پکڑے گلا

[1] پھیپھڑا
[2] اس کے رزق سے کھاؤ

ایں دہاں بستی دہانے باز شد | کو خورندہ لقمہائے راز شد
بند کر یہ منہ تو پھر اک منہ کھلے | سربسر لقمے جو کھائے راز کے

گر ز شیر دیو تن را وابری | در فطامِ او بسے حلوا خوری
تو چھڑائے گا جو شیر دیو تن | کھائے گا حلوا بہت اے جانِ من

ترک جوشش کردہ ام من نیم خام | از حکیم غزنوی بشنو تمام
ترک خود میں نے کیا جوشش کلام | سن حکیم غزنوئی سے اے ہمام

در الٰہی نامہ گوید شرح ایں | آں حکیم غیب و فخر العارفین
کی الٰہی نامہ میں شرح متیں | کہتے حکیم غیب فخر العارفین

غم خورو نانِ غم افزایاں مخور | زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
غم تو کھا اور غم فزا روٹی نہ کھا | بچے شکر کھائیں، عاقل غم سدا

قندِ شادی میوۂ باغ غم ست | ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم ست
باغ غم کا میوہ ہے شادی بہم | ہے خوشی زخم اور مرہم اسکا غم

غم چو بینی در کنارش کش بعشق | از سر ربوہ نظر کن در دمشق
غم جو دیکھے اس سے ہو جا ہمکنار | ٹیلے سے سیر دمشق اچھی ہے یار

عاقل از انگور مے بیند ہمے | عاشق از معدوم شے بیند ہمے
دیدۂ عاقل میں ہے انگور سے | چشم عاشق میں ہے ہر معدوم شے

جنگ میکردند حمالاں پریر | تو مکش تا من کشم حملش چو شیر
پرسوں حمالوں میں تھی اک جنگ یار | چھوڑ دے تو میں اٹھاؤنگا یہ بار

زانکہ در آں رنج میدیدند سود | حمل را ہر یک ز دیگر می ربود
کیونکہ اس تکلیف میں تھا فائدہ | ایک سے تھا بوجھ لیتا دوسرا

مزدِ حق کو مزدِ آں بیمایہ کو | ایں بُد گنجت مزد و آں تسو
حق کی مزدوری کہاں اور یہ کہاں | گنج وہ دے یہ صلے میں کوڑیاں

گنج زرّے کہ چو خسپی زیرِ ریگ | با تو باشد آں نماند مردہ ریگ

گنج ایسا جب تو مٹی میں سلے | ہو نہ ورثہ، بلکہ تیرا ساتھ دے

پیش پیش آں جنازہ ات میدود | مونس گور و غریبی مے شود

آگے آگے بھاگے لاشے کے ترے | گور میں پھر مونسِ غربت رہے

بہر روزِ مرگ ایں دم مردہ باش | تا شوی با عشقِ سرمد خواجہ تاش

موت کے دن کے لئے مرجا ابھی | تا ہو حاصل تجھ کو عشقِ سرمدی

صبر مے بیند ز پردہ اجتہاد | روئے چوں گلنار و زلفین مراد

صبر دیکھے زیرِ رنگ اجتہاد | چہرۂ گلنار، اور زلفِ مراد

غم چو آئینہ است پیشِ مجتہد | کاندریں ضد می نماید روئے ضد

مجتہد کو رنج ہے جوں آئینا | یعنی اس ضد میں ہے ضد جلوہ نما

بعد ضدِّ رنج آں ضدِّ دگر | رو دہد یعنی گشاد و کرّ و فر

بعد ضدِّ رنج کے، ضد دوسری | کرّ و فر کا منہ دکھائے واقعی

ایں دو وصف از پنجۂ دستت بہ بیں | بعد قبض مشت بسط آید یقیں

دیکھ دونوں وصف اپنے ہاتھ سے | ہے یقینی بسط پیچھے قبض کے

پنجہ را گر قبض باشد دائما | یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا

قبض اگر حاصل ہو پنجے کو سدا | یا کہ یکسر بسط، ہے اک ابتلا

زیں دو وصفش کار و مکسب منتظم | چوں پرِ مرغ ایں دو حال او را مہم

ان دو صفتوں سے ہے بس کسب اعمال | جیسے پرِ مرغ، مجبورِ[1] دو حال

[1] یعنی جیسے مرغ کے پر کبھی کھلتے ہیں۔ کبھی بند ہوتے ہیں ؂

روح القدس کی حضرت مریمؑ سے گفتگو

چونکہ مریم مضطرب شد یکزماں | ہمچنانکہ بر زمیں بر ماہیاں
جبکہ مریمؑ کی بڑھیں بے تابیاں | جس طرح تڑپیں زمیں پر مچھلیاں

بانگ بر وے زد نمودار کرم | کہ امین حضرتم از من مرم
یوں ہوئی گویا تجلّیٔ کرم | میں امینِ حق ہوں مجھ سے کر نہ رم

از سرافرازانِ عزت سر مکش | از چنیں خوش محرماں خود در مکش
سر سرافرازانِ عزت سے نہ کھینچ | دامن اربابِ محبت سے نہ کھینچ

ایں ہمے گفت و ذبالہ نورِ پاک | از لبش مے شد پیاپے بر سماک
وہ یہ کہتا اور شعلہ نور کا | ہونٹوں سے جاتا تھا بالائے سما

از وجودم میگریزی در عدم | در عدم من شاہم و صاحب علم
تو عدم کو مجھ سے کیوں ہے بھاگتی | ہے وہاں بھی بالیقیں میری شہی

خود بنہ و بنگاہِ من در نیستیست | یکسوارہ نقشِ من پیشِ ستیست
نیستی میں خیمہ و لشکر مرے | نقش میرے ہیں سبھی تیرے سامنے

مریما بنگر کہ نقشِ مشکلم | ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم
دیکھ مریمؑ نقش اک مشکل ہوں میں | خود ہلال اور خود خیالِ دل ہوں میں

چوں خیالے در دلت آمد نشست | ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست
جو تصوّر جم گیا دل میں ترے | تو جہاں جائے ترے ہمراہ رہے

جز خیالِ عارضی باطلے | کو بُدست چوں صبحِ کاذب آفلے
صرف اک باطل تصوّر کے سوا | صبحِ کاذب کی طرح جو ہو فنا

من چو صبحِ صادقم از نورِ رب | کہ نگردد گردِ روزم ہیچ شب
صبحِ صادق ہوں خدا کے نور سے | میرے دن کو رات کیونکر گھیرے

ہیں مگو لاحول عمران زادہ ام — من ز لاحول ایں طرف افتادہ ام

دختر عمران شہ کہ لاحول تو — یعنی میں لاحول سے ہوں ایک سو

ہر مرا اصل و غذا لاحول بود — نور لاحولی کہ پیش از قول بود

اصل تھی لاحول میری اور غذا — پیشِ کُن جب نور تھا لاحول تھا

تو ہمے گیری پناہ از من بحق — من نگارندہ پناہم در سبق

تو اماں مانگے حضور اللہ کے — ہیں نگارندہ اماں کا پہلے سے

آں پناہم من کہ مخلصہات بود — تو اعوذ آری و من خود آں عوذ

وہ اماں ہوں جو ہے تیری پاسباں — تو اماں مانگے، میں ہوں خود ہی اماں

آفتے نبود بتر از ناشناخت — تو بر یار و ندانی عشق باخت

ناشناسی سے بڑی آفت نہیں — یار کے پہلو میں بھی اُلفت نہیں

یار را اغیار پنداری ہمے — شادیے را نام بنہادی غمے

یار کو اغیار ہے تو جانتی — تونے غم رکھا ہے کیوں نام خوشی

اینچنیں لطفے کہ وارد یار ما — تو گریزانی ازو اے بے وفا

یار میں ہے اس قدر مہر و عطا — اور تو اس سے بھاگتی ہے بر ملا

اینچنیں نخلے کہ قدِ یارِ ماست — چونکہ ما دزدیم نخلش دارِ ماست

نخل اک ایسا کہ جو ہو قدِ یار — ہم چرا لیں تو ہنے وہ نخل دار

اینچنیں مشکیں کہ زلفِ میرِ ماست — چونکہ بے عقلیم آں زنجیرِ ماست

مشک بو ایسی وہ زلفِ میر ہے — چونکہ ہم ناداں ہیں وہ زنجیر ہے

اینچنیں لطفے چو نیلے میرود — چونکہ فرعونیم بر ما خوں شود

لطف کا دریا ہے رودِ نیل سا — ہم جو ہوں فرعون، خوں بن جائیگا

خوں ہمے گوید من آبم ہیں مریز — یوسفم گرگ از تو ام اے پُر ستیز

خون کہے، پانی ہوں مجھ کو مت گرا — تھا میں یوسف، بھیڑیا تو نے کیا

تو نمی بینی که یارِ بُرد بار ‏— چونکه با او ضد شوی گردد چو مار

دیکھتی ہے تو کہ یارِ بُرد بار ‏— جب تو اس سے ضد کیے ہو جائے مار

لحم او و شحم او دیگر نہ شد ‏— بر قرار او لست انسان کہ بد

گوشت پوست اسکا نہ کچھ بدلا ذرا ‏— وہ وہی انساں ہے جیسا کہ تھا

شمع مریمؑ را بہل افروختہ ‏— کہ بخارا میرود آں سوختہ

شمع مریمؑ چھوڑ دے جلتی ہوئی ‏— پھر بخارا جا رہا ہے عشقی

سخت بے صبر و در آتشدان تیز ‏— رو سوئے صدرِ جہاں کن بگریز

ہے وہ بے صبر آتشِ الفت سے تیز ‏— جانبِ صدرِ جہاں پھر ہے گریز

اس وکیل کا بخارا کو جانا

ایں بخارا منبع دانش بود ‏— پس بخارائیست ہر کانش بود

یہ بخارا چشمہ ہے دانائی کا[1] ‏— وہ بخارائی ہے جو اسکا ہو گیا

پیش شیخے در بخارا اندری ‏— تا بخواری در بخارا ننگری

شیخ کے آگے بخارا میں ہے تو ‏— دیکھ مت نفرت سے اس کو تیرہ خو

جز بخواری در بخارائے دلش ‏— راہ ندہد جزر و مدِ مشکلش

اس کے دل تک آہ خواری کے سوا ‏— جزر و مد مشکل کا کب ہے رہنما

اے خنک آں را کہ ذلت نفسہ ‏— وائے آں کس را کہ یردی رفسہ

واہ جس کا نفس رسوا ہو گیا ‏— آہ جو اس سے ہلاکت میں پڑا

فرقتِ صدرِ جہاں در جانِ او ‏— پارہ پارہ کردہ بود ارکانِ او

فرقتِ صدرِ جہاں نے دیکھئے ‏— ٹکڑے ٹکڑے اسکے دل کے کر دیئے

[1] یعنی علم و حکمت کا سرچشمہ ہے

گفت برخیزم ہمانجا وا روم — کافر ار گشتم دگر رہ بگروم

بولا بس اٹھ کر وہیں اب جاؤں میں — کفر ہے رستے سے گر پھر آؤں میں

وا روم آنجا بیفتم پیش او — پیش آں صدر نکو اندیش او

جاؤں میں اور اُسکے آگے گر پڑوں — صدر ہے وہ صاحبِ علم و فنون

گویم افگندم بہ پیشت جانِ خویش — زندہ کن یا سر ببر مارا چو میش

اور کہوں حاضر ہوں تیرے سامنے — زندہ کر یا تو مرا سر کاٹ لے

کشتہ و مردہ بہ پیشت اے قمر — بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دگر

پاس تیرے مردہ اچھا ہوں میں ہاں — اور جا ہونے سے شاہِ زندگاں

آزمودم صد ہزاراں بار بیش — بے تو شیریں مے نہ بینم کارِ خویش

اس سے پہلے آزمایا لاکھ بار — بے ترے شیریں نہ ہونگے میرے کار

عن لی یا منیتی سحر النشور — ابرکی یا ناقتی تم السرور

گا وہ نغمہ مُردہ جو زندہ کرے — اے شتر اب بیٹھ ناقے ہو چکے

ابلعی یا ارض دمعی قد کفی — اشربی یا نفس وردا قد صفا

اے زمیں پی اشک کافی ہیں یہے — گھونٹ پی نفس آبِ صافِ عشق کے

عدت یا عیدی الینا مرحبا — نعم ما روحت یا ریح الصبا

بندہ میری سمت لوٹ آ مرحبا — تو نے مجھ کو خوش کیا بادِ صبا

گفت اے یاراں رواں گشتم وداع — سوئے آں صدرے کہ میرست و مطاع

بولا اے یارو میں اب رخصت ہوا — اس کی جانب جو ہے صدرِ باوفا

دمبدم در سوز بریاں مے شوم — ہر چہ بادا باد آنجا میروم

سوز میں اس کے ہیں بریاں دمبدم — ہر چہ بادا باد لو جاتے ہیں ہم

گرچہ دل چوں سنگِ خارا میکند — جانِ من عزمِ بخارا میکند

دل ہے مثلِ سنگِ خارا گو گراں — پھر بخارا کی طرف ہے عزمِ جاں

مسکن یار است و شہر شاہ من ‏ ‏ ‏ پیش عاشق این بود حب الوطن

یار کا مسکن ہے شہ کی انجمن ‏ ‏ ‏ بس یہی عاشق کو ہے حب وطن

عاشق و معشوق کے سوال و جواب

گفت معشوقے بعاشق کاے فتیٰ ‏ ‏ ‏ تو بغربت دیدۂ بس شہرہا

پوچھا یوں عاشق سے اک معشوق نے ‏ ‏ ‏ شہر دیکھے تو نے غربت میں بڑے

پس کدامیں شہر ز آنہا خوشتر است ‏ ‏ ‏ گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

شہر ان سب میں ہے بہتر کونسا ‏ ‏ ‏ بولا وہ، جو ہے مقام دلربا

ہر کجا باشد شہ مارا بساط ‏ ‏ ‏ ہست صحرا گر بود سم الخیاط

جس جگہ مسکن ہو میرے شاہ کا ‏ ‏ ‏ ناکا سوئی کا ہو، تو بھی ہے بڑا

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ ‏ ‏ ‏ جنت است آں گرچہ باشد قعر چاہ

جس جگہ ہو کوئی یوسف مثل ماہ ‏ ‏ ‏ ہو جناں، ظاہر میں گو ہو قعر چاہ

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا ‏ ‏ ‏ با تو زنداں گلشن است اے دلربا

تجھ سے دوزخ ہے بہشت اے جانفزا ‏ ‏ ‏ تجھ سے زنداں باغ ہے اے دلربا

شد جہنم با تو زندان نعیم ‏ ‏ ‏ بے تو شد ریحان و گل نار جحیم

ہے جہنم تجھ سے زندان نعیم ‏ ‏ ‏ بے ترے ریحان و گل نار جحیم

ہر کجا تو با منی من خوشدلم ‏ ‏ ‏ ور بود در قعر گورے منزلم

تو جہاں ہے ساتھ خوشدل ہوں وہاں ‏ ‏ ‏ گور میں ہو جا ہے مسکن بیگماں

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود ‏ ‏ ‏ کہ مرا با تو سر و سودا بود

دو جہاں سے بھی ہے بہتر وہ مقام ‏ ‏ ‏ ہو جہاں تجھ سے محبت کا قیام

بس دراز است ایں سخن را انتظار ‏ ‏ ‏ عاشق صدر جہاں شد اشکبار

بات یہ لمبی ہے کب تک انتظار ‏ ‏ ‏ عاشق صدر جہاں ہے اشکبار

دوستوں کا بخارا جانے سے اُسے منع کرنا

گفت او را ناصحے کاے بیخبر — عاقبت اندیش اگر داری ہنر

ایک ناصح[1] نے کہا اے بے خبر — سوچ کچھ انجام اگر ہے با ہنر

در نگر پس را بعقل و پیش را — ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را

آگا پیچھا سوچ اپنی عقل سے — مثل پروانہ ہے جلتا کس لئے

چوں بخارا میروی دیوانۂ — لائق زنجیر و زنداں خانۂ

گر بخارا جائے تو دیوانہ ہے — لائق زنجیر و زنداں خانہ ہے

او ز تو آہن ہمے خاید ز خشم — او ہمے جوید ترا با بیست چشم

دانت تجھ پر پیستا ہے خشم سے — بیسیوں آنکھوں سے ڈھونڈے وہ تجھے

میکند او تیز از بہر تو کارد — او سگ قحط است و تو انبان آرد

تیز کرتا ہے ترے اوپر چھری — کال کا کتا وہ، تو گون آٹے کی

چوں رہیدی و خدایت راہ داد — سوئے زنداں میروی چونت فتاد

جب خدا نے کر دیا تجھ کو رہا — قید خانے کی طرف پھر کیوں چلا

بر تو گر دہ گون موکل آمدے — عقل بایستے کز ایشاں کم زدے

تجھ پہ گر ہوتے موکل دس گنے — اُن سے بچتا عقل اگر ہوتی تجھے

چوں موکل نیست بر تو ہیچکس — از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس

جب موکل کوئی بھی تجھ پر نہیں — پیش و پس میں مبتلا ہے کیوں یہیں

عشق پنہاں کردہ بود او را اسیر — آں موکل را نمے دید آں نذیر

عشقِ پنہاں میں ہوا تھا وہ اسیر — دیکھ سکتا کیا موکل وہ نذیر

۱؎ ڈرانے والا۔ ناصح ؎

ہر موکل را موکل مختفی ست — ورنہ او دربند سگ طبعی ز چیست

ہر موکل کا موکل ہے چھپا — ورنہ سگ طبعی میں وہ کیوں ہے پڑا

خشمِ شاہِ عشق بر جانش نشست — بر عوانے و سیہ رویش ببست

غصہ شاہِ عشق کا ہے جان پر — تھا نگہباں اسکا وہ شام و سحر

میزند آں را کہ ہیں ایں را بزن — زاں عوانانِ نہاں افغانِ من

جبر کرتا تھا کہ اس کو مار ہاں — خفیہ جو کیداروں سے یارب فغاں

ہر کہ بینی در زیانے میرود — گرچہ تنہا با عوانے میرود

تو جسے دیکھے کہ ہے صرفِ زیاں — گرچہ تنہا ہو، موکل ہے نہاں

گر ازو واقف بدی افغاں زدی — پیش آں سلطانِ سلطاناں شدی

ہو فغاں گر اس کی ہو جائے خبر — پیش شاہنشاہ جائے دوڑ کر

ریختی بر سر بہ پیشِ شاہ خاک — تا اماں دیدی ز دیوِ سہمناک

شہ کے آگے، خاک سر پر ڈالتا — تا اماں اس دیو سے پاتے ذرا

میر دیدی خویش را اے کم ز مور — زاں ندیدی آں موکل را تو کور

میر سمجھا خود کو گو تھا مثلِ مور — یوں موکل کو نہ دیکھا تو نے کور

غرّہ گشتی زیں دروغِ پُر و بال — پرّ و بالے کو کشد سوئے وبال

غرّہ ہے ان جھوٹے پر و بال پر — یہ بلا میں ڈالتے ہیں بال و پر

پر سبک دارد رہِ بالا کند — چوں گل آلو شد گرانیہا کند

پر سبک ہوں، جانبِ بالا اڑیں — ہوں گل آلودہ، تو پھر بھاری پڑیں

جہد کن پر را گل آلودہ مکن — لیک گوشت کر شد و پندم کہن

سعی کر، تا ہوں گل آلودہ نہ پر — پندِ کہنہ، اور تیرے کان کر

مردِ عاشق کا جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کن چند پند　　پند کم دہ زانکہ بس سخت است بند

بولا اے ناصح نصیحت تو نہ کر　　ہے گرہ مشکل نصیحت بے اثر

سخت تر شد بندِ من از پندِ تو　　عشق را نشناخت دانشمندِ تو

پند سے مشکل ہوئی میری سوا　　عشق کو تو نے نہ پہچانا ذرا

آں طرف کہ عشق مے افزود درد　　بو حنیفہؒ و شافعیؒ درسے نکرد

تھی عیاں جس درس سے بو عشق کی　　چھوڑ بیٹھے بو حنیفہؒ و شافعیؒ

تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من　　تشنہ زارم بخونِ خویشتن

گو ہے مرنے کا دلاتا خوف کیا　　میں ہوں پیاسا آپ اپنے خون کا

عاشقاں را ہر زمانے مردنیست　　مردنِ عشاق خود یکنوع نیست

عاشقوں کو موت ہے اک ہر گھڑی　　مختلف ہے عاشقوں کی موت بھی

او دو صد جاں دارد از نورِ ہدیٰ　　واں دو صد را میکند ہر دم فدا

اس میں سو جانیں ہیں تنویر آشنا　　اور انہیں کرتا ہے وہ ہر دم فدا

ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا　　از نبیؐ خواں عشرۃ امثالہا

لیتا ہے اک جان کے دس دس صلے　　عشرۃ[1] امثالہا گر تو پڑھے

گر بریزد خونِ من آں دوست رو　　پائے کوباں جاں برافشانم برو

دوست گر مجھ سے ہو خواہشمند خون　　دوڑ کر میں جان اس پر وار دوں

آزمودم مرگِ من در زندگیست　　چوں رہم زیں زندگی پایندگیست

مجھ کو تو اس زندگی میں ہے فنا　　جب چھٹا اس زندگی سے ہے بقا

[1] اس کے دس عوض ہیں ۱۲

اقتلونی اقتلونی یا ثقات
ان فی قتلی حیاتاً فی حیات

قتل کر ڈالو مجھے اے دوستو
ہے حیات اس قتل میں میری سنو

یا منیر الخد یا روح البقا
اجتذب قلبی وجد لی باللقا

اے منور چہرہ اے روح بقا
روح کو کر جذب کہ مجھے لقا

لی حبیب حبہ یشوی الحشا
لو یشا یمشی علی عینی مشا

عشق نے دلبر نے دیا دل کو جلا
وہ پھرے آنکھوں میں گر ہے چاہتا

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر است
عشق را خود صد زبان دیگر است

فارسی لکھ گرچہ عربی ہے بھلی
اور بھی ہیں سو زبانیں عشق کی

بوئے آں دلبر چو پرّاں میشود
ایں زباں ہا جملہ حیراں میشود

اڑتی ہیں بوئیں جو اس دلدار کی
ہوتی ہیں حیراں زبانیں یہ سبھی

بس کنم دلبر در آمد در خطاب
گوش شو واللہ اعلم بالصواب

بس کروں اب یار کرتا ہے خطاب
سن ذرا واللہ اعلم بالصواب

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنوں بترس
کو چو عیاراں کند بر دار درس

اب جو کی عاشق نے توبہ خوف سے
کب وہ در ہیں عشق سولی پہ پڑھے

گرچہ آں عاشق بخارا میرود
نے بدرس و نے باستا میرود

گرچہ عاشق ہے بخارا کو رواں
پڑھنے وہ جاتا نہیں لیکن وہاں

خلع کن خود را ز خود بیزار شو
بعد از آں اندر حرم بر کار شو

خلع کر کے خود سے خود بیزار ہو
اور پھر مصروف کار و بار ہو

عاشقاں را خود مدرس حسن دوست
دفتر و درس و سبق شاں روئے اوست

عاشقوں کا ہے مدرس حسن یار
اور ہے اُن کا سبق روئے نگار

خامش اند و نعرہ تکرار شاں
میرود تا عرش و تخت یار شاں

وہ ہیں خاموش اور نعرہ یک بیک
عرش تک جاتا ہے تخت یار تک

درس شاں آشوب و چرخ و ولولہ ‌ ‌ ‌ نے زیادات و باب سلسلہ

درس اُن کا وجد و حال و ولولہ ‌ ‌ ‌ کب زیادات اور باب سلسلہ

سلسلہ ایں قوم جعدِ مشکبار ‌ ‌ ‌ مسئلہ دور ست اما دور یار

سلسلہ اس قوم کا زلفِ نگار ‌ ‌ ‌ مسئلہ ہے دور کا، ہے دور یار

مسئلہ کیس ار بپرسد کس ترا ‌ ‌ ‌ گو نہ گنجد گنج حق در کیسہا

کیس کا پوچھے جو کوئی مسئلہ ‌ ‌ ‌ کہ سمائے گنج حق کیسے ہیں کیا

گر دمِ خلع و مبارا میرود ‌ ‌ ‌ بد مبین ذکر بخارا میرود

ہے اگر خلع و مبارا کا بیان ‌ ‌ ‌ بد نہ کہ، ذکر بخارا ہے بیان

ذکرِ ہر چیزے دہد خاصیتے ‌ ‌ ‌ زانکہ دارد ہر عرض ماہیتے

ذکر میں ہر چیز کے ہے خاصیت ‌ ‌ ‌ کیونکہ ہے ہر اک عرض کی ماہیت

در بخارا در ہنرہا بالغی ‌ ‌ ‌ چوں بخاری روئی زو فارغی

تو بخارا میں ہوا صاحبِ ہنر ‌ ‌ ‌ بے ہنر ہے جوں بخاری ہے اگر

آں بخاری غصۂ دانش نداشت ‌ ‌ ‌ چشم بر خورشید بینش میگماشت

تھا بخاری کو نہ غصہ عقل کا ‌ ‌ ‌ بلکہ تکتا خورشید بینش دیکھتا

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ ‌ ‌ ‌ او ز دانشہا تجوید دستگاہ

وہ جسے خلوت کی بینائی ملے ‌ ‌ ‌ عقل و دانائی سے بے پروا رہے

سلہ زیادات اور سلسلہ دو کتابوں کے نام ہیں ؎

ٰ ۲ؕ مسائل فقہ میں ایک مسئلہ کیس کا بھی ہے اور وہ اس طرح کہ ایک شخص بے تعیین روپے کا کیسہ کسی کے پاس امانت رکھے اور پھر اس کیسہ میں زیادتی کا دعویٰ کرے بغیر کسی دلیل و برہان کے ؎ ۳ؕ خلع اور مبارا طلاق کی دو قسمیں ہیں ؎

با جمالِ جاں چو شد ہم کاسۂ ... باشدش ز اخبار و دانش تاسۂ

ہم پیالہ جو جمالِ جاں سے ہو ... بار سمجھے وہ نظامِ عقل کو

دید بر دانش بود غلبت فزا ... زیں ہمے دنیا بچربد عامہ را

دید دانش ہوتی ہے علت فزا ... اس لئے ہیں عام دنیا پر فدا

زآنکہ دنیا را ہمے بینند عین ... وآنجہانی را ہمے دانند دین

کیونکہ وہ دنیا کو سمجھے ہیں بجا ... آخرت کو قرض جانیں پر ملا

کایں جہاں را نقد مے بینند فاش ... واں جہاں را نسیہ مے بینند لاش

اس جہاں کے نقد پر ہے اعتبار ... اس جہاں کو ہیچ جانیں اور اُدھار

باز رو سوئے حدیثِ آں جواں ... کز غمِ صدرِ جہاں شد ناتواں

پھر بیاں کر ماجرائے نوجواں ... ہے غمِ صدرِ جہاں سے ناتواں

بخارا کی طرف عاشق کی روانگی

رو نہاد آں عاشقِ خونابہ ریز ... دل طپاں سوئے بخارا گرم و تیز

ہو گیا آخر وہ با آہ و فغاں ... گرم رو سوئے بخارا دل طپاں

ریگِ آموی[۱۵] پیشِ او ہمچوں حریر ... آبِ جیحوں پیشِ او چوں آبگیر

ریگ آمو تھی اُسے مثلِ حریر ... آبِ جیحوں اُس کے آگے آبگیر

آں بیاباں پیشِ او چوں گلستاں ... میفتاد از خندہ اش خوں گلستاں

تھا وہ جنگل اس کو مثلِ گلستاں ... باغ تھا اس کی ہنسی سے خوں فشاں

در سمرقند است قند اما لبش ... از بخارا یافت و آں شد مذہبش

قند ہے گرچہ سمرقندی مگر ... اس کے لب نے لی بخارا سے شکر

[۱۵] آمو ایک شہر کا نام ہے جو ساحلِ جیحون پر واقع ہے

اے بخارا عقل افزا بودۂ	لیک از من عقل و دین بربودۂ
اے بخارا تو رہا دانش فزا	مجھ سے لیکن عقل و دیں سب لےگیا
بدر میجویم از آنم چوں ہلال	صدر میجویم دریں صف نعال
ہوں ہلال اب کیونکہ ڈھونڈوں بدر کو	گو ہوں پچھلی صف میں ڈھونڈوں صدر کو
چوں سوادِ آں بخارا را بدید	در سوادِ غم بیاضے شد پدید
آئی جب سرحد بخارا کی نظر	شامِ غم میں تھی سپیدی جلوہ گر
ساعتے افتاد بیہوش و دراز	عقل او پرید در بستان راز
دیر تک بیہوش اور بیخود رہا	عقل باغِ راز میں پہنچی بجا
بر سر و رویش گلابے میزدند	از گلابِ عشق او غافل بدند
اس کے منہ پر سب چھڑکتے تھے گلاب	تھے گلابِ عشق سے سب با حجاب
او گلستانے نہانے دیدہ بود	غارتِ عشقش ز خود ببریدہ بود
اس نے اک گلزار دیکھا تھا نہاں	عشق نے لوٹا تھا اسکو بیگماں
تو فسردہ در خورِ ایں دم نۂ	با شکر مقروں نۂ گرچہ نئی
تو فسردہ عشق کے قابل نہیں	نے ہے اور خالی شکر سے بالیقیں
رختِ عقلت با تو است و عاقلی	وز جنودِ الم تروہا غافلی[۱]
عقل تیرے پاس ہے عاقل ہے تو	لم تروہا سے مگر غافل ہے تو
ایں سخن پایاں ندارد تیز راں	تا رود سوئے بخارا آں جواں
بات یہ بھی ہے آگے ہو رواں	تا چلے سوئے بخارا وہ جواں

[۱] اس آیہ شریف کی طرف اشارہ ہے "و انزل جنودا لم تروھا" یعنی اس نے لشکر نازل کئے۔ جنہیں کوئی دیکھ نہ سکا۔

عاشق کا بخارا پہنچنا

اندر آمد در بخارا شادماں
پیش معشوق خود و دارالاماں

پہنچا وہ آخر بخارا شادماں
کوئے جاناں میں جو تھا دارالاماں

ہمچو آں مستے کہ پرد بر اثیر
مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر

مست جیسے چرخ پر ہو کیف بار
چاند کر لیتا ہے جس کو ہمکنار

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز
پیش از پیدا شدن منشیں گریز

جس نے بھی دیکھا بخارا میں اسے
بولا اُٹھ، ہے بھاگنا لازم تجھے

کہ ترا مے جوید آں شہ خشمگیں
تا کشد از جان تو دہ سالہ کیں

ڈھونڈتا ہے شاہ تجھ کو خشمگیں
تا کرے دس سال کا بدلہ یہیں

اللہ اللہ در میا در خون خویش
تکیہ کم کن بر دم و افسون خویش

اللہ اللہ خون اپنا خود نہ کر
کر نہ تکیہ سحر اور افسوں پہ

شحنۂ صدرِ جہاں بودی و راد
معتمد بودی مہندس اوستاد

شحنۂ صدرِ جہاں تھا بامراد
معتمد تھا مہندسہ کا استاد

ہم مشیرش بودی و ہم محترم
گشتہ از بہر گناہے متہم

تو مشیر اس کا تھا اور تھا محترم
ہو گیا تھا اک خطا سے متہم

غدر کردی وز جزا بگریختی
رستہ بودی باز چوں آویختی

غدر کر کے تو جزا سے تھا بچا
خود بخود پھنسنے کو پھر کیوں آ گیا

از بلا بگریختی با صد حیل
ابلہی آوردت اینجا یا اجل

مکر کر کے تو بلاؤں سے چھٹا
بیوقوفی لائی تجھ کو یا قضا

اے کہ عقلت بر عطارد دق کند
عقل و عاقل را قضا احمق کند

عقل تیری گو عطارد سے لڑے
عقل و عاقل کو قضا احمق کرے

نحس خرگوشے کہ باشد شیر جو — زیرکی و عقل و چالاکیت کو
نحس ہے خرگوش جو ہو شیر جو — عقل و چالاکی کہاں ہے نیک خوا

ہست صد چندیں فسونہائے قضا — گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا
ہیں قضا کے مگر لاکھوں۔ ہے کہا — تنگ ہو میدان جب آئے قضا

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست — از قضا بستہ شود گر اژدہاست
بھاگنے کے سو ہیں رستے جا بجا — پر قضا باندھے، اگر ہو اژدہا

عاشق کا جواب

گفت من مستسقیم آبم کشد — گرچہ میدانم کہ ہم آبم کشد
بولا مستسقی ہوں، اور جاذب ہے آب — جانتا ہوں پانی ہے موت اے جناب

ہیچ مستسقی نبگریزد ز آب — گر دو صد بارش کند مات و خراب
بھاگتا پانی سے مستسقی نہیں — گرچہ وہ بے حد اسے کر دے خراب

گر بیاماسد مرا دست و شکم — عشق آب از من نخواہد گشت کم
سوج جائیں گو مرے دست و شکم — عشق پانی کا مگر ہو گا نہ کم

گویم آنگہ کہ بپرسند از بطون — کاشکے بحرم رواں بودے در دل
میں کہوں، پوچھیں جو مجھ سے بیگماں — کاش ہوتا دل میں اک دریا رواں

خیک اشکم گو بدر از موج آب — گر بمیرم ہست مرگم مستطاب
پیٹ کی گو مشک پانی سے پھٹے — اور مروں تو خوب ہے مرنا مجھے

من بہر جائے کہ بینم آب جو — رشکم آید بودمے من جائے او
دیکھوں چشمہ میں جہاں بہتا ہوا — رشک آئے میں نہ کیوں چشمہ ہوا

دست ہمچوں دف شکم ہمچوں دہل — طبل عشق آب مے کوبم چو گل
ہاتھ مثل دف شکم مثل دہل — طبل عشق آب کو کوٹوں مثل گل

گر بریزد خونم آں روح الامین — جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں

خون کر دے گر مرا روح الامیں — جرعہ جرعہ خون پیوں مثل زمیں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام — تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام

جوں زمیں و بچہ میں خونخوار ہوں — ہوں میں جب سے شیفتہ ہے یہ جنوں

شب ہمے جوشم در آتش ہمچو دیگ — روز تا شب خوں خورم مانندِ ریگ

جوش میں رہتا ہوں شب بھر مثل دیگ — اور دن بھر خوں پیوں مانندِ ریگ

من پشیمانم کہ مکر انگیختم — از مرادِ خشم او بگریختم

ہوں پشیماں میں نے حیلہ کیوں کیا — اس کے غصے سے میں کیوں بھاگا تھا

گو براں بر جان مستم خشم خویش — عیدِ قرباں اوست عاشق گاوِ میش

کہدو میری جان پہ چھریاں چلائے — عید قرباں وہ ہے اور عاشق ہے گائے

گاو اگر خسپد وگر چیزے خورد — بہرِ عید و ذبح خود مے پرورد

گائے گو سوئی رہے یا کچھ چرے — پلتی ہے وہ عید ہی کے واسطے

گاوِ موسیٰؑ دان مرا جاں دادہ — جزو جزوم حشر ہر آزادہ

گاوِ موسیٰؑ سے ملی ہے مجھ کو جاں — حشر ہے آزاد کا ہر جزو ہاں

گاوِ موسیٰؑ بود قرباں گشتہ — کمتریں جزوش حیاتِ کشتہ

گاوِ موسیٰؑ تھی وہ قربان و فدا — اس کا کمتر جزو حیاتِ کشتہ تھا

بر جہید آں کشتہ زآسیبش زجا — در خطابِ اضربوہ[۱] ببعضہا

اس کے صدمے سے وہ کشتہ جی اٹھا — "اضربوہ ببعضہا" کہنا ہوا

یا کرامی اذبحوا ہٰذا البقر — ان اردتم حشر ارواح النظر

ذبح کر لو دوستو اس گائے کو — حشر جاں و روح کا گر عزم ہو

۱؎ اس کے بعض اجزا کو مارو ۔

از جمادی مردم و نامی شدم	وز نما مردم بحیواں سر زدم
خاک سے جب میں چھوٹا - سبزہ ہوا	جب چھوٹا سبزے سے حیواں ہو گیا
مردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے ز مردن کم شدم
مر کے حیوانوں میں پھر آدم ہوا	کیوں ڈروں میں موت سے کیا کم ہوا
حملۂ دیگر بمیرم از بشر	تا برآرم از ملائک بال و پر
آدمی بن کر جو اب موت آئے گی	قدسیوں کے بال و پر دے جائیگی
وز ملک ہم بایدم جستن ز جو	کل شیءٍ ہالک الا وجہہ
ان سے بڑھنا چاہئے اب سوئے ہُو	کل شیءٍ ہالک الا وجہہ
بار دیگر از ملک قربان شوم	آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
پھر ملائک سے نکل قربان ہوں	وہم میں بھی جو نہ آئے وہ بنوں
پس عدم گردم عدم چوں ارغنون	گویدم کانا الیہ راجعون
پھر عدم ہو جاؤں وہ جوں ارغنوں	یوں کہے انا الیہ راجعون
مرگ دان آں کاتفاق امت است	کآب حیوانے نہاں در ظلمت است
اتفاق امت کا جان اموات ہیں	آب حیواں ہے نہاں ظلمات ہیں
ہمچو نیلوفر برو زیں طرف جو	ہمچو مستسقی حریص آب جو
مثل نیلوفر کنارے سے تو جا	مثل مستسقی کے پانی ڈھونڈ لا
مرگ او آب است او جویائے آب	میخورد واللہ اعلم بالصواب
پانی اس کی موت وہ جویائے آب	پیتا ہے واللہ اعلم بالصواب
اے فسردہ عاشق ننگیں نمد	کو ز بیم جان ز جاناں میرمد
جو نمد پوش اور خالی عشق سے	بھاگے جاناں سے وہ ڈرسے جان کے

سلہ اس کی ذات کے سوا تمام چیزیں ہلاک ہوجانیوالی ہیں ؛

سلہ بے شک ہم خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ؛

سوئے تیغ عشقش اے ننگ زناں | صد ہزاراں جاں نگر دستک زناں

عشق میں اُس کے ذرا کر غور ہاں | لاکھوں جانیں پیٹتی ہیں تالیاں

جوئے دیدی کوزہ اندر جوئے ریز | آب را از جوئے کے باشد گریز

ندی دیکھی - کوزہ دے ندی میں ڈال | پانی کو ندی سے کب ہے انفصال

آب کوزہ چوں در آب جو شود | محو گردد در وے و جو او شود

پانی کوزے کا اگر ندی میں جائے | خود بنے ندی جو ندی میں سمائے

وصف او فانی شود ذاتش بقا | زیں سبب نے کم شود نے بدلقا

وصف ہو فانی - رہے ذاتی بقا | اس طرح کم ہو نہ ہو وہ بدنما

خویش را بر نخل او آویختم | عذر آں را کہ ازو بگریختم

خود کو اس کے نخل پر لٹکا دیا | عذر اس کا ہے کہ بھاگا کیوں میں تھا

ہمچو گوئے سجدہ کن بر رو و سر | جانب آں صدر شد با چشم تر

سجدہ کرتا گیند کی صورت چلا | صدر کی جانب بہت روتا ہوا

با رخ چوں زعفران و اشک رواں | رفت آں بیدل بسوئے صدر جہاں

منہ تھا مثل زعفراں، آنسو رواں | وہ گیا بیدل بسوئے صدرِ جہاں

عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا

ہم کفن ہم تیغ اندر دست او | چونکہ بود او عاشق سرمست او

ہاتھ میں اس کے کفن تھا تیغ بھی | تھا وہ عاشق - اس کی سرمستی بڑھی

جملہ خلقاں منتظر سر در ہوا | کش بسوزد یا بر آویزد ورا

منتظر تھی ہر طرف خلقِ خدا | دیکھیں سولی دے اسے - یا دے جلا

ایں زماں ایں احمق یک لخت را | آں نماید کہ زماں بدبخت را

ساتھ اس احمق کے اب ہوگا وہی | جو کرے بدبخت سے دنیا یہی

آں یکے گفتے کہ بر نہ نقش فاش ‏ ‏ پرورش کالے مہماں اینجا مباش

کوئی کہتا لکھ کے در پہ دو لگا ‏ ‏ ٹھہرے مسجد میں نہ کوئی باوفا

شب مخسپ اینجا اگر جاں بایدت ‏ ‏ ورنہ مرگ اینجا کمیں بکشایدت

جان پیاری ہے تو شب کو سو نہ یاں ‏ ‏ موت ورنہ چھپ کے آئے ناگہاں

واں دگر گفتا کہ قفلے بر نہید ‏ ‏ غافلے کاید شما کم رہ دہید

کوئی کہتا تھا کہ دو تالا لگا ‏ ‏ تا کوئی غافل نہ پائے راستا

اس مہمان کُش مسجد میں ایک پٹھان کا آنا

تا یکے مہماں در آمد وقت شب ‏ ‏ کو شنیدہ بود آں صیت عجب

آیا اک مہمان شب کو ناگہاں ‏ ‏ سن چکا تھا جو یہ ساری داستاں

از برائے آزموں مے آزمود ‏ ‏ زانکہ بس مردانہ و جانباز بود

امتحاں اس کا اسے منظور تھا ‏ ‏ کیونکہ جانبازی میں وہ مشہور تھا

گفت کم گیرم سر و اشکمبہ ‏ ‏ رفتہ گیر از گنج زر یک حبہ

بولا تم کرنا نہ کچھ ماتم مرا ‏ ‏ یوں سمجھنا گنج سے پیسہ گیا

صورت تن گو برو من کیستم ‏ ‏ نقش کم ناید چو من باقیستم

صورت تن کیا ہے اس پہ کیا ہوا ‏ ‏ نقش کیا کم ہو اگر زندہ ہوں میں

چوں نفخت بودم از لطف خدا ‏ ‏ نفخ حق باشم ز نائے تن جدا

جب نفخت لطف حق تھا بے دلا ‏ ‏ نفخ حق ہوں جسم کی نے سے جدا

تا نیفتد بانگ نفخش ایں طرف ‏ ‏ تا رہد آں گوہر از ننگیں صدف

گر ادھر آئے نہ نغمہ نفخ کا ‏ ‏ تنگ سیپی سے ہو موتی کیا رہا

چوں تمنوا الموت گفت اے صادقیں ‏ ‏ صادقم جاں را بر افشانم بریں

جب تمنوا الموت اس نے کر دیا ‏ ‏ ہوں میں صادق جان کر دوں گا فدا

له دیکھو صفحہ ۴۲۰ ؎

اہلِ مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ	تا نکوبد جانستانت ہمچو کسپ
لوگ بولے۔ تو نہ سو اس جا ارے	جان لیوا اجل نہ کر ڈالے تجھے
کہ غریبی و نمیدانی تو حال	کاندر اینجا ہر کہ خفت آمد زوال
تو مسافر ہے۔ خبر تجھ کو کہاں	جو یہاں سو رہا۔ ہوا وہ رائگاں
اتفاقی نیست اینجا بارہا	دیدہ ایم و جملہ اصحاب نُہیٰ
اتفاقی کب ہے کہ اکثر سانحے	ہم نے دیکھے اور اہلِ عقل نے
ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شدش	نیم شب مرگِ ہلاہل آمدش
شب کو اس مسجد میں جو ساکن ہوا	نصف شب کو آ گئی اس کی قضا
از یکے تا بہ صد ایں را دیدہ ایم	نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ایم
ہاں سو ایسے ہیں نہیں۔ ایک کیا	ہم نے تقلیداً نہیں کچھ بھی سنا
گفت الدین النصیحہ آں رسول	آں نصیحت در لغت ضدِ غلول
بولے الدین[1] النصیحہ مصطفیٰ	ضد خیانت ہی نصیحت ہے بجا
آں نصیحت راستی در دوستی	در غلولی خائنی سگ پوستی
ہے نصیحت دوستی میں راستی	تو جو ہے حق پوش۔ خائن واقعی
بے خیانت ایں نصیحت از وداد	می نمائیمت مگرد از عقل و داد
بے خیانت یہ نصیحت ہم سمجھ	کر رہے ہیں۔ ہو نہ گمرہ عقل سے

سه حاشیہ صفحہ گزشتہ قولہ تعالیٰ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ اگر تم سچے ہو۔ تو موت کی تمنا کرو

[1] دین نصیحت ہے ؛

سر ز ہر سوراخ بیروں میکند | تا بود کایں بند از پا بر کند
سر نکالے اپنا ہر سوراخ سے | شاید اس زنداں سے باہر جا سکے

چوں دل و جانش چنیں بیروں بود | آں قفس را در گشائی چوں بود
جب دل و جاں اسکے یوں باہر رہیں | حال کیا ہو گر قفس کو کھول دیں

نے چناں مرغ قفس کہ اندہاں | گرد بر گردش گرفتہ گربگاں
مرغ وہ ایسا ہو قفس میں اور اسکے | بلیاں باہر بیٹھی ہوں گھیرے ہوئے

کے بود او را دراں خوف و حزن | آرزوئے از قفس بیروں شدن
کب ہو اس خوف و بلا میں اسے اتنی | آرزو پنجرے سے باہر آنے کی

او ہمے خواہد کزیں ناخوش قفس | صد قفس باشد بگرد ایں قفس
وہ یہی چاہے کہ گرد اس پنجرے کے | اور سو پنجرے ہوں تا وہ بچ سکے

حکیم جالینوس کا قول

آنچناں کہ گفت جالینوس راد | از ہوائے ایں جہاں از مراد
جس طرح سے ہے قول جالینوس کا | حرص دنیا کے لئے سن اسکے فنا

راضیم کز من بماند نیم جاں | کہ ز کون استرے بینم جہاں
میں ہوں راضی حال رہوں گو نیم جاں | کون سے خچر کی دیکھوں یہ جہاں

گربہ مے بیند بگرد خود قطار | مرغش آیس گشتہ بود از اضطرار
دیکھے بلی گرد اپنے اک قطار | مرغ جاں کی ہو آئیسہ سے واماندہ کار

یا عدم دیدست غیر ایں جہاں | در عدم نادیدہ او حشرے نہاں
یا عدم دیکھا جہاں کے ماسوا | اور عدم میں حشر دیکھا ہی نہ تھا

چوں جنیں کش میکشد بیروں کرم | میگریزد او سپس سوئے شکم
جیسے کھینچے بچے کو حقنہ کا کرم | اور وہ پیچھے بھاگتا سوئے شکم

این جواب آنکس آمد کاین بگفت | کہ نبودش سلسلۂ دل با نور جفت
یہ جواب اس کو ہے جسنے یوں کہا | نور سے اس کو تعلق کچھ نہ تھا

مرغ جانش موش شد سوراخ جو | چون شنید از گربگان او غرّ و خو
مرغ جاں جوں موش بل ہے ڈھونڈتا | بلی کے غرّانے کی سن کر صدا

زان سبب جانش وطن دید و قرار | اندرین سوراخ دنیا موش وار
اس لئے ہے جان کو اسکی قرار | دہر کے سوراخ میں اب موش وار

ہم درین سوراخ بنائی گرفت | درخور سوراخ دانائی گرفت
اس نے معماری یہاں سیکھی ذرا | قدر سوراخ اسکو فہم اس جا ملا

پیشہائے کہ مرا ورا در مزید | اندرین سوراخ کار آید گزید
ایسے پیشے جو باسانی آسکے | کام اس سوراخ میں دیں، سے لئے

زانکہ دل برکند از بیرون شدن | بستہ شد راہ رہیدن زین بدن
کیونکہ باہر آنے سے دل تھا پھرا | بند رستہ جسم نے اس کا کیا

عنکبوت ار طبع عنقا داشتے | از لعابے خیمہ کے افراشتے
طبع عنقا ملتی مکڑی کو اگر | جیب سے منہ کے بنانی کیوں وہ گھر

گربہ کردہ چنگ خود اندر قفس | نام چنگش درد و سرسام و مغص
پنجہ بلی نے جو اندر رکھ دیا | درد اور سرسام نام اسکا رکھا

حصبہ و قولنج و مالیخولیا | سکتہ و سل و جذام و ماشرا
چیچک اور قولنج و مالیخولیا | سکتہ و سل اور جذام و ماشرا

گربہ مرگست و مرض چنگال او | میزند بر مرغ و پرّ و بال او
موت بلیّ اور پنجہ ہے مرض | مرغ پر وہ مارتی ہے الغرض

سالہ درم ؂

گوشہ گوشہ میدود سوئے دوا | مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا

بھاگتا ہے ہر طرف بہر دوا | موت قاضی اور بیماری گواہ

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گوا[1] | کہ ہمے خواند ترا تا حکمگاہ

جوں پیادہ قاضی ہے بس یہ گواہ | جو بلاتا ہے تجھے تا عدل گاہ

مہلتے خواہی تو از وے در گریز | گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز

مہلت اس سے بھاگ جانے کی تو لے | مانے تو مانے وگرنہ لے چلے

جستن مہلت دوا و چارہا | کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا

ڈھونڈنا مہلت ہے چارہ اور دوا | خرقۂ تن پہ لگانا جوڑ کا

عاقبت آید صباحے خشم دار | چند باشد مہلت آخر شرم دار

آخر آئے مثل دشمن اک سحر | اور کہے تا چند مہلت شرم کر

عذر خود از شہ بخواہ اے پرحسد | پیش ازانکہ آنچناں روزے رسد

عذر اپنا شہ کے آگے کر بیاں | وقت کے آنے سے پہلے اے جواں

وآنکہ در ظلمت براند بارگی | برکند زآں نور دل یکبارگی

جو اندھیرے میں بھگائے راہوار | نور اس کے دل سے ہو جائے فرار

میگریزد از گواہ و مقصدش | کاں گوا سوئے قضا میخواندش

شاہد اور مقصد سے وہ ہے بھاگتا | کیونکہ دامن کش ہے وہ سوئے قضا

ناگہاں گیرند او را خوار و زار | کش کشانش تا بپیش قاضی شرمسار

ناگہاں اسکو پکڑ لیں خوار و زار | سامنے قاضی کے لائیں شرمسار

زیں گذر کن جانب آں شخص آں | کو بمسجد آمد آں شب میہماں

چھوڑ اس کو اس کی جانب چل ذرا | شب کو جو مہمان مسجد میں ہوا

[1] یعنی گواہ ۔

[2] قاضی کا پیادہ ۔

در میان جملہ گر مردانہ اند — در غزا چون عورتان خانہ اند

علیحدہ باہم ہیں گو مردانہ بھی — جنگ میں مثل زنان خانہ ہیں

گفت پیغمبر سپہدار غیوب — لا شجاعۃ یا فتی قبل الحروب

کہتے ہیں یوں مصطفیٰ شاہِ غیوب — کب شجاعت ہے فتا قبل حروب

وقت لاف غزوہ مستان کف کنند — وقت جوش جنگ چون کف بی فنند

ہاتھ مارے جنگ کا دعوی کریں — جب لڑائی ہو تو پھر عاجز رہیں

وقت ذکر غزوہ شمشیرش دراز — وقت کر و فر تیغش چون پیاز

وقت ذکر جنگ تلواریں دراز — معرکے میں تیغ ہو مثل پیاز

وقت اندیشہ دل او زخم جو — پس بیک سوزن تہی شد خیک او

وقت اندیشہ خلش دل میں پڑی — اک سوئی سے مشک ہو جاتی تہی

من عجب دارم ز جویائے صفا — کو رمد در وقت صیقل از جفا

ہے تعجب اس صفا جو سے مجھے — وقت صیقل جو جفا سے بھاگ اٹھے

عشق چون دعوی جفا دیدن گواہ — چون گواہت نیست شد دعوی تباہ

عشق میں جور و جفا ہے بس گواہ — جب نہیں شاہد ہوا دعوی تباہ

چون گواہت خواہد این قاضی مرنج — بوسہ دہ بر مار تا یابی تو گنج

جب گواہی مانگے قاضی غم نہ کر — سانپ کو دے بوسہ تا پائے تو زر

آن جفا با تو نباشد اے پسر — بلکہ با وصف بدی اندر تو در

وہ جفا تجھ پہ نہیں کچھ اے پسر — بلکہ تیرے وصف بد پر ہے سراسر

یعنی ان کی زور آزمائی اور قوت آپس ہی ہے۔ جب دشمن سے مقابلہ کرنا ہے تو خوف زدہ ہو جاتے ہیں ۔

ملاحظہ: حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ لا شجاعۃ قبل الحرب یعنی شجاعت اور دعوائے شجاعت قبل جنگ کوئی اہمیت نہیں رکھتا ۔

بر نمد چوبے کہ آں امرد زد | بر نمد آں را نزد بر گرد زد

مارتے تھے نمدے پہ لکڑی کو جب | گرد کو ہیں جھاڑتے نمدے سے کب

گر بزد مر اسپ را آں کینہ کش | آں نزد بر اسپ زد بر سکسکش

غصے سے مارے جو گھوڑے کو کوئی | سست چلنے پر ہے مارے اسی

تا ز سکسک وا رہد خوش پے شود | شیرہ را زندان کنی تا مے شود

تاکہ سستی سے چھٹے جلدی سے چلے | شیرے کو جب بند کر دیں مے بنے

آں یکے می زد یتیمے را بہ قہر | قند بود آں لیک بنمودے چو زہر

کٹتا یتیم اک، اس پہ اک کرتا تھا قہر | قند تھا لیکن نظر آتا تھا زہر

دید مردے آنچنانش زار زار | آمد و بگرفت زودش در کنار

دیکھا جب اک شخص نے روتا ہوا | گود میں جلدی سے اسکو لے لیا

گفت شاباں آں یتیمک را ازی | چوں نترسیدی ز قہر ایزدی

اور کہا اسے شخص کیوں مارا اسے | کیا نہیں ڈرتا خدا کے قہر سے

گفت او را کے زدم اے جان و دوست | من بر آں دیوے زدم کو اندروست

بولا وہ میں کب اسے ہوں مارتا | بلکہ اس کو جو ہے اس پہ اک بلا

مادر ار گوید ترا مرگ تو باد | مرگ آں خو خواہد و مرگ فساد

کہے مادر کہ موت آئے تجھے | ہوگا مقصد خو نہ بد کی موت ہے

آں گروہے کہ ادب بگریختند | آب مردی و آب مرداں ریختند

وہ جماعت جو ادب سے بھاگ اٹھی | آبرو مردانگی کی اس نے لی

عاذلاں شاں از وغا وا راندند | تا چنیں حیز و مخنث ماندند

عاذلوں نے جنگ سے باہر کیا | تا کہ ہوں نامرد ایسے خستہ پا

لاف و غرہ ژاژ خارا کم شنو | با چنیں نامرد صف ہیجا مرو

سن نہ ان بیہودوں کی شیخی ذرا | ساتھ نامردوں کے لڑنے کو نہ جا

زانکہ زادوکم خبالا گفت حق — کز رفیق سست برگردان ورق

کیونکہ زادوکم خبالا حق کہے — بے تعلق ہو رفیق سست سے

کہ گر ایشاں با شما ہمرہ شوند — غازیاں بے مغز ہمچوں کہ شوند

کیوں؟ تمہارے وہ اگر ہمراہ ہوں — غازی سب بے مغز مثل کاہ ہوں

خویشتن را با شما ہم صف کنند — پس گریزند و دل صف بشکنند

وہ تمہاری صف میں آکر ہوں کھڑے — اور پھر بھاگیں صفوں کو توڑ کے

پس سپاہی اندکے بے ایں نفر — بہ کہ با اہل نفاق آید حشر

ہیں سپاہی چند بہتر دیکھئے — ان نفاق انگیزوں کے انبوہ سے

ہست بادام کم خوش بیختہ — بہ ز بسیارے بہ تلخ آمیختہ

تھوڑے سے بادام بہتر چھانٹئے — اُن بہت سے جن میں کڑوے ہوں ملے

تلخ و شیریں گر بصورت یک شے اند — نقص ازاں افتاد کہ ہم دل نیند

تلخ و شیریں ہیں تو ہم صورت مگر — نقص ہے اِن میں نہیں متحد ہمدگر

گبر ترساں دل بود کو از گماں — میرود در شک ز حال آں جہاں

زندہ وہم و خوف میں کافر رہے — شک میں ہے وہ اُس جہاں کے حال سے

میرود در رہ نداند منزلے — گام ترساں مے نہد اعمیٰ دلے

چل رہا ہے اور کوئی منزل نہیں — ڈر کے چلتا ہے کہ روشن دل نہیں

چوں نداند رہ مسافر چوں رود — با ترددہا و دل پُرخوں شود

جب مسافر رہ نہ جانے۔ کیا چلے — خونِ دل کھائے۔ تردد میں پڑے

قولہ تعالیٰ عزوجل۔ ولو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا ولا اوضعوا خلالکم یبغونکم الفتنۃ وفیکم سمّاعون لهم واللہ علیم بالظالمین۔ اگر وہ تمہارے درمیان باہر نکل آتے تو بجز تباہی و مکر کیا اضافہ کرتے۔ وہ تم پر فتنہ جوئی کرتے ہیں۔ فساد ڈالتے ہیں۔ اور تمہارے جاسوس ہیں اور ظلم کرنے والوں کو خدا خوب جانتا ہے۔

چون سپه گرد آمد از گفت او / کرد با ایشان بحیلت گفتگو

جمع کرنے سے ہوئے جب جنگجو / اُن سے کی حیلہ گری کی گفتگو

که بیارم من قبیلهٔ خویش را / تا که در هیجا بود پشت شما

لاؤں میں اپنے قبیلے کو بُلا / تا مدد وہ جنگ میں دیوے بھلا

هر شما را عون و یاری میکنم / تا سپاه دشمنان تان بشکنم

میں تمہاری ہر طرح یاری کروں / اور شکستِ فاش پھر دشمن کو دوں

چون قریش از گفت او حاضر شدند / هر دو لشکر در ملاقات آمدند

اس کے کہنے سے قریش آئے وہاں / بالمقابل دونوں لشکر تھے جہاں

از ملائک دید شیطان لشکری / سوی صف مؤمنان اندر شده

دیکھے شیطاں نے فرشتوں کے سپہ / مومنوں کی صف میں آ کر مل گئے

آن جنود لم تروها صف زده / گشت جان او ز بیم آتشکده

غیب کی فوجیں جو دیکھیں صف زدہ / ڈر سے جان اس کی بنی آتشکدہ

پای خود واپس کشیده میگرفت / که همی بینم سپاهی بس شگفت

پاؤں پیچھے ہٹ گئے واپس پھرا / دیکھی اس نے اک سپاہِ قہر زا

که اخاف الله ما لی منه عون / اذهبوا انی اری ما لا ترون

ڈرتا ہوں حق سے نہیں بچتا وہ میں / جاؤ میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں

گفت حارث ای سراقه شکل هین / دی چرا تو می نگفتی این چنین

بولے حارث اے سراقہ شکل ہاں / کل نہ تو نے کیوں کہا ایسا بیاں

گفت این دم من همی بینم حرب / گفت می بینی جعاشیش عرب

بولا میں اب کا میاں تجھوں دیکھتا / بولے آتے ہیں نظر عربی گدا

سلہ لشکر جسے تم نے نہیں دیکھا یعنی فرشتوں کی فوج ۔

مے نہ بینی غیر ایں لابہ و ننگ | آں زماں لاف تو و ایں وقت جنگ

اور کیا دیکھے گا تو اے شوخ و تنگ | وقت وہ دعوے کا تھا یہ وقت جنگ

دی ہمے گفتی کہ پابنداں شدم | کہ بود تاں فتح و نصرت دمبدم

کل تو کہتا تھا کہ ہوں ثابت قدم | فتح و نصرت تم کو ہوگی دمبدم

دی زعیم الجیش بودی اے لعیں | ویں زماں ناچیز و نامرد و مہیں

کل تو تھا سردارِ لشکر اے لعیں | اب ہے کیوں نامرد و ناچیز و حزیں

تا بخوردیم آں دم تو و آمدیم | تو بتوں رفتی و ما ہیزم شدیم

تیرے دم میں آگئے ہم آئے یہاں | تو گیا حمام ہم ہیں لکڑیاں

چونکہ حارث با سراقہ گفت ایں | از عتابش خشمگیں شد آں لعیں

جب یہ حارث[1] نے سراقہ سے کہا | وہ لعیں غصے ہوا اور جل گیا

دست خود خشمیں ز دست او کشید | چوں ز گفتش وش درد دل رسید

کھینچا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے | درد سا دل میں ہوا اس بات سے

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت | خون آں بیچارگاں زاں مکر ریخت

سینے پہ گھونسا دیا اور چل دیا | خون بیدل شیطان نے اُن کا کیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالم او | پس بگفت انی بری منکم

اس سے ویرانی ہوئی کتنی چار شو | پس کہا انی بری[2] منکم

کوفت اندر سینہ اش انداختش | پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش

کوٹا سینے کو گرا اس کو دیا | اور خود ہیبت سے بھاگا بیوفا

[1] حارث اور سراقہ دونوں سرداران عرب میں سے تھے شیطان غزوہ بدر میں سراقہ کی صورت میں قریش کے پاس آیا۔ اور انہیں آمادہ جنگ کیا ۔

[2] تحقیق میں تم سے بری الذمہ ہوں ۔

نفس و شیطاں ہر دو یک تن بودہ اند | در دو صورت خویش را بنمودہ اند

نفس و شیطاں ایک ہیں دونوں بسیرا | گو کہ دو شکلوں میں آتے ہیں نظر

چوں فرشتہ و عقل کایشاں یک بدند | بہر حکمتہاش دو صورت شدند

جیسے وہ عقل اور فرشتہ ایک تھے | حکمتاً دو صورتوں میں تھے بٹے

دشمنے داری چنیں در سر خویش | مانع عقل است و خصم جان و کیش

خود تجھی میں ہے ترا دشمن چھپا | عقل کا دشمن ہے اور قاتل ترا

یک نفس حملہ کند چوں سوسمار | پس بسوراخے گریزد در فرار

ایکدم حملہ کرے جوں سوسمار | اور اک سوراخ میں چھپ ہو فرار

در دل او سوراخہا دارد کنوں | سر ز ہر سوراخ مے آرد بروں

اس نے ہیں سوراخ ہر دل میں کئے | اور نکالے سر وہ ہر سوراخ سے

نام پنہاں گشتن از دیو و نفوس | و اندر آں سوراخ رفتن شد خنوس

چھپتا ہے تو نام ہیں دیو و نفوس | جا گئے جب سوراخ میں تو ہے خنوس[1]

کہ خنوسش چوں خنوس قنفذ است | چوں سر قنفذ ورا آمد شد است

اسکا چھپنا سیہی کی مانند ہے | آتا جاتا سیہی کی مانند ہے

کہ خدا آں دیو را خناس خواند | کو سر آں خارپشتک را بماند

حق نے ہی خناس شیطاں کو کہا | سر ہے اس کا سیہی سے ملتا ہوا

مے نہاں گردد سر آں خارپشت | دمبدم از بیم صیاد درشت

جس طرح سے سیہی اپنا سر چھپا | دمبدم جب خوف ہو صیاد کا

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں | زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں

اور جب مہلت ملے سر لے نکال | سانپ کو یوں مکر سے کردے نڈھال

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے | رہزناں را بر تو کے دستے بدے

نفس گر رہزن نہ ہوتا اس طرح | غلبہ کرتے تجھ پہ رہزن کس طرح

[1] کسی کے پیچھے چھپنے والا ؛

زان عوان مقتضی که شهوت است ‏ ‏ دل اسیر حرص و آز و آفت است

اس سپاہی سے جیسے شہوت کہیں ‏ ‏ دل ہے قیدی حرص اور آفات میں

زان عوان سر شدی دزد و تباہ ‏ ‏ تا عوانان را بقہر تست راہ

ہو گیا تو اس سپاہی سے تباہ ‏ ‏ اور عوانوں کو ملی غلبے کی راہ

در خبر بشنو تو این پند نکو ‏ ‏ بین جنبیکم لکم اعدا عدو

سن نبی کی یہ حدیث[1] پاک تو ‏ ‏ نفس تیرا سب سے بدتر ہے عدو

طمطراق این عدو مشنو گریز ‏ ‏ کو چو ابلیس است در لج و ستیز

اس عدو دشمن کی نہ ڈینگیں سن ذرا ‏ ‏ مثل شیطاں ہے خصومت سے بھرا

بر تو او از بہر دنیا و نبرد ‏ ‏ آن عذاب سرمدی را سہل کرد

بہر دنیا کی خاطر اس نے تجھ پر یہ ‏ ‏ سہل کرتا ہے عذاب سرمدی

چہ عجب گر مرگ را آسان کند ‏ ‏ او ز سحر خویش صد چندان کند

کیا عجب گر موت کو آساں کرے ‏ ‏ سحر سے اپنے بہت ساماں کرے

سحر کاہی را بصنعت کہ کند ‏ ‏ باز کوہی را چو کاہی می‌کند

سحر اک تنکے کو دے کہ کا ہ کو ‏ ‏ کوہ پھر صنعت سے اک کاہ ہو

زشتہا را نغز گرداند بفن ‏ ‏ نغزہا را زشت گرداند بظن

وہ بناتا ہے بری شے کو بھلا ‏ ‏ اور ظن سے کر دے اچھے کو برا

آدمی را خر نماید ساعتی ‏ ‏ آدمی سازد خری را و آیتی

آدمی کو وہ بنا ڈالے گدھا ‏ ‏ اور گدھے کو آدمی کر دے بجا

کار سحر اینست کو دم میزند ‏ ‏ ہر نفس قلب حقائق میکند

یہ ہے مکاری فسون و سحر کی ‏ ‏ الٹ دیتا ہے حقائق ہر گھڑی

[1] حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اعدا عدوک نفسک التی بین جنبیک یعنی بد ترین دشمن تیرا نفس ہے۔ جو تیرے پہلوؤں کے بیچ واقع ہے ۔

همچنیں ساحر درون تست سر ۔ اِنّ فی الوسواس سحرًا مستتر
ایسا جادوگر ہے اک تجھ میں نہاں ۔ وسوسوں میں سحر پوشیدہ ہے ہاں

اندر آں عالم کہ ہست ایں سحرہا ۔ ساحراں ہستند جادوئی کشا
ہیں جو اس دنیا میں جادو بیشتر ۔ کھولنے والے بھی ہیں اس کے مگر

اندر آں صحرا کہ رست ایں زہر تر ۔ نیز روئیدہ ست تریاق اے پسر
زہر گو ان جنگلوں میں ہے اگا ۔ ہے وہیں تریاق بھی پیدا ہوا

گویدت تریاق از من جو سپر ۔ کز زہرم من بتو نزدیک تر
کہتا ہے تریاق لے میری پناہ ۔ زہر سے نزدیک تر ہوں اے تباہ

گفت او سحر ست و ویرانی تو ۔ گفت من سحر ست و دفع سحر او
اس کا کہنا سحر و ویرانی تری ۔ میرا کہنا دفع سحر اسکے بھی

گفت پیغمبر کہ اِنّ فی البیان[۱] ۔ سحرًا و حق گفت آں خوش پہلوان
بولے پیغمبر کہ اِنّ فی البیان ۔ سحر اور صادق ہے انکا قول ہاں

لیک سحرے دفع سحر ساحراں ۔ مایۂ تریاک باشد در بیاں
سحر جو ہو دفع سحر ساحراں ۔ ہے بیاں میں مایۂ تریاق ہاں

آں بیان اولیا و اصفیاست ۔ کز ہمہ اغراض نفسانی جداست
وہ بیان اولیا و اصفیا ۔ چونکہ ہیں اغراض نفسی سے جدا

حاصل آں کز زہر نفس دوں گریز ۔ نوش کن تریاق مرشد ہست نیز
الغرض تو بھاگ زہر نفس سے ۔ اور ڈھونڈ تریاق مرشد ہی سے

ایں طلسم سحر نفس اندر شکن ۔ سوئے شیخ پیر کامل نقب زن
توڑ دے سحر و طلسم اس نفس کا ۔ جستجو کر پیر کامل کی ذرا

[۱] تحقیق بیان میں سحر ہے ۔

بس دراز است این سخن آغاز راں | جانب مہمان و مسجد باز راں
بات لمبی ہے سوئے آغاز چل | جانب مہماں و مسجد لے دل

مہمان کو ملامت گروں کی دوبارہ نصیحت

ہیں بکن جلدی برو اے ذوالکرم | مسجد ما را مکن زیں متہم
ہاں اب جلدی سے جا اے ذوالکرم | کر نہ مسجد کو ہماری متہم
گر بگوید دشمنے از دشمنی | آتشے در ما زند فردا دنی
گر لیے دشمن زراہ دشمنی | اور کل ہم پر کرے آتش زنی
کہ بتاسانید او را ظالمے | بر بہانہ مسجد او بد سالمے
ہاں کسی ظالم نے گھونٹا ہے گلا | اور مسجد کا بہانہ ہے کیا
تا بہانہ قتل بر مسجد نہد | چونکہ بدنام ہست مسجد او جہد
رکھتا ہے مسجد پہ حیلے قتل کے | تا کہ ہو بدنام مسجد وہ حیلے
تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں | کہ نہ ایم ایمن ز مکر دشمناں
ہم پہ تہمت رکھ نہ تو اے سخت جاں | خوف دشمن سے نہیں ہمکو اماں
ہیں برو جلدی بکن سودا میز | کہ نتاں پیمود کیہاں را بگز
جا یہاں سے جلد مت کر ابلہی | گز سے دنیا ناپ سکتا ہے کوئی
چوں تو بسیاراں بلافیدہ ز بخت | ریش بر خود کندہ یک یک لخت لخت
تھے بہت ایسے گھمنڈی بےبخت سے | ڈاڑھی اُن کی نوچ لی عاجز ہوئے
ہین و کوتاہ کن ایں قیل و قال | خویش و ما را در میفگن در وبال
بھاگ جا اب ختم کر یہ قیل و قال | ہم کو اپنے ساتھ آفت میں نہ ڈال

مہماں کا جواب

گفت آیاراں ازاں دیواں بیم	کہ زلاحولے ضعیف آید بہیم
بولا وہ شیطاں نہیں ہیں دوستو	جو کہ اس لاحول سے کمزور ہو
کودکے کو حارس کشتے بدے	طبلکے در دفع مرغاں میزدے
ایک لڑکا تھا نگہباں کھیت کا	دف سے مرغوں کو بھگاتا تھا سدا
تا رمیدے مرغ ازاں طبلک ز کشت	کشت از مرغاں سلامت میبد گشت
دف بھگا دیتا تھا سب کو کھیت سے	تھا سلامت کھیت رہتا اس لئے
چونکہ سلطاں شاہ محمود کریم	برگذر زد آں طرف خیمہ عظیم
جبکہ سلطاں شاہ محمود کریم	گذرا اس جا اور لگا خیمہ عظیم
با سپاہے ہمچو استارہ اثیر	انبہ و پیروز و صفدر و ملک گیر
تھے سپاہی جیسے تارے چرخ کے	ملک گیر وصف شکن اور منچلے
اشترے بد کو بدے حمال کوس	بختیے بد پیشرو ہمچوں خروس
ایک اشتر پہ تھا نقارہ لدا	پیشرو وہ مرغ کی مانند تھا
بانگ کوس و طبل بروے روز و شب	میزدندے در رجوع و در طلب
کوس اور نقارہ اس پہ روز و شب	تھے بجاتے جب کبھی ہوتی طلب
اندراں مزرع درآمد آں شتر	کودک آں طبلک بزد در حفظ بر
وہ شتر اس کھیت میں بھی آ گیا	اور دف لڑکے نے پیٹا خوب سا
عاقلے گفتش مزن طبلک کہ او	پختۂ طبل است با آنست خو
کہ نہ دف دف ایک عاقل نے کہا	اونٹ بچپن سے ہے خوگر طبل کا
پیش او چہ بود تبوراک تو طفل	کو کشد او طبل سلطاں بیست کفل
اس کے آگے ہے یہ ڈفلی چیز کیا	وہ تو ہے نقارہ شاہی کھینچتا

وین عجب ظنیست در تو ای مہین — کہ نمی پرد بہ بستان یقین

یہ عجب تیرا گماں ہے ہم نشیں — جو نہیں اڑتا سوئے باغ یقیں

ہر گماں تشنہ یقین است اے پسر — میزند اندر تزاید بال و پر

ہر گماں تشنہ یقیں کا ہے پسر — مارتا ہے کثرتوں میں بال و پر

چون رسد در علم پس پر پا شود — مر یقین را علم او بویا شود

علم تک پہنچے تو پھر قائم رہے — اور یقیں کی سمت علم اسکا بڑھے

زانکہ ہست اندر طریق مفتتن — علم کمتر از یقین و فوق ظن

ہاں طریق عشق میں علم اے فتا — ہے یقیں سے کم تو شک سے ہے سوا

علم جویائے یقین باشد بدان — وان یقین جویائے دید است و عیان

علم کو تو ہے یقیں کی جستجو — اور یقیں کو دید کی ایسی ہے خو

اندر الہٰکم بجو این را کنون[۱] — از پس کلا پس لو تعلمون

اس کو الہٰکم میں ڈھونڈ اے ذی فنون — پھر ہے کلا اور پھر لو تعلمون

میکشد دانش بہ بینش اے علیم — گر یقین بودے بدیدندے جحیم

جانب بینش ہے دانش کھینچتی — گر یقیں ہوتا تو دوزخ تھی کھلی

دید زاید از یقین بے امتہال — آنچنان کز ظن ہمی زاید خیال

دید ہوتی ہے یقیں سے آشکار — جیسے ظن پر ہے خیالوں کا مدار

اندر الہٰکم بیان این ببین — کہ شود علم الیقین عین الیقین[۲]

دیکھ الہٰکم میں یہ قول مبیں — تا کہ ہو علم الیقیں عین الیقیں

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الہٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین یعنی تم کو کثرت کی آرزو نے غافل کیا۔ یہاں تک کہ تم قبروں سے ملے۔ البتہ یوں ہرگز نہ جانو گے پھر ہرگز نہ جلد جان لوگے کاش کہ تم یقین کا جاننا جانتے۔ [۲] یعنی صاف نظر آتی ہے

از گمان و از یقیں بالاترم — وز ملامت بر نمیگردد سرم

میں ہوں بالاتر یقین و وہم سے — پھر ملامت سے مرا سر کیوں پھرے

چوں دہانم خورد از حلوائے او — چشم روشن گشتم و بینائے او

میرے منہ نے جب وہ حلوا کھا لیا — آنکھ روشن ہو گئی، بینا ہوا

باز ہم گستاخ چوں خانہ روم — پا نہ لرزانم نہ کورانہ روم

شوخ اور چالاک پھر گھر کو پھروں — میں نہوں اندھا نہ لغزش میں پڑوں

آنچہ گل را گفت حق خنداں کرد — بر دل من گفت صد چنداں کرد

گفتگوئے حق سے گل خنداں ہوئے — اور اثر ہیں میرے دل پر سو گنے

آنچہ زد بر سرو و قدش راست کرد — و آنچہ از وے نرگس و نسریں بخورد

سرو سے پھر کر کے سیدھا کر دیا — نرگس و نسریں نے بھی کچھ حسن لیا

آنچہ نے را کرد شیریں جان و دل — و آنچہ خاک را یافت زاں نقش چگل

جس نے نے کو کر دیا شکر بجاں — خاک کو جس سے ملیں رنگینیاں

آنچہ ابرو را چناں طرار ساخت — چہرہ را گلگونہ گلنار ساخت

جیسے ابرو کو کیا طرار سا — چہرے کو گلگونہ گلنار سا

مر زباں را داد صد افسونگری — و آنچہ کاں را داد زر جعفری

اور زباں کو جس نے دی جادوگری — کاں کو بخشا ہے زر[1] جعفری

چوں در زرّاد خانہ باز شد — غمزہائے چشم تیر انداز شد

جب سلح خانے کا دروازہ کھلا — آنکھ کے غمزوں نے پھینکا تیر سا

[1] زر جعفری - اصلی سونا - جعفری ایک بڑا کیمیا گر تھا - بعض کہتے ہیں کہ جعفری کی نسبت جعفر برمکی سے ہے - جس نے اپنے عہد وزارت میں حکم دیا تھا - کہ سونے کو صاف اور خالص کریں اور اس پر سکہ بنائیں ؂

کلکم راع نبی چون راعیست　　خلق مانند رمه او ساعیست

سب ہیں گلہ نبی راعی ہوتے　　خلق ہے ریوڑ کے وہ ساعی ہوتے

از رمہ چوپان نترسد در نبرد　　لیکشان حافظ بود از گرم و سرد

کس طرح سے گلہ سے چرواہا ڈرے　　ہاں بچاتے اس کو سرد و گرم سے

گر زند بانگی ز قہر او بر رمہ　　دان ز مہرست آن کہ دارد بر ہمہ

گلہ کو گر دے وہ چلا کر صدا　　لطف سے ہو گی جو ہے کرتا رہا

ہر زمان گوید بگوشم بخت نو　　کہ ترا غمگین کنم غمگین مشو

سنتا ہوں آواز ہر دم بخت سے　　ہو نہ غمگیں گر کروں غمگیں تجھے

من ترا غمگین و گریان زان کنم　　تا کت از چشم بدان پنہان کنم

اس لیے کرتا ہوں میں غمگیں تجھے　　چشم بد ہاں سے تو پوشیدہ رہے

تلخ گردانم ز غمہا خوے تو　　تا بگردد چشم بد از روے تو

تلخ کرتا ہوں غموں سے خو تری　　تا کہ لوٹے آنکھ بد اندیش کی

نے تو صیادی و جویاے منی　　بندہ و افگندۂ راے منی

تو نہیں صیاد اور جویا مرا　　بندۂ عاجز ہے میری راے کا

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی　　در فراق و جستن من بیکسی

حیلہ کرتا ہے کہ مجھ تک ہو رسا　　ہیچ تلاش و ہجر سے بیکس ہوا

چارہ می جوید پے من درد تو　　می شنودم دوش آہ سرد تو

درد تیرا میری خاطر چارہ جو　　ہاں سنی کل شب کو میں نے تیری آہ

می توانم ہم کہ بے این انتظار　　رہ دہم بنمایمت راہ گذار

چاہتا ہوں میں بغیر انتظار　　رہنما ہو کر دکھاؤں رہگذار

تا ازین گرداب دوران وارہی　　بر سر گنج وصالم پا نہی

تا تو اس طوفان دوراں سے بچے　　پاؤں گنج وصل پر میرے رکھے

لیک شیرینی و لذات مقر	ہست بر اندازۂ رنج سفر
اتنی لذت ہے ٹھہرنے میں مگر	جتنا ہے اندازۂ رنج سفر
آنگہ از شہر و ز خویشاں برخوری	کز غریبی رنج و محنتہا بری
اس دم اپنے شہر سے پھل کھائے تو	جب سفر سے رنج و محنت پائے تو
در نخود بنگر کہ اندر دیگ چوں	میجہد بالا چو شد ز آتش زبوں
دیگ میں جاکر چنوں کو دیکھ لے	باہر آتے ہیں اُبل کر آگ سے
ہر چہ آساں یافتی آساں دہی	ور بمشکل[1] یافت را برجاں نہی
جو ملے سہل اس کو آسانی سے دے	جو ہو مشکل اس کو دیتے دل دکھے
بشنو ایں تمثیل و قدر خود بداں	وز بلاہا رو مگرداں اے جواں
سن یہ تمثیل اور اپنی قدر جان	اور بلاؤں سے نہ منہ پھیرلے جوان

مصیبت میں مومن کے بھاگنے کی تمثیل

ہر زمانے مے برآید وقت جوش[2]	بر سر دیگ بر آرد صد خروش
ہر گھڑی آتے ہیں باہر وقت جوش	دیگ کے منہ پر وہ کرتے ہیں خروش
کہ چرا آتش بمن در میزنی	چوں خریدی چوں نگونم میکنی
کیوں جلاتی ہے مجھے تو آگ سے	جب خریدا تو سزا پھر کس لئے
میزند کفلیز کدبانو کہ نے	خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے
کڑچھی بی بی مار کر کہتی کہ نے	خوب پک جا۔ آ نہ باہر آگ سے
زاں نجوشانم کہ مکروہ منی	بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی
کب پکایا تجھ کو دشمن جان کے	بلکہ تیرے ذوق و لذت کے لئے

[1] یعنی جو مشکل سے ہاتھ آئے۔
[2] یعنی چنے۔

تا غذا گردی بیامیزی بجان ؎ بہر عار ے نیست این امتحان

تا غذا ہو کر ملے تو جان سے ؎ امتحاں یہ کب ہے خواری کے لئے

آب میخوردی بہ بستاں سبز و تر ؎ بہر این آتش بدستان آبخور

سبز کھیتوں میں بچھے پانی پلا ؎ تو نے چلنے کے لئے پانی پیا

رحمتش سابق بدست از قہر زاں ؎ تا ز رحمت گردد اہل امتحاں

قہر سے رحمت تھی پہلے اس لئے ؎ رحم سے تا امتحاں میں تو پڑے

رحمتش بر قہر از آں سابق شدست ؎ تا کہ سرمایہ وجود آید بدست

اس لئے تھا رحم سابق قہر پر ؎ تا ملے گنج وجود اسے بے خبر

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست ؎ چوں نروید چہ گدازد عشق دوست

کیونکہ بے لذت بڑھیں کب لحم و پوست ؎ بن بڑھے کیونکر گھلائے عشق دوست

زاں تقاضا گر بیاید قہرہا ؎ تا کنی ایثار آں سرمایہ را

اس تقاضا گر کے ہیں یہ قہر سب ؎ تا کرے ایثار سرمائے سے اب

باز لطف آید برائے عذر او ؎ کہ بکردی غسل برجستی زجو

عذر پھر کرتا ہے لطف کبریا ؎ اب تو ندی سے نہا کر آ گیا

تا نہ خود گوید چہ بدی در بہار ؎ رنج مہمان تو شد نیکوش دار

وہ نہ بولے تو جیسا وقت بہار ؎ رنج ہے مہماں ترا اب ہوشیار

تا کہ مہماں باز گردد شکر ساز ؎ پیش شہ گوید ز ایثار تو باز

تا کہ مہماں شکریہ تیرا کرے ؎ دے خبر شہ کو ترے ایثار سے

تا بجائے نعمت منعم رسد ؎ جملہ نعمتہا برد بر تو حسد

پھر جگہ پہ تیری منعم آ کے لے ؎ اور ہر نعمت حسد تجھ پہ کرے

من خلیلم او پسر پیش بچک ؎ سر بنہ انی ارانی اذبحک

ہیں خلیل اور تو پسر ہے رنج و شک ؎ سر جھکا انی ارانی اذبحک

۵ سلہ دیکھو صفحہ ۴۴۶ پر

سر بہ پیشش قہر نہ دل برقرار	تا ببرم حلقت اسمٰعیلؑ وار
قہر کے آگے تو اپنا سر جھکا	مثلِ اسمٰعیلؑ تا کاٹوں گلا
سر ببرم لیک این سر آن سر یست	کز بریدہ گشتن و کشتن بریست
سر ہیں کاٹوں ہے مگر یہ سر وہ سر	جو بری کٹ جانے سے ہے سر بسر
لیک مقصودم ازاں تعلیم تست	اے مسلماں بایدت تسلیم جست
اس سے ہے مقصود سمجھانا تجھے	خوئے تسلیم اے مسلماں چاہیئے
اے نخود میجوش اندر ابتلا	تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا
اے چنے یوں امتحاں میں جوش کھا	تیری ہستی کا نہ ہو تیرا پتا
اندر آں بستاں اگر خندیدۂ	تو گل بستانِ جان و دیدۂ
تو اگر اس باغ میں خنداں رہا	پھول باغِ جان و دیدہ کا بنا
گر جدا از باغ آب و گل شدی	لقمہ گشتی اندر احشا آمدی
گر چھٹا اس باغ سے مٹی ہوا	لقمہ بن کر انتڑیوں میں آ گیا
شو غذا و قوت اندیشہ ہا	شیر بودی شیر شو در بیشہ ہا
ہو غذا اور قوتِ اندیشہ بن	شیر تھا اور آج شیر بیشہ بن
از صفاتش رستہ بااللہ نخست	در صفاتش باز رو چالاک و چست
اس کی صفتوں سے تو پہلے تھا الگ	پھر انہیں صفتوں کی جانب تیز جا
ز ابر و خورشید و ز گردوں آمدی	پس شدی صاف و زگردوں بر شدی
ابر و خورشید اور فلک سے آیا تھا	صاف ہو کر اب فلک سے چڑھ گیا
آمدی در صورت باران و آب	میروی اندر صفات مستطاب
صورتِ باران و آب آیا ہے تو	اب صفاتِ پاک میں جاتا ہے تو

حاشیہ صفحہ گذشتہ: حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لڑکے اسمٰعیلؑ سے کہا تھا کہ تحقیق میں نے دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں ؟

ز آب سرد انگور افسردہ زہد ‏ ‏ ‏ سردی و افسردگی بیروں نہد

آب سرد انگور کا جب جوش کھائے ‏ ‏ ‏ سردی و افسردگی اپنی گنوائے

تو ز تلخی چونکہ دل پرخوں شوی ‏ ‏ ‏ پس ز تلخیہا ہمہ بیروں روی

تو بھی جب تلخی سے گھبرا جائیگا ‏ ‏ ‏ تلخیوں سے اپنی باہر آئیگا

آنزماں شیریں شوی ہمچوں عسل ‏ ‏ ‏ فارغ آئی گر بتو ریزند خل

میٹھا پھر اسوقت ہوگا شہد سا ‏ ‏ ‏ پھر اثر ہوگا نہ سرکے کا ذرا

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد ‏ ‏ ‏ مقبل ایں درگہ فاخر نشد

جو بلاؤں میں نہیں صابر رہا ‏ ‏ ‏ وہ نہیں مقبول اس درگاہ کا

سنگ شکاری نیست او را طوق نیست ‏ ‏ ‏ خام ناجوشیدہ جز بیذوق نیست

سنگ شکاری ہو تو ہو گردن میں طوق ‏ ‏ ‏ خام اور نا اہل ہے محروم ذوق

مومن کا آگاہی بلا پر صابر ہونا

آں نخود گفتا چنیں ست اے ستے ‏ ‏ ‏ خوش بجوشم یاریم دہ راستے

وہ چنا کہنے لگا گر سچ ہے یہ بات ‏ ‏ ‏ جوش دے خوب اے خدائے [illegible]

تو دریں جوشش چو معمار منی ‏ ‏ ‏ کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی

تو جو ہے اس جوش میں مونس مری ‏ ‏ ‏ چمچہ مارے جائیں خوش ہوں ابھی

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ ‏ ‏ ‏ تا نہ بینم خواب ہندستان و باغ[1]

مثل ہیل اب سر پہ دے تو زخم و داغ ‏ ‏ ‏ تا نہ دیکھوں خواب ہندستان و باغ

[1] یعنی شورش اور جوش مستی جاتا رہے ہندوستان اور باغ سے دنیا مراد ہے چونکہ ایران میں ہاتھی نہیں ہوتا - اس لئے جب کوئی شخص وہاں ہاتھی لیجاتا ہے اور وہ مستی کرنے لگتا ہے - تو ایرانی کہتے ہیں یہ ہندوستان کا خواب دیکھ رہا ہے یا اسے یاد کر رہا ہے ؎

تا کہ خود را در دہم در جوشِ من ۔۔۔ تا رہے یابم در آں آغوشِ من

تا کہ خود اس جوش میں مٹ جاؤں میں ۔۔۔ اور اُس آغوش میں جا پاؤں میں

ز آنکہ انساں در غنا طاغی شود ۔۔۔ ہمچو پیلِ خواب بیں یاغی شود

ہوتا ہے دولت سے یہ انساں خراب ۔۔۔ جیسے باغی پیل ہو دیکھے جو خواب

پیل چوں در خواب بیند ہند را ۔۔۔ پیلباں را نشنود آرد دغا

ہند جب سوتے میں ہاتھی دیکھ لے ۔۔۔ پھر نہ مانے پیلباں کی اور لڑے

خاتون کا جننے سے عذر کرنا

آں ستی گویدرا کہ پیش از زیں ۔۔۔ من چو تو بودم ز اجزائے زمیں

بولی وہ خاتون اس سے پیشتر ۔۔۔ تھی میں جزوِ خاک تیری طرح پر

چوں بپوشیدم جہازِ آذرے ۔۔۔ پس پذیرا گشتم و اندر خورے

میں نے جب پہنا لباسِ آتشی ۔۔۔ ہو گئی مقبول اس لائق بنی

مدتے جوشیدہ ام اندر زمن ۔۔۔ مدتے دیگر درونِ دیگِ تن

میں بھی دنیا میں ہوں اُبلی مدتوں ۔۔۔ دیگِ تن میں جوش میں کئی مدتوں

زیں دو جوشش قوتِ جسہا شدم ۔۔۔ روح گشتم پس ترا استا شدم

حس کی قوت دو اُبالوں سے بنی ۔۔۔ رُوح ہو کر تیری استانی بنی

در جمادی گفتمے زاں میدوی ۔۔۔ تا شوی علم و صفاتِ معنوی

توڑا چھوڑا اس لئے میں نے تجھے ۔۔۔ تا ہو واقف معنوی اوصاف سے

چوں شدی تو روح پس بار دگر ۔۔۔ جوش دیگر کن ز حیوانی گذر

ہو گیا تو روح پھر اک جوش کھا ۔۔۔ حدِ حیوانی کو پیچھے چھوڑ جا

از خدا میخواہ تا زیں نکتہا ۔۔۔ در نلغزی و رسی در منتہا

نکتے یہ سُن کر خدا سے کر دُعا ۔۔۔ ہو نہ لغزش جائے تو تا منتہا

زانکہ از قرآں بسے گمرہ شدند — زاں رسن قومے درون چہ شدند

کیونکہ قرآں سے بہت گمرہ ہوئے — تھام کر رسی کنوئیں میں جا گرے

مر رسن را نیست جرمے اے عنود — چوں ترا سودائے سر بالا نبود

اس میں کیا رسی کا ہے جرم و قصور — خود نہ تھا فکر علو اسے بے شعور

مہمان مسجد کا قصہ

آں غریب شہر سربالا طلب — گفت می خسپم دریں مسجد بہ شب

وہ مسافر اور وہ عظمت طلب — کہتا تھا مسجد میں سوؤں آج شب

مسجد اگر کربلائے من شوی — کعبۂ حاجت روائے من شوی

ہو جو اسے مسجد تو میری کربلا — ہو یقیناً کعبۂ حاجت روا

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار — تا رسن بازی کنم منصور وار

چھوڑ دے مجھ کو تو اے مقبول یار — تا رسن سے کھیل لوں منصور وار

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل — می نخواہد غوث در آتش خلیل

ہو نصیحت میں اگر تم جبرئیل — آگ سے کب ہوگا فریادی خلیل

جبرئیلا رو کہ من افروختہ — بہترم چوں عود و عنبر سوختہ

جاؤ اے جبرئیل، ضد دینا مرا — مثل عنبر کے ہے جلنے سے بھلا

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی — چوں برادر پاسداری می کنی

گو تو ہے ہمدرد میرا جبرئیل — بھائی کی مانند ہے میرا وکیل

اے برادر من بر آذر چابکم — من نہ آں جانم کہ گردم بیش و کم

بھائی ہیں ہولیا تیز تر اس آگ سے — میں نہیں وہ جان جو گھٹتی رہے

جان حیوانی فزاید از علف — آتشے بود و چو ہیزم شد تلف

جان حیوانی تو چارے سے بڑھے — آگ ہو کہ مثل لکڑی کے بجھے

گر نہ گشتے ہیزم او مثمر بدے — تا ابد معمور و ہم عامر بدے

گر نہ لکڑی ہوتی تو پاتی ثمر — تا ابد آباد رہتی اے پسر

بادِ سوزانست ایں آتش بداں — پرتوِ آتش بود نے عین آں

بادِ سوزاں ہے یہ آتش بیگماں — پرتوِ آتش ہے یہ آتش کہاں

عین آتش در اثیر آمد یقیں — پرتو سایہ ویست اندر زمیں

عین آتش ہے فلک پر اے فتا — سایہ اُس کا ہے زمیں پر پڑ رہا

لاجرم پرتو نپاید ز اضطراب — سوئے معدن باز میگردد شتاب

اس لئے سائے کو ہے اک اضطراب — سوئے معدن لوٹ جاتا ہے شتاب

قامتِ تو برقرار آمد بساز — سایہ ات کوتہ دمے یکدم دراز

ہے ترا قد برقرار اے پاکباز — سایہ کوتہ ہے کبھی۔ گاہے دراز

زانکہ در پرتو نیابد کس ثبات — عکسہا واگشت سوئے امہات

کوئی پرتو میں نہیں پاتا قرار — عکس لوٹے اصل کو انجام کار

ہیں دہاں بربند فتنہ لب کشاد — باز گو واللہ اعلم بالرشاد

چپ بھی رہ ملتی ہے فتنوں کو کشاد — پھر سنا واللہ اعلم بالرشاد

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب — مشرق و مغرب فتاد اندر اضطراب

فتنے نے اُٹھ کر کیا عالم خراب — مشرق و مغرب کو ہے اک اضطراب

چوں مراتب گشت دلہا تنگ شد — ہر یکے با دیگرے در جنگ شد

جب ملے مرتبے ہوئے دل اور تنگ — ایک سے تھا دوسرا مصروفِ جنگ

گفت و گو بسیار شد خامش شدم — مسئلہ تسلیم کردم تن زدم

گفتگو لمبی ہوئی تو میں چپ ہوا — مسئلہ تسلیم میں نے کر لیا

ور تو گوئی موجبِ فتنہ چہ بود — باز گویم گوش کن چوں غم فزود

گر تو پوچھے تھا سبب فتنے کا کیا — سن بتاتا ہوں کہ کیونکر غم بڑھا

کم فہموں اور طعنہ زنوں کی بداندیشی

پیش ازاں کایں قصہ تا مخلص رسد ۔۔۔ دود گندے آمد از اہلِ حسد
پیشتر اس سے کہ پورا ہو بیاں ۔۔۔ دیکھ وہ اٹھا حسد کا اک دھواں

من نمی رنجم ازیں لیک ایں لگد ۔۔۔ خاطرِ سادہ دلے را پے کند
مجھ کو تو اس کی نہیں پروا مگر ۔۔۔ خاطرِ سادہ پہ ہو شاید اثر

خوش بیاں کرد آں حکیم غزنوی[ل] ۔۔۔ بہرِ محجوباں مثالِ معنوی
خوب کہتے ہیں حکیم[ل] غزنوی ۔۔۔ اندھوں کے حق میں مثالِ معنوی

کز قرآں گر نہ بیند غیرِ قال ۔۔۔ ایں عجب نبود ز اصحابِ ضلال
صرف قرآں سے اگر وہ قال لے ۔۔۔ کچھ تعجب تو نہیں گمراہ سے

کز شعاعِ آفتابِ پُر ز نور ۔۔۔ غیرِ گرمی مے نیابد چشمِ کور
نور سے سورج کے مل سکتا ہے کیا ۔۔۔ اندھی آنکھوں کو حرارت کے سوا

خربطے ناگاہ از خرخانۂ ۔۔۔ سر بروں آورد چوں طعانۂ
ناگہاں اک گھر سے نکلا سر خرا ۔۔۔ طعنہ زن کی طرح یوں کہنے لگا

کایں سخن پست است یعنی مثنوی ۔۔۔ قصۂ پیغمبر است و پیروی
ہے یہ قصہ پست یعنی مثنوی ۔۔۔ داستاں نبیوں کی۔ ذکر پیروی

نیست ذکرِ و بحثِ اسرارِ بلند ۔۔۔ کہ دوانند اولیا زاں سو سمند
اس میں ہیں اسرار کی بحثیں کہاں ۔۔۔ اولیا ہوتے ہیں جس جانب رواں

از مقاماتِ تبتل تا فنا ۔۔۔ پایہ پایہ تا ملاقاتِ خدا
ترک سے دنیا کے لے کر تا فنا ۔۔۔ درجہ درجہ تا وصالِ کبریا

ل حکیم سنائی غزنوی کی طرف اشارہ ہے ؂

شرح و حدِ ہر مقام و منزلے ‌ ‌ ‌ که بپرّد زو بپر صاحبدلے

حدِ منزل اور شرح ہر مقام ‌ ‌ ‌ جس سے اہلِ دل کو ہو پرواز تام

جمله سرتاسر فسانه است و فسون ‌ ‌ ‌ کودکانه قصه بیرون و درون

سر بسر افسوں ہے اور افسانہ ہے ‌ ‌ ‌ باہر اندر قصۂ طفلانہ ہے

چوں کتاب اللہ بیامد ہم بر آں ‌ ‌ ‌ اینچنیں طعنہ زدند آں کافراں

جبکہ قرآں خلق پر نازل ہوا ‌ ‌ ‌ کافروں نے اس پر بھی طعنہ کیا

کاساطیر ست و افسانۂ نژند ‌ ‌ ‌ نیست تعمیقے و تحقیقے بلند

بس یہ قصے اور افسانے ہیں چند ‌ ‌ ‌ ہیں نہ نکتے اور نہ تحقیق بلند

کودکانِ خرد فہمش میکنند ‌ ‌ ‌ نیست جز امرِ پسند و ناپسند

چھوٹے بچے ہیں سمجھ لیتے اسے ‌ ‌ ‌ اس میں بس کچھ حکم ہیں اچھے برے

ذکرِ آدمؑ گندم و ابلیس و مار ‌ ‌ ‌ ذکرِ ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار

ذکرِ آدمؑ، ذکرِ ابلیس اور مار ‌ ‌ ‌ ذکرِ ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار

ذکرِ نوحؑ و کشتی و طوفانِ تن ‌ ‌ ‌ ذکرِ کنعانؑ و سر از خط تافتن

نوحؑ کی کشتی کا اور طوفاں کا ذکر ‌ ‌ ‌ اور نافرمانیِ کنعاں کا ذکر

ذکرِ یوسفؑ ذکرِ زلفِ پرچمش ‌ ‌ ‌ ذکرِ یعقوبؑ زلیخا و غمش

ذکرِ یوسفؑ اور ان کی زلف کا ‌ ‌ ‌ ذکرِ یعقوبؑ اور زلیخا کا گلا

ذکرِ اسمٰعیلؑ و ذبح و جبرئیلؑ ‌ ‌ ‌ ذکرِ قصۂ کعبہ و اصحابِ فیل

ذکرِ اسمٰعیلؑ و ذکرِ جبرئیلؑ ‌ ‌ ‌ کعبہ کا قصہ ہے اور اصحابِ فیل

ذکرِ بلقیسؑ و سلیمانؑ و سبا ‌ ‌ ‌ ذکرِ داؤدؑ و زبور و اوریا[1]

ذکرِ بلقیس و سلیمانؑ و سبا ‌ ‌ ‌ ذکرِ داؤدؑ و زبور و اوریا

[1] حضرتِ داؤدؑ کا برادرِ نسبتی ◆

اولیاؒ و انبیاعؑ کا پہاڑوں اور غاروں میں رہنا

پیش خلق ایشاں فرازِ صد کُہ اند — گام خود بر چرخ ہفتم مے نہند

پیش خلقت ہو کے بھی وہ ہیں پرے — چرخ ہفتم اُن کے زیر پا رہے

پس چرا پنہاں شود کہ جُو بود — کہ ز صد دریا و کہ آنسو بود

پس پہاڑوں میں چھپے وہ کس لئے — جو پرے صد کوہ و دریا سے رہے

حاجتش نبود بسوئے کہ گریخت — کز پیش گردہ فلک صد نعل ریخت

کوہ جانے کی اسے حاجت ہی کیا — آسماں جب اس سے ہے بچھڑا گیا

چرخ گرد پا ندید او گردِ شاں — تعزیت جامہ بپوشید آسماں

چرخ نے پائی نہ ان کی گرد بھی — لی پہن پوشاک آخر ماتمی

گر بظاہر آں پری پنہاں بود — آدمی پنہاں تر از پریاں بود

گو بظاہر ہوتی ہیں پریاں نہاں — آدمی اُن سے بھی پنہاں تر ہے ہاں

نزدِ عاقل آں پری کہ مضمر است — آدمی صد بار خود پنہاں تر است

نزدِ عاقل جو پری پوشیدہ ہے — اس سے بڑھ کر آدمی پوشیدہ ہے

آدمی نزدیکِ عاقل چوں خفیست — چوں بود آدم کہ در غیب او صفی ست

آدمی جو نزدِ عاقل ہے خفی — صورتِ آدمؑ ہے وہ۔ جو ہے صفی

آں یکے بشنید از گرگے سخن — رفت پیش خواجہ کاے مقصودِ من

بھیڑیے سے ایک نے باتیں سنیں — جا کے خواجہ سے کہا اے مرد دیں

اینچنیں گرگے سخن با من بگفت — خواجہ را با طرب دل گشت جفت

مجھ سے یوں کرتا تھا باتیں بھیڑیا — یہ سنا خواجہ نے تو خوش ہو گیا

گفت ایماں آوریدم من برین — ہمچو من صدیقؓ و فاروقؓ مبین

بولا ہیں ایماں لایا ہوں ملا — صورتِ صدیقؓ و فاروقؓ اے فتا

خواجہ دانست کہ در ہر چون و چند	مرد را ایشاں مخالف نیستند
جانتا تھا خواجہ سب چون و چرا	یہ مخالف مردؔ کے ہیں کب بھلا

اولیاؒ و کلام اللہ کی تشبیہ

آدمی ہمچوں عصائے موسیٰؑ است	آدمی ہمچوں فسونِ عیسیٰؑ است
آدمی مثلِ عصائے موسوی	آدمی مثلِ فسونِ عیسوی
در کفِ حق بہرِ داد و بہرِ زین	قلبِ مومن ہست بین الاصبعین[۵۲]
دستِ خالق میں ہے بہرِ داد و زین	قلب ہے مومن کا بین الاصبعین
ظاہرش چوبے ولیکن پیشِ او	کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
ظاہرا لکڑی ہے۔ باطن دیکھنا	اک جہاں لقمہ ہو جب کھولے گلا
تو مبیں زافسونِ عیسیٰؑ حرف و صوت	آں ببیں کز وے گریزاں گشت موت
دم میں عیسیٰؑ کے نہ ڈھونڈو حرف و صوت	تم یہ دیکھو بھاگتی تھی اس سے موت
تو مبیں افسونِ آں لہجات پست	آں نگر کہ مردہ برجست و نشست
پست لہجے پہ نہ اس کے کر نظر	مردے ہو جاتے تھے زندہ غور کر
تو مبیں مر آں عصا را سہل یافت	آں ببیں کہ بحرِ اخضر را شگافت
یہ نہ دیکھ آساں تھا پل جانا عصا	دیکھ پھاڑا اس نے دریا نیل کا
تو ز دوری دیدۂ چترِ سیاہ	یک قدم با پیش نہ بنگر سپاہ
دیکھتا ہے دور سے چترِ سیاہ	بڑھ کے آگے دیکھ ہے کتنی سپاہ
تو ز دوری ہمے نہ بینی غیرِ گرد	اندکے پیش آ ببیں در گرد مرد
دور سے جز گرد کیا آئے نظر	پاس آ تا مرد دیکھے جلوہ گر

۵۱ یعنی مرد خدا ۔ ۵۲ انگلیوں کے درمیان ۔
۵۳ یعنی آدمی کا آب و گل ۔

دیدہ ہا را گر دہ او روشن کند	کوہہا را امر وی او بر کند
گر وہ اس کی آنکھوں کو روشن کرے	کوہ کو قوت اٹھا کر پھینک دے

یا جبال اوبی معہ والطیر کی تفسیر

چون برآمد موسیٰ از اقصاے دشت	کوہ طور از مقدمش رقاص گشت
جبکہ موسیٰ جانب صحرا گئے	طور آیا رقص میں آنے لئے
روے داؤد از فرش تاباں شدہ	کوہہا اندر پیش نالاں شدہ
چمکا اس کے فر سے منہ داؤد کا	کوہ ان کے سامنے نالاں ہوا
کوہ با داؤد گشتہ ہمرہے	ہر دو مطرب مست در عشق شہے
کوہ وہ داؤد کا ہمرہ ہوا	دونوں مطرب عشق شہ میں مبتلا
یا جبال اوبی امر آمدہ	ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ
یا جبال اوبی حق نے کہا	دونوں ہم پردہ ہوئے اور ہم صدا
گفت داؤدا تو ہجرت دیدہ	بہر من از ہمدماں ببریدہ
بولا اے داؤد ہجرت تو نے کی	میری خاطر سب کی یاری چھوڑ دی
اے غریب فرد بے مونس شدہ	آتش شوق از دلت شعلہ زدہ
اے مسافر بے تری بے مونسی	آگ بھڑکی تیرے دل میں شوق کی
مطرباں خواہی و قوال و ندیم	کوہہا را پیشت آرد آں قدیم
مطرب و قوال چاہے اور ندیم	کوہ تیرے پاس لائے وہ کریم

۱ اے پہاڑو اور طائرو حضرت داؤد کی طرف رجوع کرو ۔

۲ ہم آہنگ ۔

۳ قول تبارک و تعالیٰ عز و جل: یا جبال اوبی معہ والطیر والنا لہ الحدید
یعنی اے پہاڑو اس کے ساتھ تم پرندوں کے بازگشت کرو اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا

تا قیامت میزند قرآن ندا　　کای گروہے جہل را گشتہ فدا

تا قیامت ہے یہ قرآں کی ندا　　اے وہ لوگو! جہل پر جو ہو فدا

مر مرا افسانہ مے پنداشتید　　تخم طعن و کافری میکاشتید

تم مجھے افسانہ تھے سمجھے ہوئے　　بیج تم بوتے تھے طعن و کفر کے

خود بدیدید اے خسیسان زمن　　کہ شما بودید افسانہ نہ من

اے خسیسو! ہے تمہیں عین الیقیں　　تھے بس اس دنیا کا افسانہ تمہیں

تا بدید آید کہ طعنہ میزدید　　کہ شما فانی و افسانہ بدید

کچھ ہوا معلوم اے طعنہ زنو!　　تم تھے فانی اور افسانہ دیکھ لو

من کلام حقم و قائم بذات　　قوت جان جان و نہ قوت زکات

میں کلام حق ہوں اور قائم بذات　　قوت جان جاں ہوں جیسے قوت زکات

نور خورشیدم فتادہ بر شما　　لیک از خورشید ناگشتہ جدا

میرے سورج کا پڑا تھا تم پہ نور　　ہاں مگر خورشید سے کب تھا وہ دور

نک منم ینبوع آن آب حیات　　تا رہانم عاشقان را از ممات

چشمۂ آب بقا کہئے مجھے　　عاشقوں کو ہوں بچاتا موت سے

گر چنان گند آزتان ننگیختے　　جرعۂ بر گورتان حق ریختے

حرص کی بدبو نہ پھیلاتے اگر　　ڈالتا حق ایک جرعہ قبر پر

نے نگیرم گفت و پند آن حکیم　　دل نگردانم ز ہر قول سقیم

کیوں نہ یاں آخر سنوں پند حکیم　　کیوں نہ دل پھیروں جو ہو قول سقیم

تا بیابد درد من زاو دوا　　فارغ آیم من ز ہر طعنے جدا

اس سے میرا درد تا پائے دوا　　اور میں طعنوں سے ہو جاؤں جدا

آنکہ فرمودست و اندر خطاب　　کرہ و مادر ہمے خوردند آب

کیونکہ فرماتے ہیں وہ کرکے خطاب　　بچہ اور ماں دونوں پیتے تھے بس آب

پانی پینے سے گھوڑے کے بچے کا بھاگنا

می‌شخولیدند ہر دم آں نفر	بہر اسپاں کہ ہلا زیں آب خور
جب نفر پانی پلاتے گھوڑوں کو	کہتے ' یہ ہے آب خور[1] آگے رہو
آں شخولیدن بکرہ میرسید	سر ہمے برداشت و زخور میرمید
سنتا جب للکار بچہ برملا	سر اٹھا کر تھا وہ ہر دم چونکتا
مادرش پرسید کاے کرہ چرا	میرمی ہر ساعتے زیں استقا
ماں نے پوچھا، اے مرے بچے تو کیوں	بھاگتا ہے ہر گھڑی پانی سے یوں
گفت کرہ میشخولند آں گروہ	ازنفاق بانگ شاں دارم شکوہ
بولا وہ، للکارتے ہیں یہ نفر	لگتا ہے ان کی صدا سے مجھ کو ڈر
پس دلم میلرزد از جا میرود	زآں نفاق نعرہ خوفم میرسد
دل لرز جاتا ہے ہو کر بے قرار	شور سے اک خوف سا ہے بار بار
گفت مادر تا جہان بود است ایں	کار افزایاں بدند اندر زمیں
بولی ماں جب سے ہے قائم یہ جہاں	لوگ ایسے ہو گئے آئے ہیں یہاں
ہیں تو کار خویش کن اے ارجمند	زود کایشاں ریش بر خود میکنند
میرے بچے! ختم کر تو اپنا کام	اپنی ڈاڑھی نوچتے ہیں یہ تمام
وقت تنگ و میرود آب فراخ	پیش از آں کز ہجر گردی شاخ شاخ
وقت کم ہے کام کر پانی چلا	پیشتر اس سے کہ ہو اس سے جدا
شہرہ کاریزیست پر آب حیات	آب کش تا بر دمد از تو نبات
شہر ہے کاریز[2] لبریز حیات	کھینچ پانی تا اگے تیری نبات[3]

۱ پانی پلانے کی جگہ

۲ زمین کے نیچے بہنے والی نہر   ۳ روئیدگی - سبزی

آب خضر از جوئے نطق اولیا | میخوریم اے تشنۂ غافل بیا
آب حیواں اولیا کے نطق سے | ہم تو بس پیتے ہیں پیاسے آ تو بھی لے

گر نہ بینی آب کورانہ بہ فن | سوئے جو آور سبو در جوئے زن
اندھے پن سے گر نہ آب آئے نظر | ڈال ندی میں سبو کو۔ لا ادھر

چوں شنیدی کاندریں جو آب ہست | کور را تقلید باید کار بست
پانی اس ندی میں ہے جب تو سنے | اندھے کو تقلید کرنی چاہیئے

جو فرو بر مشک آب اندیش را | تا گراں بینی تو مشک خویش را
نہر میں تو مشک اپنی اب ڈبو | تا گراں دیکھے تو اپنی مشک کو

چوں گراں بینی شوی تو مستدل | رست از تقلید خشک آنگاہ دل
جب گراں دیکھے یقیں آئے تجھے | دل رہا ہو خشکی تقلید سے

گر نہ بیند کور آب جو عیاں | لیک بیند چوں سبو گردد گراں
دیکھتا ہے کور کب آب رواں | دیکھے لیکن جبکہ مٹکا ہو گراں

کہ ز جو اندر سبو آبے برفت | کایں سبک بود و گراں شد ز آں زفت
ندی ہی سے پانی مٹکے میں گیا | پہلے یہ ہلکا تھا اب بھاری ہوا

زانکہ ہر بادے مرا در مے ربود | باد مے نربایدم ثقلم فزود
پہلے لے جاتی تھی مجھ کو ہر ہوا | اب نہ لے جاتی کہ میں بھاری ہوا

مر سفیہاں را رباید ہر ہوا | زانکہ نبود شاں گرانی قوی
ہلکے لوگوں کو ہے لے جاتی ہوا | کیونکہ ہلکے ہوتے ہیں ان کے قویٰ

کشتی بے لنگر آمد مرد شر | کز ز باد کژ نیابد او حذر
ہیں یہ بے لنگر کی کشتی اہل شر | ہے ہوائے تند سے ان کو حذر

لنگر عقل است عاقل را اماں | لنگرے دریوزہ کن از عاقلاں
عقل کا لنگر ہے عاقل کی اماں | عاقلوں سے مانگ لنگر لے جواں

از مددہائے خرد چوں بر رہد | از خزینہ دُرِّ آں دریائے جود
عقل کی امداد سے جیسے لیتے | موتی اس بحرِ کرم کے گنج سے

زاں چنیں امداد دل پُرفن شود | بعد از دل چشم ہم روشن شود
دل ہو پُرفن ایسی ہی امداد سے | دل سے بڑھ کر آنکھ کو روشن کرے

زانکہ نور از دل بریں دیدہ نشست | تا چو دل شد دیدۂ تو عاطلست
نور آنکھوں کو جو ہے دل سے ملا | دل نہ ہو تو آنکھ ہیں نا نور کیا

دل چو بر انوارِ عقلِ پیر زد | زاں نصیبے ہم بدو دیدہ رسد
دل کیا پُر نورِ عقلِ پیر سے | اس سے آنکھوں کو بھی کچھ حصے ملے

پس بداں کآبِ مبارک ز آسماں | وحی دلہا باشد و صدقِ بیاں
چرخ کا آبِ مبارک اسے جواں | وحی دل ہوتا ہے اور صدقِ بیاں

ما چو آں کرّہ ہم آبِ جو خوریم | سوئے آں وسواسِ طاعن ننگریم
پانی بچے کی طرح پیتے ہیں ہم | کیوں کریں طعنوں کی پروا بیش و کم

پیروِ پیغمبرانی رہ سپر | طعنۂ خلقاں ہمہ بادے شمر
تو ہے پیرو انبیا کا - چل فقط | خلق کے طعنوں کو باد کر ہوا

آں خداونداں کہ رہ طے کردہ اند | گوش کے با بانگِ سگاں کردہ اند
طے جو ان لوگوں نے ہے رستہ کیا | بھونکنے کو کتّوں کے کب ہے سُنا

مہمانِ مسجد کا باقی قصہ

باز گو کآں پاکبازِ شیر مرد | اندر آں مسجد چہ بنمود و چہ کرد
پھر سنا ہاں پاکباز اس شخص نے | کیا کیا مسجد میں، کیسے کیا واقعے

خفتہ در مسجد خود او را خواب کو | مردِ غرقہ گشتہ چوں خسپد بجو
سو یا مسجد میں مگر سویا کہاں | ہو نشہ مست کو سونا کہاں

خوابِ مرغ و ماہیاں باشد ہمے | عاشقاں را زیرِ غرقابے ہمہ
مرغ و ماہی کا وہ گویا خواب ہے | عاشق اپنے غم میں یوں غرقاب ہے

نیم شب آواز ہا ہولے شدید — کالیم آیم بر سرت اے مستفید

نصف شب کو اک مہیب آئی صدا — آؤں تیرے سر پر اے مردِ خدا

پنج کرت این چنیں آواز سخت — میرسید و دل ہمے شد لخت لخت

سخت یہ آواز آئی پانچ بار — جس سے اس مہمان کا دل تھا فگار

واجلب[۱] علیہم برجلک وخیلک کی تفسیر

تو کہ عزم دیں کنی با اجتہاد — دیو بانگت بر زند اندر نہاد

تو جو عزمِ اجتہادِ دیں کرے — آئیں شیطان کی صدائیں پھر تجھے

کہ مرو زاں سو بیندیش اے غوی — کہ اسیر رنج و درویشی شوی

ہاں نہ جا اس سمت غور و فکر کر — رنج درویشی سے پہنچیگا ضرر

بینوا گردی ز یاران وابری — خوار گردی و پشیمانی خوری

بینوا ہو کر چھٹے احباب سے — خوار ہو تو تا ہو پشیمانی تجھے

تو ز بیم بانگِ آں دیوِ لعین — واگریزی در ضلالت از یقین

خوف ہو تو جب سنے بانگِ لعین — گمرہی میں جا پڑے چھوڑے یقیں

کہ ہلا فردا و پس فردا تراست — راہِ دیں پوییم کہ مہلت پیش ماست

آجکل پرسوں چلوں گا تو کہے — دین پر چلنے کی مہلت ہے مجھے

مرگ بینی باز کو از چپ و راست — میکشد ہمسایہ را تا بانگ خاست

دائیں بائیں دیکھے حملے موت کے — مارے ہمسائے کو اور وہ غل کرے

باز عزمِ دیں کنی از بیم جاں — مردہ سازی خویشتن را یکزماں

خوف جاں سے پھر تو عزمِ دیں کرے — اک گھڑی اپنے کو مردہ جان لے

[۱] یعنی اُن پر اپنے سواروں اور پیادوں سے حملہ کر دے ۔

پس سلح بربندی از علم و حکم — کہ من از خوفے نیارم پائے کم
علم و حکمت کے تو پھر ہتھیار لے — ہاں نہ میرا پاؤں وحشت سے ہٹے

باز بانگے بر زند بر تو ز مکر — کہ بترس و باز گرد از تیغ فقر
آئے پھر وہ مکرِ شیطاں کی صدا — فقر سے ڈر اور واپس لوٹ جا

باز بگریزی ز راہِ روشنی — آں سلاح علم و دیں را افگنی
پھر تو لوٹے روشنی کی راہ سے — اور سب ہتھیار اپنے ڈال دے

سالہا او را بہ بانگے بندۂ — در چنیں ظلمت نمد افگندۂ
تو ہو پابند اس صدا کا سالہا — ایسی ظلمت میں پڑے پھر برملا

ہیبتِ بانگِ شیاطیں خلق را — بندہ کردست و گرفتہ حلق را
ہیبتِ بانگِ شیاطیں خلق کو — کرتی ہے عاجز پکڑ کر حلق کو

تا چناں نومید شد جانش ز نور — کہ روانِ کافراں ز اہلِ قبور
نور سے مایوسیاں ہوں یوں سمجھ — روح کافر جیسے اہلِ قبر سے

آں شکوہِ بانگِ آں ملعون بود — ہیبتِ بانگِ خدائی چوں بود
بانگِ شیطاں میں ہے جب یہ کر و فر — ہو گی بانگِ حق میں ہیبت کس قدر

ہیبتِ باز ست بر کبکِ نجیب — مر مگس را نیست ز آں ہیبت نصیب
ہے چکوروں کو جو ہیبت باز کی — مکھیوں کو کب ہے حاصل واقعی

زانکہ نبود باز صیادِ مگس — عنکبوتاں مے مگس گیرند و بس
باز ہے صیاد مکھی کا کہاں — مکھیوں کو ہیں پکڑتی مکڑیاں

عنکبوتِ دیو بر چوں تو ذباب — کرّ و فر دارد نہ بر کبک و عقاب
عنکبوت دیو مکھی جان کر — تجھ پہ غالب ہے نہ کبک و باز پر

بانگِ دیواں گلہ بانِ اشقیاست — بانگِ سلطاں پاسبانِ اولیاست
بانگِ شیطاں اشقیا کی گلہ باں — بانگِ سلطاں اولیا کی پاسباں

تا نیامیزد بدین دو بانگ دور — قطرۂ از بحر خوش با بحر شور

تا نہ ان آوازوں سے ہر گز ملے — قطرہ بحر خوش کا بحر شور سے

مہمانِ مسجد کو آوازِ طلسم سنائی دینا

بشنو اکنوں قصۂ آں بانگ سخت — کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت

سن وہ قصہ آئی جو آواز سخت — پھر نہ سرکا اس جگہ سے نیک بخت

گفت چوں ترسم چو ہستم طبل عید — تا دہل ترسد کہ زخم او را رسید

بولا کیا ڈر، ڈھول ہے یہ عید کا — ڈھول پیٹے سے ڈرے تو ہے بجا

اے دہلہائے تہی پر زکوب — قسمتاں از عید چوں شد زخم چوب

خالی ڈھولو! تم ہو ضربوں سے بھرے — عید پر کیوں زخم ہے تم کو ملے

شد قیامت عید و بیدیناں دہل — ما چو اہل عید خنداں ہمچو گل

ہے قیامت عید کافر ہیں دہل — ہم ہیں اہل عید خنداں مثل گل

بشنو اکنوں ایں دہل چوں بانگ زد — دیگ دولت با چگونہ مے پزد

سن ذرا جو ڈھول نے آواز کی — دیگ آتش دولت اپنا کیسی پکی

چونکہ بشنود آں دہل آں مرد دید — گفت چوں ترسد دلم از طبل عید

جب سنی اس مرد نے آواز یوں — بولا طبل عید سے ہیں کیوں ڈروں

گفت با خود ہیں ملرزاں اے گزیں — مُرد جانِ بد دلانِ بے یقیں

یوں کہا خود سے کہ دل مضبوط کر — ہیں جو بد دل بے یقین جاتے ہیں مر

وقت آں آمد کہ حیدر وار من — ملک گیرم یا بپردازم بدن

وقت آیا ہے کہ حیدر وار میں — ملک لوں یا دیدوں جان زار میں

بر جہید و بانگ زد کاے کیا — حاضرم اینک اگر مردی بیا

اٹھ کھڑا اور ہو کے مخاطب یوں کہا — میں ہوں حاضر مرد ہے تو آگے آ

در زماں بشکست نے او ازاں طلسم — زر ہمی ریزید بر ہر سو قسم قسم

اس نے توڑا وہ طلسم خوف زا — سونا برسا مختلف اقسام کا

ریخت چنداں زر کہ ترسیدن ز شیم — تا بگیرد زر زپیری راہ در

سونا برسا اور ڈرا وہ مرد دیں — بند ہو جائے نہ دروازہ کہیں

پر شد آں مسجد ز زر ہر جایگاہ — مرد حیراں شد ز تعدید آں

ہر جگہ مسجد وہ زر سے بھر گئی — اپنی قسمت پر اسے حیرت ہوئی

بعد ازاں خاست آں شیر غلید — تا سحر گہ زر بہ بیروں میکشید

بعد ازاں اٹھا وہ شیر خشمگیں — صبح تک سونے کو ڈھویا بالیقیں

دفن میکرد و ہمے آمد بہ زر — با جوال و توبرہ بار دگر

دفن کرتا تھا وہ سونا بیشمار — خورجی میں اور توبڑے میں بار بار

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں — کوری و ترسائی اہل خراں

اس دلاور نے خزانے بھر لئے — کور اور بزدل ڈرتے ہی رہے

ایں زر ظاہر بخاطر آمدہ است — در دل ہر کور دون زر پرست

یہ زر ظاہر بہ ہر عنواں تھا — زر پرست اندھوں کے دلمیں پڑا

کودکاں سفالہا را بشکنند — نام زر بنہند و در دامن کنند

توڑتے ہیں بچے اکثر ٹھیکرے — بھرتے ہیں دامن میں سونا جان کے

اندراں بازی چو گوئی نام زر — آں کند در خاطر کودک گذر

کھیل میں ان کے جو لے تو نام زر — دل میں ان بچوں کے اسکا ہو اثر

بل زر مضروب ضرب ایزدی — کو نگردد کاسد آمد سرمدی

ہاں وہ زر جس پہ ہو سکہ ایزدی — جو نہ کھوٹا ہو وہ زر ہے سرمدی

آں زرے کایں زر ازاں تابانی یافت — کو بہر و تابندگی آب یافت

زر وہ، اس زر کو ملی جس سے ضیا — یہ چمک یہ جوہر اور آب لے لیا

آں زرے کو دل ازو گردد غنی ‌ ‌ ‌ غالب آمد بر قمر در روشنی

ہاں وہ سونا دلکو جو کر دے غنی ‌ ‌ ‌ چاند پر غالب ہے جس کی روشنی

شمع بود آں مسجد و پروانہ او ‌ ‌ ‌ خویشتن انداخت آں پروانہ خو

شمع وہ مسجد تھی۔ وہ پروانہ تھا ‌ ‌ ‌ مثلِ پروانہ وہ تھا اس میں پڑا

سوخت پرہاش او لیکن ساختش ‌ ‌ ‌ پس مبارک آمد آں انداختش

اسکا جلنا گویا اس کا ساز تھا ‌ ‌ ‌ تھی مبارک اس کی افتادِ بلا

ہمچو موسیٰؑ بود آں مسعود بخت ‌ ‌ ‌ کاتشے دید او بسوئے آں درخت

مثلِ موسیٰؑ تھا مگر وہ نیک بخت ‌ ‌ ‌ آگ دیکھی اُسنے بالائے درخت

چوں عنایتہا برو موفور بود ‌ ‌ ‌ نار مے پنداشت و آں خود نور بود

تھی عنایت اُس پہ خالق کی بڑی ‌ ‌ ‌ آگ جانا جس کو وہ خود نور تھی

مردِ حق را چوں بہ بینی اے پسر ‌ ‌ ‌ تو گماں آری برو نارِ بشر

مردِ حق کو جب تو دیکھے اے پسر ‌ ‌ ‌ ہو گماں تجھ کو کہ ہے نارِ بشر

تو ز خود مے آئی و او در تواست ‌ ‌ ‌ نار و خارِ ظن و باطل زاں سواست

تو خودی سے آیا۔ وہ تجھ میں نہاں ‌ ‌ ‌ ہے خودی کی سمت سے نار گماں

او درخت موسیٰؑ است و پُر ضیا ‌ ‌ ‌ نور خواں نارش مخواں بارے بیا

وہ ہے موسیٰؑ کا درخت پُر ضیا ‌ ‌ ‌ نور کہہ نہ نار اس کو کہنا ہے بڑا

نے قطام ایں جہاں نارے نمود ‌ ‌ ‌ سالکاں رفتند آں خود نور بود

ترکِ دنیا کی ہوس ناری نہ تھی ‌ ‌ ‌ گذرے سالک۔ نور تھی وہ نار ہی

پس بدانکہ شمع دیں بر مے شود ‌ ‌ ‌ آں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود

شمع جیسی دم دین کی روشن ہوگئی ‌ ‌ ‌ کب ہے وہ جیسی ہیں آگیں دوسری

ایں نماید نور و سوزد یار را ‌ ‌ ‌ و آں بصورت نار و گل زوار را

یہ بنے نور اور جلا دے یار کو ‌ ‌ ‌ وہ مگر ہو مثلِ گل زوار کو

ایں چہ سازندہ ولے سوزندۂ | واں گہِ وصلت دلِ افروزندۂ

یہ ہے مشکل ساز لیکن سوز بھی | وہ ہے وقتِ وصل دل کی روشنی

مشکلِ مشعلہ نورِ پاک سازوار | حاضراں را نور دوراں را چو نار

نورِ پاک اک مثلِ مشعلہ سازگار | حاضروں کو نور اور دوروں کو نار

حاضراں از غائباں خوشحال تر | غائباں را نیست توفیقِ خبر

غائبوں سے ہیں یہ حاضر خوب تر | غائبوں کو کب ہے توفیقِ خبر

ایں سخن را نیست پایانے پدید | گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید

یہ سخن تو ختم ہوتا ہی نہیں | صدر و عاشق کا سُنا قصہ یہیں

صدرِ جہاں سے عاشق کی ملاقات

آں بخاری نیز خود بر شمع زد | گشتہ بود از عشقش آساں آں کبد

وہ بخاری بھی فدا تھا شمع پر | عشق میں مشکل ہوئی آساں تر

آہ سوزانش سوئے گردوں شدہ | در دلِ صدرِ جہاں مہر آمدہ

آہ جب اُس کی گئی سوئے سما | تھا دلِ صدرِ جہاں مہر آشنا

گفت با خود در سحر گہ کاے احد | حالِ آں آوارۂ ما چوں بود

صبحدم اللہ سے کہنے لگا | ہے اس آوارہ کا یارب! حال کیا

او گناہے کرد ما دیدیم لیک | رحمتِ ما را نمیداند نیک

میں نے دیکھا اُس سے بے شک تھی خطا | وہ نہ میرے رحم سے آگاہ تھا

خاطرِ مجرم ز ما ترساں شود | لیک صد امید در ترسش بود

ہم سے ہو مجرم کو خوف و بیدلی | خوف تھا لیکن رہی امید بھی

من بترسانم وقیح یاوہ را | و آنکہ ترسد من چہ ترسانم ورا

بے حیاؤں کو ہوں میں ہیبت نما | جو ڈرے خود ہی ڈراؤں اسکو کیا

بهر دیگی سرد آورده رود ‌‌— نه بدان که جوشش از سر برد

آگ ٹھنڈی دیگ کے ہے واسطے — ہو جو پیشہ جوشش آگ اسکا کیا کرے

امتثال امر بہر سالم حلیم — خالقان اندر عسر دام تعلم

ہیں ڈراؤں غصے سے بے خوف کو — ڈر سکھاؤں علم سے ڈرتا جو ہے

پاره دوزم پاره در موضع نهم — هر کسی را شربت اندر خور دهم

دکھتا ہیں پیوند اس کی جا پہ ہو لگا — جو ہو جیسا دے لیا شربت اسکو ویسا

هست انسان همچو بیخ درخت — زان برون پیداست کهاش از جوش

راز ہے انساں کا مانند درخت — دیکھتے ہی پتے ہیں جیسے جو ہے سخت

در خور آن بیخ رسته برگها — در درخت و در نفوس و در نُهی

جیسی جڑ ہو ویسے ہی پتے اگیں — پیڑ میں اور نفس میں اور عقل میں

بر فلک پرهاست ز اشجار وفا — اصلها ثابت و فرعه فی السما

چرخ پہ ہے پھل وفا کے نخل کا — جڑ زمیں پر شاخیں گئیں دل پر چھا

چون برست از عشق پر بر آسمان — چون نروید در دل صدر جهان

آسماں پہ جب اگے پھل عشق کا — کیوں نہ دل صدر جہاں میں ہو اگا

موج میزد در دلش عفو گنه — که ز هر دل تا دل آمد روزنه

دل میں تھا عفو گنہ لہرا رہا — دل سے دل تک ایک روزن ہے کھلا

که ز دل تا دل یقین روزن بود — نه جدا و دور چون دو تن بود

دل سے دل تک ایک ہے روزن کھلا — مثل دو تن کب جدا ہیں اور دور

متصل نبود سفال دو چراغ — نورشان ممزوج باشد در مساغ

دور کو مٹی کے رکھیں دو دیے — ایک ہوئی روشنی گھر میں ملے

قوله تبارک و تعالی عز و جل: مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء یعنی خدائے تعالی نے کلمہ پاک کو ایک پاک درخت کی طرح بنایا ہے جس کی جڑ زمین میں ثابت اور شاخیں آسمان پہ ہیں

ہیچ عاشق خود نباشد وصل جو — کہ نہ معشوقش بود جویائے او

وصل جُو عاشق نہیں ہوتا کوئی — ڈھونڈتا جب تک نہ ہو معشوق بھی

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند — عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

عاشقوں کو عشق کر دیتا ہے زار — اور معشوقوں کو فربہ اسکے نکھار

چوں دریں دل برق مہر دوست جست — اندر آں دل دوستی می داں کہ ہست

کوندے برق مہر جیسے دل میں گر — عاشق اُس کے دل میں بھی پہچان

در دل تو مہر حق چوں شد دوتو — ہست حق را بیگمانے مہر تو

تیرے دل میں ہو اگر عشق خدا — حق کو بھی ہوگی محبت بے ملا

ہیچ بانگ کف زدن آید بدر — از یکے دستت تو بے دست دگر

کب نکلتی آتی ہے تالی کی صدا — ہاتھ اگر دونوں نہیں ملتے ذرا

تشنہ نالد کہ کو آب گوار — آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار

پیاسا روتا ہے کہ پانی ہے کہاں — پانی روتا ہے کہاں ہے تشنہ جاں

جذب آبست ایں عطش در جان ما — ما از آن او و او ہم زآن ما

جذب ہے پانی کا اپنی تشنگی — ہم ہیں اُس کے وہ ہماری دوستی

حکمت حق در قضا و در قدر — کردہ ما را عاشقان یکدگر

حکمت اپنی خدا نے ہے ملا — دوسرے سے ہے ایک کو عاشق کیا

جملہ اجزائے جہاں آں حکم پیش — جفت جفت و عاشقان جفت خویش

جتنے ہیں اجزا ازل سے اُس کے حکم سے — عاشق اپنے جوڑے پہ ہوئے

ہست ہر جزوے ز عالم جفت خواہ — راست ہمچوں کہربا و برگ کاہ

جفت اپنے جفت پر ہے شیفتہ — جیسے ہے تنکا کہ وہ ہے اور کہربا

آسماں گوید زمیں را مرحبا — با توام چوں آہن و آہن ربا

چرخ کہتا ہے زمیں سے مرحبا — ہم ہیں مثل آہن و آہن ربا

آسماں مرد و زمیں زن در خرد ‏ ‏ ‏ ہرچہ آں انداخت ایں می پرورد

آسماں ہے مرد، عورت ہے زمیں ‏ ‏ ‏ اس سے جو گرتا ہے پلتا ہے یہیں

چوں نماند گرمیش بفرستد او ‏ ‏ ‏ چوں نماند تری و نم بدہد او

کم ہو گرمی تو وہ گرمی بھیجدے ‏ ‏ ‏ جب نہ ہو باقی تری، تو تر کرے

برج خاکی خاک ارضی را مدد ‏ ‏ ‏ برج آبی تریش اندر دہد

برج خاکی سے مدد ہے خاک کی ‏ ‏ ‏ برج آبی اس کو دیتا ہے تری

برج بادی ابر سوئے وے برد ‏ ‏ ‏ تا بخارات وخم را برد

برج بادی ابر ہے پھر بھیجتا ‏ ‏ ‏ تا کرے گندہ بخاروں کو جدا

برج آتش گرمی خورشید ازو ‏ ‏ ‏ ہمچو تابہ سرخ ز آتش پشت و رو

برج آتش خور کو گرمی دے کمال ‏ ‏ ‏ ہے توے کی طرح منہ اور پیٹھ لال

ہست سرگرداں فلک اندر زمن ‏ ‏ ‏ ہمچو مرداں گرد مکسب بہر زن

آسماں دنیا کے چکر میں پھرے ‏ ‏ ‏ مرد جیسے کسب بہر زن کرے

ویں زمیں کدبانوئیہا میکند ‏ ‏ ‏ بر ولادات و رضاعش می تند

اس زمیں میں ہے نسائیت تمام ‏ ‏ ‏ ہے ولادت اور رضاعت اسکا کام

پس زمین و چرخ را داں ہوشمند ‏ ‏ ‏ چونکہ کار ہوشمنداں میکنند

کر زمین و چرخ کو دانا شمار ‏ ‏ ‏ کیونکہ دانائی ہے ان کا کاروبار

گر نہ از ہم ایں دو دلبر مے مزند ‏ ‏ ‏ پس چرا چوں جفت در ہم میخزند

دونوں یہ دلبر اگر لذت نہ لیں ‏ ‏ ‏ کیوں یہ جوڑے کی طرح باہم ملیں

بے زمیں کے گل بروید و ارغواں ‏ ‏ ‏ پس چہ زاید ز آب و تاب آسماں

بنے زمیں کے کب گل و لالہ اُگے ‏ ‏ ‏ آب و تاب چرخ سے کیا ہو سکے

بہر آں میلست در مادہ بہ نر ‏ ‏ ‏ تا بود تکمیل کار ہمدگر

مادہ میں خواہش ہے نر کی اسلئے ‏ ‏ ‏ تا کریں مل کر کام دونوں کا بنے

میل اندر مرد و زن حق زاں نہاد — تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد

مرد و زن میں میل یوں حق نے رکھی — تا کہ مل جل کر بقا ہو دہر کی

میل ہر جزوے بجزوے ہم نہد — ز اتحاد ہر دو تولیدے جہد

جزو ہر اک جزو سے رغبت رکھے — تا کہ اس ملنے سے پیدائش بڑھے

شب چنیں با روز اندر اعتناق — مختلف در صورت اما اتفاق

رات بھی دن سے یونہی ہے ہمکنار — مختلف شکلیں مگر دونوں ہیں یار

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمنند — لیک ہر دو یک حقیقت میتنند

روز و شب گو ہیں بظاہر دو ضدیں — ہیں مگر وہ ایک دونوں اصل ہیں

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش — از پئے تکمیل کار و فعل خویش

ایک کا خواہاں ہے دل سے دوسرا — تا ہو اپنا کام پورا بر ملا

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را — پس چہ اندر خرج آرد روزہا

کیونکہ بے شب کیا ہے آمد طبع کو — وقت دن کے خرچ میں وہ لائے جو

ہر عنصر کا اپنی جنس کو جذب کرنا

خاک گوید خاک تن را باز گرد — ترک جاں گو سوئے ما آ ہمچو گرد

خاک تن سے خاک کہتی ہے پھر آ — ترک جاں کر ہم سے مل اے بیوفا

جنس مائی پیش ما اولیٰ تری — بہ کز آں تن وا رہی ایں سو پری

پاس ہے ہمجنس کے رہنا بھلا — قطع کر اس تن سے اور اس سمت آ

گوید آرے لیک من پابستہ ام — گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ ام

یہ کہے ہاں ہیں مگر پابستہ ہوں — ہجر سے تیری طرح گو خستہ ہوں

تری تن را بجویند آبہا — کاے تری باز آ ز غربت پیش ما

پانی کہتے ہیں تری سے جسم کی — اب تو واپس آ سفر سے اے تری

گرمی تن را همی خواند اثیر — که ز ناری راه اصل خویش گیر
گرمی تن کو بلاتا ہے اثیر[1] — آگ سے ہے تو ادہر جو راہ پکڑ

هست هفتاد و دو علت در بدن — از کششهای عناصر بی رسن
اس بدن میں ہیں بہتر علتیں — بے رسن کے عنصروں کے جذب سے

علت آید تا بدن را بگسلد — تا عناصر همدگر را وا هلد
علت آئے تا بدن کو توڑ دے — تا کہ ہر عنصر کو عنصر چھوڑ دے

چار مرغند این عناصر بسته پا — مرگ و رنجوری و علت پا گشا
چار یہ عنصر ہیں چڑیاں بستہ پا — موت اور بیماری ہے عقدہ کشا

پایشان از همدگر چون باز کرد — مرغ هر عنصر یقین پرواز کرد
پاؤں جب آپس میں انکا کھل گیا — مرغ ہر عنصر کا بے شک اڑ چلا

جذبهٔ این اصلها و فرعها — هر دمی رنجی نهد در جسم ما
فی الحقیقت جذبہ اصل و فرع کا — جسم کو دیتا ہے ہر دم دکھ نیا

تا که این ترکیبها را بر درد — مرغ هر جزوی به اصل خود پرد
تا کہ ان ترکیبوں کو برہم کرے — اور ہر مرغ اصل کو اپنی اڑے

حکمت حق مانع آید زین عجل — جمعشان دارد به صحت تا اجل
حکمت حق منع جلدی سے کرے — رکھے دم تک جمع صحت سے انہیں

گوید ای اجزا اجل مشهود نیست — پر زدن پیش از اجلتان سود نیست
اور کہے موت آئی نہیں ہے کچھ نظر — کھوتے ہو پیش اجل تم کیوں بال و پر

چونکه هر جزوی بجوید ارتفاق — چون بود جان غریب اندر فراق
جبکہ ہر جزو ڈھونڈتا ہے اتفاق — جان کیونکر جھیلتی ہوگی فراق

[1] کرۂ آتشیں جو آسمان پر ہے۔

جانِ جاں جاں را بخواند ہر دمے ۔ کہ بیا آئید واپس شو قدم

جان کو ہے جب بلاتا جانِ جاں ۔ رکھ قدم اس سمت اور آجا یہاں

چونکہ جاں را ایں ندا آید بگوش ۔ ز اشتیاقِ حق رود زیں عقل و ہوش

روح جب سنتی ہے اسکی یہ صدا ۔ شوقِ حق میں ہوش کرتی ہے فنا

عالمِ ارواح کی طرف روح کا کھنچنا

گوید اے اجزائے پست فرشیم ۔ غربتِ من تلخ تر من عرشیم

روح کہتی ہے کہ اے اجزائے فرش ۔ تلخ ہے غربت مرا مسکن ہے عرش

میلِ تن در سبزہ و آبِ رواں ۔ زاں بود کہ اصل او آمد ازاں

سبزہ اور آبِ رواں سے میلِ تن ۔ اس سبب سے ہے کہ ہیں اس کا وطن

میلِ جاں اندر حیات و در حی است ۔ زانکہ جانِ لامکاں اصلِ وے است

زندگی و زیست میں ہے میلِ جاں ۔ کیونکہ اس کی اصل ہے وہ لامکاں

میلِ جاں در حکمت است و در علوم ۔ میلِ تن در باغ و راغ و در کروم

علم و حکمت میں ہے رغبت جان کی ۔ رغبتِ تن باغ و صحرا میں رہی

میلِ جاں اندر ترقی و شرف ۔ میلِ تن در کسبِ اسباب و علف

ہے ترقی و شرف میں میلِ جاں ۔ میلِ تن اسباب میں ہے بیگماں

میل و عشق آں شرف ہم سوئے جاں ۔ زیں یحبہم یحبونہ بداں

ہے شرف کا میل سوئے جاں اگر ۔ ہے یحبہم یحبونہ یہی

گر بگویم شرحِ ایں بیحد شود ۔ مثنوی ہشتاد من کاغذ شود

گر کہوں اس کی شرح تو بیحد بنے ۔ مثنوی کا بوجھ ہشتاد من بنے

قولہ تبارک و تعالیٰ عز و جل یحبہم و یحبونہ یعنی خدا مومنوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں ۔

آدمی حیواں نباتے و جماد | ہر مرادے عاشق ہر بے مراد
آدمی، حیواں نباتات اور جماد | بے مرادی پر ہے عاشق ہر مراد

بے مراداں بر مرادے مے تنند | واں مراداں جذب ایشاں مے کنند
بے مراد الفت مرادوں سے رکھیں | اور مرادیں جذب پھر انکو کریں

لیک میل عاشقاں لاغر کند | میل معشوقاں خوش و بافر کند
عاشقوں کا عشق انہیں لاغر کرے | اور معشوقوں کو فربہ تر کرے

عشق معشوقاں دو رخ افروختہ | عشق عاشق جان او را سوختہ
عشق معشوق اس کی رعنائی بڑھائے | عشق عاشق جان کو اسکی جلائے

کہربا عاشق بہ شکل بے نیاز | کاہ مے کوشد در آں راہ دراز
کہربا عاشق ہے مثل بے نیاز | کاہ طے کرتی ہے وہ راہ دراز

ایں رہا کن عشق آں سینہ جہاں | تافت اندر سینہ صدر جہاں
چھوڑ اس کو دیکھ عشق ناتواں | سینۂ صدرِ جہاں میں ہے تپاں

دود آں عشق و غم آتشکدہ | رفتہ در مخدوم او مشفق شدہ
عشق کی آتش سے جو اٹھا دھواں | اس نے آقا کو بنایا مہرباں

لیکش از ناموس و پوشش آبرو | شرم مے آمد کہ وا جوید ازو
تھی مگر فکر اس کو ننگ و نام کی | ڈھونڈھنے میں حائل آئی شرم سی

رحمتش مشتاق آں مسکیں شدہ | سلطنت زیں لطف مانع آمدہ
رحمتیں مشتاق تھیں مسکین کی | سلطنت اس لطف سے مانع ہوئی

عقل حیراں کایں عجب او را کشید | یا کشش زاں سو بدیں جانب رسید
عقل حیراں ہے یہ ہے اسکی کشش | یا ادھر سے ہے ادھر آئی کشش

ترک جلدی کن کزیں ناواقفی | لب ببند اللہ اعلم بالخفی
چھوڑ جلدی اس سے ہے ناواقفی | چپ بھی رہ، واللہ اعلم بالخفی

لب ببندم ہر دمے زیں سان سخن   توبہ آرم ہر زماں صد بار من

اختیار اس بات سے کی خامشی   توبہ اور سو بار توبہ ہے مری

کایں سخن را بعد ازیں فوں کنم   آں کشندہ میکشد من چوں کنم

بعد ازیں اس بات کو دفنا ہی دوں   کھینچنے والا جو کھینچے کیا کروں

کیست گت آں میکشد اے مفتنی   آنکہ مے نگذاردت کہ دم زنی

کون ہے وہ جو تجھے ہے کھینچتا   تاکہ تو دم بھی نہ مارے اک ذرا

صد عزیمت میکنی بہر سفر   میکشاند مر ترا جائے دگر

سو ارادے کرتا ہے بہر سفر   اور لے جائے کہیں وہ کھینچ کر

زاں بگرداند بہر سو آں لگام   تا خبر یابد ز فارس اسپ خام

اس لئے ہے پھیرتا ہر سو لگام   واقف اسوار ہو تا اسپ خام

اسپ زیرک ساز زاں نیکو پے است   کو ہمیداند کہ فارس بر وے است

اسپ دانا نیک پے ہے سازگار   جو ہے واقف اس پہ کوئی ہے سوار

او دلت را بر دو صد سودا ببست   بے مرادت کرد پس دل را شکست

سو امید دل پر ہے باندھا دل ترا   دل شکستہ بے مرادی سے کیا

چوں شکست او بال آں رائے نخست   چوں نشد ہستی بال اشکن درست

اس نے بازو توڑا تیری رائے کا   پھر وہ بازو توڑ ہستی سے بچا

چوں قضایش حبل تدبیرت شکست   چوں نشد بر تو قضائے او درست

جب قضا نے توڑیں تدبیریں تری   کیوں نہ ٹھیک اسکی قضا تجھ پہ ہوئی

ارادوں کا توڑنا انسان کو تنبیہ کرنا ہے

عزمہا و قصدہا در ماجرا   گاہ گاہے راست مے آید ترا

عزم بھی اور قصد بھی لے با صفا   گا ہے گاہے راست آتا ہے ترا

تا بہ طمع آں دلت نیت کند | بار دیگر نیتت را بشکند
تاکہ دل اس طمع سے نیت کرے | اور اس نیت کو پھر وہ توڑ دے

ور بکلی بے مرادت داشتے | دل شدے نومید امل کے کاشتے
گر وہ رکھتا تجھ کو بالکل بے مراد | ہوتا نا امید دل ایسے خوش نہاد

ور نکارید ے امل از عوریش | کے شدے پیدا بر و مقہوریش
بیج نہ بوتے دہقاں گر محرومیاں | ہوتی مغلوبی امل[1] کے کب عیاں

عاقلاں از بے مرادی ہائے خویش | باخبر گشتند از مولائے خویش
عاقل اپنی بے مرادی سے ہوئے | باخبر مولا سے اپنے دیکھ لے

بے مرادی شد قلاوز بہشت | حفت الجنہ شنو اے خوش سرشت
بے مرادی ہو گئی خضر بہشت | حفت[2] الجنہ کو سن اے خوش سرشت

چوں مراداتت ہمہ اشکستہ پاست | پس کسے باشد کہ کام او رواست
جب مرادیں ہیں شکستہ پا تری | کامیاب آرزو ہو گا کوئی

پس شدند اشکستہ وش آں عاقلاں | لیک کو خود آں شکست بیدلاں
ہیں شکستہ وش ہیں جملہ عاقلاں | ہے مگر کب شکست بیدلاں

عاقلاں اشکستہ اش از اضطرار | عاشقاں اشکستہ با صد اختیار
ہے شکستہ عاقلاں پہ اضطرار | ہے شکستہ عاشقاں با اختیار

عاقلانش بندگان بند بند | عاشقانش شکری و قند قند
عاقل اس کی بندگی کے ہیں غلام | اور عاشق قند و شکر ہیں تمام

ائتیا[3] کرھاً[4] مہار عاقلاں | ائتیا طوعاً[5] بہار بیدلاں
ائتیا کرھاً ہے عاقل کی مہار | ائتیا طوعاً ہے بیدل کی بہار

[1] امید ؛ [2] حدیث شریف ہے کہ انما الجنۃ حفت بالمکارہ یعنی بہشت گھیری گئی ؛ [3] تو ہمارے پاس آ ؛ [4] جبراً کراہت سے ؛ [5] خوشی و رغبت سے

آنحضرتؐ کا قیدیوں کو دیکھکر تبسم فرمانا

دید پیغمبر یکے جوقِ اسیر ۔۔۔ کہ ہمے بردند و ایشاں در نفیر
دیکھے کچھ قیدی پیمبرؐ نے رواں ۔۔۔ جا رہے تھے اور تھے گریہ کناں

دیدشاں میدید آں آگاہ شیر ۔۔۔ مے نظر کردند در وے زیر زیر
دیکھا جب اُن قیدیوں کو آپؐ نے ۔۔۔ تھے کنکھیوں سے وہ قیدی دیکھتے

تا ہمے خائید ہر یک زو غضب ۔۔۔ بر رسولِ صدق دندانہا و لب
اور چباتا تھا وہ ہر اک پُر غضب ۔۔۔ سرورِ کونین پہ دانت اور لب

زہرہ نے با آں غضب تا دم زنند ۔۔۔ زانکہ در زنجیرِ قہرِ دہ من اند
باوجود اس کے نہ تھے دم مارتے ۔۔۔ کیونکہ زنجیروں میں تھے جکڑے پڑے

میکشندشاں موکل سوئے شہر ۔۔۔ مے برد از کافرستاں شاں بقہر
کھینچتے اُن کو سپاہی سوئے شہر ۔۔۔ لیچلے تھے کافرستاں سے بہ قہر

نے فدائے مے ستانند نے زرے ۔۔۔ نے شفاعت میرسد از سرورے
کوئی فدیہ اُن سے لیتا تھا نہ زر ۔۔۔ تھی سفارش بھی نہ کوئی کارگر

رحمتِ عالم ہمے گویند و او ۔۔۔ عالمے را مے برد حلق و گلو
رحمتِ عالم تو کہلاتا ہے وہ ۔۔۔ اور گلے خلقت کے کٹواتا ہے وہ

با ہزاراں انکار مے رفتند راہ ۔۔۔ زیرِ لب طعنہ زناں بر کارِ شاہ
کفر میں چلتے کر رہے تھے رہگذر ۔۔۔ طعنہ زن تھے زیرِ لب سرکار پر

چارہا کردیم و اینجا چارہ نیست ۔۔۔ خود دلِ ایں مرد کم از خارہ نیست
اب یہاں چلتی نہیں اپنی کوئی ۔۔۔ کم نہیں پتھر سے دل اس کا کبھی

۱؎ یہ اُن قیدیوں کے طعنے تھے ۔
۲؎ یہاں سے اُن کی گفتگوئے طعن ہے ۔

ما ہزاراں مرد شیر الب ارسلان — با دو سہ عریان سست نیم جان
ہم ہزاروں شیر تن اور شیر گیر — ہیں فقط دو تین بھوکوں کے اسیر

اینچنیں درماندہ ایم از کج رویست — یا ز اختر ہاست یا خود جادوئیست
کج روی سے ایسے عاجز ہم ہوئے — یا کسی جادو سے یا تقدیر سے

بخت مارا بر درید آں بخت او — تخت ما شد سرنگوں از تخت او
ہم ہوئے بدبخت اُن کے بخت سے — تخت اُلٹے اپنے اُنکے تخت سے

کار او از جادوئے گر گشت زفت — جادوئے کردیم ما ہم چوں نرفت
کام اُن کا گر ہے جادو سے بنا — کیوں نہ سحر ان پہ ہمارا کچھ چلا

از بتان و از خدا درخواستیم — کہ بکن مارا اگر ناراستیم
کی بتوں سے اور خدا سے التجا — بس مٹا ہم کو جو ہم ہیں کج ادا

ان [۱] تستفتحوا فقد جاءکم الفتح کی تفسیر

آنکہ حق و راستست از ما و او — نصرتش دہ نصرت او را بجو
ہم میں ان میں ہو جو حق پر برملا — اس کو نصرت فتحمندی ہو عطا

این دعا بسیار کردیم و صلوٰۃ — پیش لات و پیش عزیٰ و منات
یہ دعائیں مانگیں اور سجدے کیے — سامنے عزیٰ، منات اور لات کے

کہ اگر حق است او پیدا اش کن — ور نباشد حق زبون ماش کن
وہ اگر حق پر ہے۔ تو کر آشکار — ورنہ کر دے بس اسے رسوا و خوار

چونکہ وادیدیم او منصور بود — ما ہمہ ظلمت بُدیم او نور بود
ہم نے جب دیکھا تو وہ منصور تھا — ہم تو سب ظلمت تھے اور وہ نور تھا

[۱] یعنی اگر تم فتح طلب کرو گے تو تم کو فتح ہو گی۔

این جواب ماست کانچه خواستید — گشت پیدا که شما نارستید
یہ جواب اپنا رہا ہے بالیقیں — ہو گیا ظاہر کہ تم سیچے نہیں

باز این اندیشه را از فکر خویش — کور میکردند و دفع از ذکر خویش
پھر اس اندیشے کو اپنی فکر سے — اندھا کر کے دُور رہتے ذکر سے

کاین تفکرمان هم از ادبار ماست — که صواب و شنود در دل دوست
یہ تفکر ہے سبب ادبار کا — تا کہ نیکی اس کی دل میں ہو بجا

خود چه شد گر غالب آمد چند بار — هر کسے را غالب آرد روزگار
کیا ہوا گر غالب آیا چند بار — کرتا ہے غالب سبھی کو روزگار

ما هم از ایام بخت آور شدیم — بارها بر وی مظفر آمدیم
اک زمانے میں تھے ہم بھی بخت ور — بارہا اُس پر ہی ہم کو ظفر

باز میگفتند اگر چه او شکست — چون شکست ما نبود او زشت و پست
پھر یہ بولے گو کہ دی اسکو شکست — کب ہماری طرح وہ تھا خوار و پست

زانکه بخت نیک او را در شکست — داد صد شادی پنهان بر پرست
انکی قسمت نے شکست فاش میں — سو طرح کی عشرتیں دیدیں انہیں

کو با شکسته نه مالست هیچ — که نه غم بود ش ز آن نے پیچ پیچ
کیا شکستوں سے اسے دیجے مثال — کیونکہ کاوش ہے نہ ہے رنج و ملال

چون نشان مومنان مغلوبی است — لیک در اشکستِ مومن خوبی است
گرچہ مغلوبی ہے مومن کا نشاں — ہیں شکستوں میں بھی اسکی خوبیاں

گر تو مشک و عنبرے را بشکنی — عالمے از فیح ریحان پر کنی
مشک و عنبر کو اگر تو توڑ دے — اک جہاں کو اس کی خوشبو سے بھرے

ور شکستی ناگهان سرگین خر — خانها پر گند گردد سر بسر
اور جو توڑے ناگہاں سرگین خر — گند کی پھیلے گھروں میں سر بسر

کہ کند خود مشک با سرگیں قیاس — آب با بول و اطلس با پلاس
مشک کا سرگیں سے پھر کیونکر قیاس — پانی اور پیشاب ؛ اطلس اور پلاس[1]

آنحضرتؐ کی جنگِ حدیبیہ سے واپسی

وقتِ واگشتن ز حدیبیہ رسولؐ — در تفکر بود و غمگین و ملول
جب حدیبیہ سے لوٹ آئے رسولؐ — فکر میں تھے اور غمگین و ملول

ناگہاں اندر حق سمع رسل — دولتِ انا فتحنا زد دہل
ناگہاں اللہ نے ان کو دیا — دولتِ "انا فتحنا" کی عطا

آمدش پیغام از دولت کہ رو — تو ز منع ایں ظفر غمگیں مشو
آیا یہ پیغام حق کا آپ کو — تو شکستِ جنگ سے غمگیں نہ ہو

کاندریں خواری بنقدت فتحہاست — نک فلاں قلعہ فلاں قلعہ تراست
یہ شکست اب ہے خزانہ فتح کا — یہ فلاں قلعہ ، فلاں قلعہ ترا

بنگر آخر چونکہ واگردید تفت — بر قریظہ و بر نضیر از وے چہ رفت
دیکھ آخر لوٹے جب وہ مصطفیٰؐ[2] — کیا نضیر اور کیا قریظہ سے ہوا

قلعہا ہم گرد آں بد بقعہا — شد مسلم وز غنایم نفعہا
قلعے بھی اور شہر بھی ہاتھ آ گئے — فائدے مال غنیمت سے ہوئے

ور نباشد آں تو بنگر ایں فریق — بر غم و رنجند مفتون و عشیق
یہ نہیں تو دیکھ لے تو یہ فریق — بحرِ رنج و غم کا ہے گویا غریق

زہر خواری را چو شکر میخورند — خارِ غم را چو اشتر مے چرند
زہر خواری کھاتے ہیں شکر کی طرح — خارِ غم چرتا ہے اشتر کی طرح

[1] ٹاٹ ۔

[2] یہودیوں کی دو جماعتیں ہیں ۔

بہرِ علت غم نہ از بہرِ فرج | ایں تساقط پیش ایشاں چوں درج

تعیش میں کب ہیں۔ وہ ہیں آلام میں | انکی پستی بھی بلندی ہے انہیں

آنچناں شادند اندر قعرِ چاہ | کہ نہ ترسند از تخت و کلاہ

خوش ہیں یوں تہ میں کنوئیں کی وہ بھی | خوف کھاتے ہیں وہ تخت و تاج سے

در فقیری ہر یکے صد شہریار | در خزانِ فاقہ صد ہمچوں بہار

وہ فقیری میں ہیں مثلِ شہریار | اور خزانِ فاقہ میں مثلِ بہار

ہر کہ با دلبر بود او ہم نشیں | فوق گردونست نے زیرِ زمیں

ہو گیا دلبر کا جو پہلو نشیں | چرخ پر ہے کب ہے بالائے زمیں

لا تفضلونی علیٰ یونس کی تفسیر

گفت پیغمبر کہ معراجِ مرا | نیست از معراجِ یونس اجتبا

بولے پیغمبر مری معراج بھی | کچھ نہیں معراجِ یونس سے بڑی

آنِ من بالا و آنِ او نشیب | زانکہ قربِ حق بروں است از حسیب

اُن کی نیچے فلک کے اوپر ہے مری | قربتِ اللہ ہے حد سے بری

قرب نے بالا و پستی رفتن است | قربِ حق از حبسِ ہستی رستن است

قربِ حق اونچا نہیں کچھ جست سے | قربِ حق چھٹنا ہے قیدِ ہست سے

نیست را چہ جائے بالا است و زیر | نیست را نے زود و نے دور و نہ دیر

نیست کو کیا فکر ہو بالا اور زیر | نیست میں جلدی نہیں کچھ اور نہ دیر

کارگاہِ صنعِ حق در نیستی است | غرّہ ہستی چہ دانی نیست چیست

نیستی ہے کارگاہِ کبریا | جانے تو مغرورِ ہستی نیست کیا

حاصل ایں اشکستِ ایشاں اے کیا[1] | نے نماند ہیچ با اشکستِ ما

قصہ کوتاہ اور ہے انکی شکست | کب مشابہ اس سے ہے اپنی شکست

[1] یہی قیدی کہہ رہا ہے

آنچناں شادند در ذل و تلف ‌‌ ‌ ہمچو ما در وقت اقبال و شرف

خوش ہیں وہ یوں نقص جان و مال میں ‌ ‌ ‌ جس طرح ہم دولت و اقبال میں

برگ بے برگی ہمہ اقطاع او ست ‌ ‌ ‌ فقر و خواری افتخارست و علوست

کھیتیاں ہیں ان کی بے سامانیاں ‌ ‌ ‌ فقر و خواری میں ہے فخر بیکراں

آں یکے گفت ار چنانستے مزید ‌ ‌ ‌ چوں بہ خندید او کہ ما را بستہ دید

بولا اک قیدی، وہ ایسا ہے اگر ‌ ‌ ‌ کیوں ہنسا یوں قید ہم کو دیکھ کر

چونکہ او مبدل شد است و شادیش ‌ ‌ ‌ نیست زیں زنداں کنوں آزادیش

کیونکہ ہے اس کی خوشی بدلی ہوئی ‌ ‌ ‌ کب ہے اس زنداں سے آزادی ملی

پس بقہر دشمناں چوں شاد شد ‌ ‌ ‌ چوں ازیں فتح و ظفر پُر باد شد

قہر پہ دشمن کے کیوں مسرور ہے ‌ ‌ ‌ کیوں وہ ایسی فتح سے مغرور ہے

شاد شد جانش کہ بر شیران نر ‌ ‌ ‌ یافت آساں نصرت و فتح و ظفر

شاد ہے شاید کہ ایسے شیروں پر ‌ ‌ ‌ مل گئی آسانی سے فتح و ظفر

پس بدانستیم کو آزاد نیست ‌ ‌ ‌ جز بہ دنیا دلخوش و دلشاد نیست

جانا ہم نے نہیں آزاد وہ ‌ ‌ ‌ صرف دنیا سے ہے خوش اور شاد وہ

ورنہ چوں خندد کہ اہل آں جہاں ‌ ‌ ‌ بر بد و نیکند مشفق مہرباں

کیوں ہنسے ورنہ، کہ جو ہیں اولیا ‌ ‌ ‌ نیک و بد پر مہرباں ہیں برملا

طعنہ زنوں کے طعنے سے آنحضرت ﷺ کی آگاہی

ایں ہمی گفتند در زیر زباں ‌ ‌ ‌ آں اسیراں باہم اندر بحث آں

باتیں سب کرتے تھے وہ زیر زباں ‌ ‌ ‌ قیدی تھے اس بحث میں مصروف ہاں

تا موکل نشنود بر ما جہد ‏ ‏ ‏ خود سخن در گوش آں سلطاںؐ نہد

تا سپاہی سن نہ لے اور ہو خفا ‏ ‏ ‏ اور کہے سلطانؐ سے سارا ماجرا

گرچہ نشنید آں موکل ایں سخن ‏ ‏ ‏ رفت در گوشے کہ آں علم من لدن

گو نہ سن پایا سپاہی یہ سخن ‏ ‏ ‏ پہنچا لیکن تا بہ گوش من لدن[۲]

بوئے پیراہان یوسفؑ کے شنید ‏ ‏ ‏ آنکہ حافظ بود یعقوبش شنید

آئی کب پیراہن یوسفؑ کی بو ‏ ‏ ‏ پاسباں کو پہ ملی یعقوبؑ کو

آں شیاطیں بر عیان آسماں ‏ ‏ ‏ نشنوند آں سر لوح غیبداں

آسماں پہ کب شیاطیں سن سکے ‏ ‏ ‏ بھید جو اسے ہمراز، لوح غیب کے

آں محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ ‏ ‏ ‏ آمدہ سر گرد او گرداں شدہ

سو رہے تھے جب محمدؐ مصطفیٰ ‏ ‏ ‏ "بھید" آیا اور طواف اُنکا کیا

آں خورد حلوا کہ روزیش است باز ‏ ‏ ‏ آں نہ کانگشتان او باشد دراز

کھائے وہ حلوا جسے روزی ہوا ‏ ‏ ‏ انگلیاں لمبی کسی کی ہوں تو کیا

نجم ثاقب گشتہ حارس دیو راں ‏ ‏ ‏ کہ ہل دزدی ز احمدؐ سر ستاں

نجم ثاقب حارس شیطاں لیے ‏ ‏ ‏ چھوڑ چوری مصطفیٰؐ سے بھید لے

اے دویدہ سوئے دکاں از پگاہ ‏ ‏ ‏ ہیں بمسجد رو بجو رزق از الٰہ

اٹھ کر بھاگا تو دکاں کو صبح سے ‏ ‏ ‏ رزق تو مسجد میں جا کر رب سے لے

آنحضرتؐ کی طرف سے تبدیلِ ضمیر کا جواب

پس رسولؐ آں گفت شاں را فہم کرد ‏ ‏ ‏ گفت آں خندہ نبودم از نبرد

سمجھے ان کی گفتگو کو مصطفیٰؐ ‏ ‏ ‏ بولے وہ ہنسنا لڑائی سے نہ تھا

لہ یعنی آنحضرتؐ + ۲ے معرفت کا رازینہ والا کان یعنی رسول مقبول کا گوش مبارک + ۳ے چرکی ندا +

مردہ اند ایشاں و پوسیدہ فنا ‏ — مردہ کشتن نیست مردی پیش ما

مردہ ہیں وہ اور مقہور فنا ‏ — ہاں نہیں مردی مردوں کو مارنا

خود کیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف ‏ — چونکہ من پا بفشرم اندر مصاف

وہ تو کیا ہیں، چاند کو ٹکڑے کروں ‏ — پاؤں میداں میں اگر میں گاڑ دوں

آنگہے کآزاد بودید و مہیں ‏ — من شما را بستہ میدیدم چنیں

جبکہ تم آزاد تھے اور تھے رہا ‏ — دیکھتا تھا میں یونہی تم کو بندھا

اے بنازیدہ بہ ملک خانماں ‏ — نزد عاقل اشترے بر نردباں

ہے جو تم کو ناز ملک و خانماں ‏ — عاقل اس کو جانتے ہیں رائگاں

نقش تن را تا فتاد از بام طشت ‏ — پیش چشمم کل آت آت گشت

فاش راز نقش تن جب ہو گیا ‏ — حال پھر ہر شے کا مجھ پہ کھل گیا

بنگرم در غورہ مے بینم عیاں ‏ — بنگرم در نیست شے بینم عیاں

غورہ میں میں دیکھتا ہوں مے عیاں ‏ — نیست میں ہستی کے ملتے ہیں نشاں

بنگرم سر عالمے بینم نہاں ‏ — آدمؑ و حواؑ نرستہ از جہاں

دیکھتا ہوں راز میں اسوقت کے ‏ — جبکہ پیدا آدمؑ و حواؑ نہ تھے

من شما را وقت ذرات الست ‏ — دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست

میں نے تم کو اوّلاً وقت الست ‏ — سرنگوں دیکھا ہے اور پابند و پست

از حدوث آسمان بے عمد ‏ — آنچہ دانستہ بدم افزوں نشد

جب سے ہے یہ آسمان بے ستوں ‏ — کچھ نہیں دانست سے میری فزوں

من شما را سرنگوں میدیدہ ام ‏ — پیش از آں کز آب و گل بالیدہ ام

پہلے میں نے سرنگوں دیکھا تمہیں ‏ — پھر پڑا ہوں آب و گل کے دام میں

سلہ کچا انگور ۔

نو ندیدم تا کنم شادی بدان | این همی دیدم در آن اقبال تان
ہے نئی کیا بات جس کی ہو خوشی | تھا تمہارے اوج میں دیکھا یہی

بستۂ قهر خفی آنکه چو قهر | قند میخوردید و در وی بُد زهر
مبتلا جس میں تھے، مخفی تھا وہ قہر | قند کھاتے تھے مگر تھا اس میں زہر

چون چنین قندی پر از زهر عدو | خوش ننوشد پس حسد آید بدو
قند اک پُر زہر کھائے اک عدو | کیا کرے اس پر حسد اور رشک تو

با نشاط آن زهر میکردید نوش | مرگ تان خفیه گرفته هر دو گوش
زہر کھاتے تھے جو تم با صد خوشی | کان پکڑے موت نے اور جان لی

من همی کردم غزا از بهر آن | تا ظفر یابم فرا گیرم جهان
میں نہ کرتا تھا لڑائی اس لئے | تا کہ لے لوں ساری دنیا فتح سے

این جهان جیفه است و مردار و رخیص | بر چنین مردار چون باشم حریص
یہ جہاں ناقص بھی ہے مردار بھی | حرص کیا ہو مجھ کو اس مردار کی

سگ نیم تا پرچم مرده کنم | عیسیم آیم که تا زنده اش کنم
سگ نہیں ہوں جو میں مُردوں کے کروں | مثلِ عیسیٰ زندگی مُردوں کو دوں

زان همی کردم صفوف جنگ چاک | تا رهانم مر شما را از هلاک
میں صفِ جنگ اس لئے کرتا تھا چاک | تا بچو تم اور نہ ہو جاؤ ہلاک

زان نمی برّم گلوهای بشر | تا مرا باشد کرّ و فرّ حشر
کاٹتا ہوں کب گلے میں اس لئے | تا ہو شہرت اور کرّ و فر مرے

زان همی برّم گلوی چند تا | زان گلوها عالمی یابد رها
کاٹتا ہوں اس لئے میں کچھ گلے | تا کہ دنیا کو نجات ان سے ملے

که شما پروانه وار از جهل خویش | پیش آتش میکنید این حمله کیش
جاہلوں کی طرح تم پروانہ وار | پیش آتش کرتے تھے ہو وہی آشکار

من ہمے آلم شمار اے ہیچ و سست	از درافتادن در آتش باد و دست
ہوں بھگاتا مست کی صورت نہیں	تاکہ تم سب گر نہ جاؤ آگ میں
آنکہ خود را فتحہا پندا شتید	تخم منحوسی خود میکاشتید
فتح کا کرتے تھے تم اپنی گماں	بیج بوتے تھے نحوست کے یہاں
یکدگر را چاذ جدے خواندید	سوئے اژدرہا فرس میراندید
کو سمجھتے اک دوسرے کے جد کو تھے	جاتے تھے تم اژدہوں کے سامنے

باغی آسودگی میں بھی مقہور ہے

قہر میکرد بود اندر عین قہر	خود بُتما مقہور قہر شیر دہر
قہر تم کرتے تھے۔ خود تھے قہر میں	اور بہت مقہور تھے اس دہر میں
دزد قہر خواجہ کرد و زر کشید	او بدان مشغول بُد والی رسید
چور لے خواجہ کا مال و زر لیا	وہ تھا مصروف اس میں۔ مالک آگیا
گر ز خواجہ آں زماں بگریختے	کے بروے والی حشر انگیختے
بھاگتا اسوقت خواجہ سے اگر	ظلم کرتا خواجہ کیوں اس چور پر
قاہری دزد مقہوریش بود	زانکہ قہر او سر او را ربود
چور کا قہر اس کی مقہوری بنا	قہر اس کا اس کے سر کو لے اڑا
غالبی بر خواجہ دام او شود	تا رسد والی و بستاند قود
حملہ کرنا خواجہ پر تھا اسکا دام	خواجہ اس سے لینے آیا انتقام
ایکہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ	در نبرد و غالبی آغشتۂ
ایک تو غالب ہوا ہے خلق پر	جنگ اور غلبے میں ہے آلودہ سر
آں بقاصد منہزم کردستشاں	تا ترا در حلقہ مے آردکشاں
بالارادہ وہ بھگاتا ہے اُنہیں	تاکہ تجھ کو کھینچکر لے گھیرے ہیں

هین عنان در کش پی این منهزم ‌ / در مران تا تو نگردی منهزم

ان کا پیچھا تو نہ کر اے مرد ہوش / تا نہ جا پڑے کہیں حلقہ بگوش

چون کشانندت بدین حیله بدام / جمله بینی بعد از آن اندر زحام

دام میں پھانسیں جو تجھ کو حیله گر / بعد از آں وہ سب تجھے آئیں نظر

عقل ازین غالب شدن کی گشت شاد / چون ازین غالب شدن آید فساد

عقل اس غلبے سے کب ہوتی ہے شاد / جبکہ اس غلبے میں ہے یکسر فساد

تیز چشمم آمد خرد بینای بیش / که خدایش سرمه کرد از کحل خویش

تیز آنکھیں ہیں خرد کی دوربیں / سرمۂ حق سے ہوئی ہیں سرمگیں

گفت پیغمبر که هستند از فنون / اهل جنت در خصومتها زبون

بولے پیغمبرؐ کہ از راہ فنون / اہل جنت ہیں خصومت سے زبوں

از کمال حزم و سوء الظن خویش / نی ز نقص و بددلی و ضعف کیش

کیونکہ وہ ہشیار ہیں اور بدگماں / بددلی اور ضعف مذہب ہے کہاں

در فره دادن شنوده در کمون / حکمت لولا رجالٌ مؤمنون[1]

شادمانی جب ملی اُن کو فزوں / تو سنا لولا رجالٌ مومنون

دست کوتاهی ز کفار لعین / فرض شد بهر خلاص مؤمنین

ہاتھ رکنا کافروں کے قتل سے / فرض تھا تا ہر مسلمان بچ سکے

قصۂ عهد حدیبیه بخوان / کف ایدیکم[2] تمامت آن بدان

ہاں حدیبیہ کی تو پڑھ داستاں / قول ایدیکمؔ سے ہو جا رازداں

[1] قوله تعالیٰ لولا رجال مؤمنون و نساء مؤمنات لم تعلموهم ان تطؤهم فتصیبکم منهم معرة بغیر علم یعنی اگر مکہ میں مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں کہ تم انکو نہیں جانتے تھے تو تمہیں لاعلمی کے باعث انہیں ہلاک کرنے کی صورت میں رنج پہنچتا۔

[2] قوله تعالیٰ هو الذی کف ایدیهم عنکم و ایدیکم عنهم اللہ ایسا ہے جس نے کافروں کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ کافروں سے باز رکھے۔

نیز اندر غالبی ہم خویش را ۔۔۔ دید او مغلوب دام کبریا

فتحمندی میں تھا اپنی دیکھتا ۔۔۔ اپنے کو مغلوب دام کبریا

ما رمیت اذ رمیت آمد خطاب ۔۔۔ گم شد او واللہ اعلم بالصواب

ما رمیت[1] اذ رمیت آیا خطاب ۔۔۔ گم ہوا وہ واللہ اعلم بالصواب

زاں ہمی خندم من از زنجیرتاں ۔۔۔ کہ بگیرم ناگہاں شبگیرتاں

لب ہوں زنجیروں پہ ہنستا اسلئے ۔۔۔ تا کروں حملہ میں شبخوں مار کے

زاں ہمی خندم من از زنجیر و غل ۔۔۔ میکشنم تاں سوئے سروستان و گل

طوق اور زنجیر پر ہنستا ہوں یوں ۔۔۔ تا تمہیں گلشن کی جانب کھینچ لوں

ای عجب کز آتش بے زینہار ۔۔۔ بستہ مے آریمتاں تا سبزہ زار

ہے تعجب اسقدر سخت آگ سے ۔۔۔ کھینچتا ہوں تم کو جانب باغ کے

از سوئے دوزخ بزنجیر گراں ۔۔۔ میکشم تاں تا بہشت جاوداں

سمت دوزخ سے بزنجیر گراں ۔۔۔ کھینچتا ہوں تا بہشت جاوداں

ہر مقلد را دریں رہ نیک و بد ۔۔۔ ہمچناں بستہ بحضرت میکشد

ہر مقلد ہو بھلا یا ہو برا ۔۔۔ کھینچتا ہے اللہ کی جانب بندھا

جملہ در زنجیر بیم و ابتلا ۔۔۔ میروند ایں رہ بغیر اولیا

بستہ زنجیر خوف و ابتلا ۔۔۔ جاتے ہیں اس راہ میں بے اولیا

میکشند ایں راہ را بیگار وار ۔۔۔ جز کسانے واقف از اسرار کار

وہ ہیں جوں بیگار اس رہ میں رواں ۔۔۔ ماسوا اُن کے جو ہیں اسرار داں

جہد کن تا نور تو رخشاں شود ۔۔۔ تا سلوک و خدمتت آساں شود

سعی کر تا نور ہو تاباں ترا ۔۔۔ اور سلوک راہ آساں ہو ذرا

[1] ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی یعنی تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا - مگر اللہ نے پھینکا ۔

کودکان را می‌برند مکتب بزور ‌ ‌ ‌ زانکہ ہستند از فوائد چشم کور

بچوں کو لے جاتے ہیں مکتب جبر سے ‌ ‌ ‌ وہ کب اس کے جانتے ہیں فائدے

چون شود واقف بمکتب می‌دود ‌ ‌ ‌ جانش از رفتن شکفتہ می‌شود

جب ہو واقف جائے مکتب دوڑتا ‌ ‌ ‌ ہو شگفتہ روح اس کی پر ملا

می‌رود کودک بمکتب پیچ پیچ ‌ ‌ ‌ چون ندید از مزد کار خویش ہیچ

جاتا ہے مکتب کو بچہ تھرتھرا ‌ ‌ ‌ کام کا پاتا نہیں جب کچھ صلا

چون کند در کیسہ دانگی دست مزد ‌ ‌ ‌ آنگہہ بیخواب گردد شب چو دزد

جب ہیں اپنی جو کچھ پیسے وہ پا سکے ‌ ‌ ‌ چور کی صورت نہ شب کو نیند آسکے

جہد کن تا مزد طاعت در رسد ‌ ‌ ‌ بر مطیعان آنگہت آید حسد

سعی کرتا پائے طاعت کا صلا ‌ ‌ ‌ ورنہ نیکوں پہ حسد ہو یہ بلا

سلہ ائتیا کرہاً مقلد گشتہ را ‌ ‌ ‌ ائتیا طوعاً صفا بسرشتہ را

ائتیا کرہاً مقلد کے لیے ‌ ‌ ‌ ائتیا طوعاً ولی کے واسطے

این محب حق ز بہر علتے ‌ ‌ ‌ وان دگر را بی‌غرض خود خلتے

دوست وہ حق کا ہے علت کے لئے ‌ ‌ ‌ بے غرض یہ صرف خلت کے لئے

این محب دایہ لیک از بہر شیر ‌ ‌ ‌ وان دگر دل دادہ بہر این ستیر

عشق دایہ کا ہے بہر شیر اسے ‌ ‌ ‌ دوسرا دلدادہ دایہ کے لئے

طفل را از حسن او آگاہ نے ‌ ‌ ‌ غیر شیر او را از و خود خواہ نے

طفل اسکے حسن سے ہے بے خبر ‌ ‌ ‌ دودھ ہی صرف اس کو چاہئے

وان دگر خود عاشق دایہ بود ‌ ‌ ‌ بی‌غرض در عشق یکرایہ بود

دوسرا خود عاشق دایہ ہوا ‌ ‌ ‌ بے غرض یکرنگ الفت میں رہا

سلہ وہ ہمارے پاس مجبوراً آسکے ٭

سلہ خلوص ٭

پس محب حق بامید و بترس | دفتر تقلید میخواند بدرس
دوست جو حق کا ہے باامید و ترس | دفتر تقلید کا لیتا ہے درس

وآں محب حق ز بہر حق کجاست | کہ ز اغراض و ز علتہا جداست
وہ محبت حق ہے کب بہر خدا | بلکہ وہ اغراض سے جو ہے جدا

گر چنین و گر چناں چوں طالب است | جذب حق او را سوئے حق جاذب است
ایسا اور ویسا جو ہے طالب ہوا | جذب ہو حق اس کو سوئے حق لیگیا

گر محبت حق بود لغیرہ | کے ینال دائما من خیرہ
گر محبت حق ہو غیروں کے لئے | بہرہ ور نیکی سے کب دائم ہے

یا محب حق بود لعینہ | لا سواہ خائفا من بینہ
ہو اگر الفت ہے عین خدا | پھر ہو اس کو دوسرے کا خوف کیا

عاشق کو معشوق کا جذب کرنا

ہر دو را ایں جستجوہا زاں سر است | ایں گرفتاری دل زاں دلبر است
ہیں متلاشی دونوں اس دربار سے | ہے گرفتاری دل اس یار سے

آمدیم آنجا کہ در صدر جہاں | گر نبودے جذب آں عاشق نہاں
دل میں اس صدر جہاں کے بیگماں | گر نہ ہوتا جذب عاشق کا نہاں

ناشکیبا کے بدے او از فراق | کے دواں باز آمدے سوئے وثاق
کیونکر وہ کیوں بے صبر ہوتا ہجر سے | جانب قید آتا پھر کیوں دوڑ کے

میل معشوقاں نہانست و ستیر | میل عاشق با دو صد طبل و نفیر
رغبت معشوق رہتی ہے نہاں | رغبت عاشق ہے پر شور اور عیاں

یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار | لیک عاجز شد بخاری ز انتظار
اک حکایت اور بھی تھی معتبر | منتظر بے حد بخاری ہے مگر

ترک آں کردم کو در جستجو ست ۔ تا کہ پیش از مرگ بیند روئے دوست

اس لیئے چھوڑا کہ وہ ہے بیقرار ۔ تا کہ پیش از مرگ دیکھے روئے یار

تا رہد از مرگ و یابد او نجات ۔ زانکہ دید دوست ہست آب حیات

تا کہ چھوٹے موت سے پائے نجات ۔ کیونکہ دید دوست ہے آب حیات

ہر کہ دید او نباشد دفع مرگ ۔ دوست نبود کہ نہ میوہ ش نہ برگ

دید سے جس کی نہ ہو دفع اجل ۔ دوست وہ کیا اس میں ہے پتے ہیں نہ پھل

کار آں کار است اے مشتاق مست ۔ کاندر آں کار ار رسد مرگت خوش است

کام ہے وہ کام اے مشتاق یار ۔ موت جس میں آئے تو ہو خوشگوار

شد نشان صدق ایمان اے جواں ۔ آنکہ آید خوش ترا مرگ اندر آں

ہے نشان صدق ایماں اے جواں ۔ ہو جو وقت مرگ بھی تو شادماں

گر نشد ایمان تو اے جاں چنیں ۔ نیست کامل رو بجو اکمال دیں

صاحب ایماں نہیں ایسا جو تو ۔ جا کمال دیں کی کر پھر جستجو

ہر کہ اندر کار تو شد مرگ دوست ۔ بر دل تو بے کراہت دوست اوست

جس نے تیرے کام میں کی جاں فدا ۔ دوست بس وہ بے کراہت ہے ترا

چوں کراہت رفت آں خود مرگ نیست ۔ صورت مرگ است و نقلاں کردنیست

جب کراہت ہی نہیں پھر موت کیا ۔ موت کی صورت ہے صرف اک نقل جا

چوں کراہت رفت مردن نفع شد ۔ پس درست آمد کہ مردن دفع شد

جب مٹی نفرت ہے مرنا کام کا ۔ اس کو دفع مرگ کہنا ہے بجا

دوست حق است و کسے کش گفت او ۔ کہ توئی آں من و من آن تو

دوست حق کا وہ جسے حق نے کہا ۔ تو مری ہیں ملک تیری برملا

بخاری عاشق کا صدر جہاں کے پاس پہنچنا

گوش وا را اکنوں کہ عاشق میرسد ۔ بستۂ عشق او را حبل من مسد

سن کہ اب پہنچا وہ عاشق بے درد ۔ تھا جو پابستہ بحبلٍ من مسد

چوں بدید او چہرۂ صدر جہاں ۔ گوئیا پرید ش از تن مرغ جاں

جبکہ دیکھا چہرۂ صدر جہاں ۔ اڑ گیا اُس کے بدن سے مرغ جاں

جاں بجاناں شد او از خود باز رست ۔ بر سریر ملک جاویداں نشست

جان دی جاناں کو خود سے چھٹ گیا ۔ تخت ملک جاودانی کا ملا

ہمچو چوب خشک افتاد آں تنش ۔ سرد شد از فرق سر تا ناخنش

سوکھی لکڑی کی طرح تن گر پڑا ۔ سر سے ناخن تک وہ تھا ٹھنڈا ہوا

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب ۔ نے بجنبید و نہ آمد در خطاب

دھونیاں دیں اور سنگھایا گلاب ۔ کی نہ حرکت اور نہ کچھ منہ سے کہا

کار نامد از بخار و از بخور ۔ جز کہ بوئے آں شہ با فر و نور

بے اثر تھے یہ بخار اور یہ بخور ۔ ماسوائے بوئے شاہ فر و نور

شاہ چوں دید آں مزعفر روئے او ۔ پس فرود آمد ز مرکب سوئے او

زرد چہرہ اسکا دیکھا شاہ نے ۔ آیا پاس اُسکے اُتر کر اسپ سے

گفت عاشق دوست می جوید بتفت ۔ چونکہ معشوق آمد آں عاشق برفت

بولا عاشق ڈھونڈتا ہے معشوق تھا ۔ جبکہ معشوق آیا۔ عاشق چل دیا

عاشق حقی و حق آنست کو ۔ چوں بیاید نبود از تو تار مو

عاشق حق تو ہے اور حق ہے یہی ۔ جب وہ آئے تو نہ باقی بال بھی

لہ بجھور کا چھال کی رسی سے ۔

صد چو تو فانیست پیش آں نظر — عاشقی بر نفی خود خواجہ مگر
اس نظر میں تجھ سے فانی ہیں ہزار — عاشق اپنی نفی پہ شاید ہے یار

سایۂ و عاشقی بر آفتاب — شمس آید سایہ لا گردد شتاب
تو ہے سایہ اور عاشق مہر کا — شمس اگر نکلے تو سایہ ہو فنا

چونکہ سر بر زد ز مشرق قرص خور — نہ ستارہ ماند و نہ از شب اثر
جب درخشاں شرق سے سورج ہوا — پھر ستاروں اور شب کا کیا پتا

از درِ دل چونکہ عشق آید درون — عقل رخت خویش اندازد برون
عشق جب دم دل میں اپنا گھر کرے — اپنا ساماں عقل باہر پھینک دے

ہمچو شیرے خوردہ با آہو دوچار — گشت آہو پیش شیر افتا و زار
جس طرح ہو شیر آہو سے دوچار — اور ہرن بیہوش ہو زار و نزار

ہمچو زورِ پشہ پیش تند باد — فہم کن واللہ اعلم بالسداد
زورِ پشہ جس طرح پیش ہوا — غور کر واللہ اعلم اے فتا

دربارِ سلیمانی میں مچھر کی فریاد

پشہ آمد از حدیقہ وز گیاہ — وز سلیمانؑ نبی شد دادخواہ
مچھر آیا باغ سے اور گھاس سے — داد خواہی تا سلیمانؑ سے کرے

کاے سلیمانؑ معدلت میپروری — بر شیاطین آدمی زاد و پری
اے سلیمانؑ ! تم ہو عادل سر بسر — ہر پری اور دیو اور انسان پہ

مرغ و ماہی در پناہ عدل تست — کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست
عدل سے پلتے ہیں مرغ اور مچھلیاں — فضل ہر کھو جانے والے پر عیاں

داد دہ ما را کہ بس زاریم ما — بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
دو ہماری داد ہم بھی زار ہیں — بے نصیب گلشن و گلزار ہیں

مشکلاتِ ہر ضعیفے از تو حل — پشّہ باشد در ضعیفی خود مثل

مشکلیں کمزور کی ہیں تم سے حل — پشّہ کمزوری میں ہے ضرب المثل

شہرہ ما در ضعیف اشکستہ پری — شہرہ تو در لطف و مسکیں پروری

مشتہر ہے اپنی بے بال و پری — اور تمہارا لطف و مسکیں پروری

اے تو در اطباق قدرت منتہی — منتہی ما در کمی و گمرہی

تم ہو قدرت اور قوی کی انتہا — ہم کمی و گمرہی کی انتہا

داد دہ ما را ازیں غم کن جدا — دستگیر اے دستِ تو دستِ خدا

داد دو ہم کو کرو غم سے جدا — دستگیری ہو کہ ہو دستِ خدا

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جو — داد و انصاف از کہ میخواہی بگو

پھر سلیمانؑ بولے۔ اے انصاف جو — بول کس سے چاہتا ہے داد تو

کیست آں ظالم کہ از باد و بروت — ظلم کرد است و خراشید است روت

کون وہ ظالم ہے جس نے ظلم سے — کر دیا ہے اس طرح زخمی تجھے

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست — کو نہ اندر حبس و در زنجیرِ ماست

ہیں ہمارے عہد میں ظالم کہاں — جو نہیں زنجیر میں قیدی یہاں

چونکہ ما زادیم ظلم آں روز مرد — پس بعہدِ ما کہ ظلمے پیش برد

ہم جب آئے۔ ظلم اسی دن مر گیا — ظلم پھر اس عہد میں کس نے کیا

چوں بر آمد نور ظلمت نیست شد — ظلم را ظلمت بود اصل و عضد

نور جب نکلا۔ ہوئی ظلمت فنا — ظلم کی ظلمت ہی ہوتی ہے بنا

نک شیاطیں کسب و خدمت میکنند — دیگراں بستہ باصفاد و بند

ہیں شیاطیں کسب و خدمت میں لگے — بعض زنجیروں میں ہیں جکڑے پڑے

اصل ظلم ظالماں از دیو بود — دیو در بند است استم چوں نمود

ظلم کی ان ظالموں سے تھی بنا — قید ہیں وہ۔ ظلم پھر کس نے کیا

ملک زاں دادست ما را کن فکاں ‏ ‏ ‏ تا ننالد خلق سوئے آسماں
ہے ہمیں ملک اس لئے حق نے دیا ‏ ‏ ‏ تا کرے کوئی نہ گردوں سے گلا

تا بہ بالا بر نیاید دودہا ‏ ‏ ‏ تا نگردد مضطرب چرخ و سہا
آسماں پر تا نہ جائے دودِ آہ ‏ ‏ ‏ اور نہ ہو چرخ و سہا اس سے سیاہ

تا نلرزد عرش از نالۂ یتیم ‏ ‏ ‏ تا نگردد از ستم جانے سقیم
تا نہ عرش آہِ یتیماں سے ہلے ‏ ‏ ‏ تا نہ ہو بد حال کوئی ظلم سے

زاں نہادیم از ممالک مذہبے ‏ ‏ ‏ تا نیاید بر فلکہا یا ربے
اس لئے ملکوں میں اک مذہب رکھا ‏ ‏ ‏ تا نہ آئے کوئی "یا رب" کی صدا

منگر اے مظلوم سوئے آسماں ‏ ‏ ‏ کآسمانی شاہ داری در زماں
کر نظر اپنی نہ سوئے آسماں ‏ ‏ ‏ آسمانی شاہ ہے موجود یاں

گفت پشہ دادِ من از دستِ باد ‏ ‏ ‏ کو دو دستِ ظلم بر ما برکشاد
بولا مچھر، ہے گلہ اس باد سے ‏ ‏ ‏ جس نے ہم پر ہاتھ کھولے ظلم کے

ما ز ظلمِ او بہ تنگی اندریم ‏ ‏ ‏ با لبِ بستہ ازو خوں میخوریم
ظلم سے اس کے ہوئے ہیں تنگ ہم ‏ ‏ ‏ چپ ہیں اور پیتے ہیں خونِ دل بہم

ظلم او بر ما صریحست و عیاں ‏ ‏ ‏ نیست ما را چارہ جز کردن بیاں
ظلم اس کا ہم پہ ہے بالکل عیاں ‏ ‏ ‏ تھا یہی چارہ کیا ہم نے بیاں

دادِ ما و انصافِ ما بستاں ازو ‏ ‏ ‏ اے کریم عادل اکرام خو
داد دیجے، چارہ جوئی کیجئے ‏ ‏ ‏ آپ منصف اور عادل ہیں بڑے

حضرت سلیمانؑ کا مچھر کو حکم دینا

پس سلیمانؑ گفت اے زیبا ودی ‏ ‏ ‏ امرِ حق باید کہ از جاں بشنوی
پس سلیمانؑ نے کہا اے خوش صدا ‏ ‏ ‏ حکم حق بھی چاہئے سننا ذرا

حق بمن گفتست ہان اے دادور ۔۔۔ مشنو از خصمے تو بے خصم دگر

حق نے یوں مجھ سے کہا اے پیشوا ۔۔۔ سن نہ یک طرفہ نہ ہو گر دوسرا

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور ۔۔۔ حق نیاید پیش حاکم در ظہور

دونوں دشمن ہوں نہ جبتک سامنے ۔۔۔ پیش حاکم جھوٹ سچ کیونکر کھلے

خصم تنہا گر برآرد صد نفیر ۔۔۔ ہان وہان بے خصم قول او مگیر

دشمن تنہا کرے سو زاریاں ۔۔۔ کر یقیں بے دوسرے کے تو نہ ہاں

من نیارم رو ز فرمان تافتن ۔۔۔ خصم خود را رو بیاور سوئے من

حکم حق سے منہ نہ پھیروں گا کبھی ۔۔۔ جا تو میرے پاس لا دشمن کو بھی

گفت قول تست برہان و درست ۔۔۔ خصم من بادست او در حکم تست

بولا مچھر سچ کہا اے نیک نام ۔۔۔ وہ ہوا ہے جو تمہاری ہے غلام

بانگ زد آں شہ کہ اے باد صبا ۔۔۔ پشہ افغان کرد از ظلمت بیا

دی صدا آخر کہ اے باد صبا ۔۔۔ پشہ فریادی ہے تجھ سے آگے آ

ہیں مقابل شو تو با خصم و بگو ۔۔۔ پاسخ خصم و بکن دفع عدو

سامنے دشمن کے آ کر کر بیاں ۔۔۔ مدعی کا دے جواب آ کر یہاں

باد چوں بشنید آمد تیز تیز ۔۔۔ پشہ بگرفت آن زمان راہ گریز

جب ہوا نے یہ سنا آئی وہ تیز ۔۔۔ پشہ نے اس وقت لی راہ گریز

پس سلیماں گفت کاے پشہ کجا ۔۔۔ باش تا بر ہر دو رانم من قضا

پس سلیماں بولے اے مچھر کہاں ۔۔۔ ہاں ٹھہر دونوں کا میں لونگا بیاں

گفت اے شہ مرگ من از بود اوست ۔۔۔ خود سیاہ ایں روز من از دود اوست

بولا مچھر جب وہ ہے تو میں کہاں ۔۔۔ ہے سیہ روزی مری اس کا دھواں

او چو آمد من کجا یابم قرار ۔۔۔ کہ برآرد از نہاد من دمار

جب ہوا آئی تو کہاں مجھ کو قرار ۔۔۔ ہے ہلاکت پھر مری بے اختیار

ہمچنیں جویندۂ درگاہِ خدا | چوں خدا آید شود جویندہ لا
ایسے ہی جو جائے درگاہِ خدا | جب خدا ملتا ہے، ہوتا ہے فنا

گرچہ آں وصلت بقا اندر بقاست | لیک از اوّل بقا اندر فناست
گو ہے وصل اُس کا بقا اندر بقا | پر فنا ہی میں بقا ہے بے فنا

سایہ ہائے کہ بود جویائے نور | نیست گردد چوں کند نورش ظہور
سارے سائے ڈھونڈتے رہتے ہیں نور | نیست ہوں جب نور کا دیکھیں ظہور

عقل کے ماند چو باشد سرِّ او | کلُّ شیءٍ ہالکٌ الّا وجہہٗ
عقل کیا ٹھہرے جو ہو وہ روبرو | کلُّ شیءٍ ہالکٌ الّا وجہہٗ[1]

ہالک آید پیشِ وجہش ہست و نیست | ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست
فانی اس کے سامنے ہر خشک و تر | نیست میں ہے ہست، یہ ہے طرفہ تر

اندریں محضر خردہا شد ز دست | چوں قلم اینجا رسید و سر شکست
اس جگہ ہے عقل کا گم راستا | جب قلم پہنچا یہاں سر رکھ دیا

باز گردم جانبِ صدرِ جہاں | در نوازش عاشقِ تو در نہاں
پھر چلوں میں جانبِ صدرِ جہاں | ہے نوازش میں جو عاشق کی وہاں

میکشد از بیہشی اش در بیاں | اندک اندک از کرم صدرِ جہاں
بیہشی میں کھینچتی ہے پُر بیاں | رفتہ رفتہ اُلفتِ صدرِ جہاں

عاشق بیہوش پہ معشوق کی نوازش

بر گرفتش سر نہادہ اندر کنار | بر رخش میکرد افشاندہ نثار
ہو گیا اس سے لپٹ کر ہمکنار | اس کے منہ پہ اشک کرتا تھا نثار

[1] یعنی ذات وحدہٗ لاشریک کے سوا تمام چیزیں ہلاک ہو جانے والی ہیں۔

بانگ زد در گوش او شہ کاے گدا — زر نثار آوردمت دامن کشا
کان میں آواز دی۔ ہاں لے گدا — کھول دامن میں ہوں مصروف عطا

جان تو کاندر فراقم مے طپید — چونکہ زنہارش رسیدم چوں نمید
میری فرقت میں تپاں تھی جاں تری — ہیں پناہ وہ جاں تھا۔ پھر کیوں جان دی

اے پدیدہ در فراقم گرم و سرد — با خود آ از بیخودی و باز گرد
ہجر میں میرے سہا اچھا برا — بیخودی کو چھوڑ اب آپے میں آ

مرغ خانہ اشترے را بیخرد — رسم مہمانش بخانہ مے برد
اک شتر کو ایک مرغ خانہ زاد — لے چلا مہماں بنا کر شاد شاد

چوں بخانہ مرغ اشتر پا نہاد — خانہ ویراں گشت و سقف اندر فتاد
اونٹ نے جب پاؤں اس گھر میں رکھا — گر پڑی چھت اور گھر ویراں ہوا

خانہ مرغست عقل و ہوش را — ہوش صالح طالب ناقہ خدا
ہاں یہ عقل و ہوش ہیں گھر مرغ کا — ہوش طالب ناقہ حق کا ہوا

ناقہ چوں سر کرد در آب و گلش — نے گل آنجا ماند نے جان و دلش
آب و گل میں جب جگہ ناقے نے کی — پھر نہ جاں باقی۔ نہ گل باقی رہی

کرد فضل عشق انسان را فضول — زیں فزون جوئی ظلومست و جہول
عشق نے بے باک انساں کو کیا — وہ اسی سے ظالم و جاہل بنا

جاہلست و اندریں مشکل شکار — میکشد خرگوش شیرے در کنار
جاہلی یہ ہے کہ ہے مشکل شکار — شیر سے خرگوش ہے اک ہمکنار

کے کنار اندر کشیدے شیر را — گر بدانستے و دیدے شیر را
شیر کو آغوش میں کب کھینچتا — شیر سے ہوتا اگر وہ آشنا

ظالمست او بر خود و بر جان خود — ظلم بیں کز عدلہا گو مے برد
ظالم اپنا ہے اور اپنی جان کا — ظلم غالب عدل پر ہے بر ملا

جہل او مر علمہا را اوستاد ۔۔۔ ظلم او مر عدلہا را شد رشاد

جہل اسکا علم کا استاد ہے ۔۔۔ مرشد انصاف ہر بیداد ہے

[۱] دست او بگرفت کایں رفتہ دمش ۔۔۔ آنگہے آید کہ من دم بخشمش

ہاتھ پکڑا اور کہا دم اسمیں ہاں ۔۔۔ آئیگا جب بخششوں میں دم بیگماں

چوں بمن زندہ شود ایں مردہ تن ۔۔۔ جان من باشد کہ رو آرد بمن

مردہ کو مجھ سے ملی گر زندگی ۔۔۔ ہو گا میرا دوست، میری جان بھی

من کنم او را ازیں جاں محتشم ۔۔۔ جاں کہ من بخشم ببیند بخششم

جان دیکر اس کو بخشوں عزتیں ۔۔۔ جاں میں دوں، اور وہ دیکھے بخششیں

جان نامحرم نہ بیند روئے دوست ۔۔۔ جز ہماں جاں کاصل او از کوئے اوست

جان نامحرم نہ دیکھے روئے یار ۔۔۔ ہاں مگر وہ جس کا گھر ہے کوئے یار

در دمم قصاب[۲] وار ایں دوست را ۔۔۔ تا ہلد آن مغز نغزش پوست را

جوں قصائی دوست میں پھونکوں گا دم ۔۔۔ پوست چھوڑا مغز نے ۔ تو کیا ہے غم

گفت اے جان رمیدہ از بلا ۔۔۔ وصل ما را در کشادیم الصلا

بولا اے جاں جو بلا سے ہے رہا ۔۔۔ وصل کا در کھل گیا آجا اندر آ

اے خود ما بیخودی و مستیت ۔۔۔ اے ز ہستت ہا ہمارہ ہستیت

اے خودی میری ہے تیری بیخودی ۔۔۔ اے مری ہستی سے تیری زندگی

با تو بے لب ایں زماں من نو بنو ۔۔۔ رازہائے کہنہ میگویم شنو

بے زبان و لب ہیں تجھ سے اس گھڑی ۔۔۔ کہ رہا ہوں چند راز کہنگی

زانکہ ایں لبہا ازاں دم میرمند ۔۔۔ بر لب جوئے نہاں بر میدمند

کیونکہ یہ لب ان دموں سے ہیں رمان[۳] ۔۔۔ ساحل جوئے نہاں پر ہیں عیاں

---

۱ یہاں سے پھر قصہ شروع ہوا۔

۲ بھاگنے والا۔ ۳ جان سے مراد ہے۔

گوش بے گوشی دریں دم برگشا | بہرِ رازِ یفعل اللہ ما یشا
گوشِ بے گوشی کو کھول اب اے فنا | بہرِ رازِ یفعل اللہ ما یشا

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت | اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت
جب صدائے وصل کانوں میں پڑی | تھوڑی تھوڑی مُردے میں جنبش ہوئی

نے کم از خاکست کز عشوۂ صبا | سبز پوشد سر برآرد از فنا
خاک سے وہ کم ہے کیا۔ باد صبا | سبز پوشی جس کو کرتی ہے عطا

کم ز آبِ نطفہ نبود کز خطاب | یوسفاں زاینید رخ چوں آفتاب
کم نہیں نطفے سے جس سے کبریا | کر دے پیدا یوسفانِ مہ لقا

کم ز بادے نیست شد از امرِ کن | در رحم طاؤس و مرغِ خوش سخن
باد سے کیا کم ہے۔ جبدم "کن" کہا | مور بس پیدا رحم میں ہو گیا

کم ز نارے نیست کز امرِ سلام | گلستاں شد بر خلیلؑ خوش کلام
آگ سے کیا کم ہے جب بھیجا سلام | تو وہ ابراہیمؑ پہ ٹھہری حرام

کم ز چوبے نیست در دفعِ عدو | گشت اژدرہائے منکر زامرِ او
کم ہے کیا لکڑی سے۔ دشمن کے لئے | حکمِ حق پاتے ہی جو اژدر بنے

کم ز کوہ و سنگ نبود کز ولاد | ناقہ کاں ناقہ ناقہ زاد زاد
کم نہیں ہرگز وہ کوہ و سنگ سے | اونٹنی کی طرح جو ناقہ جنے

زاں ہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم | عالمے زاد و بزاید دم بدم
چھوڑ ان سب کو عدم سے کیا ہے کم | جس سے اک عالم ہے پیدا دمبدم

[1] یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔

عاشق بیہوش کا ہوش میں آنا

بر جہید و بر طپید او شاد شاد　　یک دو چرخے زد و سجود اندر فتاد
کُھل کھلایا اور تڑپا خوش ہوا　　کھا کے چکر سجدے میں وہ گر پڑا

بشگفید از روئے او دلشاد شد　　در وصال از بندِ ہجر آزاد شد
دیکھ کر اس کو ہوا دل شاد وہ　　قیدِ فرقت سے ہوا آزاد وہ

گفت اے عنقائے حق جاں را مطاف　　شکر کہ باز آمدی زاں کوہ قاف
بولا۔ اے عنقائے حق کر کے طواف　　شکر ہے۔ لوٹا ز راہ کوہ قاف

اے سرافیلِ قیامت گاہِ عشق　　اے تو عشقِ عشق و اے دلخواہِ عشق
اے سرافیلِ قیامت گاہِ عشق　　عشق کے عشق اور اے دلخواہ عشق

اوّلیں خلعت کہ خواہی اد نَمَم　　گوش خواہم کہ نہی بر روزنم
پہلا خلعت چاہیے گر دینا مجھے　　چاہتا ہوں بات تو میری سنے

گرچہ میدانی بصفوت حالِ من　　بندہ پرور گوش کن اقوالِ من
گو کہ تو واقف ہے میرے حال سے　　بندہ پرور اب ہو واقف قال سے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید　　ز آرزوئے گوشِ تو ہوشم پرید
ہوش لاکھوں بار اے صدرِ جہاں　　تیری باتیں سننے کو تھے رائگاں

آں سمیعی تو و آں اصغائے تو　　واں تبسمہائے جاں افزائے تو
وہ ترا سننا وہ گوشِ آشنا　　اور وہ تیرا مسکرانا جانفزا

آں نیوشیدن کم و بیش مرا　　عشوہ جانِ بد اندیش مرا
اور وہ سننا ترا کم اور سوا　　عشوہ میری جانِ بد اندیش کا

قلبہائے من کہ آں معلوم تست　　بپذیرفتی تو چوں نقدِ درست
کھوٹ جتنے تھے۔ تجھے معلوم تھے　　تو نے مثلِ نقد وہ سب چن لیے

بهر گستاخے و شوخے غرّہ | حلمہا در پیش حلمت ذرّہ
بے ادب کو حلم کر کے چھوڑ دے | حلم ذرّہ آگے تیرے حلم کے

اوّلاً بشنو کہ چوں ماندم ز شست | اول و آخر ز پیش من بجست
پہلے یہ سن جب میں نکلا شست سے | اول و آخر سے چھٹکارے سے

ثانیاً بشنو تو اے صدر ودود | کہ بسے گشتم ترا ثانی نبود
دوسرے اے صدر میں ہر سو پھرا | کوئی دنیا میں ترا ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیروں رفتہ ام | گوئیا ثالث ثلاثہ گفتہ ام
تیسرے جب سے میں تجھ سے ہوں پھرا | تین گویا کر لئے میں نے خدا

رابعاً چوں سوخت ما را مزرعہ | مے ندانم خامسہ از رابعہ
چوتھے یہ جیسے ہی مری کھیتی جلی | چار کی اور پانچ کی حس ہی نہ تھی

خامساً از ہجرت اے صدر جہاں | از حواس خمسہ بودم در زیاں
پانچویں غم میں ترے صدر جہاں! | تھا حواس خمسہ کا میرے زیاں

سادساً از شش جہت بیرون تو | گوئیا بارید بر من غم دو تو
اور چھٹے یہ شش جہت سے بے ترے | مجھ پہ برسے تیشہ غم و اندوہ کے

سابعاً از شام من ندانم ضالہ ام | خوں ہمے گرید فلک از نالہ ام
ساتویں ہوں آنکھوں سے بے خبر | ہے فلک خونبار میرے نالے پہ

ہر کجا یابی تو خوں بر خاکہا | پے بری باشد یقیں از چشم ما
جس جگہ تو خاک پہ خوں پائے گا | میری آنکھوں سے وہ ہے برسا ہوا

گفت من رعد است و ایں بانگ و حنیں | ژالہ بر خواہد تا بارد بر زمیں
نطق میرا رعد ہے نالے مرے | ابر کو بھی ہیں رلانا چاہتے

من میان گفت و گریہ مے تنم | یا بگریم یا بگویم چوں کنم
درمیان نطق و گریہ ہوں یہاں | روؤں یا باتیں کروں میں خستہ جاں

گر بگویم فوت میگردد بکا — ور بگریم چون کنم مدح و ثنا
کچھ کہوں تو فوت ہوتی ہے بکا — روؤں تو کیونکر کروں مدح و ثنا

می فتد از دیده خونِ دل شہا — بین چه افتادست از دیده مرا
خونِ دل جاری ہے آنکھوں سے شہا — دیکھ ان آنکھوں سے کیا پیش پڑا

این بگفت و گریه در شد آن نحیف — که برو بگریست هم دون هم شریف
یہ کہا اور ایسا رویا وہ نحیف — اس پہ روئے سارے ادنیٰ اور شریف

از دلش چندان برآمد ہائے ہو — حلقه کرد اہلِ بخارا گرد او
ہاؤ ہو سے اس قدر نالے کئے — جمع سب اہلِ بخارا ہو گئے

خیره گویان خیره گریان خیره خند — مرد و زن خرد و کلان جمع آمدند
روتے تھے ہنستے تھے یا تھے طعنہ زن — جمع تھے جتنے وہاں سب مرد و زن

شہر ہم ہمرنگ او شد اشک ریز — مرد و زن درہم شده چون رستخیز
اہلِ شہر اس کی طرح رونے لگے — مرد و زن سب درہم و برہم ہو گئے

آسمان میگفت آندم با زمین — گر قیامت را ندیدستی ببین
آسماں کہتا تھا فرشِ خاک سے — گر نہیں دیکھی قیامت تو دیکھ لے

عقل حیران که چه عشق است و چه حال — یا فراق او عجب‌تر یا وصال
عقل حیراں تھی یہ کیا ہے عشق و حال — ہجر اس کا ہے نرالا یا وصال

چرخ برخوانده قیامت نامه را — یا مجرّه بردریده نامه را
آسماں نے حشر نامہ پڑھ دیا — کہکشاں نے یا ہے خط پرزے کیا

با دو عالم عشق را بیگانگیست — و اندر آن ہفتاد و دو دیوانگیست
عشق کو کونین سے بیگانگی — ہے بہتر قسم کی دیوانگی

سخت پنہانست و پیدا حیرتش — جانِ سلطانانِ جان در حسرتش
حیرتیں اس کی نہاں ہیں اور عیاں — اس کی حسرت میں ہے ہر سلطانِ جاں

غیر ہفتاد و دو ملت کیش او ۞ تخت شاہاں تختہ بندی پیش او

اس کا مذہب ہے بہتر سے جدا ۞ تخت شاہی اس کے آگے چیز کیا

مطرب عشق این زند وقت سماع ۞ بندگی بند و خداوندی صداع

عشق یوں گاتا ہے ہنگام سماع ۞ بندگی قید اور آقائی صداع

پس چہ باشد عشق دریائے عدم ۞ در شکستہ عقل را آنجا قدم

عشق کیا ہے۔ ایک دریائے عدم ۞ عقل کے اس جا شکستہ ہیں قدم

بندگی و سلطنت معلوم شد ۞ زین دو پردہ عاشقی مکتوم شد

بندگی و سلطنت معلوم ہے ۞ عشق انہیں پردوں میں تو معدوم ہے

کاشکے ہستی زبانے داشتے ۞ تا زہستان پردہ ہا برداشتے

کاش ہستی کی زباں ہوتی کوئی ۞ پردے مستوں کے اٹھا دیتی کبھی

ہرچہ گوئیم اے دم ہستی ازاں ۞ پردۂ دیگر برو بستی بداں

ہے مری باتوں سے ہستی پر ملا ۞ دوسرا پردہ یہ اس پر پڑ گیا

آفت ادراک آں حال است و قال ۞ خون بخوں شستن محال است و محال

حال کے ادراک کی آفت ہے قال ۞ خون سے ہے خون کا دھونا محال

من چو با سودائیانش محرمم ۞ روز و شب اندر قفص در میدمم

محرم سودائیان حق ہوں ہاں ۞ پھونکوں ہاں افسوں قفس میں ہر زماں

سخت مست و بیخود و آشفتۂ ۞ دوش اے جاں بر چہ پہلو خفتۂ

ہے تو اتنی مست و بیخود ہر گھڑی ۞ کل تو اے جاں سوئی کس کروٹ پڑی

ہاں و ہاں ہشدار بر ناری دمے ۞ اولا بر جہ طلب کن محرمے

دم نہ ہرگز مار ہاں ہشیار ہو ۞ ڈھونڈ پہلے محرم اسرار کو

سلہ یعنی بہتر فرقوں سے ۞ سلہ دردسر ۞

سلہ یعنی جسم کے پنجرے میں ۞

عاشق و مستی و بگشادہ زباں | اللہ اللہ اشترے بر نردباں[1]
مست و عاشق ہو کے یوں کھولے زباں | اللہ اللہ اونٹ ہو اور نردباں

چوں ز راز و ناز او گوید زباں | یا جمیل الستر خواند آسماں
اس کے راز و ناز جب کھولے زباں | یا جمیل الستر[2] بولے آسماں

ستر چہ در پشم و پنبہ آذرست | تو ہمی پوشی و او رسواترست
ستر کیا ہے ـ آگ روئی کے لیے | وہ ہے رسوا، تو چھپاتا ہے اسے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم | سر برآرد چوں علم کاینک منم
ہیں کروں کوشش سے گر اسکو نہاں | یوں کہے مثل علم میں ہوں یہاں

رغم انفم گیردم او ہر دو گوش | کاے مدمغ چونش میپوشی بپوش
خوار کر کے کان پکڑے میرے ہاں | اے مدمغ کر، جو کرتا ہے نہاں

گویمش رو گرچہ بر جوشیدۂ | ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ
میں کہوں جا، جوش میں ہے بیقرار | مثل جاں تو ہے نہاں اور آشنا

گوید او محبوس خنب است ایں تنم | چوں مے اندر بزم خنبک میزنم
وہ کہے محبوس خم ہے تن مرا | بزم میں ہوں مثل مے جوش آشنا

گویمش زاں پیش کہ گردی گرو | تا نیاید آفت مستی برو
میں کہوں تو ہو نہ جائے مبتلا | آفت آ جائے نہ اس مستی میں جا

گوید از جام لطیف آشام من | یار روزم تا نماز شام من
وہ کہے ـ ہے جام میرا بادہ بار | صبح سے تا شام میں ہوں [illegible]

چوں بیاید شام و دزدد جام من | گویمش وادہ کہ نامد شام من
شام میرے جام کو جب لے چرا | میں کہوں ـ ہے شام دور ـ اب جام لا

[1] سیڑھی + [2] یعنی اسے اللہ چھپائے +

زاں عرب بنہاد نام مے مدام ‌ زانکہ سیری نیست مے خوار را مدام

مے کو کہتے ہیں عرب والے "مدام" ‌ کیونکہ سیری اس سے ہے بس ناتمام

عشق جوشد بادۂ تحقیق را ‌ او بود ساقی نہاں صدیق را

عشق اُبالے بادۂ تحقیق کو ‌ چھپ چھپا کر دے پلا صدیق کو

چوں بجوئی تو بہ توفیق حسن ‌ بادہ آبِ جاں بود ابریق تن

جب تو ڈھونڈے پا کے توفیقِ حسن ‌ آبِ جاں بادہ ہو، پیمانہ بدن

چوں بیفزاید مئے توفیق را ‌ قوت مے بشکند ابریق را

جب مئے توفیق میں جوش آ گیا ‌ ظرف مے کے زور سے ٹکڑے ہوا

آب گردد ساقی و ہم مست آب ‌ خود بگو واللہ اعلم بالصواب

آب ہو ساقی بنے خود مست آب ‌ اب تو کہہ واللہ اعلم بالصواب

پرتو ساقیست کاندر شیرہ رفت ‌ شیرہ بر جوشید رقصاں گشت و زفت

پرتوِ ساقی ہے شیرے میں ملا ‌ شیرہ رقص و جوش میں ہے آ گیا

اندریں معنی بپرس آں خیرہ را ‌ کہ چناں کے دیدہ بودی شیرہ را

پوچھ اب اُس سے جسے ہے خیرگی ‌ ایسا بھی دیکھا تھا شیرے کو کبھی

بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست ‌ آنکہ با گردندہ گرداندہ ہست

بے تأمل جانے ہر دانا اجی ‌ جو ہے گردندہ ہے گرداندہ بھی

ایک مہجور و آفت زدہ عاشق کی حکایت

یک جوانے بر زنے عاشق شدہ است ‌ روز و شب بے خواب و بے خور آمدہ است

اک جواں تھا ایک عورت پر فدا ‌ رات دن بے خواب اور بے خور رہا

سلہ یعنی جو چیز ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلی جاتی ہے۔ وہ اور کو بھی بدل دیتی ہے۔ جیسا کہ شیرۂ انگوری سے ظاہر ہے۔ ؏

بیدل و شوریدہ و مجنون و مست — مے ندادش روزگار وصل دست

بیدل و شوریدہ اور مجنوں ہوا — وصل حاصل اسکو ہوتا ہی نہ تھا

بس شکنجہ کرد عشقش بر زمین — خود چرا دارد ز اوّل عشق کین

عشق نے کھینچا شکنجے میں اُسے — عشق کو کینہ ہے جانے کس لئے

عشق از اوّل سرکش و خونی بود — تا گریزد آنکہ بیرونی بود

عشق خونی روزِ اوّل سر اُٹھائے — تا کہ جو ہو بوالہوس وہ بھاگ جائے

چون فرستادے رسولے پیش زن — آں رسول از رشک گشتے راہزن

بھیجتا جب کوئی قاصد سوئے زن — رشک سے ہوتا وہ اُس کا راہزن

ور بسوئے زن نبشتے کاتبش — نامہ را تصحیف خواندے نائبش

نامہ عورت کو جو کوئی بھیجتا — پڑھنے والا اور کچھ دیتا سنا

ور صبا را پیک کردے در وفا — از غبارے تیرہ گشتے آن صبا

نامہ بر ہوتی اگر بادِ صبا — گرد سے ہوتی وہ تیرہ جا بجا

رقعہ گر بر پرّ مرغے دوختے — پرّ مرغ از تفِ رقعہ سوختے

باندھتا رقعہ جو پرّ مرغ پر — سوزشِ الفت سے جلتے تھے پر

راہہائے چارہ را غیرت ببست — لشکرِ اندیشہ را رایت شکست

راہیں چارہ کی حیا نے بند کیں — ٹوٹا فوجِ فکر کا جھنڈا وہیں

بود اوّل مونسِ غم انتظار — آخرش بشکست کہ ہم انتظار

اوّل اوّل ہمنشیں تھا انتظار — ٹوٹا اس سے گو وہ غم انجام کار

گاہ گفتے کایں بلائے بے دواست — گاہ گفتے کایں حیاتِ جانِ ماست

گاہ کہتا یہ بلا ہے لا دوا — اور کبھی کہتا کہ یہ ہے جانفزا

گاہ ہستی زو برآوردے سرے — گاہ او از نیستی خوردے برے

وہ کبھی ہستی سے تھا جھنجھوڑا ہوا — اور کبھی تھا نیستی سے آشنا

گاہ فریادش بگردوں بر شدے	گہ خیالِ دلبرش ہمدم بُدے
نالہ اس کا تھا کبھی چرخ آشنا	اور کبھی ہمدم خیالِ یار تھا
چونکہ بے وے سرد گشتے ایں نہاد	جوش کردے گرم چشمۂ اتحاد
سرد ہو جاتا تھا جب اسکا نہاد[1]	جوش دیتی اس کو جوئے اتحاد
چونکہ با بے برگیِ غربت بساخت	برگِ بے برگی بسوئے او بتاخت
چونکہ وہ غربت میں بے ساماں تھا	تھیں وہ بے سامانیاں برگ و نوا
خوشہائے فکرتش بیگاہ شد	شب روانرا رہنما چوں ماہ شد
فکر کا ہر خوشہ جب کملا گیا	رہنما شب کے مسافر کا ہوا
اے بسا طوطیِ گویائے خمش	اے بسا شیریں رواں رو ترش
ہیں بہت سے طوطی گویا خموش	ہیں بہت ترش طبع جو ہیں قند جوش
رو بگورستاں دمے خامش نشیں	آں خموشانِ سخن گو را ببیں
بیٹھ گورستان میں خاموش جا	سن خموشی کہ رہی ہے تجھ سے کیا
لیک اگر یک رنگ بینی خاکِ شاں	نیست یکساں حالتِ چالاکِ شاں
خاک ان کی دیکھے تو یکرنگ اگر	ایک حالت ہے کبھی باور نہ کر
شخص و لحمِ زندگاں یکساں بود	آں یکے غمگیں و دیگر شاد بود
جسم یکساں جینے والوں کا ہے پر	ایک غمگیں۔ دوسرا ہے شاد تر
تو چہ دانی تا ننوشی قالِ شاں	زانکہ پنہاں است بر تو حالِ شاں
کس طرح سمجھے نہ جب تک ہو بیاں	کیونکہ اُن کا حال تجھ سے ہے نہاں
بشنوی از قال ہائے و ہوئے را	کے ببینی حالتِ صد توئے را
گفتگو سے رازِ ہا و ہو کھلے	حال پوشیدہ تو کیونکر دیکھ لے

[1] اصل یعنی عشق۔

نفسها یکساں بضد ہا متصف	خاک ہم یکساں روانشاں مختلف
نفس یکساں ہیں ضدوں سے متصف	خاک یکساں۔ پر ہیں جانیں مختلف
ہمچنیں یکساں بود آوازہا	آں یکے پُر درد و آں پُر نازہا
جملہ آوازیں ہیں یکساں بالیقیں	اک مگر ہے درد۔ اک ناز آفریں
بانگِ اسپاں بشنوی اندر مصاف	بانگِ مرغاں بشنوی اندر طواف
جنگ میں سنتا ہے گھوڑوں کی صدا	طوف میں سنتا ہے چڑیوں کی نوا
آں یکے از حقد و دیگر ز ارتباط	آں یکے از رنج و دیگر از نشاط
اس میں کینہ اور اُس میں ارتباط[1]	اس میں ہے رنج اور اُس میں آغاز نشاط
ہر کہ دُور از حالتِ ایشاں بوَد	پیشش آں آوازہا یکساں بوَد
دُور ہے جو اُنکی حالت سے کوئی	ہیں اُسے یہ سب صدائیں ایک سی
آں درختے جنبد از زخمِ تبر	واں درختِ دیگر از بادِ سحر
پیڑ اک زخمِ تبر سے ہل پڑے	دوسرا جھونکے نسیمِ صبح سے
بس غلط گشتم ز دیگِ مردہ ریگ	زانکہ سرپوشیدہ میجوشید دیگ
دیگ سے مفلس کی دھوکا کھا گیا	دیگ کا مُنہ بند وقتِ جوش تھا
جوش و نوشِ ہر کسے گوید بیا	جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا
سب کو بلاتا جوش ہر اک چیز کا	جوشِ صدق اور جوشِ تزویر و ریا
گر نداری نورِ جانِ[2] روشناس	رَو دماغے دست آور بوشناس
نورِ جاں سے گر نہیں تو روشناس	جا دماغ اب لا کہیں سے بوشناس
آں دماغے کہ برآں گلشن تند	چشمِ یعقوباں ہم او روشن کند
ایسا جس پر گلستاں اکڑے تنے	چشمِ یعقوباں کو جو روشن کرے

[1] ربطِ محبت ۔

[2] یعنی عاشق لوگ ۔

عاشق کا معشوق کو پانا

ہیں بگو احوالِ آں خستہ جگر　　کز بخاری دُور ماندیم اے پسر!

حال اُس خستہ جگر کا اب سُنا　　ہم بخاری سے ہیں عرصے سے جدا

کایں جواں در جستجو بُد ہشت سال　　از خیالِ وصل گشتہ چوں خیال

اسکو گذرے جستجو میں آٹھ سال　　تھا خیالِ وصل میں یکسر خیال

سایۂ حق بر سرِ بندہ بود　　عاقبت جویندہ یابندہ بود

حق کا سایہ ہے سرِ مخلوق پر　　جس نے ڈھونڈا اُس نے پایا سربسر

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے　　عاقبت زاں در بروں آید سرے

بولے پیغمبر جو تُو کھٹکائے در　　آخر اُس سے جلد نکلے کوئی سر

چوں نشینی بر سرِ کوئے کسے　　عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

جب کسی کے کوچے میں بیٹھے گا تُو　　مُنہ کسی کا بالیقیں دیکھے گا تو

چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک　　عاقبت اندر رسی در آبِ پاک

جس کنوئیں سے روز تُو کھینچے گا خاک　　نکلے گا آخر کو اس میں آبِ پاک

جملہ دانند ایں اگر تو نگروی　　ہرچہ میکاریش روزے بدروی

سب ہیں واقف چاہے تو منکر رہے　　تونے جو بویا ہے۔ کاٹے گا اُسے

سنگ بر آہن زدی آتش نجست　　ایں نباشد ورنباشد نادرست

آگ نکلی لوہے پہ پتھر لگا　　ایسا ہو گا اور نہ ہو تو بات کیا

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات　　ننگرد عقلش مگر در نادرات

اور جسے حاصل نہیں بخت و نجات　　دیکھے اس کی عقل کیا جز نادرات

کاں فلانکس کشت کرد و بر نداشت　　واں صدف برد و صدف گوہر نداشت

یہ کہ اُسنے بویا کچھ حاصل نہ تھا　　لی صدف لیکن نہ گوہر مل سکا

بلعم باعور و ابلیس لعین [۱] — سود نامدشان عبادتها و دین

بلعم باعور و ابلیس لعین — طاعتیں دونوں کی ناکارہ رہیں

صد هزاران انبیا و رهروان — ناید اندر خاطر آن بدگمان

انبیا لاکھوں ہزاروں پیشوا — بدگماں کے دل میں کب پاتے ہیں جا

این دو را گیرد که تاریکی دهد — در دلش ادبار جز این کی نهد

ہے انہیں کے حال سے تاریکیاں — دوسروں کی دل میں گنجائش کہاں

بس کسا کہ نان خورد دلشاد او — مرگ او گردد بگیرد در گلو

ہیں بہت سے جو کہ روٹی کھاتے تھے — حلق میں اٹکی جو روٹی مر گئے

پس تو ای ادبار رو نان هم مخور — تا نیفتی همچو او در شور و شر

تو بھی اے بدبخت روٹی چھوڑ دے — شور و شر میں تا نہ مثل اس کے رہے

صد هزاران خلق نانها میخورند — زور می‌یابند و جان می‌پرورند

لاکھوں انساں روز و شب کھاتے ہیں نان — زور پائیں اور پالیں اپنی جان

تو بدان نادر کجا افتادهٔ — گر نه محرومی و ابله زادهٔ

تو ہے اس نادر میں کیوں الجھا ہوا — گر نہیں نادان و محروم صفا

این جهان پر آفتاب و نور ماه — تو بهشته سر فرو برده به چاه

روشنی ہے آفتاب و ماہ میں — سر جھکا کے تو پڑا ہے چاہ میں

که اگر حقست کو آن روشنی — سر ز چه بردار و بنگر ای دنی

گنبد میں حق ہے تو کہاں وہ روشنی — سر اٹھا کر چاہ سے دیکھ لے دنی!

جمله عالم شرق و غرب آن نور یافت — تا تو در چاهی نخواهد بر تو تافت

ساری دنیا اس سے روشن ہو گئی — تو ہے جب تک چہ میں ہے محروم ہی

[۱] بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا زاہد تھا [illegible]

چہ رہائی دہ بہ ایوان و کروم ‖ کم ستیز اینجا بداں کالّج شوم[1]

ہاں نکل کر چاہ سے دنیا میں گھوم ‖ کر نہ جھگڑا اس جگہ کا لجّ شوم

ہین مگو کاینک فلانے کشت کرد ‖ در فلاں سال و ملخ کشتش بخورد

یہ نہ کہہ کھیتی فلاں نے کی وہاں ‖ کھا گئیں کھیتی کو اس کی ٹڈیاں

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست ‖ پس چرا افشانم ایں گندم ز دست

گیہوں کر دیا کھیتی اگر ہے یہ خطر ‖ گیہوں بھی ضائع کروں یوں پھینک کر

ہین مکن استیزہ رو رو کار کن ‖ با توکل کشت کن بشنو سخن

ہاں نہ کر جھگڑا۔ تو اپنا کام کر ‖ کاشت کر اس سے توکل پہ مگر

ہر کہ استیزہ کند بر رو فتد ‖ آنچناں کو بر نخیزد تا ابد

جو کرے جھگڑا۔ وہ سر کے بل گرے ‖ تا ابد گر کر نہ وہ پھر اٹھ سکے

وانکہ او بگذاشت کشت و کار را ‖ پر کند کوری تو انبار را

جس نے کی کھیتی۔ نہ چھوڑا کاروبار ‖ فائدہ اس نے اٹھایا بے شمار

زیں بیاں بگذر زمانے باز راں ‖ جانب احوال آں عاشق جواں

چھوڑ اس کو اور ذرا اب غور کر ‖ اس جواں عاشق کے حال زار پر

چوں ز بے سکوفت و از سلوتے ‖ عاقبت دریافت روئے خلوتے

تھا بدر در جنبیاں وہ اطمینان سے ‖ آخر اس نے پائے خلوت کے مزے

جست از بیم عسس او شب بباغ ‖ یار خود را یافت با شمع و چراغ

خوف سے بچکر گیا جب سوئے باغ ‖ مل گیا یار اس کا با شمع و چراغ

گفت سازندہ سبب را آں نفس ‖ اے خدا تو رحمتے کن بر عسس

التجا کی اے خدائے دادگر ‖ کوتوال اچھا ہے اس پر رحم کر

[1] یعنی جھگڑا اور مبالغہ نہایت شوم باتیں ہیں ؛

پادشاہا تو سبب ہا کردۂ | از در دوزخ بہشتم بردۂ

تو نے اسے شہ کر دیئے پیدا سبب | لایا دوزخ سے مجھے جنت میں اب

پھر آں کردی سبب ایں کار را | تا ندارم خوار من یک خار را

کام کا اسباب یہ بخشا یوں مدار | تا نہ جانوں خار کو ہرگز میں خوار

در شکست پائے بخشد حق پرے | ہم ز قعر چاہ بکشاید درے

وہ شکستہ پائی کو دیتا ہے پر | کھول دیتا ہے کنوئیں کی تہ میں در

ہر چہ آں بر تو کراہیت بود | چوں حقیقت بنگری رحمت بود

ہے بظاہر جس سے اک نفرت تجھے | وہ ہے رحمت اصل میں تیرے لئے

تو مبیں کہ بر درختی یا بچاہ | تو مرا بیں کہ منم مفتاح راہ

دیکھ مت یہ پیڑ پر یا چاہ میں | دیکھ مجھ کو حل کروں میں مشکلیں

گر تو خواہی باقی ایں گفتگو | اے اخی در دفتر چارم بجو

گفتگو باقی اگر ہو دیکھنی | چوتھے دفتر میں ملیگی اسے اخی

تمت